

یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں:

اسباب اور اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

(مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

سید اسامہ بخاری

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 746-PhD/IS/S18



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

2018-2023ء

یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں:

اسباب اور اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

(مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علوم اسلامیہ)

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل، اسلام آباد

مقالہ نگار

سید اسامہ بخاری

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 746-PhD/IS/S18



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2018-2023ء

© سید اسامہ بخاری: 2023ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخط تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں

مقالہ کا عنوان: "یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں: اسباب اور اثرات کا تجزیاتی مطالعہ"

Islamophobia in Europe and Muslim Minorities:

Analytical Study of Causes and effects

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار: سید اسامہ بخاری

رول نمبر: PD-IS-AS18-ID020

رجسٹریشن نمبر: 746-PhD/IS/S18

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

(نگران مقالہ)

دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)

دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

میجر جنرل (ر) شاہد محمود کیانی (ہلال امتیاز - ملٹری)

(ریکٹر نمل)

دستخط ریکٹر نمل

تاریخ

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں: سید اسامہ بخاری

بن: ڈاکٹر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

رول نمبر: PD-IS-AS18-ID020

رجسٹریشن نمبر: 746-PhD/IS/S18

طالب علم پی ایچ ڈی شعبہ اسلامی فکر و ثقافت نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفیہ

اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: ”یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں: اسباب اور اثرات کا تجزیاتی مطالعہ“

Islamophobia in Europe and Muslim Minorities:

Analytical Study of Causes and effects

برائے حصول سند پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ ہے۔ مقالہ ہذا نگران مقالہ ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری کی زیر نگرانی میں لکھا گیا ہے۔ یہ میرا ذاتی تحقیقی کام ہے۔ اس سے پہلے اسے کسی تعلیمی ڈگری کے لیے جمع نہیں کرایا گیا۔ نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

سید اسامہ بخاری

نام مقالہ نگار:

دستخط مقالہ نگار:

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Islamophobia in Europe and Muslim Minorities:

Analytical Study of Causes and effects

Abstract

Islamophobia denotes a range of negative feelings and behavior toward Muslims and their religion Islam, from generalized bigotry, intolerance, and prejudice on the one hand to a morbid dread and hatred on the other. Although this Phobia is found in most parts of the world but it is especially practiced in European countries.

The trends and incidents to perform Islamophobia in the Euorpe includes the attacks and degradation of Islamic identities and the sacred places, books and personalities of Islam, the opposition and legislation against the vail, dress or the getup of Muslim men and women, extreme violations of Muslim's human rights and promotion of negative propaganda against Islam and Muslims in western media. As a result of this prejudice and the behavior of disparity very negative impacts are occurring on the Muslims in the west.

In previous periods, the objectives of criticism of Islam were mostly the morality and authenticity of the Qur'an and hadiths, and along with this, the personality of the last prophet Muhammad (PBUH), his public and personal life were the subjects of criticism. In the second wave of hatred and bigotry, the Islamic world has faced new challenges, including many aspects of human rights in Islam, slavery, the treatment of women, religious and ethnic minorities, and Islamic laws as well, which are oftenly discussed in Euorapean media and spreading islamophobia. This research paper explores the phenomenon of Islamophobia and its impact on Muslim minorities in Europe. It aims to analyze the root causes of Islamophobia, including media portrayal, political rhetoric, and socio-economic factors that contribute to negative perceptions of Muslims. The study highlights the historical context of Islamophobia and its escalation in recent years, particularly following terrorist incidents involving Muslim individuals.

This Study adopts a qualitative research paradigm with analytical research methodology to reach a conclusion. In this thesis it is focused on the Introduction of Islamophobia, its trends, effects and their remedies in the light of the suggestions of some well-known experts, facts and evidences and recommendations of some international institutions and persons and suggested some solutions to resolve and reduce its negative impacts on the European society. More over recent positive and encouraging Improvements on international level is also discussed in this regard.

Keywrods: Phobia, Intolerance, morbid, dread, prejudice, criticism

ملخص

اسلاموفوبیا مسلمانوں اور ان کے مذہب اسلام کے تئیں منفی جذبات اور رویے کی ایک حد کو ظاہر کرتا ہے، ایک طرف عمومی تعصب، عدم برداشت، اور تعصب سے لے کر دوسری طرف ایک خطرناک خوف اور نفرت تک۔ اگرچہ یہ فوبیا دنیا کے بیشتر حصوں میں پایا جاتا ہے لیکن یہ خاص طور پر یورپی ممالک میں رائج ہے۔

یورپ میں اسلاموفوبیا کو انجام دینے کے رجحانات اور واقعات میں اسلامی شناختوں اور مقدس مقامات، کتابوں اور اسلام کی شخصیات پر حملے اور ان کی تذلیل، مسلمان مردوں اور عورتوں کے نقاب، لباس یا وضع قطع کی مخالفت اور قانون سازی، مسلمانوں کے انسانی حقوق کی انتہائی خلاف ورزیاں اور میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا فروغ شامل ہیں۔ اس تعصب اور تفاوت کے رویے کے نتیجے میں مغرب کے مسلمانوں پر بہت منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ سابقہ ادوار میں اسلام پر تنقید کے مقاصد زیادہ تر قرآن و احادیث کی اخلاقیات اور صداقت تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، ان کی عوامی اور ذاتی زندگی کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ نفرت اور تعصب کی دوسری لہر میں، عالم اسلام کو نئے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہے، جن میں اسلام میں انسانی حقوق کے بہت سے پہلو، غلامی، خواتین کے ساتھ سلوک، مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے ساتھ ساتھ اسلامی قوانین بھی شامل ہیں، جو اکثر یورپی میڈیا میں زیر بحث آتے ہیں اور اسلاموفوبیا پھیلاتے ہیں۔ اس تحقیقی مقالے میں اسلاموفوبیا کے رجحان اور یورپ میں مسلم اقلیتوں پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کا مقصد اسلاموفوبیا کی بنیادی وجوہات کا تجزیہ کرنا ہے، جس میں میڈیا کی تصویر کشی، سیاسی بیان بازی، اور سماجی و اقتصادی عوامل شامل ہیں جو مسلمانوں کے بارے میں منفی تاثرات کو جنم دیتے ہیں۔ یہ مطالعہ اسلاموفوبیا کے تاریخی تناظر اور حالیہ برسوں میں خاص طور پر مسلم افراد پر مشتمل دہشت گردی کے واقعات کے بعد اس میں اضافے پر روشنی ڈالتا ہے۔

یہ مطالعہ کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے تجزیاتی تحقیق کے طریقہ کار کے ساتھ ایک معیاری تحقیقی نمونہ اپناتا ہے۔ اس مقالے میں بعض معروف ماہرین کی تجاویز، حقائق و شواہد اور بعض بین الاقوامی اداروں اور افراد کی سفارشات کی روشنی میں اسلاموفوبیا کے تعارف، اس کے رجحانات، اثرات اور ان کے تدارک پر توجہ مرکوز کی گئی ہے اور یورپی معاشرے پر اس کے منفی اثرات کو دور کرنے اور کم کرنے کے لیے کچھ حل تجویز کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں بین الاقوامی سطح پر حالیہ مثبت اور حوصلہ افزا بہتریوں پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: فوبیا، عدم برداشت، بیماری، خوف، تعصب، تنقید

انتساب

اپنے والدِ گرامی حفظہ اللہ تعالیٰ، اپنی والدہ مرحومہ رحمہا اللہ تعالیٰ

کے نام

جن کی تربیت اور ہمیشہ حوصلہ افزائی میں میرے لیے مشعل راہ کا کام کیا، میرے

جذبات کو کبھی سرد نہ ہونے دیا اور جن کی دعائیں زندگی کے ہر موڑ پر

میرے لیے قیمتی سرمایہ حیات ہے۔

﴿رَبِّ اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا﴾

اظہار تشکر

الحمد لله رب العالمين رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل
صالحا تحضره وادخلني برحمتك في عبادك الصالحين۔

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے علم کی دولت سے سرفراز کیا اور پھر اس علمی کام کی
توفیق عطا فرمائی۔ یقیناً اس کی توفیق خاص کے بغیر میرے لیے یہ کام کرنا ممکن نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اپنی بارگاہ عالیہ میں
قبول فرمائے اور مجھے اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین

اس کے بعد میں اپنے استاذ محترم ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری (سابق صدر شعبہ اسلامی فکر و
ثقافت) کا انتہائی شکر گزار ہوں جن کی قدم قدم پر رہنمائی کے ذریعے میں یہ مقالہ تحریر کرنے کے قابل ہوا، مقالے کی تیاری
کے تمام مراحل میں مجھے آپ کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔

دل کی گہرائیوں سے اپنے تمام اساتذہ، اور والدین کا بے حد ممنون ہوں، خصوصاً پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد (ڈین
فیکلٹی آف سوشل سائنسز)، ڈاکٹر ریاض احمد سعید (ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)، پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد
علوی (سابق صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)، ڈاکٹر نور حیات (سابق صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)، ڈاکٹر عبدالرؤف (شعبہ
اسلامی فکر و ثقافت) جن کی خصوصی شفقت اور توجہ سے یہ تعلیمی سفر مکمل ہوا، نیز نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام
آباد کی انتظامیہ اور ان تمام احباب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مقالے کی تیاری میں کسی بھی حوالے سے میرے ساتھ تعاون
کیا۔

اس موقع پر والد گرامی کی خدمت میں ہدیہ سپاس پیش کرتا ہوں کہ جن کی خصوصی دعاؤں اور رہنمائی سے یہ کاوش
شمر بار ہوئی، میری والدہ محترمہ رحمہما اللہ تعالیٰ جن کی تربیت سے میں اس مرحلہ تک پہنچاؤہ میرے اس تعلیمی سفر میں ہم سے
جدا ہوئیں، ان کے لئے رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ان کی کامل مغفرت فرمائے اور مجھے ان کے لئے صدقہ جاریہ
بنائے، اور اپنی رفیقہ حیات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس عرصہ میں امور خانگی کو بطریق احسن سرانجام دیا جس وجہ سے
تحقیقی سرگرمیوں کو جاری رکھنے میں دشواری پیش نہ آئی۔

آخر میں دعا ہے اللہ رب العزت میری اس کاوش کو عوام الناس کے لیے مفید بنائے۔ تمام معاونین کی حسنت کو قبول
فرمائے اور تمام احباب کو جزائے خیر و اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

سید اسامہ بخاری (مقالہ نگار)

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	حلف نامہ فارم	v
3	ملخص (Abstract)	vi
4	انتساب	viii
5	اظہار تشکر	ix
6	باب اول: موضوع سے متعلق تعارفی مباحث	3
7	فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت	4
8	فصل دوم: سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ	9
9	فصل سوم: مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، دائرہ کار و منہج تحقیق	17
14	باب دوم: اسلاموفوبیا کا تاریخی پس منظر، اہداف و اسباب	20
15	فصل اول: یورپ اور اسلاموفوبیا کا تاریخی پس منظر	21
16	فصل دوم: اسلاموفوبیا کے اہداف و مقاصد	55
17	فصل سوم: اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب	73
18	فصل چہارم: اسلاموفوبیا کے جدید اسباب	102
19	باب سوم: یورپ میں اسلاموفوبیا کے وسائل	152
20	فصل اول: اسلاموفوبیا کے روایتی وسائل	153
21	فصل دوم: اسلاموفوبیا کے نئے وسائل	162
22	فصل سوم: اسلاموفوبیا کی ترویج میں میڈیا کا کردار	174
23	باب چہارم: اسلاموفوبیا کے مسلم اقلیت پر اثرات کا جائزہ	218
24	فصل اول: اقلیتوں کا مفہوم اور تصورات	219
25	فصل دوم: فرانس میں مسلم اقلیت پر اثرات	238
26	فصل سوم: جرمنی میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل	271
27	فصل چہارم: برطانیہ میں مسلم اقلیت کی مشکلات	291

318	باب پنجم: اسلاموفوبیا کے حل کیلئے عملی اقدامات کا جائزہ	28
319	فصل اول: اسلامی ممالک کے اقدامات اور لائحہ عمل	29
337	فصل دوم: فعال میڈیا کا کردار	30
344	فصل سوم: مسلم اقلیت کی سعی و اقدامات کا جائزہ	31
268	فصل چہارم: انٹرویوز	32
405	خلاصہ بحث (Summary)	33
408	نتائج بحث (Findings)	34
410	سفارشات و تجاویز (Recommendations)	35
411	فہارس (Indexation)	36
411	فہرست آیات	37
414	فہرست احادیث	38
415	مصادر و مراجع	39

باب اول:
موضوع سے متعلق تعارفی مباحث

فصل اول:

موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

1. موضوع تحقیق کا تعارف: (Introduction of the Topic)

دین اسلام جو بلا تفریق رنگ و نسل، نوع انسانی کو مساوات اور اخوت کا درس دینے والا اور معاشرہ کے کمزور لوگوں کی ڈھارس بنا۔ جس نے عربی اور عجمی کے فرق کو ختم کر کے جغرافیائی اور علاقائی عصبیت کو ختم کیا تو گورے اور کالے کی تمیز مٹا کر نسلی اور نسبی تعصب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، آخر کیا وجہ ہے کہ دور حاضر میں اہل یورپ کو اسلام کی صورت میں ایک مستقل خطرہ محسوس ہونے لگا ہے۔ یورپی مفکرین میں سے اہل قلم دانشوروں کی تحریروں سے لے کر اہل اقتدار کی تقریروں تک پے در پے اس خوف کا اظہار ہو چکا ہے کہ اسلام ایک تباہی مچانے والا خون ریزی کرنے والا اور حقوق کو پامال کرنے والا مذہب ہے۔ یورپی معاشرے جو اپنے شہریوں کو کوئی بھی دین اپنانے یا حتیٰ کہ لادین رہنے تک کی آزادی دیتے ہیں بالاتفاق اسلام کے پھیلاؤ سے خائف نظر آتے ہیں جو کہ ان کے مہذب اور جمہوری ہونے کے دعووں پر بھی ایک سوال ہے۔ دین اسلام کی ترویج اور مقبولیت کا یہ خوف اور اس سے جڑے ہوئے شکوک و شبہات کو ہی عصر حاضر میں اسلاموفوبیا کا نام دیا گیا ہے جس کے متعلق ایک عرصہ سے یورپی میڈیا پر مباحثہ جاری ہیں۔

اہل اسلام کا مستقل اعتراض ہے کہ اسلاموفوبیا کے اہم مظہر، یورپی میڈیا اور مفکرین نے اسلام کے معاشی و سیاسی نظام، تہذیب و تمدن اور ثقافت کے تقدس کو سمجھے بغیر مسلمانوں اور اسلام سے نفرت اور تعصب روار کھنے کا نامناسب رویہ اپنار کھا ہے اور عوام الناس میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق خوف و ہراس پیدا کر رہے ہیں جو اہل اسلام کے لیے مسلسل بے چینی کا باعث ہے، جب کہ اس کے برعکس یورپی میڈیا اس بات پر مصر نظر آتا ہے کہ جو کچھ وہ دکھا رہے یا سنارہے ہیں، سب مبنی بر حقیقت ہے۔ جب کہ اس کے متضاد آراء بھی یورپی دانشوروں نے یہ کہتے ہوئے اپنار کھی ہے جیسا کہ اسلام کی حقانیت بھی ایک وجود رکھتی ہے، یا اسلام کے بارے میں کوئی حتمی جوہر بھی موجود ہے جسے میڈیا میں منصفانہ اور درست طریقے سے پیش کیا جاسکتا ہے۔¹ پس اس صورت حال کے تناظر میں اسلاموفوبیا کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمان دانشوروں اور محققین کی طرف سے جہاں اسلام کی خوبیوں اور برکات سے اہل یورپ کو متعارف کروانا ضروری ہے وہیں اسلاموفوبیا سے آگاہی حاصل کرنا بھی ضروری ہے جن کے ذریعے یورپی معاشروں کی رائے عامہ تشکیل پارہی ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ آیا اہل یورپ میں یہ محض ایک دین کے پھیلاؤ کا خوف ہے یا اس خوف کی تہہ میں یورپی تہذیب و ثقافت اور صدیوں پر محیط طرز معاشرت کو کھو دینے کا خدشہ بھی پنہاں ہے؟ اس قسم کے کئی سوالات کا جواب اس وقت تک تلاش نہیں کیا جاسکتا جب تک اہل یورپ کے موقف کو تسلی سے سن نہ لیا جائے۔ چونکہ عصر حاضر میں کسی بھی موقف کو بین الاقوامی سطح پر پھیلانے کا تیز ترین ذریعہ پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا ہے اور "یہ میڈیا ہی ہے جو بنیادی ثقافتی آلات کی تشکیل کرتا ہے جس کے ذریعے یورپی اور امریکی اپنا علم

¹ - عمران نذر، اسلاموفوبیا، اردو تحقیقی مجلہ "گمان" جلد 4، شمارہ نمبر 1، (لاہور، 2021ء) ص 28

حاصل کرتے ہیں۔¹ اس لیے اہل یورپ کے موقف کو سمجھنے کے لیے یورپی میڈیا پر زیر بحث آنے والے اسلاموفوبیا کے اسباب و اثرات کا تجزیاتی مطالعہ کرنا مہم ترین امر ہے۔

اسلاموفوبیا کو زیر بحث لانے میں اسلامی دنیا اور مغرب کے درمیان تاریخی واقعات باخصوص صلیبی جنگوں کا بہت بڑا کردار ہے۔ 13 ویں 14 ویں صدی سے لے کر 20 ویں 21 ویں صدی تک کے مغربی اشتراقی ادب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات آسانی سے واضح ہو جاتی ہے کہ یورپی دانشوروں نے کسی طرح بے بنیاد اور غیر محقق مواد کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے عوام کے لئے ہوا بنا کر پیش کیا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ پر جو کتب کھی گئی ہیں چند ایک استثنی کے بعد اس میں اسلاموفوبیا کے عناصر نمایاں ہیں، لیکن نائن الیون کے بعد تو اس جستی اور مستعدی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی کے ساتھ زیر بحث لایا جا رہا ہے کہ یہ آپس میں مترادف کہلائے جانے لگے ہیں۔ یورپی میڈیا پر اسلاموفوبیا کے شہرت کا جائزہ لیں تو نائن الیون کے بعد یورپ میں تیار ہونے والی فلموں میں دہشت گردوں اور ہیرو کے مخالف دان اور دشمن کا چہرہ وحلیہ اور لباس وہی اختیار کروایا گیا جو مسلمان استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ بچوں کی ویڈیو گیمز میں بھی اسی فوبیا سے کام لیا گیا۔ 21 ویں صدی میں اسلامی دنیا جن حالات سے نبرد آزما رہی، اس کا بھی اسلاموفوبیا کی پیداوار میں بڑا کردار ہے۔ بالخصوص عراق اور افغانستان کی جنگوں میں جو کچھ ہوا اور افغانستان میں طالبان کی تین سالہ حکومت کے دوران جو صورتحال یورپی میڈیا کے ذریعے دنیا کو دکھائی گئی اس نے اسلاموفوبیا کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ افغانستان کے گزشتہ بیس سالہ واقعات نے اپنے پڑوسی ملک پاکستان پر جو اثرات مرتب کئے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یورپی میڈیا نے پاکستان کو کرہ ارض پر خطرناک ترین جگہوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔ اسی اسلاموفوبیا نے یورپ کی نوجوان نسلوں کو اتنا متاثر کیا کہ فرانس نیوزی لینڈ اور کینیڈا ایسے ملکوں میں مسلمانوں اور ان کی عبادت گاہوں پر حملے کئے گئے جس میں بے گناہ قیمتی جانیں چلی گئیں۔

اسلاموفوبیا جس انداز سے یورپ میں مقیم مسلم اقلیت پر اثر انداز ہو رہا ہے اس کے اسباب و وجوہات اور اثرات سے آگاہی حاصل کرنا اور اہل یورپ کے موقف کو باریک بینی سے سمجھنے کی کوشش کرنا اشد ضروری ہے۔ گو کہ اس ضمن میں مقامی سطح پر یورپی معاشروں میں مقیم مسلمانوں کی مقدور بھر کوششیں جاری ہیں تاہم وہ کسی حد تک ناکافی اور محدود ہیں۔ زیر نظر تحقیق میں یہی کوشش کی جا رہی ہے کہ یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں: اسباب و اثرات کا جامع تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے۔ اور امت مسلمہ کو یورپ کے منفی یا ہمدردانہ، ہر دو قسم کے موقف سے آگاہ کیا جائے تاکہ مفکرین و محققین مستقبل کے لئے لائحہ عمل تشکیل دینے میں ان حقائق کو مد نظر رکھ سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تحقیق ہذا کے طفیل ان دانش گاہوں کی طرف بھی متوجہ کرنا مقصود ہے جو اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ میں منظم انداز سے اور متواتر کام کر رہے ہیں لیکن ان کی تردید کرنے

¹ Said, Edward. "Covering islam: How the Media and the experts determine how we see the rest of the world". New York, Vintage Books 1997.P43

کے لیے یا اہل یورپ کو ان کی مذموم کاوشوں سے آشنائی دینے کے لیے انتہائی محدود پیمانے پر کام کیا جا رہا ہے۔ تحقیقات اسلامی میں یہ ایک وسیع میدان موجود ہے جس میں ہر ہر دانش گاہ کے طریقہ کار اور اس کے معادین و سہولت کاروں میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ منظم کام ہو سکتا ہے راقم کی خواہش ہے کہ اس تحقیقی کام کو محض ڈگری کے حصول کا ایک مرحلہ ہی نہ قرار دیا جائے بلکہ ایک منادی کی ہا ہا کار سمجھا جائے جو تیزی سے بڑھتے ہوئے خطرے کے لیے شور و واویلا کر رہا ہے تاکہ امت کے متحرک افراد پوری توجہ سے اس خطرہ کو بھانپ کر اقدامات کا انتظام کریں۔

2. موضوع تحقیق کی ضرورت و اہمیت (The Need and Importance of the Topic)

اسلام ایک مکمل دین ہے اسلام میں جہاں زندگی کے ہر شعبے کے لیے ضابطہ دیا وہاں معاشرے کی اجتماعیت کے تحفظ کا بھی اہتمام کیا۔ اس مقالہ کے مضامین کا مقصد صرف یہ کہ امت مسلمہ کے اندر دوست و دشمن کی پہچان کا حلقہ پیدا ہو جائے۔ یورپ اور عالم اسلام کے مابین پائے جانے والی کشمکش بہت پرانی ہیں اور اسکی جڑیں نہایت گہری ہیں لہذا اس کشمکش کو سرسری دے کر اس کے مظاہرے سے سطحی طور پر گزر جانا کافی مشکل ہے مغربی اقوام بد قسمتی سے مختلف ادوار میں اپنے سیاسی مخالفین کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈوں کا ہتھیار استعمال کرتے رہے ہیں شاید کسی زمانہ میں یہودیوں کے خلاف بھی اس طرز عمل کو اختیار کیا گیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جا رہا ہے اور نفرت کی دیواریں کس طرح اٹھائی جا رہی ہیں کہ ایک ہی سماج میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے روادار نہ ہوں۔ خاص طور پر اسلاموفوبیا کی وجہ سے مسلمان اقلیتیں اپنے جائز حقوق سے محرومی کا شکار ہوتی ہیں کہ اسلام مخالف لوگ جو اسلام کو، جارج مذہب پر تشدد دیں، فتنہ فساد پھیلانے والا مذہب سمجھتے ہیں۔ ان کے تمام الزام بے بنیاد اور مخالفت پر مبنی ہیں۔ درحقیقت یورپ کا نام نہاد ترقی یافتہ معاشرہ ہی جدید جاہلیت کا مکمل نمونہ ہے اور اسلام کے خلاف مغرب کا عداوت و کینہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے اور اسلام ایک جارج مذہب کے طور پر پیش کرنا اہل یورپ کا پرانا مشغلہ ہے۔

عصر حاضر میں یورپ کے تعلق سے ماہرین نفسیات نے ایک ایسی عقلی اور دماغی بیماری (اسلاموفوبیا) کا انکشاف کیا ہے کہ اس مرض کا شکار انسان اسلام کی نفرت اور حسد کی آگ کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کو نظریہ حقارت سے دیکھنے لگتا ہے۔ اسی ذہن سازی نے اہل یورپ کو اسلام کے اندر ایسی تبدیلیاں کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ جو اسلام، عصر حاضر اور ترقی یافتہ دور اور ترقی یافتہ انسان کے افکار و نظریات سے ہم آہنگ ہو، بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب اسلام سے یورپ کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنے تمام قدیم امتیازات و تشخصیات کو پامال کر کے موجودہ یورپ کی صفات مادی تہذیب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ دے۔

درحقیقت اسلام مخالف قوتیں اسلام سے خوف زدہ ہیں اور اسلام کو اپنا دشمن سمجھتی ہیں اور یہ قوتیں اسلام کو اپنے لیے خوف اور مذہب کے لیے خطرہ قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں اہل یورپ کی تقلید نہ کریں۔ بلکہ مسلمان ہی

ان کی تہذیب و ثقافت کو اپنائیں اور اس لیے اسلام مخالف طاقتوں نے اسلاموفوبیا کی اصطلاح کو عام کیا۔ اسلاموفوبیا درحقیقت ایک مریضانہ خوف کا نام ہے جس کا مقصد اسلام کو جارج مذہب کے طور پر متعارف کروانا ہے۔

یورپ اقوام کے نزدیک دنیا میں کمیونزم کی شکست کے بعد اسلام ہی سب سے بڑا خطرہ ہے، آج یورپ امریکہ میں ہزاروں کی تعداد ہر سال اسلام قبول کر رہی ہے، گزشتہ چند سالوں سے پندرہ ہزار سے زیادہ غیر مسلم ممالک کی افواج مشرف باسلام ہو چکی ہیں۔ اسلام کی خوبیاں جوں جوں اُجاگر ہو رہی ہیں لوگ اس طرح اسلام کے گرویدہ بن رہے ہیں۔ اسلاموفوبیا کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلام کی خوبیوں سے اہل یورپ کو متعارف کروانا بہت ضروری ہے۔

اکیسویں صدی میں جہاں زمانے کی تیز رفتاری اور ترقی نے بے شمار سہولتیں فراہم کی ہیں وہیں پر تلخ حقیقت بھی محسوس ہوتی ہے کہ معاشرہ دن بدن اخلاقی انحطاط کا شکار ہو رہا ہے اور تعلیمات اسلام سے دور ہو رہا ہے۔ لوگ اسلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر یورپی لوگوں کو اپنا رول ماڈل اور یورپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دین اسلام سے دور ہو رہے ہیں۔ جدید دور میں اسلام اور اہل اسلام کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے ایک طرف اسلامی اقدار کی پاسداری ہے دوسری طرف اسلاموفوبیا اور یورپی تہذیب کی یلغار جیسے چیلنجز ہیں۔

اسلاموفوبیا کے تحت سیاسی، تہذیبی، ثقافتی، علمی، اور مذہبی ہر اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے، اسی لئے تمام سیاسی حالات، بحران، تشدد و تعصب، انسانی حقوق کی پامالی، قتل و غارت گری وغیرہ اسلاموفوبیا کی عکاسی کرتے ہیں۔ بد قسمتی سے آج اسلام کی اصل معنویت کو مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں اسلام کے حوالے سے شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں، آج یورپ جو اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف عمل ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مسلمانوں نے اسلام پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اسلام کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کا پیغامِ رحمت آگے پہنچانا بھی چھوڑ دیا ہے۔

فصل دوم:

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ، جواز تحقیق، بیان مسئلہ

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ (Literature Review)

اسلاموفوبیا کی اصطلاح یورپی میڈیا اور عالمی سیاسی منظر نامے میں تو اتر سے استعمال ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس پر مختلف تحقیقی شعبہ جات میں بات تو کئی دہائیوں سے ہو رہی ہے لیکن بد قسمتی سے تحقیقات اسلامی میں اس اصطلاح اور اس کے متعلقہ مباحث پر تحقیق بہت محدود پیمانے پر ہو سکی ہے۔ اسلاموفودیا کے الفاظ کو مسلمان، عیسائی اور یہودی مذاہب کے ماننے والوں کے علاوہ اشتراکیت اور سیکولر ازم کے پیروکار بھی اپنے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں اس لیے جو لٹریچر بھی یورپی میڈیا پر اسلاموفوبیا کے حوالہ سے موجود ہے اس کی اب تک نہ تو کوئی سائنسی توجیہ سامنے آئی ہے اور نہ ہی تحقیقی تناظر میں وہ مواد پوری طرح معیاری ثابت ہوا ہے۔

راقم کو جو مواد دستیاب ہوا ہے اس میں تحقیقاتی مجلات میں شائع شدہ مختصر سے چند آرٹیکلز اور دو کتب دستیاب ہوئی ہے جن کی تحصیل حسب ذیل ہے۔

(I) "Promoters of Islamophobia" از ڈاکٹر خدیجہ عزیز (پشاور اسلامکس: شمارہ جولائی تا دسمبر 2012ء)۔ اس انگریزی آرٹیکل میں مصنفہ نے محض ان ذرائع کی مختصر انداز میں نشان دہی کی ہے جو اسلاموفوبیا کے فروغ میں استعمال ہو رہے ہیں۔ مغربی معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں سے خوف اور ان کے خلاف نفرت کا احساس ہے جس کے نتیجے میں وہ اسلام کو دنیا کے سامنے ایک جارح اور جنونی مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسلام نہ صرف دوسرے مذاہب اور عقائد کے لوگوں کے لئے عدم برداشت اور تعصب کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ بلکہ عملی طور پر ان کے قتل و غارت کو جائز سمجھتا ہے۔ نائن الیون کے واقعے کے بعد اسلاموفوبیا نے زیادہ خطرناک شکل اختیار کر لی ہے۔ اس صورت حال میں اسلاموفوبیا کے اسباب و محرکات کو سمجھنے اور اس کے سدباب کے لئے مسلمانوں پر انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسلاموفوبیا کے سدباب کے لئے جس حکمت عملی اختیار کرنا چاہئے اس کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

(II) "مغرب میں اسلاموفوبیا کے فروغ کے لیے مستعمل ذرائع (الیکٹرانک میڈیا) اور ان کے اثرات" از ڈاکٹر خدیجہ عزیز (برجس: جلد 1، شمارہ 1، جنوری تا جون 2014ء)۔ یہ آرٹیکل بجائے خود، مندرجہ بالا نمبر ایک پر موجود انگریزی آرٹیکل کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کاوش سے محسوس ہوتا ہے کہ محقق نے اردو زبان میں اس موضوع پر مواد کی کمی کو بھانپتے ہوئے اول الذکر آرٹیکل کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس کے ساتھ مصنفہ نے مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا کی ترویج میں کردار ادا کرنے والے الیکٹرانک میڈیا کا تذکرہ کیا ہے اور ان ذرائع اور اداروں کو بیان کیا ہے جو نائن الیون کے فوراً بعد متحرک نظر آئے، لیکن موجودہ دور کے ٹی وی چینلز اور میڈیا ہاؤسز کا تفصیلاً ذکر نہیں کیا جو یورپی ممالک میں خصوصی طور پر فرانس، جرمنی اور برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے اور پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں، تاکہ یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ کس طرح یورپ میں الیکٹرانک میڈیا اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ عصر

حاضر کی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے سوشل میڈیا کے کردار کو بیان کرنا بھی اشد ضروری ہے، کیونکہ سوشل میڈیا عام ہو جانے کے بعد سب سے زیادہ یورپ میں مقیم مسلم اقلیت کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

(III) "مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا کا بڑھتا ہوا رجحان، اسباب، اثرات اور تدارک: اطلاق جائزہ" از عطاء الرحمن (ابحاث: Vol. 7, No. 26، 2022ء)۔ اس آرٹیکل کے مصنف ڈاکٹر عطاء الرحمن، لاہور گیریشن یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر اپنی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مصنف نے جزوی طور پر اسلاموفوبیا کا مختصر طور پر تعارف پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ کچھ اسباب و وجوہات کو بیان کیا ہے اور اسلاموفوبیا کے بنیادی محرکات پر روشنی ڈالی ہے لیکن ان مفکرین و محققین کی آراء کا تقابلی جائزہ پیش نہیں کیا جو اسلاموفوبیا کو نسل پرستی سمجھتے ہیں یا ان کا جو اسے مذہبی تعصب قرار دیتے ہیں۔ اس آرٹیکل میں ان تمام اسباب کا ذکر نہیں کیا گیا جن کی بنا پر اسلاموفوبیا کا رجحان دن بدن بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ممالک کیا ذکر کیا گیا ہے جہاں پر اسلاموفوبیا کے افسوسناک واقعات رونما ہو رہے ہیں، لیکن خصوصی طور پر ان ممالک کا تذکرہ کیا جانا انتہائی ضروری ہے جن میں رہائش پذیر مسلمانوں کو آئے روز ہراسگی اور نفرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(IV) "مغربی میڈیا اور اسلام" از سہیل انجم (الکتب انٹرنیشنل، مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ تاریخ اشاعت ندارد)۔ کتاب ہذا میں مصنف نے مغربی میڈیا کی اسلام کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیوں کو موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر خدیجہ عزیز کے آرٹیکل (جس کا تذکرہ اوپر پہلے نمبر پر کیا گیا ہے) کے علاوہ جو تحقیقی کاوشیں انگریزی مجلات میں شائع ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(V) "Home Boy" ناول کے ذریعے اسلاموفوبیا کی سیاسی گفتگو کا تجزیہ ("A Political Discourse Analysis of Islamophobia through the novel Home Boy" از ڈاکٹر صبا زیدی (ایکٹا اسلامیکا۔ شمارہ جنوری 2018ء (Vol. 6, Issue 1))۔ یہ آرٹیکل دراصل ایک انگریزی ناول "Home Boy" (از ایچ ایم نقوی، نیو دہلی۔ 2010ء) کے تناظر میں مغربی مسلمانوں کو درپیش مسائل کے متعلق ایک تجزیہ ہے۔

(VI) "اسلاموفوبیا: تاریخ، سیاق و سباق اور تجزیہ" (Islamophobia: History, Context and Deconstruction) از ڈاکٹر ظفر اقبال (سیج پبلیکیشنز۔ نئی دہلی، انڈیا۔ 2020ء)۔ یہ کتاب انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ بلاغیات کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال نے "اسلاموفوبیا" کے عنوان سے 336 صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی کتاب لکھ کر اس اصطلاح کی تاریخی توجیہات اور اثرات کا تجزیہ پیش کیا ہے، آٹھ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں اسلاموفوبیا کا تعارف، اس کے سماجی اور ثقافتی اثرات، مغربی تعصبات، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سیکورٹی کے نام پر لگائی جانے والی پابندیاں اور تہذیبوں کے تصادم سے پیدا ہونے والی صورت حال کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں

انھوں نے ایسے اقدامات تجویز کیے جن کو بروئے کار لا کر سائنسی بنیادوں پر اسلاموفوبیا کی اصطلاح کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے مغربی اسکالرز کے ماڈل کو چیلنج کرتے ہوئے ایسے انسٹرومنٹس بیان کیے ہیں جس سے تحقیق کے نئے راستے کھلتے ہیں۔ ان کے مطابق مغربی مفکرین اور دانشوروں کی اکثریت نے اسلاموفوبیا کی بنیاد پر عقل سے عاری پروپیگنڈا کیا ہے اس پروپیگنڈے کی بنیاد نہ صرف یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب خوف اور نسل پرستی کو ہوا دینا ہے بلکہ ان کا یہ عمل عالم اسلام کو تقسیم کرنے کے مترادف ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنی طویل تحقیق اور مغرب میں اپنے قیام کے دوران کیے جانے والے تجزیہ کو رقم کیا ہے۔

(VII) "مغربی میڈیا پر اسلاموفوبیا" (Islamophobia In The Western Media) از ثاقب ریاض (پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ۔ شمارہ جنوری 2020ء)۔ مصنف نے اس تحقیق میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں میڈیا نے بہت کردار ادا کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ وہ اطلاعات فراہم کرتے ہیں جو مسلمانوں کے حوالے سے ایسے رویوں کی تشکیل کا سبب بنتی ہیں۔ 2007 میں پیور ریسرچ سینٹر کی طرف سے مغربی عوام کے بارے میں کروائے گئے سروے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں لوگوں کی منفی رائے زیادہ تر ان باتوں کے زیر اثر تھی جو انہوں نے ذرائع ابلاغ سے سنی اور پڑھیں۔ ماہر مواصلات منیبہ سلیم اور ان کے ساتھیوں نے یورپ کے مسلمان شہریوں کے معاملے میں میڈیا اطلاعات اور دھگسے پٹے خیالات، منفی جذبات اور نقصان دہ پالیسیوں کے درمیان تعلق کو ظاہر کیا ہے۔

(VIII) "سوشل میڈیا پر اسلام، اسلاموفوبیا اور مغربی دنیا" (Islam, Islamophobia and Western World on Social Media) از آمنہ ذوالفقار (پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ۔ شمارہ 21، نمبر 1۔ نومبر 2020ء) اس آرٹیکل میں مصنفہ نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سوشل میڈیا اسلاموفوبیا اور دیگر قسم کی تعصب پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔ دنیا بھر میں مسلم مخالف نفرت اور تعصب کی بڑھتی ہوئی لہر کا مشاہدہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ نفرت انگیز تقریر کرنے والے اپنے نفرت انگیز نظریات کو بڑھانے اور پھیلانے کے لیے تاریخ کے سب سے طاقتور میڈیا فون، سوشل میڈیا کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ آن لائن پلیٹ فارمز انتہا پسندانہ نظریات اور ہراساں کرنے کے لیے مذہب مخالف مقامات بن چکے ہیں۔

(IX) "اسلاموفوبیا: بنیاد پرست مغربی افکار اور اسلام کی روشنی میں اس کا مقابلہ" (Islamophobia: Radical Western Thoughts and It's Encounter In The Light Of Islam) از ڈاکٹر محمد کلیم اللہ خان (مجلہ علوم اسلامیہ و دینیہ۔ شمارہ 6، نمبر 2۔ دسمبر 2021ء)۔ اس آرٹیکل میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ مغرب کے انتہا پسند گروہوں کا مسلمانوں اور اسلام سے متعلق خدشہ یہ ہے کہ اسلام بحیثیت ایک مذہب، ایک کلچر، ایک تہذیب، پس ماندہ تہذیب ہے۔ اسلاموفوبیا کے انسداد کے لیے جو حکمت عملی قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات سے سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ حکمت و دانش، میانہ روی اور برداشت کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اسلام پر وارد ہونے والے اعتصابات اور شکوک و شبہات کا انتہائی

حکمت و دانش مندی کے ساتھ جواب دیا جائے۔ اور اہل مغرب کو یہ باور کرایا جائے کہ اسلام محبت اور امن و آشتی کا دین ہے۔

(X) "اسلاموفوبیا، مغرب میں مسلم کمیونٹی کے خلاف نفرت و تشدد اور اسلام کی حقیقی تصویر" (Islamophobia, Hatred and Violence against Muslim Communities in the West and Real Picture of Islam) از محمد عمر ریاض عباسی (ایقان۔ شمارہ اگست 2022ء (Vol.4, No.2)) اس آرٹیکل میں مغربی ممالک میں موجود مسلم اقلیتوں کے مسائل و تحدیدات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مصنف نے دور حاضر میں مسلم اقلیات جو مغربی ممالک میں کثرت سے موجود ہیں ان کے مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ جیسا کہ نائن الیون کے افسوسناک واقعہ کے بعد مسلم کمیونٹیز کے لئے عالمی فضا یکسر تبدیل ہو گئی، جس کے نتیجے میں یورپی معاشروں میں افسوسناک واقعات بھی رونما ہوئے۔ اس کے ساتھ مصنف نے اس آرٹیکل میں اس پہلو کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان ممالک میں مسلمان اقلیت کے لئے اکثریتی معاشروں کا مثبت زاویہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ مثلاً یورپ میں کئی ایسی تنظیمیں اور افراد موجود ہیں جو مسلمانوں کو اپنے معاشرے کا حصہ سمجھتے ہیں اور ان پر پر تشدد حملوں اور مذہبی پابندیوں کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ مختلف واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے حال ہی میں نیوزی لینڈ میں مسلمانوں کی مسجد پر الم ناک واقعہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کے جواب میں نیوزی لینڈ کی وزیراعظم اور عوام کا مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی و اداری کا مظاہرہ انسانیت اور بین المذاہب تعلقات کی بہترین مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

(XI) "معاشرے، رویہ، پالیسیوں اور نوجوانوں پر اسلاموفوبیا کے اثرات" (The Impact of Islamophobia on Society, Attitude, Policies and the Youth) از ڈاکٹر سیدہ سعدیہ (علمیات۔ شمارہ ستمبر 2022ء)۔ اس تحقیقی مقالہ میں سب سے پہلے عصر حاضر میں اسلام سے خوفزدگی کی اصطلاح اسلاموفوبیا کی مختصر تاریخ اور تعارف پیش کیا گیا ہے نیز اسلاموفوبیا کے معاشرے خصوصاً نوجوانوں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے اثرات کا حل اسلامی تعلیمات خصوصاً سیرت النبی ﷺ کے ساتھ اسلامی ممالک کے معاصر قوانین کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

(XII) "مغربی مسلمان اور اسلام کا مستقبل" (Western Muslims and The Future of Islam) از پروفیسر ڈاکٹر محمد طارق رمضان، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، اکتوبر 2005ء) مصنف نے اس کتاب میں نائن الیون کے بعد یورپ کی مسلمان اقلیتوں کی ہجرت، انضمام اور مغرب میں کثیر الثقافت سے متعلق انہوں نے اپنے ذاتی مشاہدات پیش کیے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے باب میں مغرب کے مسلمانوں سے متعلق ایک مختصر تعارف دیا گیا ہے جو مرکزی موضوعات کی ایک جھلک پیش کرتا ہے، باب دوم کمیونٹی، شناخت اور اختلاف سے متعلق ہے جو پڑھنے والے کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی معاشرتی اور تنظیمی ترتیب دیکھ سکیں۔ آخری باب انضمام اور تنازعات سے متعلق ہے، مغرب میں

مسلمانوں کو بطور اقلیت جو چیلنجز درپیش ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے،

(XIII) مغرب اور اسلام (حجاب، ابلانغ اور مسلم شناخت) از ڈاکٹر انیس احمد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، 2020) مغربی تہذیب کی بنیادی اقدار میں سے ایک اہم قدر فرد کی آزادی ہے، لیکن گزشتہ دو عشروں کے دوران حجاب سے متعلق مغربی حکومتوں، اداروں اور بعض اہل علم کا رجحان خود مغرب کی اس بنیادی قدر سے متصادم رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مغربی معاشروں میں انتہا پسند سفید فام افراد، عددی لحاظ سے اقلیت میں ہونے کے باوجود عوامی سطح پر تشکیل کردہ دباؤ اور نعرہ بازی کی بنیاد پر ملک بھر میں سیاسی اور معاشرتی محاذوں پر فیصلہ کن حیثیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے متعصبانہ اور تفریقی اقدامات یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مغرب کا تصور اسلام بنیادی طور پر چند بے بنیاد اندیشوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں یہ بات تصور کر لی گئی ہے کہ یہ دہشت پسند، انتہا پسند اور مغرب دشمن ہیں اس لیے ان کے ساتھ معاشرتی رویہ معاندانہ ہی ہونا چاہیے۔ یورپی نسل پرستوں کا مسلمان خواتین کے ساتھ انتہا پسندی اور مذہبی اور ثقافتی تفریق کا رویہ نہ صرف مسلم خواتین کے بنیادی حقوق کی پامالی ہے بلکہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے (UDHR, 1948) سے بھی بغاوت ہے۔ ایسے میں وہ افراد جو بصورت دیگر ٹکراؤ اور انسانیت کی تذلیل کے خلاف ہیں وہ بھی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، تاہم یہ بھی درست ہے کہ خود مغرب ہی میں اس بڑھتے ہوئے رجحان پر تنقید کرنے والا ایک طبقہ بھی موجود ہے۔ اس مجموعے میں شامل تحقیقی مضامین مغربی مفکرین کے زاویہ نگاہ کے عکاس ہیں۔ یہ مضامین اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مغرب میں مقیم مسلم تارکین خواتین اور مقامی نو مسلم خواتین کو اسلاموفوبیا کی بنا پر برقی و ابلاغی ذرائع سے نفسیاتی، جسمانی، ثقافتی اور مذہبی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان مضامین میں اس جارحیت کے منفی معاشرتی، معاشی، علمی، جذباتی و ثقافتی اثرات کا تحقیقی نگاہ سے جائزہ لیا گیا ہے

(XIV) عمران حیات، اسلاموفوبیا، وجوہات، اثرات، تدارک تحقیقی اور تنقیدی جائزہ (مقالہ ایم فل، نمل

اسلام آباد، 2019ء)

مقالہ ہذا چار ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں اسلاموفوبیا کا تاریخی پس منظر اور مفہوم بیان کیا گیا ہے، باب دوم میں اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحان اور وجوہات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ باب سوم میں اسلاموفوبیا اور انسانی حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں اسلاموفوبیا کے تدارک کے لئے امت مسلمہ کے کردار کے حوالے سے سفارشات پیش کی گئی ہیں۔ مذکورہ مقالہ اس موضوع پر اچھی کاوش ہے مذکورہ بالا نکات کے حوالے سے مواد ناکافی ہے مزید کچھ امور کو تفصیلی طور پر بیان کیا جاسکتا تھا

(XV) سید بریر عباس نقوی، مغربی میڈیا پر اسلاموفوبیا کے مباحث: ایک تجزیاتی مطالعہ (تحقیقی مقالہ برائے پی

ایچ ڈی علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ)

یہ تحقیقی مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں مغربی میڈیا اور اسلاموفوبیا کا تعارف پیش کیا گیا ہے جس میں مختلف رپورٹس کا جائزہ اور مختلف مفکرین کی آراء کا تجزیہ کیا گیا ہے، باب دوم میں مغرب میں اسلاموفوبیا کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے باب سوم میں معاصر مغربی ادب، تصانیف، سوانح حیات، سفر نامہ جات اور ناولز کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جن میں اسلاموفوبیا کے مظاہر پائے جاتے ہیں، باب چہارم میں مغربی میڈیا پر اسلاموفوبیا کے مباحث اور مغربی فکر گاہوں کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ کئی ایک مختصر اور ناکافی آرٹیکلز اسلاموفوبیا کے متعلق گاہے بگاہے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں لیکن یہ سب بالخصوص تحقیقات اسلامیہ میں تسلی بخش مواد فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ راقم کا تجربہ ہے کہ اس موضوع پر شعبہ علوم اسلامیہ میں کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ پس اس نہج پر تحقیقی کام، مستقبل کے محققین کے لیے تحقیق کی نئی راہیں اور مفید و اہم موضوعات دریافت کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تحقیقی خلاء (Research Gap)

”اسلاموفوبیا“ کی اصطلاح آج کے میڈیا اور عالمی سیاسی منظر نامے میں تو اتار سے استعمال ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس پر بات تو کئی دہائیوں سے ہو رہی ہے لیکن اس اصطلاح کو سمجھنے کی کوشش بہت کم کی گئی ہے۔ اسلاموفوبیا کے الفاظ کو مسلمان، عیسائی اور یہودی مذاہب کو ماننے والوں کے علاوہ اشتراکیت اور سیکولرزم کے پیروکار بھی اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اسلاموفوبیا کے حوالے سے درج بالا مقالات، ریسرچ آرٹیکلز اور کتابوں خاص طور پر یورپی ممالک میں اسلاموفوبیا کے اسباب اور مسلم اقلیت پر اثرات کے حوالے سے بحث نہیں کی گئی۔ اس میں ایک خلاء موجود تھا کہ اسلاموفوبیا کے تاریخی اور موجودہ اسباب کو جائزہ لیا جائے جن کی بناء پر آج پوری دنیا میں اسلاموفوبیا تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں مقیم مسلم اقلیت پر جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ان کو جن مسائل کا سامنا ہے ان کا جائزہ لیکر جامع سفارشات و تجاویز مرتب کی جاسکیں تاکہ یورپی اور دیگر اسلامی معاشروں میں پر امن فضا پیدا کر کے مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کی فضا کو ہموار کیا جاسکے۔ یورپ میں مسلم اقلیت کثیر تعداد میں آباد ہے۔ اس لئے مذہبی ہم آہنگی کا یورپی معاشرے کے امن کیساتھ بھی گہرا تعلق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس موضوع کی وضاحت سے اہل علم اور عوام الناس کو فائدہ حاصل ہو۔

جواز تحقیق: (Rationale of the Study)

اسلام کی غلط تشریح اور تعبیر یورپی دنیا میں اسلام و فوبیا کی ترویج کا باعث بن رہی ہے۔ جس کی وجہ سے یورپی دنیا کے لوگ اسلام اور مسلمانوں کو اپنی تہذیب اور قومیت کیلئے خطرہ سمجھنے لگے ہیں۔ اور اس کے مسلم معاشروں پر بھی گہرے اثرات

مرتب ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں خالص علمی بنیادوں پر اسلام کی عصری معنویت کو اجاگر کرنا اور اسلاموفوبیا کی روشنی میں معاصر رجحانات کا جائزہ لینا اور ان کی روک تھام کے لیے عملی اقدامات کرنے کے لیے یہ مقالہ اہم سنگ میل ثابت ہو گا۔

بیان مسئلہ (Statement of the Problem)

اسلاموفوبیا، یعنی اسلام کے خلاف تعصبات اور مسلمانوں کے بارے میں منفی نظریات، حالیہ دہائیوں میں یورپ میں ایک بڑھتا ہوا مسئلہ بن چکا ہے۔ یورپی ممالک میں مسلم اقلیتیں نہ صرف مذہبی بلکہ ثقافتی اور معاشرتی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہیں۔ اسلاموفوبیا کی شدت اور اس کے اثرات کا تجزیہ کرنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کے پس پردہ عوامل کیا ہیں۔ یہ عوامل سیاسی، سماجی، اقتصادی، اور ثقافتی سطح پر ہو سکتے ہیں۔ مسلم اقلیتوں کی شناخت، ان کی حیثیت، اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے بھی یہ معاملہ اہم ہے۔

فصل سوم:

مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، دایره کار، منهج تحقیق

تحدید (Delimitation)

میں نے اپنی تحقیق "یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں: اسباب و اثرات کا تجزیاتی مطالعہ کو تین یورپی ممالک برطانیہ، جرمنی اور فرانس تک محدود رکھا ہے۔

مقاصد تحقیق (Research Objectives)

- ۱۔ اسلاموفوبیا کے پس منظر، اہداف و اسباب کا جائزہ لینا۔
- ۲۔ یورپ میں اسلاموفوبیا کے وسائل کا جائزہ لینا۔
- ۳۔ یورپ میں اسلاموفوبیا کے مسلم اقلیت پر اثرات کا تجزیہ کرنا۔
- ۴۔ اسلاموفوبیا کے حل کے لیے عملی اقدامات کا جائزہ لینا۔

تحقیقی سوالات (Research Questions)

- ۱۔ یورپ میں اسلاموفوبیا کے اسباب و عوامل کون سے ہیں؟
- ۲۔ یورپ میں اسلاموفوبیا کے لیے کون سے وسائل استعمال کیے جاتے ہیں؟
- ۳۔ اسلاموفوبیا کے مسلم اقلیت پر کون سے اثرات ہیں؟
- ۴۔ اسلاموفوبیا کے حل کے لیے کون کون سے اقدامات کیے جاسکتے ہیں؟

منہج تحقیق (Research Methodology)

1. معیاری پیراڈائم (Qualitative Paradigm) میں رہتے ہوئے تجزیاتی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔
2. بنیادی مآخذ (قرآن مجید، صحیح بخاری و مسلم، جامع الترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، مستدرک حاکم) اور امہات الکتب سیرت (السیرۃ النبویہ لابن ہشام، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، دلائل النبوة للبیہقی، السیرۃ النبویہ لابن کثیر) سے استفادہ کیا گیا ہے۔
3. ضرورت کے پیش نظر ثانوی مآخذ (السیرۃ النبویہ الصحیحۃ از کرم شاہ الازہری، سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی و سلیمان ندوی، رحمۃ للعالمین ﷺ از قاضی سلیمان منصور پوری، الرحیق المختوم از صفی الرحمن مبارکپوری، اقلیتوں کے حقوق اور مغرب میں اسلاموفوبیا: سیکولر میڈیا کا شرانگیز کردار از نذر الحفیظ ندوی، اسلام اور رد مغرب از ڈاکٹر محمد امین، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں از علامہ جلال العالم، اسلاموفوبیا، محرکات، اثرات، اور تدارک، از عرفان وحیدی، اسلاموفوبیا اور مغرب از پروفیسر خالد محمود، اسلاموفوبیا کی نفسیات از ڈاکٹر عائشہ سجاد) کی طرف بھی رجوع کیا ہے۔

4. تحقیق کے ذرائع میں سے مکتبات، علمی جرائد و رسائل، تحقیقی مجلات اور آرٹیکلز نیز جدید وسائل مثلاً علمی ویب سائٹس (مکتبہ شاملہ، کتاب و سنہ، محدث لا بھیری، ای کتب) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
5. ترجمہ آیات کے سلسلے میں اس تفسیر قرآن کا نام لکھا گیا ہے جس تفسیر میں درج شدہ ترجمہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
6. سروے سٹڈیز میں سوال نامہ کی صورت میں متعلقہ علماء اور ماہرین سے بالمشافہ اور بذریعہ ویڈیو کال انکی تجاویز سے استفادہ کیا گیا ہے۔
7. مقالہ کی تحریر و تسوید اور حوالہ جات وغیرہ کے لیے NUML کے منظور شدہ فارمیٹ کو اختیار کیا گیا ہے۔

سید اسامہ بخاری

پی ایچ ڈی سکالر

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل اسلام آباد

2023

باب دوم:

اسلاموفوبيا کا تاريخي پس منظر، اہداف و اسباب

فصل اول: يورپ اور اسلاموفوبيا کا تاريخي پس منظر

فصل دوم: اسلاموفوبيا کے اہداف و مقاصد

فصل سوم: اسلاموفوبيا کے تاريخي اسباب

فصل چہارم: اسلاموفوبيا کے موجودہ اسباب

فصل اول:

یورپ اور اسلامو فوبیا کا تاریخی پس منظر

یورپ کی تعریف:

یورپ (Europe) دنیا کے سات روایتی براعظموں میں سے ایک ہے تاہم جغرافیہ دان اسے حقیقی براعظم نہیں سمجھتے اور اسے یوریشیا کا مغربی جزیرہ نما قرار دیتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کوہ یورال کے مغرب میں واقع یوریشیا کا تمام علاقہ یورپ کہلاتا ہے۔¹

یورپ دنیا کے سات روایتی براعظموں میں سے ایک ہے تاہم جغرافیہ دان اسے حقیقی براعظم نہیں سمجھتے اور اسے یوریشیا کا مغربی جزیرہ نما قرار دیتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کوہ یورال کے مغرب میں واقع یوریشیا کا تمام علاقہ یورپ کہلاتا ہے۔ یورپ کے شمال میں بحر منجمد شمالی، مغرب میں بحر اوقیانوس، جنوب میں بحیرہ روم اور جنوب مشرق میں بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کو ملانے والے آبی راستے اور کوہ قفقاز ہیں۔ مشرق میں کوہ یورال اور بحیرہ قزوین یورپ اور ایشیا کو تقسیم کرتے ہیں۔ یورپ رقبے کے لحاظ سے آسٹریلیا کو چھوڑ کر دنیا کا سب سے چھوٹا براعظم ہے جس کا رقبہ ایک کروڑ چالیس لاکھ مربع کلومیٹر ہے جو زمین کے کل رقبے کا صرف دو فیصد بنتا ہے۔ یورپ سے بھی چھوٹا واحد براعظم آسٹریلیا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ تیسرا سب سے بڑا براعظم ہے جس کی آبادی 71 کروڑ ہے جو دنیا کی کل آبادی کا 11 فیصد بنتا ہے۔

یورپ جن ممالک پر مشتمل ہے وہ تمام کے تمام بحر روم کے شمال میں واقع ہیں۔ ان میں پرگال، اسپین، فرانس، اطالیہ، جرمنی اور ان سے ملحق چھوٹے چھوٹے ممالک، نیز جزائر برطانیہ شامل ہیں۔

ایام قدیم سے بحر روم کے یہ دونوں خطے مشرقی یورپی تہذیب اور مغربی یورپی تہذیب کے گہوارے رہے ہیں۔ مشرق میں اگر یونانی تہذیب پروان چڑھی تو یورپ میں رومن تہذیب پھیلی پھولی۔ موجودہ یورپی تہذیب نے خود کو رومی تہذیب کے آثار پر استوار کیا۔ رومن تہذیب کے بطن میں رومن چرچ نے پرورش پائی، اور رومنہ الکبریٰ کے زوال کے بعد یہی رومن چرچ رومی تہذیب کا وارث ہوا۔ چرچ نے یورپ میں ایک نئے معاشرے کو جنم دیا، جو یورپی معاشرہ کہلایا۔

اسلام کی لغوی تعریف:

علامہ الراغب الاصفہانی نے ”مفردات الفاظ القرآن“ کے اندر اسلام کی لغوی تعریف درج ذیل معنوں میں ذکر کی ہے۔

اسلام، اسلم یسلم کا مصدر ہے جس کے درج ذیل لغوی معنی ہیں۔

اسلام کا اصطلاحی معنی:

اسلام کی اصطلاحی تعریف مختلف انداز سے کی گئی ہے اور سب تعریفوں کا اولین مقصد یہ ہے کہ اسلام دین امن ہے،

۱۔ اشان الحق حقی، اوسفر ڈانگلش اردو کشتی،، اوسفر ڈیونی ور سٹی پریس، کراچی ۲۰۱۳ء، ص ۱۲۳۳

فتح القدیر میں امام شوکانی زجاج نحوی سے تعریف نقل کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

”الاسلام اظهار الخضوع وقبول ما اتى به النبي يحصن الدم فان كان مع ذالك الاظهار اعتقاد وتصديق بالقلب“¹

ترجمہ: زجاج نحوی فرماتے ہیں، اسلام اظہار اطاعت و تسلیم اور جو آپ ﷺ لے کر آئے اس کو قبول کرنا اور اس کی بدولت خون نہیں گرانا بشرطیکہ اس اظہار اطاعت کے ساتھ اعتقاد اور دل سے تصدیق ہو“

فوبیا کا مفہوم:

مندرجہ ذیل کتب کے ذریعے فوبیا کی تعریفات بیان کی جا رہی ہیں تاکہ ابتدا سے ہی معلوم ہو جائے کہ فوبیا کس کو کہتے ہیں۔ مغرب میں عام طور پر اسلام سے خوف اور مسلمانوں سے کراہت کے لئے اسلامو فوبیا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے فوبیا² لفظ (xenophobia) سے ماخوذ ہے جو ایک قدیم اصطلاح سے ماخوذ ہے جو ایک قدیم اصطلاح neologism کی جدید شکل ہے اس کے عربی معنی الارهاب یعنی ہر چیز سے ماخوذ ہے۔³ یہ ایک نفسیاتی مرض ہے۔ جس میں مریض ہر اجنبی چیز کو دیکھ کر ڈر اور خوف محسوس کرتا ہے۔ اس سے مختلف اطلاقات وجود میں آئی ہیں جیسے acrophobia یعنی اظہار رائے سے خوف زدہ ہونا اور autophobia یعنی تنہائی سے خوف زدہ ہونا۔⁴ لفظ فوبیا phobia کا استعمال تقریباً ۵۰، ۴۰ سال سے اسلام کے لئے بھی ہونا لگا ہے جس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ اسلام ایک متعصب دین ہے جس کا رویہ غیر مسلموں کے ساتھ متشددانہ ہے نیز یہ کہ مسلمان ہر اس چیز کو رد کر دیتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو جیسے مساوات (Equality)، تحمل (Tolerance)، حقوق بشر (Human Rights) اور جمہوریت (Democracy) مغربی نظریات⁵ لیکن اس لفن اس لفظ کا عام استعمال امریکہ میں ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثات کے بعد ہونے لگا ہے۔⁶

¹ - مولوی نور الحسن نیر (مرحوم)۔ *نور اللغات*۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۵۲۔

² Hick, David. "Teaching the Global Dimension." In *Global Perspectives in Education*, edited by Cathie Holden, 140. 2007.

³ - Sandra Fredman, *Discrimination and Human Rights*, Oxford University Press. ISBN 0-19-924603-3, P. 121. Yovvne Yazbeck Haddad, *Muslims in the West: From Sojourners to Citizens*, Oxford University Press, ISB 0-19-514806-1, p. 19-Islamophobia: A Challenge for us All. Runnymede trust. 1977, p. 1, cited in Qurashi. Muzammil. *Muslims and Crime: A Comparative Study*. Ashgate Publishing Ltd., 2005. P. 60 ISBN 0-7546-4233-X Early in 1997. The Commission on British Muslims and Islamophobia. At that time part of the Runnymede Trust. Issued a consultative document on Islamophobia under the Chairmanship of Professor Gordon Conway. Vice-Chancellor of the University of Sussex. The final report. *Islamophobia: A Challenge for Us All*, was launched in November 1997 by Home Secretary Jack. Straw.

⁴ - Roald, Anne Sophie. 2004. *New Muslims in the European Context: The Experience of Scandinavian Converts*. Leiden: Brill. P. 53. ISBN 9004136797.

⁵ - Runnymede Trust. 1997. *Islamophobia: A Challenge for Us All*. P. 5. Cited in Quraishi, 2005, p. 60.

⁶ - Casciani. Dominic. / "Islamophobia Pervades UK 150 report" . BBC News, June 2, 2004. Rima Beerns McGowan Writes in *Muslims in the Diaspora* (University of Toronto Press, 1991, p. 268) that the term / "Islamophobia/" was first used in an unnamed American

فوبیا کی لغوی تعریف:

فوبیا کی لغوی تعریف کے حوالے سے صاحب نور اللغات نے درج ذیل معنوں کو ذکر کیا ہے۔

ڈر لگنا، خوب معلوم ہونا، جیسے نادر شاہ کے نام سے لوگ ڈرتے ہیں، ڈرنا خوف کھانے کے ہیں۔¹

المنجد میں خوف کی تعریف یوں درج ہے۔

”خاف خوفاً و حيفاً مخافة وخيفة فزع اتقى ضداً من فيقال خافة و خاف منه وخاف عليه“²

فوبیا کی اصطلاحی تعریف:

آکسفورڈ ڈکشنری میں فوبیا کی تعریف کچھ یوں ذکر ہے۔ فوبیا خوف، ڈر اور نفرت کو کہتے ہیں، یہ ذہن کی اس مریضانہ

کیفیت کا نام ہے جو کسی کی طرف سے خوف یا نفرت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔³

چیمبر ڈکشنری میں فوبیا کا معنی یہ ہے:

A fear, aversion, or hatred esp., morbid and.....

"فوبیا" غیر منطقی مریضانہ ذہنیت کا نام ہے، جو خوف، بے رغبتی اور نفرت پر مبنی ہے، جب لفظ فوبیا کو اسلام کے ساتھ

جوڑا جائے تو اس کے معنی اور مفہوم "اسلام سے خوف، ڈر یا نفرت کے ہوتے ہیں۔

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن میں یہ تعریف مذکور ہے۔

"اسلامو فوبیا سے مراد اسلام، مسلمان اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے نفرت اور خوف کا اظہار اور عمل ہے"⁴

مغربی معاصرین نے اسلامو فوبیا کی تعریف یوں کی ہے:

اسلام ایک توحید پرست جامد اور ناقابل تغیر مذہب ہے۔ اسلام ایسا منفرد مذہب ہے کہ جس میں دیگر مذاہب اور

تہذیبوں سے مختلف اقدار ہیں۔ یہ غیر معقول قدم پرست، جنسی تفریق پر معنی خطرناک دہشت گردیاں اور تہذیبیں تصادم کو

فروغ دینے والا مذہب ہے، مغربی فکر و تہذیب غیر معمولی تنقید سے کم تر مذہب۔ اسلام ایک سیاسی نظر نظریہ ہے۔ اسلام

مغربی فکر و اقدار پر غیر معمولی تنقید کرتا ہے۔⁵

periodical in 1991

¹۔ مولوی نور الحسن نیر (محرر)۔ نور اللغات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵ء، ص ۵۲۔

²۔ لوئیس معلوف، مترجم، ابو الفضل، عبد الحفیظ بلبلادی۔ المنجد عربی اردو۔ لاہور: خزانہ علم و ادب، اردو بازار، ۲۰۰۰ء، ص ۱۶۰۔

³۔ شان الحق حقی۔ آکسفورڈ ڈکشنری انگلش اردو۔ کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۳ء، ص ۱۲۳۳۔

⁴۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، نومبر ۲۰۱۶ء، ص ۷۸۔

⁵۔ Runnymede Trust. 1997. *Islamophobia: A Challenge for Us All*. London. P. 3.

Runnymede Trust کی رپورٹ کے مطابق اسلاموفوبیا کی تعریف یہ ہے:

"An outlook or world-view involving and unfounded dread and dislike of Muslim, which results in practices of exclusion and discrimination"¹

ایک نظریہ یا عالمی رائے، جو بے بنیاد خوف اور نفرت پر مبنی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر معاملہ میں مسلمانوں کے ساتھ امتیاز اور بے گانگی برتی جاتی ہے۔

امریکی مصنف Stephen Sch نے اسلاموفوبیا کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"The condemnation of the entirety of Islam and its history as extremist, denying the existence of a moderate Muslim majority, regarding Islam as problem for the world, treating conflicts involving Muslims as necessarily their own faults insisting that Muslims make changes to their religion and incite war against Islam as a whole"

اسلام کی ہر چیز کی مذمت کرنا، اسکی تاریخ کو پر تشدد قرار دینا، مسلمانوں میں اعتدال پسند اکثریت کی نفی کرتا، اسلام کو یوری دنیا کے لئے مسئلہ بنا کر پیش کرنا، مسلمان دنیا میں جہاں بھی معرکہ آراء ہیں اس بارے میں ان ہی کو قصور وار سمجھتا، مسلمانوں کو ان کے مذہب میں تبدیلی لانے پر اصرار کرنا اور ان کے خلاف محاذ جنگ شروع کرنا

²۔

"Islamophobia is the fear and hatred of Islam, Muslims or Islamic Culture. Islamophobia can be characterized by the belief that all or that all or most Muslims are religious fanatics, have violent tendencies towards non-Muslims and rejected opposed to Islam such concepts as equality, tolerance and democracy"

اسلاموفوبیا سے مراد اسلام، مسلمان اور اسلامی ثقافت سے نفرت کا اظہار، اسکی تشریح اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ایک ایسا نظریہ جو سمجھتا ہے کہ تمام یا اکثر مسلمانوں میں مذہبی تشدد ہوتا ہے۔ وہ غیر مسلموں کے بارے میں جارحانہ نقطہ نظر رکھتے ہیں، مساوات، رواداری اور جمہوریت کے تصور کو مسلمان یہ سمجھ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ سب انکے مذہب کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔³

اسلام ویب سائٹ میں اسلاموفوبیا کے بجائے اسلام مخالف نسل پرستی کی اصطلاح استعمال کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

¹ Runnymede Trust (1997). *Islamophobia A Challenge For Us All - Report of the Runnymede Trust Commission on British Muslims and Islamophobia*

² - "Islamophobia." *Front Page Magazine*, April 2015

³ - <https://en.m.wikipedia.org/wiki/Islamophobia>

چنانچہ اس ویب سائٹ کے مرتب لکھتے ہیں۔

"The terms of Islamophobia does not adequately expresses the full range and depth of antipathy towards Islam and Muslims in the West today. It is an inadequate term. A more accurate expression would be "anti-Islam" for it combines the elements of dislike of a religion and active discrimination against the believers to that religion"¹

اسلاموفوبیا کی اصطلاح، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی دنیا میں پائی جانے والی نفرت، بے زاری اور امتیاز کو پوری گہرائی اور وسعت کے ساتھ ادا کرنے سے قاصر ہے، اس لئے اس سے بہتر تعبیر "Anti-Islam Racism" ہے۔ کیونکہ اس مذہب اسلام سے بیزاری، نفرت اور امتیاز کا شدید عنصر پایا جاتا ہے

اسلاموفوبیا (Islamophobia)، اسلام یا مسلمانوں کے خلاف خوف، نفرت اور تعصب کی ایک نفسیاتی کیفیت ہے جس کے زیر اثر اسلام کو جغرافیائی اور سیاسی قوت یا تشدد و دہشت گردی کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے² اور عالم انسانیت کے لیے اس مذہبی نظریہ کو تکلیف دہ سمجھتے ہوئے اس سے بیزاری کا اظہار کیا جاتا ہے۔ گو کہ اسلاموفوبیا (Islamophobia) کی اس لہر نے پوری دنیا میں اثرات پیدا کیے ہیں لیکن بالخصوص اہل مغرب اس کا شکار ہیں۔ اس نفسیاتی کیفیت کی تشکیل اور اس کے ارتقاء کی کئی وجوہات ہیں جو زیر تحقیق لائی جائیں گی تاہم سب سے پہلے اس اصطلاح پہ بحث کی جائے گی کہ یہ اصطلاح کس طرح معرض وجود میں آئی؟۔ اسلاموفوبیا (Islamophobia) کی اصطلاح بنیادی طور پر دو الفاظ، اسلام (Islam) اور فوبیا (Phobia) کا مرکب ہے۔ اس ترکیب میں لفظ اسلام سے مراد دین اسلام ہی ہے لیکن اس اصطلاح میں اسلام کے ساتھ جڑے لفظ فوبیا (Phobia) کی وضاحت الگ سے کرنا بر محل و ضروری ہے۔

اسلاموفوبیا (Islamophobia) کا تعارف

اوپر بیان کی گئی فوبیا کی تعریفات کے بعد ہم اب اسلاموفوبیا (Islamophobia) کی اصطلاح کا تعاقب کرنے کی کوشش کریں گے۔ ویبسٹر میریم (Webster Merriam) ڈکشنری کے مطابق اسلاموفوبیا (Islamophobia) کی تعریف کچھ یوں ہے:

ترجمہ: "اسلام یا اسلام پر عمل کرنے والے لوگوں کے خلاف غیر معقول خوف، نفرت اور اسلام کے خلاف تفریق"³

اس تعریف کے مطابق اسلام یا اسلام پر عمل کرنے والے لوگوں کے متعلق رکھی جانے والی تین کیفیات کو اسلاموفوبیا قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اسلام اور مسلمانوں سے خوف بھی اسلاموفوبیا ہے، کسی قسم کی نفرت بھی اسلاموفوبیا ہے اور

¹ ڈاکٹر محمد شہاب الدین سہیلی۔ تعلیمتوں کے حقوق اور اسلاموفوبیا۔ نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، ص ۳۲۸۔

² Miles, Robert & Brown, Malcolm. Racism. London. 2003. New York: Psychology Press. Pp:197

³ "Islamophobia." Merriam-Webster.com Dictionary. Merriam-Webster. Accessed July 10, 2021. <https://www.merriam-webster.com/dictionary/Islamophobia>.

کسی بھی درجہ کی تفریق بھی اسلاموفوبیا ہی گردانی جاتی ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی پریس کی ڈکشنری کے مطابق اسلاموفوبیا (Islamophobia) کی تعریف یہ ہے:

ترجمہ: "مسلمانوں یا اسلام کے خلاف غیر معقول ناپسندیدگی یا خوف اور تعصب"¹۔

اب تک جن لغات سے اسلاموفوبیا کی تعریف حاصل کی گئی ہے اس کے مطابق تو یہ اسلام اور مسلمانوں سے محسوس کیا جانے والا ایسا خوف ہے جس کی وجہ غیر معقول ہے۔ لیکن آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق اسلاموفوبیا (Islamophobia) کی تعریف میں ایک معقول وجہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق اسلاموفوبیا کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

"اسلام یا مسلمانوں کے خلاف ناپسندیدگی یا تعصب، خصوصاً ایک سیاسی قوت کے طور پر"²۔

اس تعریف میں اسلاموفوبیا کی اصطلاح کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ اسلام یا مسلمانوں کے خلاف محسوس ہونے والا ایسا خوف ہے جس کی بنیاد اسلام کو بطور "مذہب" دیکھنا نہیں بلکہ اسلام کو بطور "سیاسی قوت" دیکھنا ہے۔ متعدد اسکالرز اسلاموفوبیا کو نسل پرستی کی ایک شکل سمجھتے ہیں، حالانکہ اس تعریف کی قانونی حیثیت متنازعہ ہے۔ اسی طرح کچھ مفکرین، اسلاموفوبیا اور نسل پرستی کو جزوی طور پر باہم ادغام شدہ کیفیات سمجھتے ہیں جبکہ دیگر اس رشتے کو اس بنیاد پر متنازعہ قرار دیتے ہیں کہ مذہب کوئی نسل نہیں ہے۔ اسلاموفوبیا کی وجوہات اور اس کے مختلف مظاہر بھی بحث کا موضوع ہیں جن کا مفصل تجزیہ آئندہ کیا جا رہا ہے تاہم کئی مبصرین نے 11 ستمبر کے حملوں، دولت اسلامیہ عراق اور اسلامی انتہا پسندوں کے ذریعہ یورپ اور امریکہ میں ہونے والے دیگر دہشت گرد حملوں کو اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کی وجہ بتایا ہے اور کچھ اسکالرز نے اس کو متحدہ ریاست ہائے امریکہ اور یورپی یونین میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی موجودگی کے ساتھ منسلک کیا ہے، جبکہ بعض لوگ اسے عالمی مسلم شناخت کے ابھرتے ہوئے رد عمل کے طور پر دیکھتے ہیں۔

بہت سی دوسری ممکنہ اصطلاحات بھی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں منفی جذبات اور رویوں کے لیے استعمال ہوتی ہیں، جیسے مسلم دشمنی (Anti-Muslimism)، مسلمانوں کے خلاف عدم برداشت (intolerance against Muslims)، مسلم دشمن تعصب (anti-Muslim prejudice)، مسلم عداوت (anti-Muslim bigotry)، مسلمانوں سے نفرت (hatred of Muslims)، اسلام دشمنی (anti-Islamism)، مسلم فوبیا (Muslimophobia)، اسلام کی شیطانییت (demonization of Islam)، یا مسلمانوں کی شیطانییت (demonization of Muslims)۔ اسی طرح اسکیٹڈے نیوین ممالک (ڈنمارک، ناروے، سویڈن) میں استعمال ہونے والی اصطلاح Muslimhate کا لفظی معنی ہے "مسلمانوں سے

¹-"Islamophobia." *Cambridge Advanced Learner's Dictionary & Thesaurus*. Cambridge University Press. Accessed July 10, 2021.

<https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/islamophobia>.

²-"Islamophobia." *Lexico*, Oxford Dictionary. Accessed July 10, 2021. <https://www.lexico.com/definition/islamophobia>.

نفرت" اور جرمن میں اس مقصد کے لیے اسلاموفوبی (Islamophobie) یعنی اسلام سے خوف اور Islamfeindlichkeit یعنی "اسلام دشمنی" جیسی اصطلاحات کا استعمال کیا جاتا ہے¹۔

اسلاموفوبیا کی اصطلاح کا آغاز و ارتقاء

اسلاموفوبیا کی اصطلاح سب سے پہلے 1910ء میں فرانسیسی طالب علم ایلین کوئلین (Alain Quellien) کے شائع کردہ ایک مقالے میں پائی گئی تھی جس میں "اسلام کے خلاف ایک تعصب جو مغربی اور عیسائی تہذیب کے لوگوں میں پھیلا ہوا ہے" کو بیان کیا گیا تھا²۔ ایک ابتدائی استعمال جس کا حوالہ اس اصطلاح کے پہلے استعمال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ مصور الفونسے (Alphonse Étienne Dinet) اور الجزائر کے دانشور سلیمان بن ابراہیم کی طرف سے ہے۔ جنہوں نے 1918ء میں پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح عمری فرانسیسی زبان میں لکھی اور اس میں ایک جگہ اسلام کے خلاف نفرت کو زیر بحث لائے³۔ فرانسیسی میں لکھے ہوئے انہوں نے اسلاموفوبی (islamophobie) کی اصطلاح استعمال تو کی تھی لیکن کتاب کے انگریزی ورژن میں اس لفظ کا ترجمہ "اسلاموفوبیا" کے طور پر نہیں کیا گیا ہے بلکہ "اسلام کے خلاف احساسات" (feelings inimical to Islam) کے طور پر کیا گیا ہے۔ کرسٹوفر ایلن (Christopher Allen) کے مطابق "اس اصطلاح کے ابتدائی استعمال کا وہی معنی نہیں تھا جو کہ عصری استعمال میں ہے"۔⁴

1923ء کے اوائل میں دانش ور طبقہ کی طرف سے اس اصطلاح کی توثیق کی گئی اور اسی فرانسیسی لفظ "islamophobie" کا حوالہ دیا گیا جو Alain Quellien کے مقالہ میں درج تھا⁵۔ انگریزی زبان میں اس اصطلاح کا باقاعدہ ظہور فوری طور پر نہیں ہوا تھا حالانکہ 1976ء میں جارجز چاہاتی اناوتی (Georges Chahati Anawati) کے ایک مضمون میں اس اصطلاح کو کچھ اس طرح استعمال بھی کیا گیا تھا:

¹ - Kaya, Ayhan. "Islamophobia." In *The Oxford Handbook of European Islam*, edited by Jocelyne Cesari. Oxford: Oxford University Press, 2014. ISBN 978-0-19-960797-6.

² - Le Quellec, Jean-Loïc. "Histoire et mythe conspirationniste du mot 'islamophobie'." 2019. *Fragments sur les Temps Présents*. Accessed January 5, 2022.

³ - Dinet, Alphonse Étienne, and Sliman ben Ibrahim. 1918. *La Vie de Mohammed, Prophète d'Allah*. Paris. Archived from the original (PDF) on January 9, 2022.

⁴ - Allen, Christopher. 2010. *Islamophobia*. Farnham: Ashgate Publishing. Pp. 5-6.

⁵ - "Islamophobia." *Oxford English Dictionary*. Oxford University Press. Accessed January 5, 2022.

ترجمہ: "جو چیز ایک غیر مسلم کے لیے اس کام کو مشکل، شاید ناممکن بناتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اسلاموفوبیا کے الزام کی سزا کے تحت، قرآن کی مکمل تعریف کرنے اور متن کی ادبی قدر پر چھوٹی سے چھوٹی تنقید سے بچنے کے لیے مجبور ہے" ¹۔

انواتی کے اس مضمون میں یہ اصطلاح استعمال تو ہوئی لیکن وہ اس درجہ کی توجہ حاصل نہ کر سکی جس قدر اس کی حساسیت تھی۔ اسی طرح اس اصطلاح کا مسلم دنیا میں کوئی وجود نہیں تھا لیکن بعد میں 1990ء کی دہائی میں اس کا ترجمہ عربی زبان میں "رہاب الاسلام" کیا گیا جس کا مطلب بھی ہے اسلام سے خوف ²۔

1996ء میں رنی میڈ (Runnymede) ٹرسٹ نے کمیشن آن برٹش مسلمز اینڈ اسلاموفوبیا (CBMI) قائم کیا، جس کی صدارت یونیورسٹی آف سسکس (University of Sussex) کے وائس چانسلر گورڈن کونوی (Gordon Conway) نے کی۔ کمیشن کی رپورٹ بعنوان "Islamophobia: A Challenge for Us All" نومبر 1997ء میں ہوم سیکرٹری جیک سٹرا (Jack Straw) نے شائع کی تھی ³۔ یہ رپورٹ برطانوی سیاسی بحثوں میں اسلاموفوبیا کی اصطلاح کو مقبول بنانے کے لیے بڑی حد تک ذمہ دار تھی ⁴۔ رنی میڈ Runnymede رپورٹ میں، اسلاموفوبیا کی تعریف ایک ایسے نکتہ نظریہ عالمی نکتہ نظر کے طور پر کی گئی جس میں مسلمانوں سے بے بنیاد خوف اور ناپسندیدگی شامل ہے، جس کے نتیجے میں مغربی ممالک سے مسلمانوں کا اخراج اور ان سے امتیازی سلوک ہوتا ہے۔ اس اصطلاح کو متعارف کروانے کے لیے رپورٹ میں کئے گئے جائزے کو ان الفاظ میں درست قرار دیا گیا تھا کہ "مسلم مخالف تعصب حالیہ برسوں میں اس قدر اور اتنی تیزی سے بڑھ گیا ہے کہ ذخیرہ الفاظ میں ایک نئی چیز کی ضرورت ہے" ⁵۔ اس رپورٹ کی اشاعت کے بعد ہی پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر اس اصطلاح کے استعمال میں روانی آئی اور اس کو زینوفوبیا (Xenophobia) یعنی اجنبی باشندوں سے خوف اور نسل پرستی (Racism) جیسی اصطلاحات کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔

¹ - Anawati, Georges Chahati. 1976. "Dialogue with Gustave E. von Grunebaum." *International Journal of Middle East Studies* 7 (1): 124.

² - Le Quellec, Jean-Loïc. 2019. "Histoire et mythe conspirationniste du mot 'islamophobie'." *Fragments sur les Temps Présents*. Accessed January 5, 2022.

³ - Runnymede Trust. 1997. "Islamophobia: A Challenge for Us All." Accessed January 5, 2022. <https://www.runnymedetrust.org>.

⁴ - Streeter, Wes. 2019. "Yes, Islamophobia Is a Type of Racism. Here's Why." *The Guardian*, May 15. ISSN 0261-3077. Accessed January 5, 2022.

⁵ - Meer, Nasar, and Tariq Modood. 2009. "Refutations of Racism in the 'Muslim Question.'" *Patterns of Prejudice* 43 (3-4): doi:10.1080/00313220903109250. S2CID 144359945. Pp: 335. Retrieved 05 January 2022.

2008ء میں لیڈز یونیورسٹی، برطانیہ میں ایک ورک شاپ منعقد کی گئی جس کا عنوان تھا "اسلاموفوبیا کے ذریعے سوچنا" (Thinking Through Islamophobia)¹۔ اس میں مختلف نظریات کے حامل مفکرین کو دعوت دی گئی جنہوں نے اسلاموفوبیا کو اسلامی افکار کے جواب میں جنم لینے والی اصطلاح قرار دینے کے بجائے مختلف وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف پیدا ہونے والے رد عمل پر مبنی تعریف تجویز کیا جس نے مسلم شناخت کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ سمپوزیم اسلاموفوبیا کے سلسلہ میں ایک کوشش تھی کہ اسلاموفوبیا کو تنقیدی نسلی نظریہ (Critical Race Theory)، مابعد نوآبادیاتی (Postcolonial) اور نوآبادیاتی (decolonial) فکر سے جدا ایک علیحدہ مسئلہ کے طور پر دیکھا جائے۔

"اسلاموفوبیا اور مذہبی امتیاز" (Islamophobia and Religious Discrimination) کے موضوع پر 2009ء میں منعقد ایک اجلاس میں، رابن رچرڈسن (Robin Richardson) جو Runnymede ٹرسٹ کے سابق ڈائریکٹر اور اسلاموفوبیا: ہم سب کے لیے ایک چیلنج (Islamophobia: A Challenge for Us All) کے ایڈیٹر تھے² نے کہا کہ "بشمول اس کے کہ یہ محض ایک "شدید ذہنی بیماری" ہے جو "صرف ایک چھوٹی سی اقلیت" کو متاثر کرتی ہے، اسلاموفوبیا کی اصطلاح کے نقصانات دیگر کئی مختلف وجوہات کی بنا پر اہمیت کے حامل ہیں۔ اس اصطلاح کا استعمال ان لوگوں کو "دفاعی اور باغی" بنا دیتا ہے جن پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور خود اس اصطلاح کا استعمال کرنے والے کو "ان کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی ذمہ داری" یا اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کی کوشش سے بری کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں سے دشمنی، جلد کی رنگت، تارکین وطن کی حیثیت، بنیاد پرستی کے خوف، یا سیاسی یا معاشی تنازعات جیسے عوامل سے ایک جدا حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اپنے ہی ملک میں موجود مسلمانوں کے خلاف تعصب کو ان ممالک کے مسلمانوں کی ناپسندیدگی کے ساتھ جوڑتی ہے جن کے ساتھ مغربی ممالک کے کوئی تنازعات ہیں۔ مزید یہ کہ اس اصطلاح کا استعمال کرنے والے لوگ اس امر میں بھی کامیاب نہیں ہو پائے کہ وہ ایسے لوگ جو ہر مذہب کے خلاف ہیں، ان کا فرق کریں ان لوگوں سے جو صرف اسلام کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اصل مسئلہ جو بیان کیا جا رہا ہے وہ اسلام سے دشمنی کی بجائے "یورپی ممالک میں ایک نسلی مذہبی شناخت" (an ethno-religious identity within European countries) پیدا کر لینے کی وجہ سے مسلمانوں سے دشمنی ہے۔ بہر حال، انہوں نے زور دیا کہ یہ اصطلاح یہاں رہنے والوں کے لیے اہم ہے اور یہ کہ اس کی قطعی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے³۔ رابن رچرڈسن (Robin Richardson) کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق اسلاموفوبیا کی شکل میں سامنے آنے والی نفرت یا ناپسندیدگی محض اسلام سے دشمنی نہیں بلکہ یہ ان

¹ - Sayyid, Salman, and Abdool Karim Vakil. 2010. *Thinking Through Islamophobia: Global Perspectives*. New York: Columbia University Press. Pp. 319.

² - "MCB Brings Experts and Parliamentarians Together to Discuss Islamophobia." 2010. Muslim Council of Britain. Archived from the original on January 6, 2022.

³ - Richardson, Robin. December 2009. "Islamophobia or Anti-Muslim Racism – or What?" PDF. Accessed January 5, 2022.

لوگوں کی طرف سے ہے جو کسی بھی مذہب کو انسانیت کے لیے ضرر رساں سمجھتے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ اسلام کی بجائے مسلمانوں کے حاصل کردہ منفرد تشخص کے لیے نفرت یا تعصب ہے۔ اس کے برعکس سویڈن کے معروف تاریخ دان اور تقابلی مذاہب کے سکالر میٹیاںس گارڈیل (Hans Bertil Mattias Gardell) کی رائے مختلف ہے۔ میٹیاںس گارڈیل، اسپالا یونیورسٹی، سویڈن میں تقابلی مذہب کے ناٹھن سوڈر بلوم چیئر (the Nathan Söderblom Chair) کے موجودہ عہدہ دار اور لینن ایوارڈ یافتہ ہیں۔ گارڈیل کا کہنا ہے کہ مسلمانوں سے نفرت کسی علاقائی تعصب یا نسلی امتیاز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ خالصتاً ان کے دین کی وجہ سے ہے۔ اسلاموفوبیا کی تعریف کے سلسلہ میں وہ رقم طراز ہیں کہ:

ترجمہ: "سماجی طور پر مکرر جنم لینے والے تعصبات اور اسلام اور مسلمانوں سے نفرت، نیز ایسے اعمال اور طرز عمل جو افراد پر حملہ کرتے ہیں، انہیں منہا کرتے یا امتیازی سلوک کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ وہ مسلمان ہیں یا مسلمان سمجھے جاتے ہیں اور اسلام سے وابستہ ہیں"¹۔

اسلاموفوبیا کی درست تعریف اور اس کے تمام پہلوؤں پر محیط کسی جامع تعارف کے سلسلہ میں معروف ماہر تعلیم کرس ایلن (Chris Allen) کی رائے بھی اہمیت کی حامل ہے۔ کرس ایلن (Chris Allen) ایک برطانوی ماہر عمرانیات اور لیسٹر یونیورسٹی میں سینٹر فار ہیٹ اسٹڈیز (The Centre for Hate Studies) کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ انہیں عصری اسلاموفوبیا کے موضوع پر ایک ماہر کے طور پر نامزد کیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ "سیاسی بحثوں اور میڈیا میں اسلاموفوبیا کی مروجہ تعریفات میں جامعیت اور وضاحت کا فقدان ہے"²۔

اسلاموفوبیا اور نسل پرستی (Racism)

زینوفوبیا xenophobia کے ساتھ ساتھ اسلاموفوبیا کو نسلی تعصب (Racism) سے بھی جوڑا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کے لیے یورپی معاشروں میں عربی (Arabs) اور گندمی (Browns) جیسے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق نسل پرستی پر مبنی رویہ، ثقافت کے نظر آنے والے پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ نسل پرستی کا شکار ہونے والے اب بھی اپنے جسمانی خطوط کی بنا پر (رنگ وغیرہ) نسل پرستی کا شکار ہوتے ہیں یعنی یہ نام نہاد حیاتیاتی حقائق کا ہی ایک تسلسل ہے۔ آج کے مغربی تناظر میں مشرقیت اور اسلاموفوبیا کا نتیجہ مسلمانوں کے خلاف نسل پرستی، سماجی طور پر مسلمانوں کے "نظر آنے والے اس نمونہ" کی صورت میں نکلا ہے جو "مغربی" تہذیب اور مذہب کا مخالف ہے۔

یورپی مسلمانوں کے ساتھ نسل پرستی پر مبنی رویہ ایک خاص نظریاتی عمل کو ظاہر کرتا ہے جو تاریخی طور پر بھی اہم ہے۔ اس تصور کے مطابق اسلام کی سماجی رسومات اور خود مسلمان بھی نسل پرستی کا شکار رہتے ہیں۔ مشرقیت اور اسلاموفوبیا کی

¹ - "Islamofobi – Definitioner och Uttryck." Forum för Levande Historia. Accessed March 18, 2015.

² - Allen, Chris. 2010. *Islamophobia*. Farnham: Ashgate. P. 21. ISBN 978-0754651390.

مخالفت کی بنیاد پر تعمیر ہونے والے تصورات (ناشناختگی، احساس کمتری اور عدم مطابقت) یورپ میں موجود نسل پرستی کے بنیادی ہتھیار ہیں۔ یورپ میں آباد مسلمان، شناخت اور نسل پرستی پر مبنی "مسلمانیت" اور "نسل پرستانہ تصادم" کے درمیان گھرے ہوئے نظر آتے ہیں جو ایک طرف تو مسلمانوں کو نسل پرستانہ سرگرمیوں کے ساتھ منسلک کرتا ہے تو دوسری طرف انہیں ریاستی تحفظ سے بھی خارج کرتا ہے۔ یورپ معاشرہ میں مسلمان آبادی میں تنوع کے باوجود، وہاں مسلمانوں کو نسل پرستی کا سامنا ہے۔ اس کا مطلب ہے ان کی نسلی خصوصیات کی بنا پر وہ ایک قابل ذکر خطرہ اور غیر ہیں۔ اس اعتبار سے نسلی تفریقات جیسے جینیات یا جسمانی رنگ، یا پھر تہذیبی خدوخال جیسے ڈاڑھی یا برقعہ جیسی مذہبی علامات کی بنا پر مغربی مسلمانوں کی شناخت کرنا اور ان پر مسلمان ہونے کا لیبل لگا دینا، نسل پرستی کی ہی ایک شکل ہے۔ اگرچہ مسلمان ایک "نسل" نہیں ہیں، پھر بھی انہیں ایک نسلی عمل کے ذریعے جانچا جاتا ہے جس عمل میں جسمانی خدوخال اور نسلی خصوصیات اہمیت رکھتی ہیں۔ نسل پرستی کا ہدف یہ ہے کہ اس نسلی تقسیم کے ذریعے، مسلمانوں کو بھوت پریت کے طور پر پیش کر کے، انہیں ایسا "خطرہ" قرار دیا جائے جس سے نسلی اعتبار سے ان کا الگ خاکہ بنے اور تسلیم کیا جانے لگے کہ ان سے جبر اور تشدد کے ذریعے ہی نمٹا جاسکتا ہے۔

"Runnymede Trust" کی رپورٹ کا جائزہ

اسلاموفوبیا پر چھپنے والی رنی میڈ ٹرسٹ (Runnymede Trust) کی جس رپورٹ کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے اس میں بھی یورپی معاشرہ کے بیانے کے مطابق اسلاموفوبیا کی تعریف کرتے ہوئے اسے ایک بے بنیاد خوف قرار دیا گیا ہے جو اسلام، مسلمانوں یا اسلامی اور مسلم ثقافت سے تنگ نظری پر مبنی ہے۔ مذکورہ تعریف کے تحت آٹھ اجزاء کو اسلاموفوبیا کی خصوصیات کے طور پر اس طرح سے پیش کیا گیا ہے۔

1. "اسلام کو جامد اور تبدیلی کو قبول نہ کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔"
2. اسلام کو ایک الگ اور غیر نامانوس چیز کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس کی اقدار دوسری ثقافتوں سے مشترک نہیں۔ یہ نہ تو ان سے اثر قبول کرتا ہے نہ ہی ان پر اثر انداز ہوتا ہے۔
3. اسلام کو یورپ سے کم تر سمجھا جاتا ہے۔ اسے وحشیانہ، غیر منطقی، قدیم اور جنسی تعصب پر مبنی قرار دیا جاتا ہے۔
4. اسلام کو ایک متشدد، جارح، خطرناک، دہشت گردی کا معاون اور تہذیبوں کے تصادم میں ملوث مذہب سمجھا جاتا ہے۔
5. اسلام کو ایک سیاسی نظریے کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور اسے سیاسی اور عسکری فوائد حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
6. مسلمانوں کی طرف سے یورپ پر کی جانے والی تنقید کو بغیر سمجھ ہی مسترد کر دیا جاتا ہے۔

7. اسلام کی مخالفت کو، مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور معاشرے کے عمومی دھارے سے ان کو الگ کرنے کے جواز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

8. مسلمان مخالف عداوت کو فطری یا معمول کی چیز کے طور پر دیکھا جاتا ہے¹۔

رپورٹ میں بیان کی گئی نظریاتی بنیادوں کے تناظر میں اسلاموفوبیا کے تین اجزائے ترکیبی سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے پہلا جزویہ ہے کہ اسلاموفوبیا ایک نظریہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق عصر حاضر میں بھی وہی رائے رکھتا ہے جو تاریخی طور پر ان کے متعلق موجود ہے۔ اسلاموفوبیا کا دوسرا جزو "کام کرنے کا انداز" ہے جس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق رائے کو قائم رکھا جاتا اور اسے دوام بخشا جاتا ہے۔ اسلاموفوبیا کا آخری جزو معاشرے سے مسلمانوں کو خارج کرنے کے عملی اقدامات ہیں۔ ان اقدامات کے ذریعے مسلمانوں کو سماجی اور سیاسی سطح پر محروم رکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے۔ تشدد کرنا بھی مسلمانوں کو خارج کرنے کی کارروائیوں کا ایک حصہ ہے۔

اسلاموفوبیا پر مختلف مفکرین کی آراء کا تجزیہ

"اسلاموفوبیا" کی اصطلاح کو مقبولیت حاصل ہونے کے بعد کئی دانشوروں نے اس اصطلاح کے طریقہ ہائے کار اور نظریاتی پہلوؤں سے متعلق بحث کی ہے۔ ذیل میں ان مختلف نظریات کو جزوی طور پر شامل کیا جائے گا تاکہ مجموعی طور پر اس امر سے آگاہی حاصل ہو کہ اسلاموفوبیا کے متعلق مختلف مفکرین کس قسم کی آراء رکھتے ہیں۔ معروف برطانوی جریدے، جرنل آف سوشالوجی میں 2007ء کا ایک مضمون اسلاموفوبیا کو مسلم مخالف نسل پرستی اور ایشیائی مخالف، ترک مخالف اور عرب مخالف نسل پرستی کے تسلسل کے طور پر بیان کرتا ہے²۔ اس کے مطابق اسلاموفوبیا میں کئی قسم کے تعصبات مجتمع ہو چکے ہیں۔ کبھی تو مسلمانوں کو ایشیاء کی مخالفت کے عناصر کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی جغرافیائی شناخت سے قطع نظر ترکوں اور عربوں سے خالص نسلی تعصب و نفرت رکھنے والے عناصر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"Islamophobia and the Politics of Empire" post 9/11 نامی اپنی کتاب میں بھارتی نژاد امریکی خاتون سکالر دیپا کمار نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اسلاموفوبیا بنیادی طور پر نسلی تعصب کی ہی جدید شکل ہے جس میں مذہب کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔ "Terrifying Muslims: Race and Labor in the South Asian Diaspora" کے نام سے شائع شدہ تصنیف میں بالکل اسی طرح امریکی مفکر جنیڈر انانے بھی یہ استدلال کیا ہے کہ اسلاموفوبک ڈسکور سز کی تشکیل نے نسلی تعصب

¹ Runnymede Trust. 1997. *Islamophobia: A Challenge for Us All*. PDF. Accessed [date]. https://assets.website-files.com/61488f992b58e687f1108c7c/617bfd6cf1456219c2c4bc5c_islamophobia.pdf.

² Poynting, Scott, and Victoria Mason. 2007. "The Resistible Rise of Islamophobia: Anti-Muslim Racism in the UK and Australia Before 11 September 2001." *Journal of Sociology* 43: 61–86.

کی دیگر شکلوں کو ترقی دی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں دیپاکمار اور جنید رانا نے متفقہ دلیل پیش کی ہے کہ گو اسلام یقینی طور پر ایک مذہب ہے، نسل نہیں، اور مسلمان (تمام مذہبی برادریوں کی طرح) نسلی، قومیت کے لحاظ سے ایک انتہائی متنوع گروہ ہیں، لیکن افرادِ معاشرہ کے طرزِ عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ نسلی پس منظر میں، اسلاموفوبیا درحقیقت نسل پرستی کی ہی ایک شکل ہے۔ یہ دونوں کتابیں مؤثر طریقے سے تاریخی بیانات فراہم کرتی ہیں جو نسلی تعصب اور امتیاز کی دوسری شکلوں کے ساتھ ساتھ اسلاموفوبیا پر مبنی رجحانات کی متوازی ترقی کو ظاہر کرتی ہیں۔

بعض مفکرین، اسلام فوبیا اور نسل پرستی کو جزوی طور پر متداول مظاہر کے طور پر دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ ڈیان فراسٹ (Diane Frost) نے یورپی معاشروں میں موجود نسلی تعصب اور اقلیتوں سے نفرت کی مختلف وجوہات کے متعلق لکھتے ہوئے اسلاموفوبیا کو مسلم مخالف احساس اور "نسل" یا مذہب کی بنیاد پر تشدد قرار دیا ہے¹۔ گویا اسلام سے نفرت میں خاص نسل سے نفرت کا عنصر بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاموفوبیا ان لوگوں کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے جن کے نام مسلم ہیں، یا ان کا حلیہ اور نکتہ نظر مسلمانوں سے وابستہ ہے۔ ایلن جانسن (Alan Johnson) کے مطابق بھی اسلاموفوبیا وسیع تر تناظر میں نسلی تعصب ہی ہے۔ اس ضمن میں ان کا خیال ہے کہ

"Islamophobia can sometimes be nothing more than 'xenophobia or racism wrapped in religious terms.'"

ترجمہ: "اسلاموفوبیا بعض اوقات 'مذہبی اصطلاحات میں لپٹا ہوا' زینوفوبیا یا نسل پرستی سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا ہے"²۔

کچھ مفکرین اس نسلی تعصب کو ماضی میں شدت اختیار کرنے والی سام دشمنی (anti-semitism) سے تشبیہ دیتے نظر آتے ہیں۔ "anti-semitism" "یہودیوں کے ساتھ دشمنی، تعصب، یا امتیازی سلوک ہے اور ایسی سوچ کے حامل فرد کو اینٹی سیمائٹ کہا جاتا ہے۔ سام دشمنی کو نسل پرستی کی ایک شکل سمجھا جاتا ہے لہذا اسلاموفوبیا بھی اسی زمرے میں شامل ہو کر نسلی تعصب کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ جیسا کہ برطانوی سیاست دان اور کئی وزارتوں پر بطور سیکرٹری آف اسٹیٹ کے فرائض سرانجام دینے والے جان ڈینہم (John Denham) نے اسلاموفوبیا اور 1930ء کے عشرے کی سام دشمنی کے درمیان مماثلتیں کھینچی ہیں اور ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کے اظہار میں عوام سے زیادہ خواص کا ہاتھ ہے جس کا

¹ - Frost, Diane. 2008. "Islamophobia: Examining Causal Links Between the Media and 'Race Hate' from 'Below.'" *International Journal of Sociology and Social Policy* 28: 564-78.

² - Johnson, Alan. 2011. "The Idea of 'Islamophobia'." *World Affairs*, March 6.

مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اس قسم کے نفرت انگیز مظاہرے کیے جائیں جن کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے متشددانہ رد عمل سامنے آئے اور یہ ثابت کیا جاسکے کہ مسلمان نسلی اعتبار سے جارحیت پسند ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

“If you want, you can go back to the 1930s – Cable Street and all that sort of thing.

The tactic of trying to incite a backlash in hopes of causing widespread violence and destruction has long been a tactic among far-right and extremist groups. But I think we need to take this seriously. That obviously there are people who would like to provoke hopefully not just a reaction but an overreaction. Then people blame those who overreact and the situation spirals out of control”

ترجمہ: "اگر آپ چاہیں تو آپ 1930ء کی دہائی میں واپس جاسکتے ہیں۔ کیبل اسٹریٹ اور اس قسم کی تمام چیزیں۔ وسیع تر تشدد اور تباہی پھیلانے کی امید میں رد عمل کو بھڑکانے کی کوشش کا حربہ انتہائی دائیں بازو اور انتہا پسند گروپوں کے درمیان طویل عرصے سے قائم ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بات کو سنجیدگی سے لینے کی ضرورت ہے کہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو اشتعال انگیزی کرنا چاہیں گے امید ہے کہ صرف رد عمل نہیں ہو گا بلکہ ایک حد سے زیادہ رد عمل ہو گا۔ پھر لوگ ان لوگوں پر الزام لگاتے ہیں جو حد سے زیادہ رد عمل ظاہر کرتے ہیں اور صورتحال قابو سے باہر ہو جاتی ہے" ¹۔

یونیورسٹی آف اوسلو (Oslo) کے نارویجن سینٹر فار اسٹڈیز آف دی ہولوکاسٹ اینڈ ریلیجیئس مینارٹیز (Norwegian Cora Alexa) کے ایک سینئر مفکر کورا الیکسا ڈوونگ (Døving) کا کہنا ہے کہ "اسلاموفوبک ڈسکورس اور یورپی پری نازی سام دشمنی کے درمیان نمایاں مماثلتیں ہیں" ²۔ دراصل اہل یورپ کو مسلمانوں سے کثیر الجہات خدشات لاحق ہیں۔ ان خدشات میں کبھی تو اقلیتوں کی ترقی اور تسلط کے تصوراتی خطرات کا اظہار یہ ملتا ہے اور کبھی روایتی اداروں اور مغربی رسوم و رواج کو لاحق خطرات کا اظہار پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان خدشات میں مغربی معاشروں میں مسلمانوں کے انضمام کے بارے میں شکوک و شبہات، سیکولر ازم کو خطرات، جنسی جرائم کے خوف، بدتمیزی کے خدشات، تاریخی ثقافتی کمتری پر مبنی خوف اور جدید مغربی روشن خیالی اقدار سے دشمنی وغیرہ کے عناصر شامل ہیں۔

¹ - "Fascism Fears: John Denham Speaks Out Over Clashes." *The Sunday Times*, September 12, 2009. Archived from the original on January 10, 2022.

² - Døving, Cora Alexa. 2010. "Anti-Semitism and Islamophobia: A Comparison of Imposed Group Identities." *Tidsskrift for Islamforskning* 4 (2): 52–76. <https://doi.org/10.7146/tifo.v4i2.24596>. Accessed January 10, 2022.

جرمنی کے شہر، ایرلنگن (Erlangen) میں میڈیا ریسپانسیبلیٹی انسٹی ٹیوٹ (the Media Responsibility Institute) کے سربراہ، سین شیفر (Sabine Schiffer) اور محقق کانسٹنٹن وگنر (Constantin Wagner)، بھی اسلاموفوبیا کو مسلم مخالف نسل پرستی کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ وہ اسلاموفوبیا اور سام دشمنی (anti-semitism) کے درمیان اضافی مماثلتوں اور اختلافات کا خاکہ پیش کرتے ہوئے ان اصطلاحات اور تصورات کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو مسلمانوں اور یہودیوں کے لیے مساوی طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسے یورپ میں یہودیوں کے طرز عمل کے لیے "Judaisation" کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی، اب مسلمانوں کے لیے بالکل اسی طرح "Islamisation" کی اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے۔ انہوں نے اس جیسے مساوی تصورات کے وجود کی نشاندہی کرتے ہوئے اس بات کے شواہد پیش کیے ہیں کہ "ریاست کے اندر ایک ریاست" (a state within a state) جیسے استعارے یہودیوں اور مسلمانوں دونوں کے لیے یکساں استعمال ہو رہے ہیں۔¹

اسلاموفوبیا اور سام دشمنی کے درمیان فرق "مسیحی مغرب" کو درپیش خطرات کی نوعیت پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کو "کمتر" اور ایک ظاہری "بیرونی خطرہ" کے طور پر سمجھا جاتا ہے، جب کہ دوسری طرف، یہودیوں کو "قادر مطلق" اور ایک پوشیدہ "اندرونی خطرہ" کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، سین شیفر (Sabine Schiffer) اور کانسٹنٹن وگنر (Constantin Wagner) یہ بھی نوٹ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایک مراعات یافتہ گروہ کے طور پر دیکھنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے جو کہ ایک "اندرونی خطرہ" ہے۔ دونوں گروہوں (مسلمان اور یہود) کے درمیان اس قسم کی مماثلتیں دریافت کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ زیادہ سے زیادہ ضروری ہے کہ anti-semitism کے مطالعہ سے حاصل ہونے والے نتائج کو اسلاموفوبیا کا تجزیہ کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ شیفر اور وگنر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ

“While examining Jews and antisemitism separately, the results obtained in the study of antisemitism should also be examined in the case of other forms of racism, such as Islamophobia. We don't need more information about Islam, but more awareness about racist stereotypes in general.”

ترجمہ: "یہودیوں اور یہود دشمنی کو الگ الگ جانچنے کے دوران یہود دشمنی کے مطالعہ میں حاصل شدہ نتائج کو دوسری نسل پرستی، جیسے کہ اسلاموفوبیا کے معاملہ میں بھی پرکھنا چاہیے۔ ہمیں اسلام کے

¹ - Schiffer, S., and C. Wagner. 2011. "Anti-Semitism and Islamophobia – New Enemies, Old Patterns." *Race & Class* 52 (3): 77.

متعلق زیادہ معلومات درکار نہیں ہیں، لیکن عموماً نسل پرستانہ دقیانوسی تصورات کے متعلق مزید آگاہی کی ضرورت ہے"¹۔

گویا اسلام کے ساتھ برتا جانے والا سلوک کسی نہ کسی حد تک اس تعصب سے میل کھاتا ہے جو یہودیوں سے روار کھا جاتا رہا ہے اس لیے محولہ بالا دونوں مفکرین نے یہود دشمنی کے سلسلہ میں کی جانے والی تحقیقات کو اسلاموفوبیا کو سمجھنے میں مددگار قرار دیا ہے۔ ایڈورڈ سعید کے نزدیک بھی اسلاموفوبیا، مشرقیت (Orientalism) کے تناظر میں یہود دشمنی (anti-semitism) کی یورپی روایت میں ایک نئے رجحان کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقم طراز ہیں کہ

“It (Islamophobia) appears in Orientalism as a phenomenon in a more general anti-Semitic Western tradition”

ترجمہ: "یہ (اسلاموفوبیا) مشرقیت میں ایک زیادہ عمومی سام دشمن مغربی روایت میں ایک رجحان کے طور پر ظاہر ہوتا ہے"²۔

گو کہ یورپ میں مفکرین کی ایک خاطر خواہ تعداد اس امر پر مصر ہے کہ مسلمانوں کو محض ایک اجنبی نسل کے طور پر دیکھا جا رہا ہے اور اسی وجہ سے ان کو معاشرتی امتیاز کا سامنا ہے لیکن بعض دیگر مفکرین نے اسلاموفوبیا اور نسل پرستی کے درمیان تعلق پر سوال اٹھایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلاموفوبیا کو کسی صورت بھی نسل پرستی کے ساتھ لف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یورپی معاشروں میں کم و بیش ہر نسل اور ہر رنگت سے تعلق رکھنے والے باشندگان اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اب مسلمان صرف ایک گندمی یا سانولی رنگت والے عرب ہی نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں میں مختلف النسل افراد شریک ہونے سے اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اسی مخصوص قسم کی نفرت کا سامنا ہے جس طرح کی نفرت نسل پرستی یا نسلی تعصب کی بنیاد پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس سلسلہ میں جو سلائی سیزاری Jocelyne Cesari کا کہنا ہے کہ جو لوگ اسلاموفوبیا اور نسلی تعصب کے درمیان رشتہ جوڑنے کی ٹوہ میں ہیں دراصل وہ معاشرے میں ہونے والے حادثات اور ان کی حساسیت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جو سلائی کا خیال ہے کہ اسلاموفوبیا کی اصطلاح، مکمل طور پر ایک انفرادی اور جدانکتہ نظر کی ترجمانی کرتی ہے جسے کسی بھی دوسرے تعصب کی ذیل میں شمار کرنا غیر حقیقی عمل ہے۔ جو سلائی سیزاری Jocelyne Cesari، اسلاموفوبیا کی شکل میں شدید تعصب اور تشددانہ واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

“Experts still debate the validity of the term and question how it differs from other terms such as racism, anti-Islam, anti-Muslim, and anti-Semitism.”

¹ - Schiffer, S., and C. Wagner. 2011. "Anti-Semitism and Islamophobia – New Enemies, Old Patterns." *Race & Class* 52 (3): 84.

² - Said, Edward W. "Orientalism Reconsidered." In *Literature, Politics, and Theory*, edited by Francis Barker, Peter Hulme, Margaret Iversen, and Diana Loxley. London: Methuen & Co., 1986. Pp. 220..

ترجمہ: "ماہرین اب بھی اس اصطلاح کے جواز پر بحث کر رہے ہیں اور سوال کر رہے ہیں کہ یہ نسل پرستی، اسلام دشمنی، مسلم دشمنی، اور یہود دشمنی جیسی دیگر اصطلاحات سے کیسے مختلف ہے" ¹۔

یورپ میں اقلیتوں کے انضمام اور کثیر الثقافتی معاشرہ کی تشکیل کے حامی محقق ارڈینر (Erdenir) نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسلاموفوبیا کی شکل میں کسی صورت بھی نسل پرستی کا اظہار نہیں کیا جاتا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت میں ڈر اور خوف کی آمیزش ہے جبکہ نسلی تعصب کی صورت میں ظاہر ہونے والی نفرت میں خوف کے بجائے حقارت اور کم تری کے جذبات زیادہ واضح اور غالب نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں کہ

"There is no consensus on the scope and content of the term and its relationship to concepts such as racism"

ترجمہ: "اصطلاح کے دائرہ کار اور مواد اور نسل پرستی جیسے تصورات کے ساتھ اس کے تعلق پر کوئی اتفاق رائے نہیں ہے" ²۔

اوپر کی گئی بحث میں اسلاموفوبیا کے حوالے سے مختلف آراء کا تجزیہ کیا گیا ہے جس میں اسلاموفوبیا کو کبھی تو نسل پرستی سے جوڑا گیا ہے اور کبھی زینوفوبیا سے۔ کہیں اسلاموفوبیا کو محض عرب اور ترک دشمنی کی صورت میں تشکیل پانے والا جذبہ سمجھا گیا ہے اور کبھی محض مذہب کی بنیاد پر روار کھا جانے والا امتیازی سلوک۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اسلاموفوبیا میں یہ تمام عناصر جمع ہو جاتے ہیں اور یورپی مسلمانوں کو کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں اس کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ یورپی کمیشن برائے نسل پرستی اور عدم برداشت (European Commission against Racism and Intolerance) نے اسلاموفوبیا کی تعریف، "اسلام مسلمانوں اور ان سے متعلق معاملات کے بارے میں خوف یا متعصبانہ نقطہ نظر" کے طور پر کی ہے، اور مزید کہا کہ

"Whether it takes the everyday form of racism and discrimination or its more violent forms, Islamophobia is a violation of human rights and a threat to social cohesion."

ترجمہ: "یہ نسل پرستی اور امتیازی سلوک کی روزمرہ کی شکل اختیار کرتا ہے یا زیادہ پر تشدد شکلیں، اسلاموفوبیا انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور سماجی ہم آہنگی کے لیے خطرہ ہے" ³۔

¹ - Cesari, Jocelyne. 2006. "Muslims in Western Europe After 9/11: Why the Term Islamophobia Is More a Predicament Than an Explanation." Submission to the Changing Landscape of Citizenship and Security: 6th PCRD of European Commission, June 1. P. 6.

² - Triandafyllidou, Anna, ed. 2010. *Muslims in 21st Century Europe: Structural and Cultural Perspectives*. Routledge. P. 28. ISBN 978-0415497091.

³ - "Islamofobi – Definitioner och Uttryck." *Forum för Levande Historia*. Accessed March 18, 2015.

اس تعریف میں بہت خوب صورت نکتہ پیش کیا گیا ہے کہ بھلے اسلاموفوبیا، نسل پرستی کی شکل اختیار کرے یا امتیازی سلوک کی، یا پھر چاہے اس کے علاوہ کسی اور روپ میں سامنے آجائے یہ امر طے شدہ ہے کہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور ایسی خلاف ورزی جو سماجی ہم آہنگی اور معاشرتی امن کے لیے بہر حال خطرہ ہے۔ اگرچہ بظاہر نسل اور نسل پرستی ایک ہی چیز کی معلوم ہوتی ہے لیکن بہت سے حقائق بتاتے ہیں کہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ نسل تو انسانوں کو ان کے ممکنہ حیاتیاتی، ثقافتی اور سماجی روابط کی بنا پر درجہ بندی کرنے کا عمل ہے جبکہ دوسری جانب نسل پرستی سے مراد دوسروں کی "نسل" کی بنیاد پر ان کے ساتھ سلوک روار کھنے کا عمل ہے۔ نسل پرستی افراد اور اداروں کی جانب سے برتے جانے والے امتیاز کو ظاہر کرتی ہے اور جس طرح سے منفی عقائد، رویوں اور نتائج کو جواز فراہم کیا جاتا ہے یا انہیں دوام بخشا جاتا ہے اسی طرح اسلام پر تنقید کرنے والے کئی لوگوں کے ہاں نسل پرستی کے الزامات سے بچنا ایک عام تدبیر ہے۔ جو لوگ اسلاموفوبیا کا سہارا لیتے ہیں وہ خود کو نسل پرست یا غیر ملکیوں سے نفرت کرنے والے نہیں سمجھتے بلکہ ایک ایسے مذہب کے خلاف جو جمہوریت اور انسانی حقوق کا دشمن ہے، ان دونوں اقدار کا محافظ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ حیاتیات پر مبنی نسل پرستی کی بحثوں میں کمی آگئی ہے تاہم دنیا بھر میں نسل پرستی کی نمایاں شکل کی جگہ ثقافتی اور مذہبی برتری کی بنیاد پر تصورات نے لے لی ہے۔ اس قسم کی نسل پرستی تو "نسل" کا لفظ بھی استعمال نہیں کرتی۔ یہ لوگوں کے کسی گروہ کی عادات، عقائد، رویوں اور اقدار کی بنیاد پر ثقافتی برتری یا کم تری کی تقسیم پر توجہ مرکوز رکھتی ہے۔ نسل پرستی کی یہ قسم جب شدت اختیار کرتی ہے تو لوگوں کی جسمانی خصوصیات کا تعلق ان کے سماجی رسوم و رواج، طور طریقوں، رویوں، مذہبی اور اخلاقی عقائد حتیٰ کہ ثقافتی رواجوں، زبان، حس جمالیات اور فارغ وقت کے مشاغل سے جوڑتی ہے۔ اسلاموفوبیا کو نسل پرستی کی اس قسم کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعے مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو یہ کہہ کر دبا دیا جاتا ہے کہ ان کی "اسلامی ثقافت" مذموم ہے اور یہ "اسلامی ثقافت" "مغربی ثقافت" سے میل نہیں کھاتی۔ اس قسم کی نسل پرستی، صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں بلکہ مجموعی طور پر ثقافتی و لسانی تنوع کے خلاف عدم برداشت کو ظاہر کرتی ہے۔ ثقافتی رویوں یا تصوراتی ثقافتوں کے اس تناظر میں نسل پرستی کو دیکھا جائے تو اس سے مراد افراد کی ثقافتی ترجیحات کی بنیاد پر ان کے ساتھ تعصب یا امتیاز برتنا ہے۔

اسلاموفوبیا بطور سماجی رویہ

مسلمانوں کو "غیر مہذب"، وحشی، قدیم، استبدادی اور دہشت گرد قرار دینے کا موجودہ انداز بیان، اسلام کی تصویر کشی کم تر عقائد اور کم تر ثقافتی سرگرمیاں رکھنے والے مذہب کے طور پر کرتا ہے۔ یہ انداز اظہار قدیم حیاتیاتی نسل پرستانہ انداز بیان کا تسلسل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تعصب اور فوبیا افراد معاشرہ کا انفرادی خوف ہے یا اس طرز فکر کو اجتماعی سماجی رویہ کے طور پر اختیار کر لیا گیا ہے؟

مذہب کے پروفیسر پیٹر گوٹ شالک (Peter Gottschalk) کے مطابق، زینوفوبیا (Xenophobia) یا نسل پرستی پر مبنی ایک نفسیاتی و انفرادی فوبیا ہونے کے برعکس، "اسلاموفوبیا" اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ایک اجتماعی سماجی اضطراب کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"Islamophobia is essentially an anxiety about Muslims and Islam that exists on a societal level. Unlike some individual and psychological phobias, it is mostly social"

"اسلاموفوبیا بنیادی طور پر مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں ایک بے چینی ہے جو سماجی سطح پر موجود ہے۔ بعض

انفرادی اور نفسیاتی فوبیاز کے برعکس یہ زیادہ طور پر سماجی ہے" ¹۔

یعنی اسلاموفوبیا محض ایک اصطلاح کی شکل میں سمجھا جانے والا کوئی خیالی نظریہ نہیں بلکہ یہ زندہ اور جیتا جاگتا ایک سماجی رویہ ہے۔ اسی لیے کچھ سماجی مفکرین نے اسلاموفوبیا کی ایسی تعریف کو اپنایا ہے جو اس کے سماجی اثرات کو اجاگر کرتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں خوفناک رویوں اور ان سے اجتناب و نفرت کی صورت میں اسلاموفوبیا کی پیمائش کرنے کے لیے آلات تیار کیے ہیں جس میں مختلف سوالات اور تجربات کے ذریعے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی فرد کو کس حد تک اسلاموفوبیا نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ایسے مفکرین یہ استدلال کرتے ہیں کہ "اسلاموفوبیا کو اسلام اور مسلمان، جنہیں خوف کی علامت قرار دیا جا رہا ہے، کے خلاف 'سماجی بدنامی' کے موثر ذریعہ کے طور پر سمجھا جانا چاہیے" ²۔

اسلاموفوبیا ایک انفرادی نفسیاتی مرض نہیں ہے بلکہ یہ ایک سماجی رویہ کی صورت میں افرادِ معاشرہ کی طرف سے سامنے آنے والا طرزِ عمل ہے۔ اس مرض میں مبتلا معاشرہ ہر مخصوص چیز یا صورتِ حال یا اجنبی چیز کو دیکھ کر ڈر اور خوف محسوس کرتا ہے۔ ماہرین کی رائے یہ بھی ہے کہ اس بیماری میں مبتلا ہونے والا معاشرہ ذہنی طور پر مریض، نفسیاتی طور پر انتقام پسند، اخلاقی طور پر بزدل، جذباتی طور پر درندہ صفت، نظریاتی طور پر متعصب اور جنونی ہو جاتا ہے۔ اسلاموفوبیا مسلمانوں سے نفرت کرنے، تعصب برتنے کا نام ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اہل یورپ کے نزدیک اسلاموفوبیا تعصب کی ایک قابل قبول شکل بن چکا ہے۔ اکثر غیر مسلموں کو اسلام کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں اسلام کا خوف داخل ہوتا ہے اور یہی عمل اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کی بنیادی وجہ ہے۔

یورپ میں اسلاموفوبیا کے اضافے کا تعلق بنیاد پرست دائیں بازو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور ایجنڈا ترتیب دینے کی طاقت سے ہے۔ تاہم، اسلاموفوبیا کے عروج کو بنیاد پرست دائیں بازو کی جماعتوں سے منسوب کرنا ایک ایسے وقت میں انتہائی

¹ - "Images of Muslims: Discussing Islamophobia with Peter Gottschalk." *Political Affairs Magazine*, November 19, 2007. Archived from the original on January 6, 2022.

² - Kunst, Jonas R., David Sam, and Pål Ulleberg. 2012. "Perceived Islamophobia: Scale Development and Validation." *International Journal of Intercultural Relations* 37 (2): 225–37.

تسلی بخش ہے جب غالب، 'مین اسٹریم' یعنی ثقافت نے اسلام اور مسلم کمیونٹی کے لیے کھلم کھلا مخالفانہ اور اکثر امتیازی پوزیشنوں کو قبول کر لیا ہے۔ اسلاموفوبیا کے خلاف جنگ اس احساس کے ساتھ شروع ہوتی ہے کہ اسلاموفوبیا یورپی معاشروں کے لیے ایک 'مین اسٹریم' مسئلہ ہے، جسے اب ایک متنوع، جامع اور کھلے بحران کے بعد کے یورپ کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ مثبت وژن کی ضرورت ہے۔ مچل گولڈبرگ (Michelle Goldberg) یورپ کے سماجی دھاروں میں اسلاموفوبیا کی شمولیت کے متعلق رقم طراز ہیں کہ

"اسلاموفوبیا، ایک سماجی طور پر تعمیر کیا گیا اور ایک مذہب، ثقافت اور طرز زندگی کے طور پر اسلام کے خلاف دوبارہ پیدا ہونے والا تعصب، یورپی معاشروں میں گہری جڑیں رکھتا ہے، جو مختلف شکلوں میں، کئی دہائیوں یا اس سے بھی صدیوں پیچھے چلا جاتا ہے۔ اس طرح کی جڑیں روایتی طور پر قومی اور سیاسی حدود میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تاہم، جو اصل میں زینوفوبیا، نسل پرستی، اور بنیادی طور پر مذہبی عدم رواداری کی ایک شکل سے جڑا ہوا تھا، وہ ایک گہری اور شدید حفاظتی تشویش میں تبدیل ہو گیا ہے جسے عصری وجودی اضطراب کی ایک وسیع رینج کے ذریعہ بطور بنیاد پرست، جاری شدہ، اور 'معمول' قرار دیا گیا ہے۔ سیکورٹائزیشن پرزم کے ذریعے 'اسلام' اور 'یورپ' کے بارے میں عوامی بحث کو روکنے میں یورپ کے حق بنیاد پرستی کا کردار اس بحث میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم، اس کو ان طریقوں سے باز نہیں آنا چاہیے جن میں غالب، 'مین اسٹریم' ثقافت نے تیزی سے اسلام اور مسلم کمیونٹی کے خلاف کھلم کھلا دشمنی اختیار کر لی ہے۔ امریکہ میں (موجودہ) سب سے آگے ریپبلکن صدارتی امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ کا حالیہ غیر معمولی اسلاموفوبک پھوٹ، جہاں تک تمام مسلمانوں پر ملک میں داخلے کی کوشش کرنے والے پر مکمل پابندی عائد کرنے پر زور دیا گیا ہے، ایک واضح یاد دہانی کے طور پر کام کرے گا کہ بہت سے مغربی معاشروں میں سیکورٹی کے جنون میں مبتلا اسلاموفوبیا مضبوطی سے سیاسی اور سماجی مرکزی دھارے میں منتقل ہو چکا ہے"۔¹

اس وقت اسلاموفوبیا یعنی اسلام سے خوف اور گبھراہٹ کی سوچ نے یورپ میں خاص طور پر اور دنیا کے بیشتر غیر اسلامی ممالک میں عمومی طور پر خطرناک شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ خدشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یورپ و مغرب اس معاشرے کو ایک مثبت معاشرے کی بجائے ایک متعصب معاشرے کی طرف لے جائے گا۔ اسلاموفوبیا جس طرح پھیلتا دکھائی دے رہا ہے اس پر پوری سنجیدگی، تندہی اور وسیع تر انداز میں جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ زہر پھیلتا رہا تو سب سے زیادہ مغربی معاشروں کے لئے خطرہ پیدا کر دے گا۔ مختلف اوقات میں آئرش، چینی، اطالوی، میکسیکن اور جاپانیوں کو اس نسلی اور ثقافتی

¹ - Goldberg, Michelle. 2015. "The Islamophobe Behind Trump's Hate." Slate, December 8. Accessed January 12, 2022.

تعصب کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ موجودہ حالات میں مسلمان اور اسلام اس مہم کا خاص ہدف ہیں۔ یورپی ممالک میں عام شہریوں کے ذہنوں میں یہ خوف پیدا کیا جا رہا ہے کہ اسلام کے پھیلنے سے ان کی ثقافت اور مذہبی اقدار کو سخت خطرہ ہے جو مسلمانوں کے خلاف نفرت اور اسلام سے خوف میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ اس حوالہ سے ان یورپی اداروں کی کوششوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جو سماجی سطح پر اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ سے پیدا ہونے والے خطرات کو بھانپ چکے ہیں اور اسلاموفوبیا کی بیخ کنی کرنے کے لیے مثبت اقدامات کو بروئے کار لانے میں بھی دل چسپی لے رہے ہیں۔ سیٹا فاؤنڈیشن (SETA Foundation) کی طرف سے شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق:

ترجمہ: "مرکزی دھارے میں شامل معاشرے نے، دیگر خارجی تعصبات کے علاوہ، عمل اور زبان دونوں میں اسلاموفوبیا کو حل کرنے کے لیے ایک حد تک عزم ظاہر کیا ہے۔ یہود دشمنی اور حیاتیاتی نسل پرستی کے خلاف WWII کے بعد کی لڑائی سے سیکھنے کے منحنی خطوط نے عوامی بیداری کو اسلاموفوبیا سے لاحق خطرات کے بارے میں آگاہ کرنا شروع کر دیا ہے جو کہ ایک طویل عرصے سے یورپ میں مقیم مسلم پس منظر والی لاکھوں کمیونٹیز کی فلاح و بہبود کے لیے ہیں، یا جو حال ہی میں یورپ منتقل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ یورپ میں مسلمانوں کے خلاف ڈرانے دھمکانے، امتیازی سلوک اور حتیٰ کہ جسمانی حملوں کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے، یہ دیکھنا کم از کم حوصلہ افزا ہے کہ بہت سی یورپی ریاستوں نے ایسے قوانین منظور کیے ہیں جو مجرمانہ کارروائیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ نہ صرف خود پر حملے یا دھمکی دینے کی کوشش بلکہ نفرت انگیز تقریر بھی۔ دریں اثناء، انسانی حقوق کے گروہوں اور تحقیقی مراکز نے اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ اور خطرات کے بارے میں عوام میں شعور بیدار کرنے، پریشان کن اعداد و شمار کو منظر عام پر لانے، خلاف ورزیوں کے واقعات کی نگرانی کرنے اور فعال، تعمیری شرکت کے ذریعے پالیسی سازی کو مطلع کرنے کے لیے مسلسل کام کیا ہے" ¹۔

یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ یورپی ممالک میں جو لوگ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں، وہ بہت جلد اسے قبول بھی کر لیتے ہیں اور دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ یورپ کا آزاد خیال انسان اپنی آزاد روی کو چھوڑ کر ایک پابند مذہب کو کیوں اپنا رہا ہے۔ مغرب کے دانش ور، اس گتھی کو سلجھانے میں اس لئے بھی ناکام ہیں کہ اول تو وہ اسلام کو تعصب کی نظر سے دیکھتے ہیں، دوم یہ کہ وہ منفی ذہنیت کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اسلام کی دعوت یا اس کا مثبت تعارف ہی وہ وسیلہ ہے جو "اسلاموفوبیا" کی مہم کا کارگر تدارک کر سکتے ہیں۔

¹ - "Islamophobia in Europe: The Radical Right and the Mainstream." *Insight Turkey*, October 1, 2015. Published by SETA Foundation.

جارج بش کا صلیبی جنگ کیلئے لگایا گیا نعرہ ہو¹ یا پیغمبر اسلام ﷺ پر تشدد کی تعلیم دینے کا الزام یا جہاد کو تشدد سے تعبیر کرنے کی حکمت عملی، سب کے پس پشت ایک ہی مقصد کار فرما ہے کہ اسلام کو ایک جارج مذہب ثابت کر کے اس کی مقبولیت پر روک لگائی جائے۔ حالانکہ اسلام امن، سلامتی، اعتدال اور سہولت کا مذہب ہے، تشدد، بد امنی، انتہا پسندی، شدت اور دہشت گردی سے اسلام کا وہی رشتہ ہے جو روشنی کا اندھیرے سے، نور کا ظلمت سے اور سچائی کا جھوٹ سے ہوتا ہے۔

جہاں تک تاریخی پس منظر کا سوال ہے تو صلیب و ہلال یا دوسرے الفاظ میں یورپ اور اسلام کی یہ کشمکش کافی پرانی ہے۔ عروج اسلام کے بعد سے عیسائی دنیا نے مسلمانوں پر کروسیڈ کے نام سے ایک دو نہیں سات صلیبی جنگیں مسلط کیں۔ جنگی میدان میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہونے پر فکری میدان کا رخ اختیار کیا گیا۔ پاپائے روم کی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر کی گئی بے بنیاد تنقیدیں اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ بالخصوص ان کا یہ الزام کہ اسلام دنیا میں تلوار کے زور پر پھیلا ہے، اس مہم کا ایک حصہ ہے جو یورپ نے اسلام کے خلاف چھیڑ رکھی ہے اور جس کا مقصد فکری و عملی سطح پر اسلام کے مقابلہ میں پسپائی کے بعد دنیا کو اس کے بارے میں گمراہ کرنا ہے۔ اس طرح کے الزامات کا ماضی میں مسلم علماء و فضلاء، بارہا مدلل جواب دے کر باور کروا چکے ہیں کہ اپنے ظہور کے پہلے دن سے اسلام سلامتی کا مذہب رہا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مکہ مکرمہ جہاں سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوا، وہاں تلوار حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ میں نہیں، اُن کے نہ ماننے والوں کے قبضہ میں تھی۔

زندگی کے آخری ایام میں مدینہ کے قیام کے دوران آپ ﷺ کو جن خونریز جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اُن کے محرک آپ کے حریف تھے۔ حضور ﷺ میدان جنگ میں تشریف لائے تو آپ نے جنگ کو عبادت بنا دیا۔ حکم صادر فرمایا کہ "ولا تقتلوا شیخاً فاتیماً، ولا طفلاً، ولا صغیراً، ولا امرأة، ولا تغلوا، وضّموا غنائمکم، وأصلحوا {وَأُخْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ} (2) کمزوروں، بوڑھوں، چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اصلاح کرتے رہو اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)۔ ایسا حکم صادر کیوں نہ ہوتا جب فرمان الہی تھا کہ صرف ان سے لڑو جو تم سے لڑنے پر کمر بستہ ہوں، تاکید فرمائی کہ دوسرا حریف صلح کرنا چاہے تو اس کی پیش کش کو قبول کر لو۔ نبی رحمت ﷺ تشریح فرماتے رہے کہ جنگ کا مقصد سمجھ لو، یہ نہ مال غنیمت کیلئے ہے اور نہ اقتدار کے حصول کیلئے۔ قرآن کریم میں مقصد جہاد کی وضاحت یوں کی گئی

¹ امریکن صدر جارج بش نے 19 ستمبر 2001ء کو امریکیوں کو خبردار کیا کہ "This crusade, this war on terrorism, is going to take a while" (یہ صلیبی جنگ، دہشت گردی کے خلاف یہ جنگ، کچھ دیر لگنے والی ہے)۔

"The Wall Street Journal." September 21, 2001. Accessed January 12, 2022.

<https://www.wsj.com/articles/SB1001020294332922160>.

² بخاری، محمد بن اسماعیل. صحیح البخاری: کتاب الجہاد و السیر، باب قتل النساء فی الحرب. الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، الجزء 4، الصفحہ 61.

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتَّتْ صَوَامِعُ وَيْعٍ وَصَلُوتٌ وَمَسْجِدٌ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا
وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ¹

اور اگر اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض کے ذریعہ بعض کی مدافعت نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، کلیسا اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، سب ڈھادیئے جاتے۔

ایک جنگ کے دوران یہودیوں کے سردار نے اللہ کے رسول ﷺ سے شکایت کی کہ کیا تمہارے لئے مناسب ہے کہ ہمارے گدھوں کو ذبح کرو ہمارے پھل کھا جاؤ اور ہماری عورتوں پر دست درازی کرو۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: "ان الله تعالى لم يخل لكم ان تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا باذن ولا ضرب نسائهم ولا اكل ثمارهم" (2) اور اللہ نے تمہارے لئے یہ جائز نہیں کیا کہ اہل کتاب (غیر مسلموں) کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ، ان کی عورتوں کو مارو اور ان کے پھل کھا جاؤ۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی جنگ میں اہل لشکر نے کچھ بکریاں لوٹ لیں اور ان کا گوشت پکا کر کھانا چاہا، اللہ کے رسول ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے آکر دیگیاں پلٹ دیں اور ارشاد فرمایا: "ان النهبة ليست باحل من الميته" (3) (لوٹ کھسوٹ کا مال مردار سے بہتر نہیں ہے)

اسی لئے دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے جہاں بھی تلوار اٹھائی، اس کا مقصد اپنا اور مظلوموں کا دفاع کرنا تھا، غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کرنا ہر گز نہیں اور ایک ایسا ماحول پیدا کرنا تھا جس میں تمام مذاہب کی آزادی برقرار ہے اور ان کے ماننے والے کسی پابندی کے بغیر اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی دنیا کے سامنے ہے جس سے ایک مثال بھی ایسی نہیں دی جاسکتی کہ کسی شخص کو ایمان لانے پر مجبور کیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے قریبی اعزاء کی موت کفر کی حالت میں ہوئی۔ کفار مکہ ہوں یا یہودی قبائل، انہوں نے اسلام جیسے امن و اخوت کے مذہب اور اس کے علمبرداروں کی مخالفت اس لئے کی کہ وہ سمجھتے تھے کہ مساواتِ انسانی کی یہ تحریک ان کے صدیوں سے چلے آ رہے استبدادی معاشرہ کو مٹا دے گی لہذا مدینہ منورہ میں جن اعلیٰ اصولوں پر اسلامی ریاست کا قیام ہو رہا ہے، اس کو مستحکم ہونے سے پہلے ختم کر دیا جائے۔ اسی مقصد سے جنگوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اگر غیر جانب داری سے مذکورہ جنگوں کا تجزیہ کیا جائے تو حیران کن انکشافات ہوں گے کہ ان جنگوں میں مسلمان، جارج نہیں تھے بلکہ جارحیت کا مقابلہ کر رہے تھے۔

موجودہ عالم اسلام کے نقشہ پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں کبھی مسلمانوں نے لشکر کشی نہیں کی، انڈونیشیا، ملائیشیا، مالدیپ اور افریقہ کے بہت سے ممالک میں عرب تاجر اور علماء کرام کے ذریعہ اسلام کی روشنی پہنچی۔ ہندوستان سمیت بہت سے خطے ایسے ہیں جہاں سب سے پہلے صوفیائے کرام نے اپنے خیمے ڈالے اور

¹ الحج: 40

² - ابوداؤد، سلیمان بن اشعث - سنن ابی داؤد - کتاب الخراج والفتی والامارۃ - باب تعشیر اهل الذمۃ اذا ختلوا - لبنان، بیروت - دار الکتب العلمیہ - ج: ۳۰۵۰

³ - ابوداؤد، سلیمان بن اشعث - سنن ابی داؤد - کتاب الجہاد، باب فی النہی عن النہبی اذا کان فی الطعام قلۃ فی ارض العدو - لبنان، بیروت - دار الکتب العلمیہ - ج: ۲۷۵۰

اخلاق کی تلوار سے لوگوں کے دل مسخر کر لئے۔ یہ دلوں کو فتح کرنے والے اور محبت کی تلوار سے دشمنوں کو گرویدہ بنانے کا فن جانتے تھے۔ آج بھی امریکہ و یورپ میں اسلام قبول کرنے کی جو لہر چل رہی ہے اس کی وجہ کون سی طاقت یا جبر ہے؟ اسلام کی سادگی، اصول پسندی اور فکری قوت کا ہی یہ کرشمہ ہے کہ وہاں اس مذہب کے تئیں لوگوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

اسلاموفوبیا میں مبتلاء مغربی اقوام بھی مذکورہ حقائق سے واقف ہیں، لیکن اسلام کی مقبولیت انہیں اس امر پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ اسلام کے خلاف جارحانہ رویہ اپنائیں۔ ان کے نزدیک دنیا میں کمیونزم کی شکست کے بعد اسلام ہی سب سے بڑا خطرہ ہے۔ آج یورپ و امریکہ میں ہر سال ایک بڑی تعداد میں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں، یہ کسی طرح کے جبر یا اکراہ کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلامی تہذیب، روایات اور اصولوں کی خوبیوں کے اثرات ہیں۔ اسلام کی خوبیاں جوں جوں اجاگر ہو رہی ہیں، لوگ اسی قدر اس کے گرویدہ بن رہے ہیں۔ جھوٹ، الزام تراشی یا پروپیگنڈہ کی کوئی عمر نہیں ہوتی، انہیں بالآخر سچائی کے آگے دم توڑنا پڑتا ہے۔ اسلام کی اہمیت فی زمانہ اس لئے بھی بڑھ رہی ہے کہ یورپ اور اس کی تہذیب، بحرانی دور سے دوچار ہے کیونکہ وہ پہلی اور واحد تہذیب ہے جو بالفعل مادہ پرست اور ملحد واقع ہوئی ہے۔ اس مادی تہذیب نے انسانوں کو بے شمار مسائل کا شکار بنا دیا ہے، خاندانوں میں انتشار، احترام باہمی کا فقدان، جنسی بے راہ روی اور پورنو گرافی کے ذریعہ اجتماعی و انفرادی استحصال اس کے ثمرات ہیں۔ اس تہذیب کو تو خالص مسیحی تہذیب بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ مادی آئیڈیالوجی کی پیداوار ہے اور جب تک الہی قدروں کو اس میں جگہ نہیں دی جاتی، یہ تہذیب اسی طرح شکست و ریخت کا شکار بنی رہے گی۔

معاشرتی ادراک، اور عدم مساوات پر مبنی سماجی اور ثقافتی سیاسی فرائض وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اہل یورپ نسلی اقلیتوں کے بارے میں دقینوسی انداز میں لکھتے اور گفتگو کرتے ہیں۔ مسلم دنیا سے وابستہ خارجی ازم کا جو ہر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت اور تعصب میں بڑھ گیا ہے۔ مختلف واقعات اور مکالموں کے تجزیہ نے اسلام کے خوف کو نہ صرف ایک مذہب کے طور پر بلکہ ایک سماجی ثقافتی مظہر کی حیثیت بھی بخشی ہے۔ اسی طرح نائن الیون نے یورپ کے اسلام دشمن تصورات کو بھی تقویت دی ہے جس سے بنیاد پرست اور انتہا پسند کی حیثیت سے مسلمانوں کی دقینوسی مذہبی شناخت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے برعکس مغرب کے کردار کو امن پسند اور متمدن گروہ کی طرح پیش کیا جاتا ہے۔ یورپ بالخصوص امریکہ دنیا کے تمام ممالک میں امن برقرار رکھنے کا دعویٰ دار ہے جس کے نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" (War on Terror) کے اثرات دنیا کے تقریباً تمام خطوں پر موجود ہیں۔

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں شعبہ ابلاغیات کے پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال نے حال ہی میں شائع ہونے والی اپنی کتاب میں اسلاموفوبیا کا تعارف، اس کے سماجی اور ثقافتی اثرات، یورپی تعصبات، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سیکیورٹی کے نام پر لگائی جانے والی پابندیاں اور تہذیبوں کے تصادم سے پیدا ہونے والی صورتحال کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں انھوں نے ایسے اقدامات تجویز کیے ہیں جن کو بروئے کار لا کر سائنسی بنیادوں پر اسلاموفوبیا کی اصطلاح کا تجزیہ کیا جاسکتا

ہے۔ انھوں نے م یورپی اسکالرز کے ماڈل کو چیلنج کرتے ہوئے ایسے انسٹرومنٹس بیان کیے ہیں جس سے تحقیق کے نئے راستے کھلتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یورپی مفکرین اور دانشوروں کی اکثریت نے اسلاموفوبیا کی بنیاد پر عقل سے عاری پروپیگنڈا کیا ہے اس پروپیگنڈے کی بنیاد نہ صرف یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب خوف اور نسل پرستی کو ہوا دینا ہے بلکہ ان کا یہ عمل عالم اسلام کو تقسیم کرنے کے مترادف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یورپ میں جاری اسلاموفوبیا کی لہر بنیادی طور پر مذہبی حیثیت کے بجائے ایک ثقافتی حیثیت کی حامل ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں کہ

"تہذیبی تناظر میں اسلام سے یورپ کے خوف کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ثقافتی اور تہذیبی اشیاء کے طور پر اسلامی یلغار مغرب کے لیے بنیادی خطرہ ہے کیونکہ اسلامی اقدار مغربی تہذیب کو چیلنج کر سکتی ہیں۔ مسلم تہذیب اپنی ثقافتوں پر کم اور اسلامی اقدار پر زیادہ مبنی ہے۔ اسلامی ضابطہ اخلاق مغربی ثقافتوں کا متبادل فراہم کرتا ہے۔ دوسرا مسئلہ تہذیب کے تصادم کی سیاست کرنا ہے۔ عرب ثقافت اور اسلامی ثقافت کو یورپ میں ایک جیسا سمجھا جاتا ہے، اور مغرب اور عربوں کے درمیان سیاسی تنازعات کو اسلام اور مغرب کے درمیان تنازعات کے طور پر غلط سمجھا جاتا ہے۔ جو سیاسی ہویا ثقافتی، بہر حال یہ بالکل مذہبی نہیں ہے"¹۔

ڈاکٹر ظفر اقبال کا کہنا ہے کہ تاریخی اعتبار سے یورپی ممالک نے اسلامی تعلیمات کی ترویج اور مسلمانوں کی آبادی کو بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں سے خوفزدہ ہیں، یہ تاریخی تعصب کبھی تہذیبوں کے تصادم کے نام سے اور کبھی اسلاموفوبیا کے عنوان سے سامنے آ رہا ہے۔ مغربیت کے پیروکار مسلمانوں کو ایک سکیورٹی رسک کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے اس خوف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تیرہویں صدی میں آسٹریا کے شہر ویانا میں ایک اجلاس ہوا تھا، اس میں بھی مسلمانوں سے یورپ اور مغربیت کو محفوظ بنانے کے لیے کئی اقدامات تجویز کیے گئے تھے۔ اس کونسل نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ مسلمان مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ نہ کر سکیں۔

مسلمانوں اور اسلام کے متعلق تاثرات اور تنقیدوں کو یقیناً ختم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ایسا کبھی تقاضا کیا گیا ہے کیونکہ مکالمہ کی فضا ہی تو یہ تسلیم کرنے کی اجازت دیتی ہے کہ مسلمانوں پر معقول تنقید کرنا ممکن ہے تاہم اسلاموفوبیا اور مسلمانوں پر معقول تنقید کے درمیان کافی فرق ہے۔ اسلاموفوبیا کے نتیجے میں یورپی مسلمانوں کو جو دشواریاں لاحق ہیں ان کے متعلق سیٹا فاؤنڈیشن (SETA Foundation) کی رپورٹ میں واضح الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ

ترجمہ: "یورپ میں رہنے والے مسلم پس منظر والی کمیونٹیز کے لیے یہ سخت آزمائش کا وقت بن گیا ہے۔ وہ ثقافتی طور پر غیر ہم آہنگی کے طور پر یورپ کے لیے 'اجنبی' کے طور پر حملے کی زد میں آئے ہیں (چاہے وہ مبینہ طور پر ضم ہونے سے انکار کرتے ہوں، یا اس لیے کہ وہ مبینہ طور پر اپنے مذہب اور اس سے منسلک طرز زندگی کو برقرار

¹ - Iqbal, Zafar. 2020. *Islamophobia: History, Context and Deconstruction*. London, United Kingdom: SAGE Publications Ltd. 1 Oliver's Yard, 55 City Road. Pp. 286.

رکھتے ہوئے ایسا نہیں کر سکتے)۔ انہیں مادی خوشحالی کے لیے خطرناک حربوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے، قلیل ملازمتوں اور سماجی فوائد کے لحاظ سے۔ انہیں نظریاتی بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے اسباب کے لیے بھرتی کے لیے غیر معمولی طور پر کمزور سمجھا جاتا ہے، اور حقیقت میں ایک ایسی انتہا پسندی کو پناہ دینے کا شبہ ہے جس سے سماجی امن کو مسلسل خطرہ ہے۔ یا تو یورپ کی اقدار کے دشمن، یا براعظم کی غیر محفوظ سرحدوں سے گھسنے والے کے طور پر بدنام مسلمان، بنیاد پرست دائیں بازو کے تفرقہ انگیز، عدم برداشت، اور خارجی سیاسی پیغام کے مرکب پر مبنی ہیں¹۔

اسی طرح بین الاقوامی اخبار، دی گارڈین (The Guardian) کے ایک آرٹیکل میں ویس اسٹریٹنگ (Wes Streeting) اسلاموفوبیا کو ایک سماجی رویہ قرار دیتے ہوئے ان واقعات کا مختصر احوالہ بھی دیتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلاموفوبیا اب اہل یورپ کے لاشعور تک رسائی حاصل کر چکا ہے اور کس طرح ان کی زندگیوں پر اثر پذیر ہو رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

ترجمہ: "ہم نے مثالوں کا ایک سلسلہ تیار کیا ہے۔۔۔ تاکہ لوگوں کو یہ سمجھنے میں مدد ملے کہ یہ کیسے ظاہر ہوتا ہے: پارسز گرین دہشت گردی کے حملے کے "انتقام" کے طور پر ایک مسلم خاتون اور اس کی 12 سالہ بیٹی کے قتل کی کوشش۔ Guisborough میں دو خواتین کی طرف سے ایک مسلمان پر تشدد، جب وہ (حملہ آور خواتین) چیخ رہی تھیں کہ "ہمیں یہاں پر مسلمان پسند نہیں ہیں"۔ لندن میں پرائمری اسکول سے اپنے بچوں کو لاتے ہوئے راستے میں حجاب پہننے پر مسلمان ماں پر حملہ۔ "Punish a Muslim day" کے عنوان سے مسلم اداروں اور ممتاز مسلم شخصیات کو بھیجے گئے خطوط۔ شمالی آئرلینڈ میں نسل پرست جنہوں نے ایک خنزیر کا سر مسجد کے دروازے پر چھوڑ دیا جس کی انہوں نے تصویر کشی کی تھی۔ گاڑیوں (کابینہ کرنے) والے گاڑی کابینہ کروانے کے لیے مزید £1,000 مانگ رہے ہیں اگر اس (گاڑی والے) کا نام محمد ہے۔ روزگار کی منڈی میں مسلمانوں کے خلاف شعوری اور لاشعوری تعصب کے سوشل موڈ کی کمیشن کے نتائج۔ اسلاموفوبک بدسلوکی کا ایسے لوگوں پر بھی تسلط جو حتیٰ کہ مسلمان بھی نہیں ہیں، کیونکہ ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے والے (مسلم وغیر مسلم) کا فرق نہیں بتا سکتے، مثلاً پگڑی والے سکھ اور ایک مسلمان آدمی (میں فرق)۔ وہ لوگ جنہوں نے برٹن کی ایک مسجد کے دروازے کے پینڈلز سے خنزیر کا گوشت باندھا تھا"²۔

¹ - Islamophobia in Europe: The Radical Right and the Mainstream." *Insight Turkey*, October 1, 2015. Published by SETA Foundation. Fall 2015 / Volume 17, No. 4.

² - "Islamophobia: A Definition." *The Guardian*, May 15, 2019. Accessed January 21, 2022. <https://www.theguardian.com/commentisfree/2019/may/15/islamophobia-racism-definition-free-speech-theresa-may>.

اوپر کی گئی بحث سے یہ نتیجہ آسانی سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یورپی ممالک میں داخلے کے لیے مسلمانوں پر خصوصی ویزا پابندیاں عائد کرنا، انھیں وہاں کا شہری بنانے میں مشکلات، عالمی سطح پر مسلمانوں کو دہشتگرد قرار دینا اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا وغیرہ اسلاموفوبیا کے ہی ثمرات ہیں۔ مسلمان ممالک کو اقتصادی طور پر مشکلات میں الجھانا، ان کے درمیان نفاق پیدا کرنا اور ملی عصبيت کی جگہ قومی اور علاقائیت کے جذبات کو ابھارنے کا عمل سب کچھ اسی سلسلہ کا عملی اظہار ہے۔ مغرب میں شدت پسندی اور جارحیت کا راگ الاپ کر اسلام اور مسلمانوں کے تصورِ حیات کو نشانہ بنایا گیا ہے جس نے دین کے ساتھ ساتھ اس کے پیروکاروں کو بھی بدنام کیا ہے۔ لہذا، یہ تجویز کرنا غلط نہیں ہو گا کہ دقینوسی تصورات کے استعمال کا فن ابھی بھی مغرب کا اہم ترین ہتھیار ہے۔ "جاہل اور بد تہذیب غیر ملکیوں" کے خوف کو قائم رکھنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں کی منفی تصویر کشی کے مقصد کے لئے یورپ اسی ہتھیار کا استعمال کر رہا ہے تاکہ وہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ آزاد خیال اور امن پسند قوم ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔ یورپ کے لئے اسلاموفوبیا جیسے مسائل کو پیدا کرنا اور اس کے نفاذ کے ذریعے اپنا تسلط برقرار رکھنا ضروری ہو گیا ہے کیونکہ تمام ترقی یافتہ اقوام سپریم حکمرانی کا ارادہ رکھتی ہیں جبکہ اسلام ایک ایسا ضابطہ اخلاق ہے جو ایک مخصوص قوم یا ملک کے فرد کے اختیار کی نفی کرتا ہے۔ لہذا یہ سامراج کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے جس کے لئے سامراجی قوتیں، اسلام اور مسلمانوں کے دقینوسی منفی تصور کا استعمال بھرپور انداز میں کر رہی ہیں اور مغربی معاشرے بد قسمتی سے اس منظم پراپیگنڈہ کا شکار ہو رہے ہیں۔

اسلاموفوبیا کا تاریخی پس منظر

اسلاموفوبیا کی اصطلاح تو نئی ہے لیکن اس سوچ کا آغاز اپنے مفہوم کے لحاظ سے اسی وقت ہو گیا تھا جب اسلام کی دعوت پھیلنا شروع ہوئی تھی اور دشمنان اسلام کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اسلام دنیا پر قائم ہماری بادشاہت اور تشخص میں رکاوٹ کا باعث بنے گا۔ عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کی پہلی صورت اس وقت سامنے آئی، جب قریش کے سرداروں نے ابو طالب سے رجوع کیا کہ "اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو باطل قرار دیا اور ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہم میں سے عقلمندوں کو بیوقوف بتایا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا، لہذا اب یا تو اسکو ہم سے روک دیجیے یا ہمارے اور اس کے درمیان دخل نہ دیجیے۔"

وقت کے ساتھ ساتھ یہ سوچ پختہ ہوتی گئی اور اس سوچ کے تحت اسلام مخالف مظاہر واضح ہوتے گئے۔ کیرن آرم اسٹرانگ کے مطابق: "اسلاموفوبیا کی تاریخ صلیبی جنگوں سے ہی جا ملتی ہے" یعنی عیسائی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور خوف رکھنے کی تاریخ محفوظ اور مدون ہے۔ "اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلاموفوبیا کی سوچ کو ہر زمانے میں اپنے

¹ آرم سٹرانگ، کیرن۔ "عنوان"۔ دی گارڈین، ۸ ستمبر ۲۰۰۶ء۔

مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا رہا اور اسے وقت کے ساتھ تقویت ملتی گئی لیکن اس کو باقاعدہ اصطلاح کے طور پر نائن الیون کے بعد ہی استعمال کیا گیا ہے۔

اسلام کے خلاف بغض و عناد، نفرت و خوف بعثت نبوی ﷺ سے ہی شروع ہو گیا تھا، جب اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا شروع کیا تو دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف زیر دست محاذ سنبھالا، وہ ہر اس جگہ پہنچ جاتے تھے جہاں اللہ کے رسول ﷺ اسلام کا پیغام پہنچاتے تھے، وہ اللہ کے رسول پر بے جا الزامات عائد کرتے تھے کہ یہ نعوذ باللہ کا ہن اور شاعر وغیرہ ہیں اور لوگوں سے کہتے تھے کہ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ

ترجمہ: "اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"

اسلام اللہ پاک کا ایک دائمی پیغام ہے جو تمام بشریت کیلئے آیا ہے،

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾²

ترجمہ: وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لیے ڈرانے والا ہو"

العالمون سے مراد جن و انس ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو ان دونوں کی طرف ڈر سنانے والے بھیجا بیشک و

وخاتم الانبیاء ہیں۔

محمد ﷺ ایک انقلابی پیغام لیکر آئے، جس نے عادات کو، تکالید و افکار کو بدل کر رکھ دیا، صرف مکہ میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم پر انقلاب برپا کر دیا، آپ ﷺ نے بتایا کہ کمزور پر قومی کے حقوق کیا ہیں، ظلم کا آپ ﷺ نے خاتمہ کیا، عورت کے اوپر جو اس وقت معاشرے میں زیادتیاں تھیں آپ ﷺ نے ان کو ختم کیا۔

جب ہم رسول خدا کی تعلیمات کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ظلم کے تمام دروازے بند کئے خواہ اس کا تعلق عورتوں کے استحصال سے ہو یا طاقتور کی طاقت اور جبر سے، امام محمد الغزالی اسی بابت فرماتے ہیں کہ انسانی تاریخ دررو آلام سے بھری پڑی ہے۔ ہبوط آدم سے لے کر اولاد آدم کے اطراف ارض میں پھیلنے تک ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہیں، خال خال ہی ایسے مواقع ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں جہاں لوگوں نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں جب دنیا تباہی و بربادی کے کنارے پر آکھڑی تھی خدا بزرگ و برتر نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔³

¹ - المائدة: 51

² - الفرقان: 1

³ - الغزالی، الشیخ محمد، سیرۃ، تحقیق: محمد ناصر الدین الالبانی، ۲۰۰۲ء، ۱۴۲۳ھ، الطبعة الاولى، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ص. ۳۹.

یہود و نصاریٰ کا اسلام کے خلاف رد عمل عہد نبوی میں:

اسلام کی تعلیم جب آپ ﷺ نے مکہ میں لوگوں کے اندر پھیلانا شروع کی تو دشمنان اسلام نے اس کی بھر پور مخالفت شروع کر دی جس کی مثال ایک حدیث پاک کے ذریعہ دی جاتی ہے۔

حضرت طفیل بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے مکہ آیا، جب میں مکہ کے اندر پہنچا تو بلوگ جو لوگوں کو اسلام کی تعلیمات کو سننے سے روکتے تھے میرے پاس آگئے اور کہا کہ۔

تم ہمارے شہر میں مہمان آئے ہو، اس لیے ازراہ خیر خواہی تم کو آگاہ کیسے دیتے ہیں، کہ اس شخص نے ہمارے اندر پھوٹ ڈال کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، نہیں معلوم کہ اس کی زبان میں کیا سحر ہے جس کے زور سے وہ بیٹے کو باپ سے، بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے لڑا دیتا ہے، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس کی باتوں میں نہ آجائیں، اس لیے ہمارا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم اس کے ساتھ نہ ملو اور نہ اس کی بات سنو۔¹

جب اسلام کا نور پھیلنے لگا تو اس وقت اسلام کے خلاف دو قوتیں ظاہر ہوئیں ایک قوت جو عرب کے اندر موجود تھی اور دوسری قوت عرب کے باہر تھی، اور وہ قوت جو عرب کے اندر تھی اس سے مراد مشرکین عرب، یہود جو مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں بستے تھے اور بعض نصرانی قبائل مثلاً عسان، تغلب اور تنوخ وغیرہ شامل تھے۔ اور دوسری وہ طاقت جو جزیرہ عرب سے باہر تھی اس میں دو سلطنتیں شامل ہیں ایک فارس اور دوسری روم، وہ طاقت جو مدینہ کے اندر رہتی تھی اور اس کے قرب و جوار میں وہ یہود طاقت کسی ہوئی تھی ان میں بنو نضیر، بنو قینقاع، اور بنو قریظہ کے یہودی شامل ہیں ان لوگوں نے اسلامی دعوت کی شروع میں ہی شدید مخالفت کی اور انہوں نے اپنے تمام وعدوں اور میثاق کی پاسداری بھی توڑ دی تھی جو انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ کیے تھے۔

بنو نضیر قبیلہ کو حضور پاک ﷺ نے اس وجہ سے جلاوطن کیا تھا، کیونکہ جب آپ ﷺ نے ان سے بنو عامر کے مقتولین کی دیت مانگی تو انہوں نے آپ ﷺ کے اوپر بڑا پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔²

بنو قینقاع کو بھی اپنے عہد سے پھر جانے کی وجہ سے جلاوطن کیا جب انہوں نے ایک مسلمان عورت کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو اس پر مسلمان شخص نے یہودی کو قتل کیا تو یہودیوں نے واپس اس کو قتل کر دیا۔³

¹ - ندوی، شاہ معین الدین احمد، مجاہدین، جلد دوم، ۱، عظم گڑھ: دارالمصنفین شیلی اکیڈمی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۳۳۳۔

² - ابن ہشام، امام عبد الملک محمد بن، سیرت ابن ہشام، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۵ء، ج ۳، ص ۱۵۷۔

³ - ایضاً: ۱۰/۳۔

بنو قریظہ نے نبی پاک ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی اور مسلمانوں کی عورتوں اور اولادوں کو گالیاں دیں اور انھوں نے مشرکین عرب کے ساتھ مل کر سازشیں شروع کر دیں بالخصوص غزوہ خندق کے موقع پر جب انھوں نے کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کی تو ان کو بھی جلا وطن کیا گیا۔¹

اسلام اور نصاریٰ کے درمیان جو تعلق شروع ہوا وہ چھٹی ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوا جب حضور ﷺ نے مختلف ممالک کی طرف جو اپنے سفیر بھیجے ان میں عالم نصرانی کی طرف جو سفیر گئے تھے وہ چار تھے ایک وحیہ کلبی جو قیصر روم کی طرف گئے تھے دوسرے عمرو بن امیہ نجاشی کی طرف گئے تھے ایک خاٹب بن ابی بلکہ مقوقس کی طرف گئے تھے جو ملک اسکندریہ تھا اور ایک شجاع بن وحب الاسدی ملک شام میں گئے تھے۔ حارث بن ابی عمر کو الغسان کی طرف بھیجا تھا۔²

ان خطوط کے جوابات جو نصاریٰ کی جانب سے آئے وہ بہت سخت تھے بعض جواب قتل وغارت کی شکل میں آئے قیصر روم کی طرف سے جو جواب آیا وہ بہت سختی والا تھا، مقوقس کا جو جواب تھا وہ محبت بھرا تھا انسانی کے بادشاہ نے سفیر کو قتل کر کے جواب بھیجا۔³

غسان کے قاصد کو قتل کرنے اور وہاں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا ان کو قتل کرنے پر نبی پاک ﷺ نے ایک لشکر ان لوگوں کو سبق سکھانے کی وجہ سے بھیجا تھا وہ غزوہ موتہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔⁴

مسلمان جب فتح کے بعد واپس آئے تو تب کچھ باتیں سننے کو آئیں نصاریٰ کی جانب سے تب ۸ ہجری میں غزوہ تبوک کا واقع ہوا حضور علیہ السلام تک روم اور ان کے خلفاء عرب کی خبریں پہنچتی تھیں خلفاء عرب جن میں طحٰن، جذام اور نسان شامل ہیں اور یہ خبریں مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنے کی تھی، لیکن مسلمانوں کی آمد سے قبل روم اور اس کے حواری بھاگ گئے۔⁵

یہود و نصاریٰ کا اسلام کے خلاف رد عمل عہد خلفاء راشدین میں:

حضور کا وصال دس ہجری میں ہوئی، روم کے خلاف جنگ کے لیے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی جس کی قیادت اسامہ بن زید نے کرنی تھی، یہ لشکر سلطنت روم کے خلاف شام کے دور دراز علاقوں کے لیے تیار تھا، اس لشکر کی تیاری حضرت ابو بکر صدیق نے فرمائی اور اسی طرح خلفاء راشدین کے دور میں فتوحات اسلامی بڑھتی چلی گئی، مختلف ممالک میں جن نصرانی سلطنت کا راج تھا ان پر مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی، یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ سلطنت نصرانیہ میں رہنے والے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات اسلامی فتوحات کے بعد ایسا تھا کہ وہ نصرانی لوگ اس معرکہ کو آزادی کی جنگ شمار

¹ - ایضاً: ۳/۲۰۳

² - ایضاً: ۳/۲۰۵

³ - ہوبیدی، فہمی، مواطنون لازمیوں، الطبعة الرابعة، القاہرہ، مصر: دار الشروق، ۲۰۰۵ء، ص. ۲۰.

⁴ - ابن ہشام، امام عبد المالك محمد بن سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص. ۲۵۵.

⁵ - ابن کثیر، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، سن ۲۳، ص. ۲.

کرتے تھے، اور وہ سمجھتے تھے کہ روم یا نصرانی لوگ ان پر ظلم کرتے تھے جن سے مسلمانوں نے ان کو نجات دی۔ جب ابو عبیدہ کی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر وادی اردن میں پہنچا تو مسیحیوں کی طرف سے یہ پیغام دیا گیا کہ "اے گروہ مسلمین آپ ہمیں روم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ روم ہمارے دین میں سے ہیں، آپ ہمارے وفادار ہیں، آپ ہمارے لیے خوشحالی کی ضمانت ہیں، ہمارے اوپر ظلم کو روکنے والے ہیں، آپ ہمارے اوپر بہترین حکومت کرنے والے ہیں، لیکن روم ہمارے اور ہمارے قبائل پر غالب ہیں۔

شام کے نصاریٰ مسلمانوں کی مدد میں اور بڑھ گئے، جب انھوں نے مسلمانوں کا عدل ان کی وفا اور حسن سیرت کو دیکھا تو وہ مسلمانوں کے دشمنوں پر مسلمانوں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور مسلمانوں کے معاون بن گئے، جب مسلمانوں نے نصرانی قبیلے کی طرف صلح کے لیے وفد بھیجے تو وہ نصرانی لوگ مسلمانوں کیلئے روم کی سلطنت کے خلاف جاسوسی کرتے تھے۔¹ اسلام کا قافلہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا، مخالفین اسلام کا اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف خوف و خطرہ بغض و عناد بھی بڑھتا گیا، عہد فاروقی میں جب مسلمانوں نے یروشلم اور شام کو فتح کر لیا جو اس وقت عیسائیوں اور یہودیوں کا مرکز تھا تو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی۔²

نصرانی قبائل جو کہ جزیرہ عربیہ کے اندر رہتے تھے ان کے اندر اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ لشکر اسلام کا سامنا کرتے، اکثر قبائل جو کہ بازنطینی سلطنت کے تابع تھے جب جبو کی جنگ ہوئی تو بزنطینی سلطنت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جب غزوہ تبوک میں مسلمانوں کے خوف سے رومی لشکر بھاگ کھڑا ہوا تو اس وقت مسلمان استطاعت رکھتے تھے کہ وہ مختلف قبائل کو اپنی حکومت میں شامل کریں سوائے ان قبیلوں کے جنہوں نے اپنے وعدوں اور میثاق کی خلاف ورزی کی۔ جیسے کہ نجران کے عیسائی جن کو حضرت عمر فاروق نے نکال دیا تھا۔³

نجران کے عیسائیوں کو حضرت عمر فاروق کے نکالنے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان کو سود کے معاملات کی وجہ سے نکالا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے انھیں اس لیے نکالا کہ حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ "عرب کی زمین پر دو دین نہیں ہو سکتے" رائج یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے انھیں اس حدیث کے پیش نظر نکالا۔

عباسی اور اموی دور میں مخالفین اسلام:

اموی دور میں اسلام کی حدود مشرق میں چین تک اور مغرب میں اندلس تک پھیلی ہوئی تھی اور فرانس تک اسلام روشناس ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے دومرتبہ دولت بزنطیہ کو شکست دی تھی۔ مسلمانوں نے دولت بزنطیہ کو توڑنے میں اپنی کاوشوں کو جاری رکھا۔ لیکن آہستہ آہستہ جب امراء اور مسلمان شہید

¹ - یوسف القرضاوی، مکتبہ الصحاح (قاہرہ: مکتبہ وجہ، 2009)، 25۔

² - سید ابوالاعلیٰ مودودی، "ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن" (نومبر 2013ء: 579)۔

³ - منصور عبد اللہ، لطائف بین نصاریٰ و حرکۃ الفتح الاسلامی فی الجزیرۃ الاسلامیۃ و الشام و العراق، الطبعة الأولى (دار الکتاب، المملكة العربیة السعودیة، 2000)، 38۔

ہوتے گئے تو یہ کاوشیں رک گئیں پھر اسلام دشمنوں نے امت اسلامیہ کے اندر پھوٹ ڈال کر ان کو مختلف فرقوں میں بانٹ دیا تب روم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شام پر حملہ کیا۔

روم کبھی مسلمانوں کی حکومت کو نہیں بھولا تھا جو انہوں نے روم اور ان کی اقوام پر کی تھی۔¹

چوتھی ہجری میں مسلمان عبد عباسی میں کمزور ہو گئے، مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ روم ایک رکاوٹ ہے جو مسلمانوں کو فتوحات سے روک رہی ہے، اور اسلام کے پیغام کو جو بشریت تک پہنچاتا ہے اس کو روک رہی ہے، روم نے مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کیا اور مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے آگے بڑھے اور روم کی یہ کامیابیاں اس وقت تحقیق پذیر ہوئی جب صلیبی حملوں کی سوچ عروج پذیر ہوئی۔²

اسلامو فوبیا منظم طریقے سے صلیبی جنگوں سے شروع ہوا، کیونکہ عیسائی دنیا کو فوج کی کثرت اور بے شمار وسائل کا کچھ فائدہ نہ ہوا مشہور مصنفہ راہبہ کیرن آرم سٹرانگ نے اعتراف کیا کہ اسلامو فوبیا کی تاریخ، صلیبی جنگوں سے ہی جاملتی ہے، "یعنی عیسائی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور خوف رکھنے کی تاریخ محفوظ اور مدون ہے۔

اسلامو فوبیا نائن الیون کے بعد:

یورپ کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مخالفانہ رویہ بیسویں صدی کی اختتام اور نائن الیون کے بعد اپنے عروج پر پہنچا، یورپ نے اسلامی تعلیمات اور اقدار کو اپنی تعلیمات اور اقدار سے کمتر سمجھنا شروع کر دیا، انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں، ان کا کہنا تھا کہ اسلام اور مسلم دنیا یورپی فکر و اقدار اور تہذیب کے ہم پایہ نہیں ہے۔ اس نظریہ کے تحت یورپ کے لوگ مسلمانوں پر اپنی حکمرانی قائم رکھنا چاہتے تھے جس کی وجہ سے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے حربے کرنا شروع کر دیئے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کو کچھ مہم جو دوں نے امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کیا (جو کسی بھی اعتبار سے اسلامی تعلیمات کے مطابق درست نہیں ہے) اس کے بعد یورپی اور مغربی طاقت نے اسلام اور مسلمانوں کو ان کی تاریخ، تہذیب، ثقافت عدل و انصاف کو تنقید کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ تب سے اب تک مسلمانوں کے مدارس، اسکولوں اور اسلامی مراکز پر حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔

یورپ "میں ایک ہی بات دہرائی جاتی ہے کہ اسلام "انتہا پسندی" کا ذریعہ ہے، یہ امریکہ میں مارچ ۲۰۰۲ میں ۲۵ فیصد لوگوں کی رائے تھی، جبکہ یہ ۲۰۱۴ میں یہ ۵۰ فیصد تک پہنچ گئی۔³

کیرن آرم سٹرانگ لکھتی ہیں کہ:

¹۔ مواطون لا ذمیون، ص: ۸۲

²۔ ایضاً، ص: ۸۳

³۔ "دی واشنگٹن پوسٹ"، 3 ستمبر 2015۔

"نائن الیون کی پانچویں برسی کے موقع پر پاپائے اعظم بینڈکٹ نے جرمنی میں جو تنازع بیان دیا اس نے اسلامو فوبیا کی لہر کو اور بڑھا دیا، اس سے یہی تاثر ملتا ہے کہ اسلامو فوبیا کی تحریک کو فروغ مل رہا ہے، اور یورپ ایک نئی صلیبی جنگ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔"¹

یورپ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تضحیک کی جارہی ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے، کیونکہ یورپ کے لوگوں کو پتا ہے کہ مسلمان رسول پاک ﷺ اور ان کی تعلیم سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لیے یورپ کے حکمران، دانشور، فنکار، مصنف، ادیب ہر وقت ہر زمانے میں اللہ کے رسول ﷺ پر ریک حملے کرنے میں پیش پیش ہیں۔ منگمری واٹ² نے اکتوبر ۲۰۰۴ء میں نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالنے کے حوالے سے یورپ کے تاریخی کردار کے بارے میں لکھا ہے:

"تاریخ کی کسی بھی بڑی شخصیت کو اتنا تک آمیز طور پر یورپ میں پیش نہیں کیا گیا جتنا محمد ﷺ کو کیا گیا۔"³

یورپ میں اس فضا کو پروان چڑھایا جا رہا ہے گویا "اسلام اور مسلمانوں سے متعلق ہر چیز کا دوسرا نام انتہا پسندی ہے" دنیا میں جہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہیں ان کی شہریت پر سوالات ان کے پاسپورٹ پر شکوک، نقاب و حجاب میں ملبوس عورتیں شک و شبہات کا شکار ہیں، جس مذہب کو سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے وہ اسلام ہے CSEW (کرائم سروے فار انگلینڈ اینڈ ویلز) کی تحقیق کے مطابق نفرت اور عداوت کا شکار سب سے زیادہ مسلمان ہیں۔

مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے، نائن الیون کے بعد مسلمانوں پر تشدد کے بے شمار واقعات ہو گئے ہیں، CAIR کے مطابق امریکہ میں ۲۰۰۵ کے دوران ۱۹۷۲ جب کہ ۲۰۰۶ میں ۲ ہزار ۴ سو ۷۲ حادثات اور حملے مسلمانوں پر ہوئے۔

اس چیز کو اگر دیکھا جائے تو نائن الیون کے بعد اگر مغرب میں کسی مسلمان سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا ہے تو اس کو شک کی نگاہوں کے ساتھ قانون کا دائرے میں لیا جاتا ہے، اسلام پر انگلیاں اٹھائی جاتیں، اس کے برعکس کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والے سے کوئی غلطی یا خطا سرزد ہو جاتی تو صرف اس کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔

¹ - کیرن آرم اسٹرنگ، "ایضاً" (3 ستمبر 2004)، 80۔

² - منگمری واٹ سکاٹش مورخ، مستشرق اور انگلی کی نیت پادری اور پروفیسر تھے، ۱۹۶۴ تا ۱۹۷۳ء جامعہ ایڈنبرگ میں عربی زبان اور اسلامیات کے پروفیسر رہے، آپ کی پیدائش ۲۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو ہوئی اور آپ کی وفات ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو ہوئی آپ کی عمر ۹۷ برس ہے آپ کا مذہب مسیحی ہے، مزید تفصیلات کیلئے۔ (<http://data.bnf.fr/ark:/12148/cb119289340>)

³ - منگمری واٹ، Muhammad at Mecca (لندن: Oxford University Press, 1953)، 52۔

فصل دوم:

اسلاموفوبيا کے اہداف و مقاصد

یورپ میں اسلاموفوبیا کے اہداف و مقاصد

یورپ میں اسلاموفوبیا کے اہداف و مقاصد میں سب سے اہم مقصد ہی یہ تھا کہ یورپ اور مغربی دنیا میں بڑھتے ہوئے اسلام کے غلبے پر بند باندھا جاسکے اس طرح تحریک کی بنیاد ہی اسلام کو جڑ سے اکھاڑ دینے کیلئے ہوئی۔ اس لیے اسلام دشمن قوتوں نے اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی پوری کوشش جاری رکھی جواب تک بھی جارہی ہے۔ دشمنان اسلام نے اس تحریک کے ذریعے قرآن کریم پر اعتراض، قرآنی نص پر اعتراض کیا، احادیث پر اعتراض اور حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کی سیرت پر اعتراض کیا۔ درحقیقت دین اسلام کی دشمن قوتیں اسلام کے غلبے سے خوفزدہ ہیں اور یورپ میں بڑھتے ہوئے غلبہ اسلام نے انہیں مشکلات میں مبتلا کر دیا، یہی وجہ ہے کہ دشمنان اسلام من گھڑت باتیں پھیلا کر اپنی عوام الناس کو اسلام سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام پر بلا وجہ کے اعتراضات ہیں۔ قرآن کریم پر اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کو قرآن کریم اپنے لیے بڑا خطرہ نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم تثلیث (Trinity) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ (Son of God) ہونے اور انہیں صلیب دیے جانے کی نفی کرتا ہے۔ اس لیے وہ قرآن کریم کو اپنے لیے چیلنج سمجھتے ہیں اور اسلام دشمن قوتیں اس بات کا اعلان کرتی ہیں کہ جب تک یہ کتاب مسلمانوں کے اندر موجود ہے تب تک اس دین کو ڈھیر نہیں کیا جاسکتا اور یہ دین اپنے مقصد میں بڑھتا جائے گا اور ہمیں پسپائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دشمنان اسلام کے اعتراضات کی کوئی حد ہی نہیں انہوں نے قرآن کریم کی نص، وضاحت و بلاغت پر اعتراضات کیے، اور رسم قرآنی پر بھی اعتراض کیا اس کے ساتھ انہوں نے قرآنی الفاظ پر غیر عربی ہونے کا بھی الزام لگایا۔

اسلاموفوبیا کا بنیادی ہدف تو یہ ہے کہ کسی طرح اسلام کی دعوت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تاکہ اول تو اسلام کی دعوت دوسروں تک پہنچنے ہی نہ دی جائے اور اگر پہنچے بھی تو اسلام کا ایسا تاثر قائم کر دیا جائے کہ لوگ اس سے خوفزدہ ہو جائیں اور اس کے منفی پہلوؤں کو بنیاد بنا کر اسے قبول نہ کریں۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے قرآن، احادیث، سیرت اور اسلامی تہذیب کو خصوصی نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اسلاموفوبیا کے اہداف و مقاصد:

اسلاموفوبیا کے مندرجہ ذیل اہداف و مقاصد ہیں۔

- قرآن کریم پر اعتراضات
- احادیث نبویہ ﷺ پر اعتراضات
- سیرت طیبہ ﷺ پر اعتراضات

➤ اسلامی تہذیب پر اعتراض

➤ مسلمانوں کی وحدت اور انکے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا

قرآن کریم پر اعتراضات:

ابن وراق قرآن کو نشانہ بناتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ ایمان رکھنا کہ قرآن کلام الہی ہے سراسر غیر منطقی اور خلاف عقل ہے، تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن میں بہت سے الفاظ اور پیرگراف ایسے ہیں جن میں خود خدا کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ قرآن تاریخی غلطیوں اور تنازعات سے بھرا پڑا ہے۔"¹

ہاملٹن گب کا خیال:

اسی طرح وحی کی حقیقت کے بارے میں ہاملٹن گب نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا گب نے وحی قرآنی کو 'Muhammad's Utterances' قرار دیا۔ اسکا یہ بھی کہنا تھا کہ مکی قرآن کا اسلوب بیان کاہنوں سے ملتا جلتا ہے اور مشرکین مکہ کے طعنہ دینے پر مکہ کہ وہ ایک کاہن ہیں پیغمبر اسلام نے اپنا اسلوب تبدیل کر لیا۔²

رسم قرآنی پر اعتراض:

آر تھر جیفری نے کہا کہ مصحف عثمانی چونکہ نقاط، اعراب اور حرکات سے خالی تھا لہذا ایک ہی لفظ کو ایک قاری 'یعلمہ' پڑھتا ہے اور دوسرا 'نعلمہ' کچھ اسے 'تعلمہ' پڑھتے ہیں تو کچھ 'بعلمہ' یہی بات اس سے پہلے گولڈزیہر بھی کر چکا تھا اس سے انکا مقصد یہ ہے کہ قرات قرآنیہ رسم کے تابع ہیں یعنی رسم سے جتنی قرات نکل سکتی تھیں وہ قراء نے نکال لیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ رسم، قرات کے تابع ہے۔ ابن مقسم کا موقف (متوفی 354ھ) کا خیال یہ تھا کہ اگر کسی قرات کی گنجائش مصحف کے رسم نکلتی ہو اور عربی زبان کے قواعد کے موافق ہو خواہ اسکی سند نہ بھی ہو تو ایسی قرات جائز ہے جبکہ ابن شبنوذ (متوفی 328ھ) کا موقف یہ تھا کہ محض سند پر اعتماد کرنا چاہیے یعنی اگر کسی قرات کی سند مل جائے تو چاہے وہ رسم مصحف کے مطابق نہ بھی ہو تو اسے پڑھنا جائز ہے۔³

¹ - Ibn Warraq, *Why I Am Not a Muslim* (New York: Prometheus Books, 1995), 56.

² - H.A.R. Gibb, *Muhammadanism: An Historical Survey* (London: Oxford University Press, 1950), 36-47.

³ - عبد الفتاح اسماعیل ثعلبی، رسم المصحف واوصاف المستشرقین فی قراءات القرآن الکریم: دو الفہما (جدہ: دار المناہجہ، [سال]، 31)۔

قرآن کریم کے کلام الہی پر اعتراض:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكُ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ﴾¹

ترجمہ: اور کہنے لگے کفار کہ نہیں یہ (قرآن) مگر محض بہتان جو گھر لیا ہے اس نے اور مدد کی ہے اس کی اس معاملہ میں ایک دوسری قوم کی "

﴿وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾²

ترجمہ: "کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص تلاوت کرتا ہے وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔

﴿إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ﴾³

ترجمہ: "اس کو ایک آدمی سیکھاتا پڑھاتا ہے"

قرآن کریم پر اعتراض کرنے والوں میں جارج سیل کا نام بھی سر فہرست آتا ہے۔ جارج سیل نے اپنی تصنیف میں قرآن کریم کو حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین سے ثابت کرتے ہوئے لکھا کہ:

"کلام میں لفاظی حاضرین کے ذہنوں پر جو زبردست اثر ڈالتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ اس سے بے خبر نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صرف یہ کہ اپنے نام نہاد الہامات میں اسلوب بیان کے اس وقار اور رفعت کو قائم رکھنے کیلئے اپنی پوری صلاحیتیں استعمال کیں۔ جو اس ذات کی شان کے شایان شان ہو جسکی طرف وہ انکو منسوب کرتے ہیں اور اس اسلوب کو اختیار کیا ہے جو عہد نامہ قدیم کے پیغمبرانہ اسلوب سے ہم آہنگ ہو سکے بلکہ انہوں نے فن بلاغت کے دیگر اصولوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اس میں وہ اس حد تک کامیاب ہوئے انہوں نے اپنے مخالفین کے اذہان کو یوں گرویدہ کیا کہ انکے کئی مخالفین نے اسے سحر کا اثر قرار دیا۔"⁴

جارج سیل کا ایک اور تخیل:

قرآن حکیم میں بیان ہونے والے کئی کہانیاں یا ان کے کچھ حالات عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ جدید سے لیے گئے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہانیاں ان غیر مستند انجیلوں اور روایات سے لی گئی ہیں جو اس دور کے یہودیوں اور عیسائیوں میں مروج تھیں، ان کہانیوں کو بائبل کے بیانات کے برخلاف حقائق کے شکل میں قرآن میں پیش کیا گیا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے صحف سماوی میں تحریف کر دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ قرآن میں ایسے بیانات یا تو کلیۃً مفقود ہیں

¹ - الفرقان: 4

² - الفرقان: 5

³ - النحل: 103

⁴ - جارج سیل، The Koran (نیویارک: فریڈرک وارن اینڈ کمپنی، 1890)، 48۔

یا بالکل کم ہیں جو محمد ﷺ نے ابتدا پیش کیے ہوں جیسا کہ عام خیال کیا جاتا ہے، کیونکہ ان بیانات کے اکثر حصے کو قرآن سے پہلے مصادر میں آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔¹

جارج سیل کا آخری تخیل قرآن کے بارے میں:

"حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کے مصنف یا قرآن کو اختراع کرنے والے محمد ﷺ ہیں اگرچہ اس بات کا غالب امکان موجود ہے کہ اس منصوبے میں ان کو دوسرے لوگوں سے جو مدد ملی وہ کم نہ تھی جیسا کہ ان کے اہل وطن نے ان پر یہ اعتراض کرنے میں کوتاہی نہیں کی البتہ ان کو اس قسم کی مدد مہیا کرنے والے مخصوص شخص کے تعین میں ان کے مفروضے باہم اتنے متضاد تھے کہ یوں محسوس ہوتا کہ وہ محمد ﷺ کے خلاف اس الزام کو ثابت نہ کر سکے۔ یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ محمد ﷺ نے اس معاملے کو خفیہ رکھنے کیلئے اتنے اقدامات کئے ان کی وجہ سے اس راز کا انکشاف ممکن نہ تھا، ڈاکٹر پریڈونے اس مسئلے کی ایسی تفصیلات بیان کی ہیں جو زیادہ قرین قیاس ہیں لیکن یہ تفصیلات اکثر عیسائی مصنفین کی تحریرات سے لی گئی ہیں جو اپنے بیانات میں بعض بڑے مضحکہ خیز قصوں کو غلط ملط کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کسی اعتبار کے قاب نہیں رہے۔"²

آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) اپنی کتاب میں اپنے قارئین کو قرآن حکیم کا تعارف ان الفاظ میں کراتا ہے۔

"The Quran is the Scripture of Islam, it is called the Noble Quran, The Glorious Quran, The Mightily Quran, but never the Holy Quran save by Modern, western educated Muslims who are imitating the title holy bible it contains the substance of Muhammad's (PBUH) deliverances during the twenty odd years of his public ministry. It is clear that he had been preparing a book for his community which would be for them what the Old Testament for the Christians, but he died before his book was ready, and what we have in the Quran is what his followers were abet to gather after his death and issue as the corpus of this revelations."

قرآن اسلامی صحیفہ ہے، اس کو قرآن عظیم اور قرآن مجید وغیرہ کے ناموں سے تو پکارا جاتا ہے مگر اسے "Holy Quran" یعنی قرآن پاک نہیں کہا جاتا کچھ جدید دور کے مغرب کے تعلیم یافتہ مسلمان "Holy Bible" کے لقب کی نقل کر کے قرآن کو بھی "Holy Quran" یعنی قرآن پاک کہتے ہیں، یہ کتاب محمد ﷺ کے میں سالہ دور نبوت کے بیانات کے مجموعے پر مشتمل ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ محمد ﷺ ایک ایسی کتاب کی تیاری میں مصروف تھے جو مسلمانوں کے لیے وہی

¹۔ ایضاً

²۔ جارج سیل، The Koran (نیویارک: فریڈرک وارن اینڈ کمپنی، 1890)، 49۔

حیثیت رکھے جو یہودیوں کے لیے عہد نامہ قدیم اور عیسائیوں کے لیے عہد نامہ جدید کی ہے، لیکن اس کتاب کی تکمیل سے پہلے وہ فوت ہو گئے۔ آج قرآن کے اندر جو کچھ موجود ہے یہ وہ ہے جو ان کے پیروکاروں نے جمع کیا اور اسے محمد کے الہامات کے مجموعے کے طور پر شائع کر دیا۔

ڈبلیو مننگمری واٹ کا خیال:

ڈبلیو مننگمری واٹ کا انداز بالکل ہی نرالا ہے وہ قرآن حکیم کو انسانی ذہن کی اختراع ثابت کرنے کیلئے بہت کوشش کرتا ہے کبھی وہ قرآن کریم کو نزول قرآن کے وقت جزیرہ عرب کے سیاسی سماجی اور معاشی حالات کا رد عمل قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ اس کتاب مبین کو حضور ﷺ کے تخیل کا کرشمہ قرار دیتے ہیں اور کبھی قرآن کریم کے تعلق عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں، ان تمام باتوں میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان کی کسی حرکت سے یہ محسوس نہ ہو کہ وہ اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں۔

ان کے انداز فکر کو ملاحظہ فرمائیں، وہ قرآن کریم کو زمانے کے ماحول کا رد عمل ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"it is automatic that the new religious movement of Islam must somehow or other have arisen out of the conditions in Mecca in Muhammad's (PBUH) time. A new religion cannot

come into being without a sufficient motive in the experience of Muhammad (PBUH) and his early follower there must have been some need which was satisfied by the practices and doctrines of the embryonic religion.¹"

ترجمہ: (یہ بات مسلم ہے کہ نئی مذہبی تحریک کسی نہ کسی طریقے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سکے کے حالات سے ابھری ہوگی۔ نیا دین کسی معقول محرک کے بغیر وجود میں نہیں آتا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ابتدائی پیروکاروں کے تجربے میں ضرور کوئی ایسی ضرورت ظاہر ہوئی ہوگی جس کو اس ناپختہ مذہب کے عقائد اور اعمال کے ذریعے پورا کیا گیا)۔

ڈبلیو مننگمری واٹ کا ایک اور تخیل:

"For Muslim Tradition the Quran is thus the word or Speech of God, and Muhammad (PBUH) himself must also have regarded in it this way, moreover the must have been

¹ - آر تھر جیفری، اسلام، محمد اینڈ ہز لہجین (انڈیا: بالیس میرل ایجوکیشنل پبلیشنگ، 1989)، 47۔

convinced that he was able to distinguish between his own thoughts and the message the was sincere does not came to him from outside himself. To say that Muhammad (PBUH) imply that he was correct in his beliefs. A man may be sincere but mistaken. What seems to man to come from outside himself, may actually come from his unconscious.¹

ترجمہ: (مسلمانوں کی روایت کے مطابق قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد ﷺ نے خود بھی یہی سمجھا ہو گا۔ مزید برآں یہ بھی ممکن ہے کہ محمد ﷺ اعتقاد رکھتے ہوں کہ وہ اپنی ذاتی خیالات اور وحی میں تمیز کر سکتے ہیں، جو خارج سے ان پر نازل ہوتی ہے، محمد ﷺ کو مخلص کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے عقائد پر ٹھیک راستے پر تھے، ممکن ہے کہ ایک آدمی مخلص ہو مگر اس کے باوجود غلطی پر ہو۔ انسان جن خیالات کو خارج سے آتا ہوا محسوس کرتا ہے ممکن ہے وہ خیالات دراصل اسکے اپنے لاشعور سے ابھرے ہوں)۔

منٹگمری واٹ کا ایک اور تخیل:

"The conclusion of this matter is that Muhammad (PBUH) received this knowledge of Biblical conceptions in general from the intellectual environment of Mecca and not from reading or from the communication of specific individuals. Islam thus in a sense belongs to the Judeo-Christian tradition because it sprang up in a milieu that was permeated by biblical ideas."²

"نہیں اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ محمد ﷺ نے بائبل کے نظریات کا علم (چند کہانیوں کی تفصیلات کو چھوڑ کر) مکہ کے ذہنی ماحول سے اخذ کیا تھا یہ علم آپ ﷺ نے کوئی کتاب پڑھ کر یا کسی مخصوص شخص کے ساتھ رابطہ کے ذریعے حاصل نہ کیا تھا، اس لیے ایک لحاظ سے اسلام کا تعلق یہودی اور عیسائی روایت کے ساتھ ہے کیونکہ یہ دین اس ماحول سے ابھرا ہے جس میں بائبل کے نظریات سموئے ہوئے تھے"

احادیث نبویہ ﷺ:

عصر حاضر میں احادیث کے مجموعے پر اعتراضات کے ذریعے سے اسلامو فوبیا کے متاثرین اپنے اہداف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس حوالے سے آر تھر جعفری لکھتا ہے:

¹ منٹگمری واٹ، محمد ﷺ: پرافٹ اینڈ سٹیس مین (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1961)، 16-17۔

² منٹگمری واٹ، محمد ﷺ: پرافٹ اینڈ سٹیس مین، 41۔

تاہم پیغمبر ﷺ کے وصال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ دینی اور سماجی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی ہدایت موجود نہیں، لہذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں جو پیغمبر ﷺ نے اپنی زبان سے کہیں یا آپ ان پر عمل پیرا ہوئے یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر ﷺ کے اقوال یا افعال ہیں، صحیح، جزدی طور پر صحیح اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔ حدیث کے چھ مجموعوں کو مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر احادیث وہ تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا، اس لیے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لیے غیر مستند مجموعوں کی احادیث پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ لیکن اسلام کے مطالعے کے لیے ان احادیث کی بھی اہمیت تھی جو مسلمانوں نے خود گھڑی تھیں اور انھیں محمد ﷺ کی طرف منسوب کر دیا تھا۔ بلکہ ایسی موضوع احادیث کو بعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے۔ جو سچ مچ پیغمبر ﷺ سے منقول ہیں۔¹

ول ڈیوارن کا ان احادیث کے متعلق جن میں حضور پاک ﷺ کی شان معجزانہ کا ذکر ہے ان کے بارے میں نظریہ:

"بہت ساری احادیث نے مذہب اسلام کو ایک نیا رنگ دے دیا ہے، محمد ﷺ نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ان کے پاس معجزات دکھانے کی قوت ہے، لیکن سینکڑوں احادیث ان کے معجزانہ کارناموں کا پتہ دیتی ہیں کہ کس طرح انھوں نے اس کھانے کو ایک مجمع کو سیر کیا جو صرف ایک آدمی کے لیے بمشکل کافی تھا؟ ایک دعا سے آسمان سے بارش اتارتے اور دوسری دعا سے اسے روک دیتے تھے۔ وہ ایک بے شیر بکری کی کھیری کو ہاتھ لگاتے اور وہ دودھ دینے لگتی، بیمار ان کے کپڑوں یا تراشیدہ بالوں کو چھو کر ٹھیک ہو جاتے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اکثر احادیث عیسائی تعلیمات کے زیر اثر تشکیل پذیر ہوئیں ہیں، دشمن کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دی گئی حالانکہ محمد ﷺ کا موقف سخت تر تھا، خدا کے حضور دعا کا تصور بائبل سے لیا گیا، کاشتکار، شادی کے مہمانوں اور انگور کے کھیت کے مزدوروں کی تمثیلیں محمد ﷺ کی زبان سے ادا کروائی گئی، مختصر یہ کہ خوبیوں کے باوجود انھیں ایک بہترین عیسائی کے روپ میں پیش کیا گیا۔"²

سیرت طیبہ ﷺ پر اعتراضات:

نبی ﷺ کی سیرت سے غزوات کے واقعات کو اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے عام بادشاہوں کی مانند محض اپنی طاقت کا سکھ جمانے کے لیے مختلف جنگیں کی ہیں۔ اسی سوچ کو پھیلاتے ہوئے پر ایک یہودی علامہ خیام المرئی اپنی

¹ - آر تھر جیفری، اسلام، محمد اینڈ ہز ریلیجن (انڈیا: بالیس میرل ایجو کیشنل پبلیشنگ، 1989)، 11-12۔

² - ول ڈیوارن، "سچ آف نبیہ (نیو یارک: 1950)، 211-212۔

ٹویٹ میں لکھتا ہے کہ "پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں محمد اور عرب فاتحین کے جتنے آزاد ذرائع سے شواہد ملتے ہیں، ان میں محمد بطور خونریز عرب کے دکھائی دیتے ہیں۔¹

اسلام دشمنوں نے ہر اس چیز پر اپنی ساری قوتیں صرف کی جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ اسلام کو تقویت پہنچاتی تھی۔ تب اسلام دشمنوں نے سیرت رسول پاک ﷺ کے اوپر بے شمار حملے کئے تاکہ مسلمان حضور پاک ﷺ کی سیرت سے متنفر ہو جائیں، اور یہود و نصاریٰ کے دین پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اسلام دشمنوں نے حضور پاک ﷺ کی خاندانی وجاہت کو ختم کرنے کے لیے مختلف مفروضے قائم کئے ان مفروضوں میں ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کا حضرت اسماعیل سے تعلق، آپ کے پیروکاروں کی خوش اعتقادی کیا ختراع ہے۔

○ دوسرا مفروضہ حضرت اسماعیل کی نسل سے ہونا کوئی فخر کی بات نہیں کیونکہ وہ خود ایک لونڈی کی اولاد تھے۔

○ تیسرا مفروضہ مکہ کہ قبائل میں خاندان بنو ہاشم کی کوئی اہمیت نہ تھی۔²

مخالفین اسلام کے تخیلات سیرت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں:

"یہ خواہش کہ مذہب اسلام کے پیغمبر ﷺ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد خیال کیا جائے اور غالباً یہ کہ حضرت اسماعیل کی نسل میں سے ثابت کیے جائیں، آنحضور ﷺ کو اپنی زندگی میں پیدا ہوئی۔ اور اس کے لیے آپ ﷺ کے ابراہیمی نسب نامے کے ابتدائی سلسلہ گھڑے گئے اور حضرت اسماعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے نصف یہود یا در نصف عربی سانچے میں ڈھالے گئے۔"³

منگمری واٹ حضور پاک ﷺ کو رضاعی ماں کے سپرد کرنے کا سبب آپ کی تقسیم کو قرار دینا ہے وہ لکھتا ہے کہ:

"The fact that Muhammad (PBUH) was a posthumous child may, of course have been part of the reason of sending him to a wet-nurse"

یہ حقیقت کہ محمد ﷺ پیدا ہوئے تھے آپ ﷺ کو مرضعہ کے سپرد کرنے کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب ہو

سکتا ہے۔⁴

نیز لکھتے ہیں:

¹ - Khayam Ma, "Content of the tweet if relevant," Twitter, February 2, 2019, 8:29 AM, <https://twitter.com/KhayamMa>.

² - پیر محمد کرم شاہ الاذہری، ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1418ھ)، ج 7، 217۔

³ - محمد احسان الحق سیلمانی، رسول مبین ﷺ، 94، بحوالہ حیات محمد از ولیم میور مقبول اکیڈمی، لاہور 1993، ص: 94۔

⁴ - منگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ (برطانیہ: ایڈنبرگ یونیورسٹی پریس، 1988)، 47۔

"مذکورہ آیت کا ایک حصہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اگر تم اپنے بچوں کو مرضعہ کے حوالے کرنا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، لاجناب علیکم اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ بعض حلقوں کی طرف سے رضاعت سے اس عمل پر تنقید کی جاتی تھی اور محمد ﷺ کو اس بات کا احساس تھا۔¹

اس کے بعد وہ ایک نتیجہ یہ نکالتے ہیں:

"Psychology teaches us the importance of the painful experience in the first two or three years of the life. The absence of a father must have produced a sense of deprivation in Muhammad (P), and the real experience of poverty as a young man may well have nourished the sense of deprivation"

"علم نفسیات ہمیں زندگی کے ابتدائی دو یا تین سالوں کے دردناک تجربات کی اہمیت سے آگاہ کرتا ہے، باپ کے نہ ہونے سے محمد ﷺ کے دل میں احساس محرومی نے جنم لیا ہو گا اور بچپن اور لڑکپن کی غربت کے تجربات نے اس احساس کو تقویت دی ہو گی۔"²

منگمری واٹ کا ایک اور تخیل:

"His powers under the constitution are so light that they cannot have been much less at the beginning of his residence in Medina"

"میشاق مدنیہ میں آپ ﷺ کے اختیارات اتنے معمولی تھے کہ آپ کی مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں اس سے کم اختیارات کا تصور کہیں بھی نہیں کیا جاسکتا۔"³

البتہ آپ ﷺ مدینہ کے خود مختار حکمران ہونے سے کوسوں دور تھے، آپ ﷺ متعدد اہم آدمیوں میں سے ایک تھے۔ مدنی زندگی کے پہلے سال میں غالباً کئی دوسرے آدمی آپ کی تعلیم سے زیادہ بااثر تھے۔ میثاق مدینہ کی یہ شق کہ، تنازعات کی شکل میں آپ کی طرف رجوع کیا جائے گا بذات خود آپ کے زیادہ بااختیار ہونے کا ثبوت نہیں جب تک کہ آپ ﷺ تنازعات کا فیصلہ اپنی بصیرت اور عقلمندی سے اس طرح نہ کرتے کہ دو عام لوگوں میں مقبولیت حاصل کر لیتا۔⁴

تعداد ازواج کے سلسلے میں دشمنان اسلام آپ ﷺ پر اعتراضات کرتے ہیں،

۱۔ اولادہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت کو خواہش پرستانہ تعلیم دے کر اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔

¹۔ منگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ، 47۔

²۔ ایضاً، ص: 50، 51۔

³۔ منگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، ص: 228۔

⁴۔ منگمری واٹ، محمد، پرنٹ اینڈ سٹیلز مین (آکسفورڈ، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1961)، 33۔

- ۲۔ ثانیاً وہ حضور پاک ﷺ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی امت کے مردوں کے لیے بیویوں کی جو حد مقرر کی، آپ نے خود اس پر عمل نہیں کیا اور اپنے لیے بیویوں کی تعداد کی کسی بھی حد کو قبول نہیں کیا۔
- ۳۔ وہ حضرت زینب بنت جحش سے حضور پاک ﷺ کی شادی کو ایک افسانہ محبت بنا کر پیش کرتے ہیں اور وہ اس طرح حضور پاک ﷺ کو بندہ خواہشات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلامی تہذیب پر اعتراض:

اسلام کی دعوت کو روکنے کے لیے اسلاموفوبیا کا ایک اور ہدف اسلامی تہذیب ہے جس کو ایسا شدت پسند بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ وہ دور جدید سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتی اس لیے ایسی تہذیب سے دور رہنا ہی عقلمندی ہے۔

تہذیبوں کے تصادم کے مصنف سیمون ہنگٹن کے بقول:

"مغرب کے لیے اصل مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی (Islamic Fundamentalism) نہیں بلکہ اسلام ہے۔ جو

اپنی ایک الگ تہذیب رکھتا ہے جس کے ماننے والے اپنی شناخت کی برتری کے قائل ہیں۔"¹

مسلمانوں کی وحدت اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا:

مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اسے پرآگندہ رکھنے کے موضوع پر لارنس براؤن اپنے خیالات کا اظہار کچھ ان الفاظ میں کرتا ہے۔

لارنس براؤن:

لارنس براؤن کے مطابق "اگر مسلمان کسی ایک عرب مملکت کی صورت میں متحد ہو جائیں گے تو اس طرح پوری دنیا کے لیے لعنت یا خطرہ بن جانے کا امکان بہت زیادہ بڑھ جائے گا یا ہم ان کے الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ شاید وہ اس طرح پوری دنیا کیلئے ایک بہت بڑی رحمت یا نعمت ثابت ہوں گے۔ لیکن اگر وہ منتشر اور پرآگندہ ہو کر رہیں (جیسا کہ وہ اب ہیں) تو دنیا میں نہ تو ان کا کوئی وزن ہو گا اور نہ ہی کوئی اثر یا تاثیر ظاہر کر سکیں گے" وہ اپنے بیان کو یوں ختم کرتا ہے۔

"پس ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم عربوں اور مسلمانوں کو منتشر اور پرآگندہ رکھنے کی کوششوں کو جاری رکھیں

تاکہ وہ اس طرح ہر طرح کی قوت و طاقت اور اثر و تاثیر کے بغیر ناکام و نامراد زندگی گزارنے میں مشغول رہیں۔"²

¹ - Samuel P. Huntington, *The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order* (New York: Simon and Schuster, 1994), 218.

² - جذور الجلاء، 202۔

روڈولف روڈی پارٹ:

جرمن مستشرق روڈولف روڈی پارٹ (1901-1983ء) Rudolf Rudi Paret کا کہنا ہے کہ ہماری تحریک کی جدوجہد کا مقصد دین اسلام کو باطل دین ثابت کرنا اور مسلمانوں کو دین مسیحیت کی طرف راغب کرنا ہے۔¹

روڈی پارٹ نے یہ بھی لکھا کہ ازمنہ وسطیٰ (Middle Ages) میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد علوم اسلامیہ کی طرف اسلئے متوجہ ہوئی کہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت کو مسخ کر سکے، کیونکہ انکا یہ ذہن بن چکا ہوا تھا کہ جو دین بھی مسیحیت کے خلاف ہے۔ اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی۔²

یورپی وزرائے خارجہ کی ایک اہم کانفرنس:

امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور اسے پرانگندہ رکھنے کیلئے 1907ء میں یورپی ممالک نے ایک بڑی اہم کانفرنس کی۔ اس کی صدارت برطانیہ کے وزیر خارجہ نے کی اس کانفرنس میں برطانیوی وزیر خارجہ کے خطاب کا خلاصہ کچھ ان الفاظ میں ہے۔

"بے شک یورپی تہذیب و ثقافت اور فکر و فلسفہ کو زوال و فنا اور اختلال انگیزی کے عوامل و عناصر کا خطرہ درپیش ہے لہذا ہماری اہم ترین ڈیوٹی ہے جسکی بہتر ادائیگی اور اس ادائیگی سے متعلق اسالیب و وسائل پر غور و خوض کرنے کیلئے ہم سب یہاں اکٹھے ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم اپنی اس تہذیب و ثقافت کو زوال و فنا کے درپیش خطرے سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟

اس طویل ترین کانفرنس نے اپنی تمام بحثوں کو ایک نقطے میں سمو دیا اور وہ یہ تھا کہ یورپی یا مغربی تہذیب و ثقافت کیلئے سب سے بڑا خطرہ صرف اور صرف مسلمان ہیں لہذا اس خطرہ کا سدباب کرنے کیلئے جو قرارداد پاس کی گئی وہ یہ تھی۔

"ایک ایسا پروگرام یا منصوبہ وضع کیا جانا چاہیے اور اس میں ہم سب کی عملی و فکری کوششوں کو کھپا دیا جانا چاہیے۔ ہمیں مشرق وسطیٰ کی مسلمان ریاستوں یا علاقوں کو کبھی ایک مرکز پر متفق یا متحد نہیں ہونے دینا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کا متحدہ مشرق وسطیٰ یورپ کیلئے بمعہ اسکی تہذیب و ثقافت کے لیے ایک مستقل خطرہ بنا رہے گا۔

مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہے کہ دشمنان اسلام کس قدر اسلام کے غلبے سے خوفزدہ ہیں اور اسلام کو اور مسلمانوں

کو توڑنے کی کوشش میں کیسے سرگرداں ہیں۔"

¹ - الاستشراق الاسرائیلی فی المصادر العبریة، 23۔

² - اسماعیل محمد بن علی الدکتور، الاستشراق بین الحقیقۃ والتفصیل (مصر: النشر والتوزیع)، 28-29۔

مسلمانوں کے اندر دین کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کرنا:

اسلاموفوبیا تحریک کا مقصد ہی مسلمانوں کے ذہنوں میں دین اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔ اس تحریک کے اولین مقاصد میں ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں کو پر اگندہ کیا جائے اور دین اسلام سے بدظن کیا جائے۔ انہوں نے اس کام کیلئے کئی ادارے بھی مختص کیے جن کا مقصد محض مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات کے بارے میں شکوک اور قرآن کریم کے الہامی و آسمانی کتاب ہونے پر شک و شبہ پیدا کرنا ہے۔

اس حوالے سے چند ایک یورپی مفکرین کے اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

العاملین المسیحین بین المسلمین: (CHRISTIAN WORKERS IN ISLAMIC WORLD) کی رپورٹ کے مطابق "مسیحی کارکنوں کا فرض ہے کہ ہم اسلام کے خلاف تمام ممکنہ فکری و روحانی طریقوں کو بروئے کار لا کر مسلمانوں کے اندر اسلام کے بارے میں پائے جانے والے اس ایمان و یقین کو پارہ پارہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اس پالیسی کو عالم اسلام میں جاری کرنے اور پھر اس کو جاری رکھنے کیلئے ایسے مبشرین کی کتابیں اور دوسرا لٹریچر شائع کرتے رہنا جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی رسالت و سیرت اور قرآن کریم کی محفوظیت و حافظیت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہوں۔"¹

ولیم کلیئر نژڈال:- (1859ء-1928ء)

ولیم کلیئر نژڈال برطانوی مستشرق ہے۔ کلیئر نژڈال کی کتاب "The Original Sources of the Quran" یعنی "قرآن کریم کے اصلی مصادر" یہ چھ ابواب پر مشتمل کتاب ہے اسکا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ قرآن کریم وحی الہی یا آسمانی کتاب نہیں ہے اور یہ کتاب دور جاہلیت کے عرب مذاہب، عیسائیت، یہودیت، صابیت، حنفیت اور دین زرنشت کے افکار و اعمال کا منصوبہ ہے۔

ولیم کلیئر نژڈال نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دیا۔ تیسرے باب میں اس نے یہ ثابت کیا کہ دین اسلام اور قرآن کریم کا دوسرا بڑا مقصد یہودی اور صابی افکار و اعمال ہیں اس نے تیسرے باب کا عنوان "Influence of Sobian and jewish Ideas and Practices"²

¹ - مصطفیٰ خالدی، التبشیر والاستعمار، 191۔

² - The Original Sources of the Quran, 14.

ولیم کلیر نژدال کا یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام نے ایمان، جنت، جہنم، فرشتوں، شیاطین، توبہ اور جبرائیل وغیرہ کے تصورات، یہودیت سے لیے ہیں۔ اسکے الفاظ یہ ہیں۔

Faith, Repentance, Heaven and Hell, the Devil and his Angels, the heavenly Angels, Gabriel the Messenger of God, are specimens acquired from some Jewish source, either current or ready for adoption. Similarly familiar were the stories of the fall of man, the flood, the destruction of the cities of the plain, so that there was an extensive substratum of crude ideas boarding upon the spiritual, ready to the hand of Muhammad.¹

اس کا خیال یہ تھا کہ یہود چونکہ عرب معاشرے میں عام تھے لہذا پیغمبر اسلام ان کے عقائدہ نظریات اور مذہب سے اچھی طرح واقف تھے پس پیغمبر اسلام نے یہودیوں میں اپنے نئے مذہب کی قبولیت پیدا کرنے کیلئے ان کے دین سے کئی ایک چیزیں اپنی کتاب میں شامل کیں۔

یونیسکو کے زیر اہتمام ایک ضخیم انسائیکلو پیڈیا تیار کیا جسکی تیسری جلد کی دسویں فصل میں ایک مقالہ نگار نے اسلام کے بارے میں زیر افشانی کی حیرت اس بات کی ہے کہ ایک بین الاقوامی ادارے نے کس طرح اسے بغیر تحقیق کے شائع کر دیا۔ اسکے چند نقاط ملاحظہ فرمائیں۔

- قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو کہ بلاغت و فصاحت سے بالکل خالی ہے۔
- احادیث کو حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کے وصال کے صدیوں بعد ادھر ادھر سے اکٹھا کر کے حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کے نام سے منسوب کر کے انہیں عالم اسلام میں پھیلا یا گیا۔
- اسلامی معاشرہ میں عورت کی قطعاً کوئی قدر و قیمت نہیں۔
- اسلام کی تشکیل و ترکیب میں یہودیت، مسیحیت اور عرب بت پرستی نے مرکزی کردار انجام دیا اور ان اجزاء و عناصر کے باہمی اشتراک سے اسلام ایک عجیب و غریب قسم کا منصوبہ بن گیا ہے۔
- اسلام نے ذمیوں پر جزیہ اور خراج عائد کر کے ان پر ناقابل برداشت بوجھ ڈالا ہے۔²

² صحیحہ احمد بن الاسلامی، 44، شمارہ 7 (جولائی 1977): 8۔

مندرجہ بالا نقاط سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے بارے میں کس قدر کینہ پرور ہیں اور اسلام کے خلاف کس قدر انکے سینوں میں بغض ہے۔ اور وہی بغض انکے الفاظ اور تحریر سے صاف صاف عیاں ہوتا ہے۔ اور پھر ستم یہ ہے کیسے ایک عالمی ادارہ ہر احساس سے عاری ہو کر اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے بارے ہمارے معاشرے کے بارے میں کذب و افتراء سے کام لے رہا ہے۔

اسلاموفوبیا کے خصوصی مقاصد

اسلاموفوبیا کے اہداف اور مقاصد مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ معاشرتی، سیاسی، اور اقتصادی عوامل سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہاں کچھ اہم پہلو بیان کیے جا رہے ہیں:

1 مسلمانوں کی سماجی تنہائی:

اسلاموفوبیا کا ایک مقصد مسلمانوں کو معاشرتی طور پر تنہا کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ اپنی ثقافت اور شناخت سے دستبردار ہو جائیں۔

2 مذہبی تعصب:

اسلاموفوبیا مذہبی تعصب کو بڑھاوا دیتا ہے، جو کہ مسلمانوں کے بارے میں منفی خیالات کو فروغ دیتا ہے اور انہیں دوسروں سے الگ کرتا ہے۔

3 سیاسی مقاصد:

بعض سیاسی جماعتیں اسلاموفوبیا کو اپنے سیاسی ایجنڈے کا حصہ بنا کر مسلمانوں کے خلاف عوامی رائے ہموار کرتی ہیں، تاکہ وہ اپنی حمایت کو بڑھا سکیں۔

4 معاشرتی تقسیم:

اسلاموفوبیا مختلف مذہبی اور نسلی گروہوں کے درمیان تقسیم پیدا کرتا ہے، جس سے معاشرتی ہم آہنگی میں کمی آتی ہے۔

5 خوف و ہراس:

یہ ایک ثقافتی خوف و ہراس کا ماحول پیدا کرتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ مسلمانوں سے دور رہنے لگتے ہیں یا ان کے خلاف منفی رویے اپنانے لگتے ہیں۔

6 اقتصادی عدم انصاف:

مسلمانوں کے خلاف تعصب کی وجہ سے انہیں ملازمتوں اور کاروباری مواقع میں امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو کہ اقتصادی عدم انصاف کا باعث بنتا ہے۔

7 تعلیمی چیلنجز:

اسلاموفوبیا کی موجودگی کی وجہ سے مسلم طلبہ کو تعلیمی اداروں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس سے ان کی تعلیمی کامیابی متاثر ہوتی ہے۔

8 عالمی سطح پر اثرات: اسلاموفوبیا بین الاقوامی تعلقات میں کشیدگی کا باعث بن سکتا ہے، خاص طور پر جب مسلمانوں کی موجودگی والی ممالک میں اس کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے۔

9 مسلمانوں کی شناخت کو کمزور کرنا: اسلاموفوبیا مسلمانوں کی مذہبی اور ثقافتی شناخت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ وہ اپنی روایات اور اقدار سے دور ہوں۔ اسلام ایک متحدہ گوشہ نشین بے حس و حرکت گروہ ہے جو ترقی و تبدیلی جو قبول نہیں کرتا۔ اسلام ایک الگ اور اجنبی دین ہے جس کے اور دیگر ثقافتوں کے درمیان میں کوئی مشترک اقدار اور مقاصد نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ ان میں اثر ڈال دیتا ہے۔ اسلام مغرب سے بھی زیادہ گھٹیا دین ہے جو شدت پسند، بے تکی باتیں کرنے والا اور خواتین کے تئیں سخت ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو سختی اور دشمنی کی صفات سے متصف ہے جو خطرے میں دالنے والا ہے اور دہشت پسندوں کو مضبوط بناتا ہے اور مختلف ثقافتوں سے لڑنے میں طاق ہے۔

اسلام ایک ایسی سیاسی آئیڈیالوجی ہے جو سیاسی یا جنگی مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ درحقیقت مغرب دین محمد ﷺ کے تیزی سے بڑھنے کی وجہ سے اسلاموفوبیا میں مبتلا ہے۔ انہیں ڈر اس بات کی ہے کہ ان کا نوجوان طبقہ تیزی سے ہاتھ سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہو رہا ہے۔ اسی لئے وہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے اس سیلاب کو روکنا چاہ رہے تھے لیکن جب اسے روکنا ممکن نہ ہوا تو انہوں نے اسلام کا ایک خوفناک اور ہیبت ناک تصور اپنے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

خونخوار مرد، پردے میں لپیٹی ہوئی عورتیں، زنا پر سنگسار، چوری پر ہاتھ کاٹنے اور بے رحم معاشرے کی منظر کشی کی گئی۔ جعلی ویڈیوز بنا کر دنیا بھر میں اتنی بار دہرا دہرا کر جھوٹ بول کر ایک وحشت ناک سماں برپا کیا گیا، جس میں آخری کیل 11 ستمبر کی ڈھونک کر اسلاموفوبیا کی بھیانک عمارت کھڑی کر دی گئی۔

اسلام، نیشن اسٹیٹ کے نظریے کے برعکس ایک کل ارضی امت کا نام ہے جس سے یورپی تہذیب کو خطرہ ہے۔ یورپ اسلام کو اپنے سودی بینکاری نظام اور مادر پدر آزاد معاشرے کے لئے بھی خطرہ تصور کرتا ہے۔ لہذا یہ طاغوتی طاقتیں

جہاں اسلامی نظام کو پختہ دیکھتی ہیں، پوری قوت سے اس ملک پر حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ اسلامی دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہو جو مغربی دہشت گردی کا نشانہ نہ بنا ہو۔ افغانستان پر حملے کا جواز گھڑنا اسی سلسلے میں تھا۔ اس کے بعد عراق اور پھر 2010ء میں افریقہ کے ملک مالی پر فرانس کے ذریعے حملہ کروانا اسی لئے تھا کہ 90% مسلمان آبادی والے اس ملک میں عوام نے اسلام کے نفاذ کی حمایت کر دی تھی۔

اسلاموفوبیا کی اصطلاح مسلمانوں کی بجائے خود غیر مسلموں کی دی ہوئی ہے۔ فوبیا ظاہری طور پر کسی بھی قسم کے ذہنی عارضے میں مبتلا شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا اسلام کے خلاف ان لوگوں کی بڑھتی ہوئی نفرت کے سبب انہوں نے خود اسے یہ نام دیا۔

یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ نا صرف نوکریوں میں امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے بلکہ تعلیمی اور معاشی ترقی کے مواقع بھی انتہائی کم ہیں۔ نیز مسلمانوں پر یورپ میں اپنی ثقافت اور شخصی اظہار کے حوالے سے مزید سے مزید قدغنیں لگائی گئیں۔ یورپ نے کچھ ایسے لوگوں کو بھی اسلاموفوبیا کے لیے استعمال کیا جنہوں نے دین اسلام سے بغاوت کی۔ ان لوگوں نے جس طرح سے اسلام اور شعائر اسلام کو نشانہ بنایا، نعوذ باللہ توہین آمیز خاکے بنائے اور قرآن کی توہین کی، اس سے بھی اسلاموفوبیا کو تقویت ملی۔

پچھلے کئی سالوں سے انٹرنیٹ پر بھی جس طرح اسلام، مسلمانوں کی توہین، قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے، مسلم میڈیا اس حوالے سے ایک خاموش تماشا کی کاردار ادا کر رہا ہے۔ اسلاموفوبیا کی خبریں صرف سوشل نیٹ ورکنگ کی ویب سائٹس سے ملتی ہیں جن میں اسلاموفوبیا واچ، اسلاموفوبیا ڈے اور کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشن قابل ذکر ہیں۔¹

مختصر یہ کہ صلیبی اور صہیونی قوتوں کو اپنی مادر پدر آزاد بد تہذیبی کے مقابلے میں جس اسلامی تہذیب سے خطرہ ہے، اسے انہوں نے اسلاموفوبیا کے نام سے عوام الناس کے دماغوں میں بٹھا دیا ہے۔ اب جب کوئی اسلام اور شعائر اسلام کے خلاف نفرت کے اظہار کے لیے کسی مسلمان پر بڑے سے بڑا حملہ بھی کرتا ہے تو اسے (اسلاموفوبیا کا) ذہنی مریض کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مغرب میں ایسے واقعات تقریباً روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

¹ - مجلہ التمدن الاسلامی جلد 44، شمارہ 7، ص 8 جولائی 1977ء

حجاب پر پابندی:

یورپی ممالک میں حجاب کو شدید مخالفت کا سامنا رہتا ہے۔ ان کی نظر میں پردہ کرنے والی خواتین انتہا پسند اور تنگ نظر ہیں۔ برقع استعمال کرنے والی خواتین پر جملے کسے جاتے ہیں، اور انھیں دہشت گردوں کے قبیلے سے جوڑا جاتا ہے۔ 2004ء میں فرانس میں اسکولوں میں مسلم لڑکیوں کو سکارف کے ساتھ سکول میں داخلے کو ممنوع قرار دیا گیا۔ پھر 10 جنوری 2010ء کو ایک بل پیش کیا گیا جس میں ایک قانون بنانے کی سفارش پیش کی گئی کہ برقع پہن کر باہر نکلنے والی خواتین کو 750 یورو جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

جرمنی کی حکومت نے بھی ایسے قوانین بنانے کی کوشش کی جس سے کسی بھی مذہبی علامت کا تدارک ہوتا ہے۔ ایک عرصے تک جرمن میں یہی تاثر دیا گیا کہ اس ملک کی اقلیتوں کو مکمل آزادی حاصل ہے مگر عملاً اسلامی آئین و قوانین کے استثنائ کے ساتھ، یعنی مسلمانوں کو اپنی روایات یا اصول و ضوابط پر عمل کرنے کا حق نہیں۔

یکم جولائی 2009ء کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مصری خاتون مروۃ الشربینی کو جرمن عدالت میں مقدمہ کی سماعت سے پہلے ہی ایک روسی نژاد جرمن نے چاقو کے 16 وار کر کے شہید کر دیا۔ اس وحشیانہ قتل کے دو ماہ بعد تحقیق کاروں نے بتایا کہ قاتل کو اس بنا پر رہا کر دیا گیا کہ اس نے یہ فعل Xenophobia کی وجہ سے کیا اور وہ غیر یورپی اور مسلمانوں سے نفرت کرتا تھا اور مردہ کے حجاب نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔¹

جرمن جیسی معروف زمانہ منصف عدالت میں پولیس اور عملے کی موجودگی میں چاقو کے وار کرنا، یورپ کی اسلام دشمنی کو ظاہر کرتا ہے جبکہ اپنی بیوی کو بچانے کے جرم میں شوہر پر پولیس نے فائرنگ کر دی۔ اس واقعے پر مسلم دنیا کے بڑے احتجاج کے باوجود یورپی میڈیا نے اس خبر کو نظر انداز کر دیا۔

¹ صحابہ/الجمہور الاسلامی، شمارہ 7 (جولائی 1977): 8۔

فصل سوم:
اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب

یورپ میں اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب کو جانچنے سے قبل اس امر کا احاطہ کرنا بھی بر محل ہے کہ من حیث المجموع، اسلاموفوبیا کا وجود کب سے قائم ہے اور اس نظریہ کا نقطہ آغاز کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کی کھوج میں ہمیں تاریخ کے ان اوراق کی جانب رجوع کرنا پڑے گا جب سے وہ خاص نظریہ یعنی "اسلام" وجود میں آیا جس کے رد عمل کے طور پر اسلاموفوبیا نے جنم لیا۔ یہاں یہ امر واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ اسلام کا آغاز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے نہیں ہوا بلکہ انبیائے سابقہ جس دین پر عمل پیرا تھے اس کا نام گو کہ بطور خاص "اسلام" ذکر نہیں کیا گیا لیکن ان کے متبعین کو مسلمین وغیرہ کہا جاتا رہا ہے۔

دین کی اصولی تعلیمات اور بنیادی عقائد تو آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ایک طرح کے ہیں، صرف احکام شرعیہ میں فرق رہا ہے اور باعتبار عقائد، اسلام کا وجود آدم علیہ السلام کے زمانہ ہی سے رہا ہے، خواہ اسے اسلام کے نام سے موسوم نہ کیا گیا ہو۔ حقیقت دین یعنی دین رب العالمین کی حقیقت تو وہ چیز ہے جس پر انبیاء و مرسلین کا اتفاق ہے اور جس کے گرد تمام انبیاء نے پہرہ دیتے ہوئے کار نبوت سرانجام دیئے ہیں، اگرچہ ان تمام انبیاء و رسل میں ہر ایک کے لیے جداگانہ شریعت و منہاج ہے، فروعات مختلف ہیں۔ اسی لیے قرآن کریم میں شرعۃ یا منہاج کا لفظ راہ کے طور پر آیا ہے، منزل کے لیے نہیں آیا۔ ارشاد رب العزت ہے: "لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمَنْهَاجًا"۔¹ (تم میں سے ہر ایک فریق کے لیے ہم نے ایک شریعت ٹھہرائی اور طریقہ خاص)۔ گویا شریعت یا منہاج، دین کل نہیں ہیں بلکہ حصول منزل دین کے مقدس راستے و ذرائع ہیں۔ مقصود تو دین کی حقیقت ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے، اسے قادر مطلق اور معبود یکتا مانا جائے اور اس منزل تک رسائی کے لیے جو راستہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو عطا کیا گیا ہے وہ شریعت و منہاج ہے۔ یہ دین اسلام کی حقیقت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور اس کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائے۔ لہذا اسلام ہر زمانے کا دین ہے۔ دین اسلام پہلے اور پچھلے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا مذہب ہے۔ ارشاد رب العزت ہے: "وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ" (2) اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کرے تو اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو گا۔ یہ آیت ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لیے عام ہے۔ چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام،

¹ - المائدہ: 48

² - آل عمران: 85

ان کی اولاد، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری سب کا دین اسلام تھا جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت سے عبارت ہے۔

قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جن میں سابقہ انبیاء اور ان کے متبعین کے لیے اسی مصدر سے مشتق الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو مصدر لفظ اسلام کا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا: "وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" 1 (اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرمانبرداروں میں ہوں)۔ گویا حضرت نوح علیہ السلام نے "مِنَ الْمُسْلِمِينَ" کہہ کر اسی عقیدہ کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کیا جس کا نام اسلام تھا۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران جب دستِ دعا دراز کرتے ہیں تو ان کی التجا کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں یوں محفوظ فرمایا ہے کہ "وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ - رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ" 2 (ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے تو سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا مسلمان (فرماں بردار) بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم (یعنی فرماں بردار) ہو۔ گویا حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام "مسلمین لک" اور "مسلمۃ لک" کے الفاظ استعمال کر کے جو نظریہ طلب کر رہے ہیں وہ "اسلام" ہی ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ پر اللہ رب العزت نے پھر حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہما السلام کے متعلق فرمایا: "وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ - إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ لَقَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ - وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ" 3 (اور کون ہے جو ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو اور بے شک ہم نے ان کو دنیا میں بھی انتخاب کر لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکوں کے زمرے میں ہوں گے، جب ان سے ان کے پروردگار نے کہا کہ ہماری ہی فرماں برداری کرو تو جواب میں اس نے عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار کا فرماں بردار ہوا اور اس طریقے کی نسبت ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے اور یعقوب بھی کہ بیٹا! اللہ نے تمہارے اس دین کو تمہارے لیے پسند فرمایا ہے، پس تم مسلمان ہی مرنا)۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے فرمایا: "وَقَالَ مُوسَىٰ يَقُومُ إِنَّ كُنْتُمْ

¹ - یونس: 72

² - البقرہ: 127-128

³ - البقرہ: 130-131-132

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ" 1 (اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔ اگر تم مسلم ہو)۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی نشانیاں دیکھیں تو جادو گروں نے (ایمان لانے کے بعد) کہا: "رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ تَوَقَّنَا مُسْلِمِيْنَ" 2 (اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کے دھانے کھول دے اور فرماں برداری کی حالت میں ہمیں دنیا سے اٹھالے)۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک دعا بھی قرآن میں مذکور ہے جس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: "تَوَقَّيْ مُسْلِمًا وَّالْحَقِّيْ بِالصَّلٰحِيْنَ" 3 (مجھے بحالتِ اسلام دنیا سے اٹھا اور نیک لوگوں کے ساتھ میرا ساتھ کر)۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بلقیس نے کہا: "وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" 4 (میں سلیمان کے ساتھ اسلام لائی اس اللہ کے لیے جو عالمین کو پالنے والا ہے)۔ اسلام نامی نظریہ کی قدامت کا پتہ دیتی ایک اور آیت میں تمام انبیاء کی طرف سے مسلسل اسلام کی پیروی کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّسُوْلُوْنَ وَالْاَنْبِيَآءُ" 5 (انبیاء جو کہ سب اسلام والے تھے اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے یہودیوں کے لیے اور درویش اور علماء بھی)۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے پوچھا کہ کون اللہ کی خاطر میری مدد کرے گا تو جواب میں حواریوں نے جو کہا قرآن کریم نے اسے یوں بیان فرمایا ہے: "قَالَ الْخَوَارِیُّونَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ؕ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ؕ وَاَشْهَدُ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" 6 (تو حواریوں نے کہا ہم ہیں اللہ کے مددگار، ہم خدا کے ساتھ ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں)۔

اوپر دی گئی تمام آیات کی روشنی میں یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ خواہ شریعتیں مختلف ہوں لیکن تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے جس کا نام اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: "شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصَّیْ بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰہِیْمَ وَّمُوسٰی وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہٖ ؕ کَبُرَ عَلٰی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْہٖ ؕ" 7 (آپ کے لیے دین میں سے وہی شریعت ہے جس کی وصیت اس نے نوح علیہ السلام کو کی تھی اور اسی کی وحی اے پیغمبر! ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے جس پر چلنے کا حکم ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام

¹۔ یونس: 84

²۔ الاعراف: 129

³۔ یوسف: 111

⁴۔ النمل: 44

⁵۔ المائدہ: 44

⁶۔ آل عمران: 52

⁷۔ الشوری: 13

اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا اور وہ یہ کہ دین کو قائم کرو، اس میں تفرقہ نہ ڈالو، اے پیغمبر! جس بات کی طرف تم دعوت دیتے ہو وہ مشرکین کو شاق گزرتی ہے)۔ گویا دین میں شریعت وہی چلی آرہی ہے جس کا حکم سابقہ انبیاء کو دیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کریم نے سورہ مومنوں میں تمام انبیاء کو مخاطب کر کے انہیں امت واحدہ قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشترکہ اور واحد دین "اسلام" کے تشخص کو واضح کرتے ہوئے ان لوگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اس دین سے راہیں جدا کر لیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوَا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۖ وَإِنَّ هَذِهِ ۖ أَمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ"۔ الخ "1 (اے گروہ پیغمبراں! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے واقف ہوں۔ تمہاری یہ جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس مجھی سے ڈرو)۔

اس آیت مجیدہ سے یہ معلوم ہوا کہ امت واحدہ دراصل وہی ہے جو گروہ انبیاء کے مشترکہ و واحد دین پر عمل پیرا رہی۔ چونکہ ہم اسلاموفوبیا کی ابتداء کا احاطہ کرنا چاہ رہے ہیں اس لیے ضروری تھا کہ اسلام نامی نظریہ یا دین کی ابتداء کے متعلق بھی کھوج کی جائے جس کے خلاف مذکورہ فوبیا تخلیق کیا گیا ہے۔ یہاں تک یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ سلسلہ انبیاء کا مشترکہ ہدف دین کو قائم کرنا تھا اور یہ وہی دین ہے جس کا نام اسلام ہے اور اسی اسلام و متبعین اسلام کے خلاف نفرت، تعصب اور کسی قسم کے امتیازی رویہ کو اسلاموفوبیا کا نام دیا جاتا ہے۔

ابتداءً خلقت بشریت سے آج تک، ہمیشہ ایسے افراد اور گروہ پائے جاتے رہے ہیں جو ہادیان الہی اور واقعی مصلحین کی مخالفت کے لئے سامنے آتے اور ان کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کرتے رہے ہیں۔ ان کے سبب انبیائے کرام، بشریت کی ہدایت اور اصلاح کے ذمہ دار اور پیشوا ہونے کے اعتبار سے دشمنوں اور مخالفوں کی جانب سے سب سے زیادہ مخالفت اور مزاحمت کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ خداوند عالم کی طرف سے کوئی بھی نبی نہیں آیا مگر یہ کہ اسے مختلف قسم کے آزار و اذیت، آلام و مصائب، غیر انسانی برتاؤ، دشوار گزار رکاوٹوں اور منفی پروپیگنڈوں کا سامنا کرنا پڑا اور یہی حال کم و بیش ان انبیاء کے پیروکاران کا رہا ہے۔ وہ اجتماعی نظریہ جس کی ترویج کے لیے انبیاء کی تحریک روبہ عمل رہیں اس اجتماعی نظریہ کا نام اسلام ہے اور اس ساری تمہید کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ تاریخ میں انبیاء کے مشترکہ دین، اسلام کے خلاف جب جب پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے وہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں سے نفرت کی صورت میں درحقیقت اسلاموفوبیا کا ہی ظہور تھا۔

سبب اول: بعثت پیغمبر آخر الزماں ﷺ

انبیائے سابقہ کے دور میں جب کسی بھی نبی کو یا اس کے پیروکاروں کو نفرت و تعصب اور معاشرے میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو وہ اپنے سے پچھلے نبیوں کو پیش آنے والی مشکلات کا تذکرہ کر کے اپنے زخموں پر مرہم رکھتے تھے۔ قرآن کریم میں بھی سابقہ ادوار کے صاحبانِ ایمان کو پیش آمدہ صعوبتوں کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلاموفوبیا کو یہ نام چاہے اب ملا ہو لیکن اس کے عناصر قدیم ادوار سے چلے آتے ہیں۔

پس یورپ میں اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب میں پہلا سبب یہی ہے کہ دین اسلام کے علم بردار ہر نبی اور اس کے پیروکاروں نے جب سابقہ انبیاء کی محوشدہ تعلیمات کی تجدید کرنا چاہی ہے تو ان کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ مخالفت سب سے آخری نبی کے حصہ میں اس لیے آتی ہے کہ مذاہب میں باہم اختلاف کے باوجود سابقہ انبیاء کے پیروکار، جدید مذہب کی مخالفت میں مشترک ہو جاتے ہیں اور اس مقصد کے لیے ایک دوسرے کا تعاون کرنے میں بھی سعادت و نیکی محسوس کرتے ہیں۔

یورپ جو کہ سینکڑوں سالوں سے غیر اسلامی مذاہب کا مسکن بنا ہوا تھا، اس میں جب اسلام کے پیغام نے اپنا ظہور کیا تو اس کی مخالفت ہونا ایک فطری عمل تھا۔ تحریک انبیاء کی مخالفت کے مماثل، اسلام کی مخالفت اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کا انتقال یورپ میں اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب میں سے پہلا سبب قرار پاتا ہے۔ اسی لیے چند برس قبل 2019ء میں کچھ یہودی جو انوں نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوسٹر پر یہ جملہ لکھ کے ایک جلوس نکالا تھا کہ “Khaybar was your last chance” (خیر تمہارا آخری موقع تھا)۔ گویا بعثتِ رسولِ آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نتیجے میں اہل کتاب، غیر مسلمین کے تحریف شدہ عقائد کو جو دھچکا لگا تھا اس کا غیض و غضب اب بھی کسی نہ کسی شکل میں قائم ہے اور وہ عصرِ حاضر میں اہل مغرب کے ہاں نسبتاً زیادہ شدت کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

سبب دوم: عظیم ریاستوں کا انہدام

دوسرا سبب اسلام کے ہاتھوں یورپ میں قائم شدہ مسیحی ریاستوں کا انہدام اور اس کے نتیجے میں عیسائی مفکرین کی فکری کوششیں ہیں۔ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 622ء میں ہجرت کی تو آپ کے پیروکاروں کا صرف ایک مختصر سا گروہ تھا۔ ایک دہائی بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے ایک اسلامی ریاست چھوڑی جو زیادہ تر جزیرہ نما عرب تک محدود تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں

¹ “Khaybar Was Your Last Chance,” MediaRay, accessed July 9, 2022, <https://mediaray.blog/khaybar-was-your-last-chance/>.

کی قیادت میں اسلام کی پہلی صدی کے دوران وسیع علاقوں اور ممالک پر فتوحات کے ایک عظیم سلسلہ نے دنیا کے نقشے کو نئی شکل دی۔ ان فتوحات کی رفتار اور دور رس اثرات آج بھی تاریخ دانوں کو حیران کر رہے ہیں۔ ان پے درپے فتوحات نے جہاں اسلامی تہذیب کے پھیلاؤ کی بنا ڈالی وہیں علاقوں کے علاقے اس نئے مذہب سے متعارف ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس سرعت سے اتنے وسیع پیمانے پر لوگوں کے مذہبی افکار میں تبدیلی وہ بنیادی وجہ بنی جس نے تمام غیر مسلم فکر گاہوں کو اس پراپیگنڈہ کی تخلیق پر آمادہ کیا جس نے بعد ازاں اسلاموفوبیا کی شکل اختیار کی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے چند سالوں کے اندر اندر، مشرق وسطیٰ کے سیاسی محاذوں میں نئی تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں۔ اگر ہم تیزی کے ساتھ تاریخ کا سفر کرتے ہوئے بازنطینی ریاستوں کے بکھرنے اور ان میں اسلام کے داخل ہونے کی بات کریں تو شام اور مصر میں بازنطینی طاقت اتنی تیزی سے کیوں زوال پذیر ہوئی اس کی کئی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو بازنطینی اور فارسی سلطنتوں کے درمیان طویل جنگ نے دونوں کو کمزور کر دیا تھا۔ بازنطینیوں نے 629ء میں فارسیوں کو شکست دینے کے بعد شام پر اپنا متزلزل کنٹرول دوبارہ قائم کر لیا تھا۔ دوسرا، مونوفیسٹائیوں¹ Monophysites کے مذہبی ظلم و ستم کی پالیسی، جس پر بازنطینی حکمرانوں نے شام اور مصر میں عمل کیا اس نے مقامی آبادیوں کو سامراجی حکمرانی کا مخالف بنا دیا تھا۔ یہودی یا عرب سے آکر مستقل مقیم ہو جانے والی مقامی آبادیوں نے یونانیوں کے مقابلے میں عرب حملہ آوروں کے ساتھ اپنے راہ و رسم تیزی سے قائم کیے۔ بہر حال، مذہبی رواداری کی پالیسی، جس پر مسلمانوں نے زیادہ عمل کیا، نے جلد ہی انہیں مفتوحہ لوگوں کی سیاسی وفاداری تک پہنچا دیا۔ قبطی اور شامی مونوفیسٹائی Monophysites اور نیسٹورین² Nestorians جو مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے تھے یونانیوں کے خلاف شدید شکایات رکھتے تھے کیونکہ یونانیوں نے کیتھولک چرچ کے سامراجی عقائد کو مسلط کرنے کے لیے ظلم و ستم کی پالیسی پر عمل کیا تھا۔ اس عہد کا تذکرہ کرتے ہوئے ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں کہ

"بے نتیجہ اختلافات کی شورش نے قوم کو الجھا دیا جس میں ان کی ذہانتیں ضائع ہوئیں اور قوائے عملیہ شل ہو گئے۔ بیشتر ان خانہ جنگیوں نے بڑے پیمانہ پر خونی معرکہ کی شکل اختیار کر لی۔ مدارس، کلیسا اور لوگوں کے مکانات حریف کیمپ بن گئے تھے اور پورے کا پورا ملک خانہ جنگی کا شکار تھا۔ بحث یہ تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی فطرت کیا

1 "Monophysite," Merriam-Webster.com Dictionary, accessed November 1, 2024, <https://www.merriam-webster.com/dictionary/monophysite>.

accessed July 8, 2022, <https://www.merriam-webster.com/dictionary/Monophysite>.

2 "Doctrine that Divine and Human Persons Remained Separate in the Incarnate Christ," Merriam-Webster.com Dictionary, accessed November 1, 2024, <https://www.merriam-webster.com/dictionary/incarnate>.

Dictionary, s.v. "Nestorian," accessed July 8, 2022, <https://www.merriam-webster.com/dictionary/Nestorian>.

ہے، اور اس میں الہی اور بشری جزو کس تناسب سے ہیں؟ روم و شام کے ملائی (Malkite) عیسائیوں کا مذہب یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی فطرت مرکب ہے اس میں ایک جزو، الہی ہے اور ایک بشری۔ لیکن مصر کے مینوفیزٹ Monophysites عیسائیوں کا اصرار تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی فطرت خالص الہی ہے اس میں ان کی فطرت بشری اس طرح فنا ہو گئی ہے جیسے سرکہ کا ایک قطرہ سمندر میں پڑ کر اپنی ہستی کو گم کر دیتا ہے۔ پہلا مسلک گویا حکومت کا سرکاری مسلک تھا۔ بازنطینی سلاطین و اہل حکومت نے اس کو عام کرنے اور پوری مملکت کا واحد مذہب بنانے میں پوری قوت صرف کی اور مخالفین مذہب (مبتدعین) کو سخت سزائیں دیں جن کے تصور سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اختلافات اور مذہبی کشاکش بڑھتی ہی رہی، دونوں فریق ایک دوسرے کو ایسا ہی خارج از مذہب اور بد دین سمجھتے تھے جیسے دو متضاد مذہب کے پیرو۔¹

بازنطینی سلطنت ایک آرٹھوڈوکس عیسائی ریاست تھی اور یہ یونانی تھی۔ شام اور مصر کے لیے یونانی سامراجی طاقت نوآبادیاتی تسلط کی نمائندگی کرتی تھی اور اس پر سخت ناراضی تھی۔ یونانی حکمرانوں کو اجنبی تہذیب کے ساتھ اجنبی آقا سمجھا جاتا تھا۔ مسلمانوں نے تمام مذہبی عقائد کو برداشت کیا اور ان لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جو انتخابی ٹیکس کی ادائیگی پر ان کی حکومت میں آتے تھے۔ جب شام اور مصر میں مسلمان داخل ہوئے تو مسلمانوں کو مخالف عیسائی آبادی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کے برعکس، انہیں سیاسی تسلط اور بازنطینی حکمرانوں کے مذہبی ظلم و ستم سے نجات دلانے والے کے طور پر خوش آمدید کہا گیا۔ مصر کے Monophysites، جنہوں نے آبادی کا بڑا حصہ تشکیل دیا تھا انہوں نے عرب حملہ آوروں کا ساتھ دیا۔

634ء میں عرب فوجوں نے شام اور عراق پر حملہ کیا۔ دمشق نے 635ء میں تسلط کیا۔ 636ء میں تھیوڈورس کی کمان میں ایک بڑی بازنطینی فوج نے کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لینے کی کوشش کی، لیکن یرموک کی جنگ میں فیصلہ کن شکست ہوئی۔ اس کے بعد شام کے بیشتر شہروں نے بغیر کسی جدوجہد کے عربوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ عربوں نے سلطنت فارس کی فتح کا بیڑا اٹھایا، اور یہ کام منظم طریقے سے انجام پایا۔ عربوں نے 637ء میں قادیسیہ میں فارسی فوج کو شکست دی۔ Ctesiphon کو بغیر کسی مزاحمت کے لے لیا گیا اور اس کے بعد دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ 641ء میں شہنشاہ ہرقل کی موت کے وقت تک، تمام آرامی بولنے والے نشیبی علاقے اور شمال میں جزیرہ اور کارون کی وادی عربوں کے زیر تسلط آچکی تھی۔ 638ء میں یروشلم اور انطاکیہ اور 640ء میں قیصریہ (فلسطینی بندرگاہ) گر گئے۔ 639ء اور 642ء کے درمیان مصر اور شمالی افریقی ساحلی علاقے سائرینیکا تک اسلامی فوج کے زیر تسلط آ گئے تھے۔ تاہم، عربوں کو مغرب کے برابر ممالک کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں عرب حکمرانی میں لانے میں کچھ وقت لگا۔ صدی کے آخر میں عربوں نے

¹ - ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر (کراچی: نظام آباد، مجلس نشریات اسلام)، 35-36۔

کار تھنج پر قبضہ کر لیا۔ فارس سلطنت کے خاتمے کے بعد عربوں نے 644ء میں کابل اور 655ء میں خراسان کو فتح کیا اور آٹھویں صدی کے آغاز میں سندھ بھی عربوں کے زیر تسلط آگیا۔ جب سسلی پر پہلی بار 652ء میں حملہ کیا گیا تو اس وقت لاطینی عیسائیت نے عرب فتوحات کے اثرات کو محسوس کیا لیکن سسلی کے اہم شہروں پر قبضہ نویں صدی میں ہوا۔ تاہم عربوں کا قبضہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہا۔ نارمنوں نے جنوبی اٹلی اور سسلی پر دوبارہ فتح کی کوشش کی اور 1091ء تک انہوں نے سسلی پر موثر کنٹرول حاصل کر لیا۔

اسپین پر عربوں کی فتح مغرب کی طرف ایک شاندار دھکیل تھی۔ اس وقت اسپین پر ویزگو تھک بادشاہ روڈرک حکومت کرتا تھا۔ 711ء میں بربر اتحادیوں کے ساتھ ایک عرب فوج نے طارق بن زیاد کی قیادت میں آبنائے جبرالٹر (جبل الطارق) کو عبور کیا اور بادشاہ کو شکست دی، اور اس طرح ویزگو تھک سلطنت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ 715ء تک اسپین کے اہم شہر مسلمانوں کے زیر تسلط آچکے تھے۔ قرون وسطیٰ کے یورپ کی تاریخ میں، اسپین میں مسلم حکمرانی نے فن اور ثقافت کی ترقی میں ایک شاندار باب لکھا۔ قرطبہ اور سیویل کی مساجد جنہیں بعد کے کیتھولک حکمرانوں نے کیتھیڈرل میں تبدیل کر دیا تھا، اس شان و شوکت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ 1236ء میں قرطبہ اور 1248ء میں سیویل کی سلطنتوں پر کیتھولک کی فتح نے صرف مسلمانوں کے ہاتھ میں غرناطہ کی چھوٹی سی سلطنت چھوڑ دی۔ یہاں الحمراء کی تعمیراتی یادگاروں کا شاندار ڈیزائن اور خوبصورتی اب بھی دلچسپ اور دلکش ہے۔ غرناطہ نے عیسائیوں کے قبضہ کرنے تک اپنا آزاد وجود برقرار رکھا لیکن بالآخر 1492ء میں قصر الحمراء پر لہراتا صدیوں پرانا پرچم اسلامی اتار کر صلیب کو نصب کر دیا گیا اور اس طرح سقوط غرناطہ کے ساتھ ساتھ اندلس میں مسلمانوں کا آٹھ سو سالہ حکمرانی کا سورج بھی غروب ہو گیا۔ اس سانحہ کے باوجود عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی بیل پروان چڑھتی رہی اور انہیں مسلمانوں کا آٹھ سو سالہ دور حکومت پھانس کی طرح دل میں کسک پیدا کرتا رہا۔ یہی وجہ تھی کہ لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد بھی بچ جانے والے اہل اسلام کو اپنا مذہب چھوڑنے یا ہسپانیہ سے بے دخل ہونے پر مجبور کیا گیا۔

بازنطین جو کہ اب قسطنطنیہ قرار پاچکا تھا کا منظر نامہ یوں ہے کہ 1451ء میں اپنے والد سلطان مراد ثانی کی وفات پر سلطان محمد ثانی (سلطان محمد فاتح) نے دوسری مرتبہ تخت سنبھالا اور دو سال بعد ہی محاصرہ قسطنطنیہ میں کامیابی حاصل کر کے بازنطینی سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ اس فتح کے بعد سلطنت موریہ کو فتح کیا اور بازنطینی حکومت کی یہ آخری نشانی بھی 1461ء میں ختم کر دی۔ قسطنطنیہ کی فتح نے سلطنت عثمانیہ کو دنیا بھر میں شاندار عظمت اور عزت عطا کی اور عثمانی پہلی بار ایک بھرپور قوت کے طور پر ابھرے۔ یہ زخم بھی غیر مسلم ریاستوں کے لیے آبلہ دل بنا اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف منظم

اور دانش ورانہ جنگ کانچ بویا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے عقائد اور نظریات کو مسخ کرنے کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا جو تاحال جاری ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ فرانسیسی علاقوں کی طرف نظر دوڑائی جائے تو 732ء میں، پیغمبر اسلام کی وفات کے سو سال بعد ایک عرب فوج فرانس میں گہرائی تک گھس گئی۔ Poitiers کی جنگ میں فرینکوں نے انہیں شکست دی۔ تاہم آنے والے چند سالوں میں مسلمانوں کی طرف سے مزید مہمات بھیجی گئیں۔ وہ فرانس میں بالائی رون تک پہنچ گئے، لیکن یہ سب کچھ بے سود ہوا۔ جے ایم رابرٹس (J.M. Roberts) مغرب کی طرف پھیلاؤ کے اختتام کو اس طرح دیکھتے ہیں:

“Whatever caused it (and it was probably only because the Arabs had little interest in European conquest, far from the once-warm lands of the Mediterranean coast), the Islamic invasion was a surprise to the West. What a feat, even Gibbon's vision of teaching the Qur'an at Oxford was never close to reality.”

”خواہ جس چیز نے بھی اسے ختم کیا (اور ممکنہ طور پر یہ صرف اس لیے تھا کہ عربوں کو یورپی فتح میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی، جو کبھی بحیرہ روم کے ساحل کی گرم سرزمین سے دور تھا)، اسلامی حملے مغرب کے لیے ایک حیران کن کارنامہ ہیں، یہاں تک کہ گبن کا آکسفورڈ میں قرآن پڑھانے کا وژن کبھی بھی حقیقت کے قریب نہیں تھا“¹۔

جب اسلامی حکومت شام، مصر اور شمالی افریقہ تک پھیلی تو عیسائی عوام میں اسلام کا پھیلاؤ تیزی سے ہوا۔ بازنطینی سلطنت کے سابقہ ممالک میں فرقہ وارانہ تنازعات اور دشمنی نے اسلام کی کامیابی کے لیے سازگار حالات پیدا کر دیے تھے۔ تاہم ساتویں صدی میں جب اسلام ایک بڑے عالمی مذہب کے طور پر ابھرا تو عیسائیت، جو چھ صدیاں پہلے پیدا ہوئی تھی، دور دور تک پھیل چکی تھی۔ پیغام کا محرک انگیز مواد، دنیا و آخرت کے متعلق ان کے وعدے اور لوگوں کی طرف سے قبولیت ان دونوں مذاہب کے عروج اور توسیع کی بنیاد تھی۔ اگرچہ دونوں مذاہب کے پیروکار تہذیب کے دائرے میں مشترکہ ثقافتی و مذہبی ورثے کا اشتراک کرتے تھے، لیکن ان کے اپنے اپنے خصوصی عقائد بھی تھے، جو ایک دوسرے کے بعض بنیادی عقائد کو آسانی سے قبول نہیں کر سکتے تھے۔ چودہ صدیوں کے دوران ان کے درمیان مذہبی اور سیاسی جدوجہد کے دوران، انہوں نے ایک دوسرے کے بارے میں اپنے اپنے تاثرات اور امیجز کو تیار کیا، اور اس تاریخی تعامل اور دو قطبی نے ان کے تاریخی تعلقات کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ لیکن جب ان کے سیاسی اور اقتصادی تعلقات بڑھے، اور ان کے سماجی اور ثقافتی رابطوں کے نتیجے میں باہمی فائدے اور افہام و تفہیم پیدا ہوئی تو انہوں نے امن و سکون کے ادوار میں اچھے پڑوسی تعلقات کا بھی لطف اٹھایا ہے۔

¹ John Morris Roberts, *A Pelican History of the World* (Harmondsworth: Penguin Books, 1980), 320.

اسلام اور مسلمانوں کی اس تیز رفتار مقبولیت نے عیسائی راہنماؤں کو اس طرف متوجہ کیا کہ اگر اسلام کے خلاف نفرت کی بنیاد پر لوگوں کی ذہن سازی نہ کی گئی تو بعید نہیں کہ یہ نیا مذہب عیسائیت کو سرے سے ہی ختم کر دے۔ چنانچہ تاریخ کے ایک ہزار سال کے عرصے میں عیسائیوں میں بعض سرکردہ عیسائی ماہرین سیاست اور مصنفین کی طرف سے اسلام کو اس طرح سمجھا اور پیش کیا گیا کہ عیسائیوں کے درمیان اپنے ابتدائی دنوں سے ہی اسلام کی تصویر ایک حریف اور مخالف مذہب کی بن گئی کہ یہ عیسائیت کے بنیادی عقائد کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ عیسائی عقیدوں کی کچھ مذہبی قیاس آرائیاں جو ان کے ہاں ناقابل تردید سچائیاں متصور ہونے لگی تھیں، نے ایسے نقطہ نظر کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح کے خیالات کے مطابق، اسلام ایک سچا مذہب کیسے ہو سکتا ہے جب اس نے اس خدا کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس نے خود کو یسوع مسیح کے طور پر انسانی شکل میں ظاہر کیا تھا؟ لہذا یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اسلام لازمی طور پر ایک جھوٹا مذہب ہے اور اس کا نبی ایک جعل ساز ہے (معاذ اللہ)۔ اس طرح کے مذہبی مفروضوں کو عوام میں راسخ کر کے اسی بنیاد پر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر کشی کی گئی۔ اس سلسلے میں، مسیحی علماء نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کا سلسلہ شروع کیا جو اب تک جاری ہے۔ یہ مواد کسی بھی ایسے شخص کو حیران کر دیتا ہے جو تاریخی دلچسپی سے ہٹ کر اس طرح کے مواد کو پڑھتا ہے۔ اسلام کے ساتھ ابتدائی مقابلوں میں عیسائیوں کے لیے دوسری پریشانی یہ تھی کہ وہ اس حقیقت سے کیسے نمٹ سکتے تھے کہ ایک قلیل مدت میں ایک نوزائیدہ عقیدے نے ایک بہت بڑی سلطنت بھی تشکیل دی تھی جس میں بازنطینی سلطنت کے مشرقی صوبے بھی شامل تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام محض ایک حریف اور جھوٹا مذہب نہیں تھا بلکہ یہ عیسائی طاقت کا سیاسی دشمن بھی تھا۔ انہی محرکات کے تحت عیسائی مصنفین نے اسلام کی ایسی تصویر تیار کی جس نے طویل عرصے سے دو بڑے مذاہب اور ان کی تہذیبوں کے درمیان تعلقات کو نشان زد کیا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق تھا، ان کے پاس عیسائیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تصور، قرآن کی تعلیمات اور پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی سخت حدود میں تھا۔ جب کہ عیسائیوں میں اسلام کے تصورات کا مطالعہ اس مواد کے توسط سے تھا جو اس وقت کے عیسائی مصنفین و سیاست دان اسلام کے خلاف نفرت کی بنیاد پر تخلیق کر رہے تھے۔

اسلامی حکومت کی غیر معمولی توسیع، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد شروع ہوئی، تقریباً ایک سو سال تک جاری رہی۔ یہ سیاسی، مذہبی اور سماجی تبدیلی کا ایک عمل تھا جسے ساتویں اور آٹھویں صدی کے اوائل میں نئے عقیدے نے متعارف کرایا تھا۔ اپنے تمام اتار چڑھاؤ کے ساتھ یہ سلسلہ اب چودہ صدیوں سے جاری ہے۔ بازنطین کے مشرقی صوبے جلد ہی مسلم حکمرانی میں آگئے اور جیسا کہ بعد کی تاریخ نے ظاہر کیا کہ وہ مسلم ورلڈ آرڈر کا مستقل حصہ بن گئے اور اسلام کو تیزی

سے زوال پذیر کرنے کی عیسائی امیدیں پوری نہ ہو سکیں۔ عیسائی آبادیاں تیزی سے مسلم حکمرانی میں آئی تھیں اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مختلف سطحوں پر آپس میں راہ و رسم اور میل جول جاری تھا۔ عیسائی مفکرین جنہوں نے مسلم حکمرانی، جسے دارالاسلام کہا جاتا ہے، میں رہتے ہوئے اپنی سیاسی تخلیقات لکھیں جس میں انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور مشن، قرآن اور اسلام کی تعلیمات پر توجہ مرکوز کی۔ ان کے سامنے آنے والے خیالات اور تاثرات آہستہ آہستہ باز نطین اور مغربی کیتھولک ممالک میں پھیل گئے۔

بارہویں صدی میں لاطینی مصنفین نے پیغمبر اسلام کے بارے میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کی گئی، بدزبانی کی گئی اور ہر ممکن مذموم طریقوں سے ان کی شخصیت کے متعلق غلط بیانی کی گئی۔ ایک مسلمان قاری یا کوئی بھی منصف مزاج شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی توہین اور اسلام کے پیغام کو مسخ کرنے سے سخت پریشان ہوتا ہے، جیسا کہ لاطینی مصنفین کی تحریروں میں دکھایا گیا ہے۔ مسلمان مومنین کے لیے ایک بڑا سوال، جس کا انہیں کوئی تسلی بخش جواب یا کوئی جواز نہیں ملتا، وہ یہ ہے کہ عیسائی مصنفین، جنہیں وہ 'اہل کتاب' مانتے ہیں، نے انتہائی توہین آمیز الفاظ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور گستاخی کیوں کی؟ ایک آدمی جو خود یسوع اور اس کی ماں کے لئے بہت تعریف کرتا تھا؟ ایک طرف عیسائی عقیدہ کی تاریخی ترقی اور دوسری طرف قرآن کے پیغام میں جزوی جواب تلاش کرنا ہو گا۔ مسلمانوں کے لیے، خدا کے نبی عیسیٰ کا احترام کرنا، اور ساتھ ہی ساتھ تمام سابقہ انبیاء کے لیے تعظیم کا اظہار کرنا، قرآن کی تعلیم کے تحت ایک لازمی ذمہ داری ہے۔ یہ عقیدہ مسیحی نظریے کے بالکل برعکس ہے کہ خدا نے حتیٰ طور پر اپنا کلام سلسلہ نبوت کے اختتام کے طور پر، آخر کار یسوع مسیح کی شکل میں، خدا کے بیٹے کی صورت میں، یا خدا کے اوتار کے طور پر نازل کیا تھا۔ اس نظریہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مزید کوئی وحی الہی نہیں تھی اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ تاہم یہ امر قابل غور ہے کہ اگر واقعی ایسا تھا، تو سینٹ پال کا رتبہ کیا ہے جو یسوع مسیح کے بعد آیا؟ براہ راست وحی کی بنیاد پر اس کی تعلیمات عیسائی عقیدے کا مرکزی ستون بن گئیں۔ بظاہر، پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کے کام کا بذات خود عیسائی نظریے سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن عذر خواہوں نے اپنے عقیدے کا دفاع اور جواز پیش کرنے کے لیے مسلسل اس کا سہارا لیا۔ یقیناً کوئی اس طرز فکر پر سوال اٹھا سکتا ہے اور درحقیقت بعض مغربی دانشوروں نے ایسا کیا بھی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بلند مقصد کے بجائے، یہاں صرف انتہائی عدم برداشت اور تعصب کا جذبہ کارفرما تھا جس نے آہستہ آہستہ اسلام دشمنی کی وہ شکل اختیار کر لی جسے اسلاموفوبیا کا نام دیا گیا اور جس کے مظاہر آج ہمیں جا بجا مغربی مصنفین کی تحاریر میں نظر آتے ہیں۔

بنیادی مفروضات اور محرکات، جو بارہویں اور چودھویں صدی کے درمیان اسلام کی مسخ شدہ تصویر کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے تھے، ان کی جڑیں تاریخ میں موجود تھیں۔ عیسائیوں میں اسلام مخالف روایت نے مضبوط جڑ پکڑ لی تھی۔ اس کے بعد کی صدیوں میں اس نے مزید کمک حاصل کی، اور کچھ ترامیم کے ساتھ، یورپی اخلاقیات کا حصہ بن گئی۔ اس روایت کی اتنی طویل عمر کی وجہ کا تجزیہ قرون وسطیٰ کے ممتاز ماہر نارمن ڈینیئل (Norman Daniel) نے کیا ہے:

"Tradition has continued and is still alive. Naturally there is diversity within the broad unity of tradition, and the European (and American) West has long had its own distinctive ideology, dating back to the 1100s or so. was formed in the two centuries after, and since then it has been gradually modified. A major reason for continuity has been not only the general flow of ideas from one author to another, but also the constant nature of the problem. The points in which Christianity and Islam do not differ, so Christians have always criticized the same. And even when, in comparatively modern times, some writers have tried to rid themselves of Christian attitudes, they have generally not been as successful as they thought".

ترجمہ: "روایت مسلسل چلی آرہی ہے اور اب بھی زندہ ہے۔ فطری طور پر روایت کے وسیع اتحاد کے اندر تنوع موجود ہے، اور یورپی (اور امریکی) مغرب کا طویل عرصے سے اپنا ایک مخصوص نظریہ رہا ہے، جو 1100ء کے بعد یا اس کے بعد دو صدیوں میں تشکیل پایا تھا، اور جس کے بعد سے اس میں آہستہ آہستہ تبدیلی کی گئی ہے۔ تسلسل کی ایک بڑی وجہ نہ صرف ایک مصنف سے دوسرے مصنف تک خیالات کا عام گزرنا بلکہ مسئلہ کی مستقل نوعیت بھی رہی ہے۔ وہ نکات جن میں عیسائیت اور اسلام میں فرق نہیں ہے، اس لیے عیسائیوں نے ہمیشہ ایک جیسی تنقید کی ہے۔ اور یہاں تک کہ جب نسبتاً جدید دور میں، بعض مصنفین نے خود کو مسیحی رویوں سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے، تو وہ عام طور پر اتنا کامیاب نہیں ہوئے جتنا کہ وہ سوچتے تھے" ¹۔

ان بنیادی نکات میں خدا کی صفات اور الہی وحی کی نوعیت سے متعلقہ اسباب بہت اہمیت کی حامل رہی ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، عیسائیوں کے لیے، خدا کا کلام مجسم صورت میں مسیح بن گیا جب کہ مسلمان پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر خدا کی نازل شدہ وحی کو قرآن سمجھتے ہیں۔ اوپر بیان کیے جانے والے منظر نامے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصر اور شام، بازنطینی سلطنت کے مشرقی صوبوں کے ساتھ سامراجی حکومت اور سرکاری یونانی آرتھوڈوکس (میکائٹ) چرچ کی

¹ N. Daniel, *Islam and the West: The Making of an Image*, Edinburgh: Edinburgh University Press, 1993, p. 11.

طرف سے کیسا سلوک کیا جاتا تھا، اور کس طرح عربوں نے سلطنت کے اس حصے میں یونانی حکومت کی جگہ لے لی۔ مشرقی صوبوں کے کھوجانے اور مغربی ریاستوں کی آزادی کے باوجود باز نطینیوں نے پھر بھی دعویٰ کیا کہ وہ دنیا کے ان تمام حصوں کے اصل وارث ہیں جو کسی بھی وقت رومی سلطنت میں شامل تھے۔ اگر باز نطینی سلطنت قدیم یونانی اور رومی دنیا کی سیاسی اور ثقافتی میراث کی وارث تھی تو یہ آرتھوڈوکس عیسائیت کی چیمپئن اور محافظ بھی تھی۔ یہ کوئی اور نہیں بلکہ باز نطینی بادشاہ تھے جنہوں نے ایک مذہبی فرقے کو ریاستی مذہب کا درجہ دیا۔ یونانی ریاست اور عیسائیت ایک جامع کل میں ضم ہو چکی تھی۔ قسطنطین کی شاہی ہدایت کے تحت، 325ء میں نائیکیہ کی کونسل نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ مسیح 'حقیقی خدا کا سچا خدا' ہے جو باپ کے ساتھ ایک مادہ کا ہے،

"We believe in one God, the Father almighty, maker of all things visible and invisible, and in one Lord, Jesus Christ, the Son of God, the only begotten of the Father, that is, of the substance [ousias] of the Father. God from God, light from light, true God from true God, begotten of one substance, not made with the Father, through whom all things came into being. The things that are in heaven and the things that are on earth. Who came down for us men and for our salvation, and became flesh, and was made man, suffered, rose on the third day, was taken up into heaven, and Justice will come to judge the living and the dead."

ترجمہ "ہم ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں، قادر مطلق باپ، ہر چیز کو ظاہر اور پوشیدہ بنانے والا، اور ایک ہی رب پر، یسوع مسیح، خدا کا بیٹا، جو باپ کا اکلوتا ہے، یعنی باپ کے مادہ [ousias] سے۔ خدا سے خدا، نور سے نور، سچا خدا حقیقی خدا سے، ایک مادہ سے پیدا ہوا، نہ کہ باپ کے ساتھ بنایا گیا، جس کے ذریعے سے سب چیزیں وجود میں آئیں، وہ چیزیں جو آسمان پر ہیں اور وہ چیزیں جو زمین پر ہیں۔ جو ہم انسانوں کے لیے اور ہماری نجات کے لیے نازل ہوا، اور جسم بنا، اور انسان بنایا گیا، دکھ سہے، تیسرے دن جی اٹھا، آسمان پر اٹھایا گیا، اور انصاف کرنے آئے گا زندہ اور مردہ کا" ¹۔

¹ Henry Bettenson, ed., *Documents of the Early Church* (London: Oxford University Press, 1943), 35.

یہ ایک ایسا نقطہ نظر تھا جس نے آنے والے مذہبی مباحث پر غلبہ حاصل کیا۔ عالمی کونسلوں، جن کی بعد میں پیروی کی جانی تھی، نے اس نظریے کی تصدیق کی۔ بہت سی عبادت گاہوں اور ان کے شاندار گرجا گھروں کے گنبدوں کے اندر، بازنطینیوں نے مسیح کو کائنات کے رب کے طور پر تخت نشین کیا۔

غیر مسلم رومی شہنشاہوں کے برعکس، جو سامراجی تخت حاصل کرنے کے بعد، دیوتا بھی بن گئے، عیسائی بازنطینی شہنشاہ اب مزید دیوتا نہیں بن سکتے تھے، اور نہ ہی وہ دیوتا کے طور پر براہ راست طاقت کا دعویٰ کر سکتے تھے، کیونکہ ان کے نئے عقیدے نے مزید دیوتاؤں کو تسلیم نہیں کیا۔ اس کے بجائے، وہ اپنے آپ کو خدا کے نائبین کے طور پر دیکھنے آئے جو ایک شاہی وفد سے گھرا ہوا تھا جو فرشتوں، نبیوں اور رسولوں کے آسمانی درجہ بندی کی عکاسی کرتا تھا۔ نتیجتاً، وہ سمجھتے تھے کہ ان کی سلطنت ایک خدائی تحفہ ہے۔ مثال کے طور پر، باسل اول (Basil I) (867ء تا 886ء) نے اپنے بیٹے سے کہا:

“You received the Empire from God.”¹

تمہیں خدا کی طرف سے سلطنت ملی ہے۔

ان کے نزدیک صرف وہی لوگ جو مہذب بازنطین کی سرحدوں کے اندر رہتے تھے خدا کے لوگ تھے۔ اس دائرے سے آگے جاہلیت اور جنگ میں ڈوبے ہوئے وحشی رہتے تھے، ایسے انسان جنہوں نے مکمل انسانیت حاصل نہیں کی تھی۔ دو مخالف بلاکوں، بازنطینی سلطنت اور عرب سلطنت کے درمیان تنازعہ ان کی جغرافیائی قربت اور مہذب دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کی ان کی خواہشات سے پیدا ہوا۔ قرون وسطیٰ کے دوران دونوں تہذیبیں اپنی ثقافتی برتری کی قائل تھیں۔ ہر ایک اپنے آپ کو خدائی سچائی کا ذخیرہ سمجھتا تھا جو نازل شدہ کتاب میں بیان کیا گیا تھا۔ آسٹریا کے تاریخ دان گستاو وان گرونیباؤم (Gustav Von Grunebaum) وضاحت کرتے ہیں کہ

“The Latin and Greek Christians, along with the Muslims, considered themselves the possessors of one and only truth. This truth was contained in a revealed book, in which not a single word could be added, not a letter could be erased. Thus, at least in theory, man's intellectual endeavor was mostly descriptive and interpretive. Cultural and religious boundaries intersect. Political power, morally legitimate only as the guardian of the faith, could conflict with the claims of organized religion but remained compatible with the territory in which the opinion

¹ J. B. Bury, *History of the Later Roman Empire*, vol. 1 (London: [Publisher], 1923), 12.

of the ruler dominated. Arab conquest spread, Greek or Frankish conquest shrank,

Islam was established.”

ترجمہ: "مسلمان کے ساتھ ساتھ لاطینی اور یونانی عیسائی اپنے آپ کو ایک اور واحد سچ کے مالک جانتے تھے۔ یہ سچائی ایک نازل شدہ کتاب میں رکھی گئی تھی، جس میں ایک لفظ بھی شامل نہیں کیا جاسکتا تھا، جس سے کوئی حرف مٹایا نہیں جاسکتا تھا۔ اس طرح، کم از کم نظریہ میں، انسان کی فکری کوشش زیادہ تروضاحتی اور تشریحی تھی۔ ثقافتی اور مذہبی سرحدی خطوط ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ سیاسی طاقت، جو صرف عقیدے کے محافظ کے طور پر اخلاقی طور پر جائز ہے، منظم مذہب کے دعووں سے متصادم ہو سکتی ہے لیکن اس علاقے کے ساتھ ہم آہنگ رہی جس میں حکمران کی رائے کا غلبہ تھا۔ عرب فتح پھیل گئی، یونانی یا فرینک کی فتح سکڑ گئی، اسلام کا قیام ہوا" ¹۔

بازنطینیوں کی نظر میں، جن کی سلطنت مسلم حکمرانی کے پھیلاؤ کی وجہ سے بہت زیادہ سکڑ چکی تھی، مسلمان وہ عظیم دشمن تھے جنہوں نے پہلے ہی مشرقی صوبوں کو سلطنت سے دور کر لیا تھا اور بازنطین کی جنوبی اور جنوب مشرقی سرحدوں پر مسلسل خطرہ تھے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے مشن میں فطری طور پر عیسائی مخالف سمجھتے تھے، جو کرپشن اور زمین پر خدا کی اپنی بادشاہت کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک دشمن نہ صرف مسیحی مخالف تھا بلکہ خدا کے بغیر بھی تھا۔ اسلام اور پیغمبر کے بارے میں عیسائیت کی وضاحتیں، مسلمانوں کے ساتھ نسبتاً ابتدائی مقابلوں سے، یہ ظاہر کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام اور ان کے مذہب کی ایک غلط اور بھیاں تک تصویر پہلے ہی عام ہو چکی تھی۔ عربوں کو 'کافر' سمجھا جاتا تھا اور ان کے نبی کو عموماً 'دجال' کہا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے خلاف معاندانہ رویہ رکھنے والوں میں سرفہرست پادری تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے تسلط کی مخالفت کی۔ مشہور مستشرقین اسکالر اور مورخ رین ہارٹ ڈوزی (Reinhardt Dozy) (1820ء تا 1883ء) پادریوں کے رویے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

He naturally hated Muslims. And more so, because they had completely wrong ideas about Muhammad and his teaching. As they lived among the Arabs, nothing was easy for them but to learn the truth in these matters. But they refused to look for it from their nearest source, preferring to give credence to and spread every absurd legend about the Prophet of Mecca, whatever its source."

¹ Gustav E. von Grunebaum, *Medieval Islam: A Study in Cultural Orientation* (Chicago: University of Chicago Press, 1947), 12.

"وہ فطری طور پر مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے۔ اور اس سے بھی زیادہ، کیونکہ وہ محمد اور اس کی تعلیم کے بارے میں مکمل طور پر غلط نظریات رکھتے تھے۔ جیسا کہ وہ عربوں کے درمیان رہتے تھے، ان کے لیے ان معاملات میں سچائی سیکھنے کے علاوہ کوئی اور چیز آسان نہ تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے قریب کے چشمے سے اسے تلاش کرنے سے انکار کرتے ہوئے، مکہ کے نبی کے بارے میں، ہر مضحکہ خیز افسانے کو اعتبار دینے اور پھیلانے کو ترجیح دی، اس کا ماخذ کچھ بھی ہو" ¹۔

بازنطینیوں پر ابتدائی اثر یوحنا دمشقی (John of Damascus) (جو مشرقی آرٹھوڈوکس چرچ کے فادرز میں سے ایک ہے اور شیبہوں کے مضبوط دفاع کے لیے مشہور ہے) کا تھا جس کی تحریریں یونانی بولنے والی دنیا میں بڑے پیمانے پر پڑھی جاتی تھیں۔ بلاشبہ ان نصوص نے اسلام کے بارے میں بعد میں آنے والی یونانی تحریروں کی راہ ہموار کی۔ یوحنا دمشقی یا جان آف دمشق کا اسلام کے بارے میں بیان بنیادی طور پر اس بات کی تردید کرنے کے لیے لکھا گیا تھا جسے وہ مذہبی بدعت سمجھتے تھے اور اس کے جھوٹ کو بے نقاب کرنے کے خواہاں تھے۔ لیکن بازنطینی مصنفین کے ہاں اسلام کی مخالفت کرنا ایک ہی وقت میں مذہبی فریضہ بھی متصور ہوا اور اسلامی طاقت کے خلاف جاری سیاسی جدوجہد کا حصہ بھی قرار پایا، وہ اسلامی طاقت جس کے غائب ہونے کے آثار، تمام تر قیامت خیز پیشین گوئیوں اور خاتمے کی توقعات کے باوجود بہت کم دکھائی دے رہے تھے۔ ہر ممکن طریقے سے ایسے مکروہ مفروضوں اور تخمینوں کو بنیاد بنا کر، ماہرین نے کامیابی کے ساتھ قرون وسطیٰ میں حریف عقیدے اور اس کے پیغمبر کی ایک مکمل طور پر بگڑی ہوئی تصویر تخلیق کی، جو اب بھی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں یورپی رویوں کو متاثر کرتی ہے اور یوں کہیں نہ کہیں اسلاموفوبیا کی شکل میں ان رویوں کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ یورپ میں اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب میں سے یہ دوسرا سبب تھا جس نے مغربی لوگوں کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کو پروان چڑھایا۔

سبب سوم: مغربی مذہبی جنگیں

اوپر بیانی کیے گئے تاریخی اسباب کے بعد اسلاموفوبیا کا تیسرا تاریخی سبب مغربی مذہبی جنگیں ہیں۔ ان جنگوں کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کو بھی غیر مسلموں نے مسلمانوں کے خلاف بھرپور طریقے سے استعمال کیا۔ 1095ء سے 1291ء تک ارض فلسطین بالخصوص بیت المقدس پر مسیحی قبضہ بحال کرنے کے لیے یورپ کے مسیحیوں نے کئی جنگیں لڑیں جنہیں

¹ Reinhardt Dozy, *Spanish Islam: A History of the Moslems in Spain*, trans. Francis Griffin Stokes (London: Chatto & Windus, 1913), 269.

² Mike Aquilina, *The Fathers of the Church: An Introduction to the First Christian Teachers*, illustrated ed. (Huntington, IN: Sunday Visitor Publishing, 1999), 222.

تاریخ میں “صلیبی جنگوں” کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے¹۔ یہ جنگیں فلسطین اور شام کی حدود میں صلیب کے نام پر لڑی گئیں۔ صلیبی جنگوں کا یہ سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا اور اس دوران آٹھ بڑی اور درجنوں چھوٹی جنگیں لڑی گئیں جن میں لاکھوں انسان قتل ہوئے۔ فلسطین اور بیت المقدس کا شہر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی فتح ہو چکا تھا۔ یہ سرزمین مسلمانوں کے قبضہ میں رہی اور مسیحیوں نے زمانہ دراز تک اس قبضہ کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ گیارہویں صدی کے آخر میں سلجوقیوں کے زوال کے بعد دفعتاً ان کے دلوں میں بیت المقدس کی فتح کا خیال پیدا ہوا۔

ساتویں صدی میں شروع ہونے والی عرب باز نطینی جنگیں بنیادی طور پر 995ء تک ختم ہو چکی تھیں، اور باز نطینی شہنشاہ باسل دوم 1025ء میں سلطنت کی علاقائی بحالی کو اپنی دور ترین حدود تک بڑھانے میں کامیاب ہو گیا تھا، جس کی سرحدیں مشرق میں ایران تک پھیلی ہوئی تھیں²۔ اس نے بلغاریہ کو کنٹرول کیا، جنوبی اٹلی کا بڑا حصہ اور بحیرہ روم میں تسلط قائم کیا۔ سلطنت کے اسلامی پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات غلاموں اور مغربی عیسائیوں کے ساتھ تعلقات سے زیادہ جھگڑا نہیں تھے۔ اٹلی میں نارمن، شمال میں Pechenegs، سرب اور Cumans، اور مشرق میں سلجوق ترکوں نے سلطنت کے ساتھ مقابلہ کیا³۔ مشرق وسطیٰ کی سیاسی صورت حال ترک ہجرت کی لہروں سے بدل گئی، خاص طور پر دسویں صدی میں سلجوق ترکوں کی آمد سے۔ اس سے پہلے ترک ٹرانسکسانیا کا ایک معمولی حکمران قبیلہ تھا، وہ حال ہی میں اسلام قبول کرنے والے تھے جنہوں نے اپنی خوش قسمتی کی تلاش میں ایران، ہجرت کی تھی اور دو دہائیوں میں، انہوں نے ایران، عراق، اور مشرق وسطیٰ کو فتح کر لیا⁴۔ 1071ء میں باز نطیم کی طرف سے سلجوقیوں کے پے در پے حملوں کو دبانے کے لیے تصادم کی کوشش میں منزیکرت (Manzikert) کی جنگ میں باز نطینیوں کو شکست ہوئی⁵۔ اسی سال، یروشلم کو ترک جنگجوؤں نے فاطمیوں سے چھین لیا، جس نے پورے مشرق وسطیٰ میں سلجوقیوں کی توسیع کے حصے کے طور پر شام اور فلسطین کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا۔ شہر پر سلجوقیوں کی گرفت کے بعد عیسائی زائرین کی غیر اخلاقی رسومات کے نتیجے میں زائرین کو اخلاقیات کا خیال رکھنے کی ہدایات کے

Ernest Barker, “Crusades,” in *Encyclopaedia Britannica*, 11th ed., vol. 7, ed. Hugh Chisholm (Cambridge: Cambridge University Press, 1911), 526.

² Aphrodite Papayianni, “Byzantine Empire,” in *The Crusades: An Encyclopedia* (Santa Barbara, CA: ABC-CLIO, 2006), 188–196.

³ Andrew Jotischky, “Crusading and the Crusader States” (2004; Harlow, UK: Pearson Longman, 2004), 41–43.

⁴ Claude Cahen, “The Turkish Invasion: The Selchūkids,” in *A History of the Crusades: Volume I*, ed. K. Setton (Madison: University of Wisconsin Press, 1969), 99–132.

⁵ Charles Oman, *A History of the Art of War in the Middle Ages*, chapter IV: “Decline of the Byzantine Empire (1071–1204)” (London: Methuen & Co. Ltd., 1924), 218–228..

حوالہ سے مسلمانوں کے سلوک کی اطلاع عیسائی پادریوں تک پہنچی۔ جسے انہوں نے عیسائی علاقوں میں پراپیگنڈہ کے طور پر استعمال کیا اور نتیجہ پہلی صلیبی جنگ تھا۔

عسکری قوت کے استعمال سے مغربی صلیبیوں نے لاطینی عیسائی ریاستوں کی حدود کو پھیلانے کی کوشش کی اور انہوں نے مسلمانوں سے سپین، سسلی اور مالٹا کو فتح کر کے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے مشرقی علاقوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے باز تنظیم، جسے 1204ء میں لاطینی فوجوں نے فتح کیا تھا، لوٹ لیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ صلیبی جنگوں کے متعلق جیمز اے برنڈیج لکھتے ہیں:

"Thus forming a stage in a vast movement of the peoples of the West to expand their frontiers and to include most of the West's immediate neighbors within the Western European family. The Crusades were indeed an integral part of the beginnings of European colonialism."

ترجمہ: "اس طرح مغرب کے لوگوں کی ایک وسیع تحریک کا ایک مرحلہ اپنی سرحدوں کو بڑھانے اور مغربی یورپی خاندان کے اندر مغرب کے بیشتر قریبی پڑوسیوں کو شامل کرنے کے لیے تشکیل دیتا ہے۔ صلیبی جنگیں درحقیقت یورپی استعمار کے آغاز کا ایک لازمی حصہ تھیں" ¹۔

مذہبی دائرے کے اندر، صلیبی جنگیں لاطینی طاقتوں کی جانب سے مشرق وسطیٰ میں عیسائیت کے مقدس مقامات پر اپنی حکمرانی مسلط کرنے کی ایک پر عزم کوشش تھیں۔ اس طرح مقدس مقامات کو مسلمانوں سے چھین کر عیسائیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ انہوں نے مسلمانوں سے مقدس سرزمین کو فتح کرنے اور اپنی لاطینی سلطنتیں قائم کرنے کے لیے مسلم دنیا کے قلب میں اپنی جارحیت شروع کی۔ صلیبی جنگوں کے اثرات نے دونوں برادریوں کے سیاسی شعور میں بہت دور رس نتائج مرتب کیے جس کا یہ سلسلہ صدیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ صلیبی جنگوں کی وراثت، بلاشبہ، اب بھی مسلمانوں کو پریشان کر رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس بات پر بحث کریں کہ صلیبی تحریک کے دوران اسلام کی کیا تصویر ابھری، ہم مختصراً اہم واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی مدد سے اس دور کا اجمالی خاکہ ہمارے سامنے آئے گا۔ یہ سلسلہ 1099ء میں پہلی صلیبی جنگ کے آغاز سے جویر و شلم پر قبضے کا باعث بنی، 1291ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایکڑ (عکہ) کے زوال تک، تقریباً دو صدیوں پر محیط ہے۔ سلجوقی سلطنت جس نے مشرق وسطیٰ کے بڑے حصے کو اپنی حکمرانی میں شامل کیا تھا جلد ہی بکھر گیا۔ 1092ء کے بعد، آزاد سلجوق سلطنتوں نے اس کی جگہ لے لی جو کبھی طاقتور سلجوق سلطنت تھی۔ اس امر نے مغربی عیسائیت کو اپنی طاقت

¹ James A. Brundage, *The Crusades: A Documentary* (Milwaukee: Marquette University Press, 1962), 2.

سے آگاہ کر دیا تھا جبکہ پوری مسلم دنیا منقسم اور بکھری ہوئی تھی۔ جیسے ہی مقدس سرزمین کے لیے سمندری راستے دوبارہ کھولے گئے، فلسطین میں عیسائی زائرین کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا۔

638ء میں خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یروشلم کے ہتھیار ڈالنے کے بعد سے، مسلم حکمرانوں نے عیسائیوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کی۔ عیسائی زائرین مقدس قبر اور دیگر مزارات پر آزادانہ طور پر جاتے تھے، جنہیں پرانے اور نئے عہد نامے کے واقعات نے مقدس کیا تھا۔ زیادہ تر زائرین غیر مسلح سفر کرتے تھے اور ان کا انداز بھی روایتی زائرین کا ہوتا تھا۔ تاہم، گیارہویں صدی کے وسط سے، سلجوقوں اور فاطمیوں کے درمیان جنگ، بازنطینیوں سے سلجوقوں کا اناطولیہ پر قبضہ اور پھر سلجوقی سلطنت کے اندرونی تنازعات جو شام اور فلسطین میں برپا ہو گئے، نے زائرین کے لیے مشکلات پیدا کر دیں۔ یہ وہ دور تھا جب لاطینی مغرب میں مذہبی جوش و خروش اپنے عروج پر تھا۔ مقدس سرزمین سے واپسی میں مغربی زائرین کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ان کی شکایات کو عیسائی پادریوں نے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے آزادانہ طور پر استعمال کیا۔ اس سلسلے میں پوپ کے ارادے پہلے ہی واضح ہو چکے تھے جب 1074ء میں پوپ گریگوری VII نے ایک خط میں 'ان تمام لوگوں کے لیے جو عیسائی عقیدے کے دفاع کے لیے تیار ہیں' صلیبی جنگ کا مطالبہ کیا تھا، کیونکہ فلسطین سے واپس آنے والے بہت سے زائرین نے انھیں ناخوش گوار اطلاعات دی تھیں۔ اس خط کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو

"An infidel race has conquered the Christians and with terrible cruelty has destroyed everything up to the walls of Constantinople, and now they rule the conquered land with oppressive violence, and that they have killed thousands of Christians. have been slaughtered as if they were sheep. If we love God and want to be known as Christians, we should be filled with grief over the misfortune of this great empire (Greek) and the killing of so many Christians. But just grieving is not our entire duty. Our Savior's example and our brotherly love demand that we lay down our lives for their freedom."

ترجمہ: "ایک کافر نسل نے عیسائیوں پر غلبہ پالیا ہے اور ہولناک ظلم کے ساتھ قسطنطنیہ کی دیواروں تک ہر چیز کو تباہ کر دیا ہے، اور اب وہ مفتوحہ سرزمین پر جابرانہ تشدد کے ساتھ حکومت کر رہے ہیں، اور یہ کہ انہوں نے ہزاروں عیسائیوں کو ایسے مار ڈالا ہے جیسے وہ بھیڑ بکریاں ہوں۔ اگر ہم خدا سے محبت کرتے ہیں اور عیسائیوں کے طور پر

پہچانے جانا چاہتے ہیں تو ہمیں اس عظیم سلطنت (یونانی) کی بد قسمتی اور بہت سارے عیسائیوں کے قتل پر غم سے بھر جانا چاہئے۔ لیکن صرف غم کرنا ہمارا پورا فرض نہیں ہے۔ ہمارے نجات دہندہ کی مثال اور ہماری برادرانہ محبت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی آزادی کے لیے اپنی جانیں دیں¹۔

صلیبی جنگیں مذہبی جنگوں کا ایک سلسلہ تھا جو قرون وسطیٰ کے دور میں لاطینی چرچ کے ذریعے شروع کی گئیں، ان کی حمایت کی گئی اور بعض اوقات ہدایت کی گئی۔ ان صلیبی جنگوں میں سب سے مشہور وہ ہیں جو مقدس سرزمین پر 1095ء اور 1291ء کے درمیانی عرصے میں واقع ہوئیں اور جن کا مقصد یروشلم اور اس کے آس پاس کے علاقے کو اسلامی حکومت سے چھڑانا تھا۔ 1095ء میں، پوپ اربن دوم نے کلمونٹ کی کونسل میں پہلی صلیبی جنگ کا اعلان کیا²۔ اس نے سلجوق ترکوں کے خلاف بازنطینی شہنشاہ Alexios I کی فوجی حمایت کی حوصلہ افزائی کی اور یروشلم کی مسلح یا تر پر زور دیا۔ مغربی یورپ کے تمام سماجی طبقاتوں میں ایک پر جوش عوامی رد عمل تھا۔ پہلے صلیبیوں کے پاس مختلف محرکات تھے، جن میں مذہبی نجات، جاگیر دارانہ ذمہ داریوں کو پورا کرنا، شہرت کے مواقع اور معاشی یا سیاسی فائدہ شامل تھے۔ بعد میں صلیبی جنگیں عام طور پر زیادہ منظم فوجوں کے ذریعے چلائی جاتی تھیں، جن کی قیادت بعض اوقات بادشاہ کرتے تھے۔ سب کو پوپ کی مراعات دی گئیں۔ ابتدائی کامیابیوں نے چار صلیبی ریاستیں قائم کیں جن میں کاؤنٹی آف ایڈیسا، انطاکیہ کی پرنسپلٹی، یروشلم کی بادشاہی اور طرابلس کاؤنٹی شامل ہیں جب کہ اس کے بعد 1291ء میں عکر (Acre) کے زوال تک صلیبیوں کی موجودگی کسی نہ کسی شکل میں خطے میں رہی³۔ اس کے بعد مقدس سرزمین کی بازیابی کے لیے مزید صلیبی جنگیں نہیں ہوئیں۔

اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کے پس پشت لگ بھگ وہی وجوہات کارفرما ہیں جو صلیبی جنگوں کے اسباب قرار پائے تھے۔ ان اسباب میں مذہبی، معاشرتی، معاشی اور تہذیبی چشمک کے اثرات واضح محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ان چاروں اسباب کو ہم مختصر علیحدہ علیحدہ زیر بحث لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے مذہبی اسباب کی بات کریں تو صلیبی جنگوں کے اصل اسباب مذہبی ہی تھے مگر اسے بعض سیاسی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ یہ مذہبی اسباب کچھ معاشرتی پس منظر بھی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر تفصیل بیان کی گئی ہے کہ پیٹر راہب جس نے اس جنگ کے لیے ابھارا، اس کے تعلقات کچھ مالدار یہودیوں سے بھی تھے۔ پیٹر راہب کے علاوہ بعض بادشاہوں کا خیال تھا کہ اسلامی علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد ان کے معاشی حالات

¹ Oliver Joseph Thatcher and Edgar Holmes McNeal, eds., *A Source Book for Medieval History* (New York: AMS Press, 1971), 512–513.

² Frederic Duncalf, "The Councils of Piacenza and Clermont," in *A History of the Crusades: Volume I*, ed. K. Setton (Madison: University of Wisconsin Press, 1969), 220–252.

³ Jochen Burgdorf, "Acre, Siege of (1291)," in *The Crusades: An Encyclopedia*, vol. 1, ed. Alan V. Murray (Santa Barbara: ABC-CLIO, 2006), 13–14.

سدھر سکتے ہیں۔ غرض ان جنگوں کا کوئی ایک سبب نہیں مگر مذہبی پس منظر سب سے اہم ہے۔ فلسطین یسوع مسیح کی جائے پیدائش تھا۔ اس لیے مسیحیوں کے لیے مقدس اور متبرک مقام ہونے کی حیثیت رکھتا تھا اور ان کے لیے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے وہ اسلامی سلطنت کا حصہ بن چکا تھا۔ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول تھا اور بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام کے مقبرے یہاں تھے اس لیے بیت المقدس کا شہر اور زمین ان کے لیے مسیحیوں سے کہیں زیادہ متبرک اور مقدس تھی۔ تاریخی قرائن سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں نے متبرک مقامات کی ہمیشہ حفاظت کی۔ چنانچہ غیر مسلم زائرین جب اپنے مقدس مقامات کی زیارت کے لیے یہاں آتے تو مسلم حکومتیں انہیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچاتیں۔ ان کے گرجے اور خانقاہیں ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ حکومت نے انہیں اعلیٰ مناصب پر فائز کر رکھا تھا لیکن خلافت اسلامیہ کے زوال اور انتشار کے دور میں ان زائرین نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کیں۔ ان کی تنگ نظری اور تعصب کی بدولت مسلمانوں اور مسیحیوں میں چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہونا شروع ہو گئیں۔ یہ متعصب زائرین جب واپس جاتے تو مسلمانوں کی زیادتیوں کے فرضی افسانے گھڑ کر اہل یورپ کے جذبات کو بھڑکاتے۔ یورپ کے مسیحی پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف تھے اب ان حالات میں ان کے اندر نفرت و حقارت کے جذبات نے مزید تقویت پائی۔ چنانچہ دسویں صدی عیسوی کے دوران یورپ کی مسیحی سلطنتوں اٹلی، فرانس، جرمنی اور انگلستان وغیرہ نے سرزمین فلسطین کی دوبارہ تسخیر کا منصوبہ بنایا تاکہ اسے ایک بار پھر مسیحی مملکت میں تبدیل کیا جاسکے۔ اس دوران میں سارے یورپ میں ایک افواہ خواص و عام میں بے حد مقبول ہو گئی کہ یسوع (عیسیٰ) دوبارہ نزول فرما کر مسیحیوں کے تمام مصائب کا خاتمہ کریں گے لیکن ان کا نزول اسی وقت ہو گا جب یروشلم کا مقدس شہر مسلمانوں کے قبضہ سے آزاد کر لیا جائے۔ اس افواہ نے مسیحیوں کے مذہبی جوش میں بے پناہ اضافہ کر دیا۔ مسیحی مذہبی رہنماؤں نے یہ چیز عام کر دی تھی کہ اگر کوئی چور، بد معاش اور بد کردار بھی بیت المقدس کی زیارت کر آئے گا تو وہ جنت کا مستحق ہو گا۔ لہذا اس عقیدہ کی بنا پر بڑے بڑے بد کردار لوگ بھی زائرین کی صورت میں بیت المقدس آنا شروع ہو گئے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت وہ ناچتے اور باجے بجاتے اور شور و غل کرتے ہوئے اپنے برتری کا اظہار کرتے اور کھلے بندوں شراب نوشی کے مرتکب ہوتے۔ چنانچہ زائرین کی ان نازیبا حرکات اور ان کی سیاہ کاریوں، بدنظمی اور امن سوز سرگرمیوں کی وجہ سے ان پر کچھ اخلاقی پابندیاں لگا دی گئیں۔ لیکن ان زائرین نے واپس جا کر مسلمانوں کی زیادتیوں کے من گھڑت افسانے لوگوں کو سنانے شروع کر دیے تاکہ ان کے مذہبی جذبات کو ابھارا جاسکے۔

مسیحی اس وقت دو حصوں میں منقسم ہو چکے تھے۔ ایک حصے کا تعلق یورپ کے مغربی کلیسیا سے تھا جس کا مرکز روم تھا۔ دوسرا مشرقی یا یونانی کلیسیا جس کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ دونوں چرچ کے ماننے والے ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ روم کے

پوپ کی ایک عرصہ یہ خواہش تھی کہ مشرقی بازنطینی کلیسیا کی سربراہی بھی اگر اسے حاصل ہو جائے اور اس طرح وہ ساری مسیحی دنیا کا روحانی پیشوا بن جائے گا۔ اسلام دشمنی کے علاوہ اپنے عزائم کو پورا کرنے کے لیے اس نے اعلان کر دیا کہ ساری دنیا کے مسیحی بیت المقدس کو مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ جو اس جنگ میں مارا جائے گا وہ جنت کا حقدار ہو گا۔ اس کے سب گناہ دھل جائیں گے اور فتح کے بعد جو مال و زر حاصل ہو گا وہ ان میں تقسیم کر دیا جائے گا¹۔ نتیجتاً مسیحی دنیا مسلمانوں کے خلاف دیوانہ وار اٹھ کھڑی ہوئی۔

پوپ ار بن ثانی مغربی یورپ کے کلیسیا کا سربراہ تھا۔ وہ بڑا جاہ پرست اور جنگ باز مذہبی رہنما تھا۔ یورپ کے حکمرانوں میں اس کا وقار کم ہو چکا تھا۔ اپنی ساکھ بحال کرنے کے لیے اس نے مسیحیوں میں مذہبی جنگی جنون پھیلانا شروع کر دیا۔ جنگ کے نام پر مسیحیوں کی بالادستی اور مسلمانوں کی شکست و ریخت کا قائل تھا۔ اس نے چرچ کی گرفت کو مضبوط کرنے کے لیے مناسب سمجھا کہ مسیحی دنیا کو مذہبی جنگوں کی آگ میں جھونک دیا جائے۔ اس طرح اس نے صلیبی جنگوں کی راہ ہموار کی۔ یہ تو تھا ان جنگوں کا مذہبی پس منظر لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان جنگوں کا سیاسی پس منظر دریافت کرنے کی کوشش کریں تو وہ کچھ یوں سامنے آتا ہے کہ چونکہ عساکر اسلام نے اپنے عروج کے زمانے میں بڑی بڑی سلطنتیں زیر و زبر کر دی تھیں۔ افریقہ، ایشیا، جزائر بحیرہ روم (صقلیہ و قبرص) وغیرہ اور اسپین و پرتگال سب ان کے زیر نگین تھیں۔ اب گیارہویں صدی عیسوی میں اسلامی دنیا کی حالت بہت بدل چکی تھی مصر میں عبیدی سلطنت روبہ زوال تھی۔ سسلی میں مسلمانوں کا اقتدار کمزور ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے بحیرہ روم کے مسیحی زور پکڑ چکے تھے سپین میں اگر یوسف بن تاشفین میدان عمل میں نہ آتے تو اسپین سے مسلمانوں کا اخراج بہت پہلے مکمل ہو چکا ہوتا۔ صلیبی جنگیں مسلمانوں کے اس سیاسی غلبے کے خلاف یورپ کے مسیحیوں کا اجتماعی رد عمل تھا۔

سلاجقہ کا دور مسلمانوں کے عروج کا آخری شاندار باب ہے۔ انہوں نے ایشیائے کوچک کے تمام علاقے فتح کر کے قسطنطنیہ کی فتح کے لیے راہیں کھول دی تھیں۔ قسطنطنیہ مسیحی یورپ پر اسلامی یلغار کو روکنے کے لیے آخری حصار کا کام دے رہا تھا۔ لہذا سلجوقیوں کی قوت سے خوفزدہ ہو کر بازنطینی حکمران مائیکل ڈوکس نے 1094ء میں مغربی ملکوں کو ترکوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کی طرف متوجہ کیا اور ان سے امداد طلب کی²۔ چنانچہ ساری مسیحی دنیا نے اس کی استدعا کو فوراً قبول کر لیا اور میدان عمل میں نکل آئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کا ایک سیلاب سر زمین اسلام کی طرف اٹھ آیا۔ اپنے سیاسی مقاصد کے

¹ Dana Carleton Munro, "The Speech of Pope Urban II at Clermont: 1095" (New York: [Publisher], 1906), 231–242.

² Alexander Daniel Beihammer, *Byzantium and the Emergence of Muslim-Turkish Anatolia* (London: Taylor & Francis, 2017), 210.

حصول کی خاطر مشرق کے بازنطینی کلیسیا اور مغربی کلیسیا کے درمیان میں سمجھوتہ ہو گیا اور دونوں نے متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں میں حصہ لیا۔ عالم اسلام میں باہمی اتحاد کا فقدان تھا۔ بغداد کی عباسی اور مصر کی فاطمی خلافت، سلجوقی اور اسپین کے حکمران انخطاط کا شکار تھے ان کے درمیان میں باہمی اشتراک کی کوئی صورت موجود نہ تھی۔ لہذا صلیبیوں کے لیے اس سے نادر موقع اور کون سا ہو سکتا تھا اور اسے انہوں نے بھرپور طریقہ سے استعمال کیا۔

اسی طرح اگر ہم صلیبی جنگوں کے پس منظر پر معاشرتی حوالوں سے غور کریں تو یورپ معاشرتی لحاظ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں پسماندہ تھا۔ سماجی اور معاشرتی نقطہ نظر سے مساوات، اخوت اور عدل و انصاف کے جن اصولوں کو مسلمانوں نے اپنے ہاں رواج دیا تھا یورپ کا مسیحی معاشرہ ابھی تک اس سے محروم تھا۔ غریب اور نادار لوگ طرح طرح کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یورپ کا نظام جاگیر داری پر مبنی تھا۔ جاگیر دار غریب عوام کا خون چوس رہے تھے اور ان کے حقوق انہیں میسر نہیں تھے۔ صاحب اقتدار اور مذہبی گروہ نے ان لوگوں کی منافرت کا رخ اپنی بجائے مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ اخلاقی انخطاط سے بھی عوام کی حالت اچھی نہ تھی۔ یورپ کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے عوام کی توجہ اندرونی مسائل اور ان کی زبوں حالی سے ہٹانے کے لیے بیرونی مسائل کی طرف موڑ دی۔ ان لڑائیوں میں رضا کاروں کی معتدبہ تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جو اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لیے یونانی حسن کی لطافتوں کے لمس کی خاطر اس سفر میں شامل ہوئے تھے۔ جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا ذریعہ بھی نظر آتا تھا۔ کاشتکار جو زمیندار کے غلام تھے، وہ افراد اور خاندان جو قانون کی رو سے وراثت سے محروم تھے، وہ امراء جنہیں جائیداد کا کم حصہ ملا تھا اور جن کی خواہش تھی کہ دولت کمائیں، وہ راہب جو خانقاہی زندگی کی سختیوں سے تنگ تھے، غرض کل مفلوک الحال اور محروم الوارث اشخاص جن کی بہت بڑی تعداد تھی اس مقدس گروہ میں شریک تھے۔ صلیبیوں کے متعلق مارک کارٹ رائٹ (Mark Cartwright) رقم طراز ہیں کہ

He was promised by the Pope the defense of Christians and their faith, the forgiveness of sins and the fastest way to heaven. They were also suited to chivalry and doing the right thing (although chivalry was in its infancy at the time of the First Crusade), peer and family pressure, the opportunity to acquire material wealth, perhaps property and titles, the desire to travel and personally Opportunity to visit great holy places. Many warriors had less glamorous ambitions and were simply

forced to follow their masters, some tried to avoid debt and justice, and others simply tried to live a civilized life with regular meals. (in Pope's view) these motives would

continue to guarantee large numbers of recruits in all subsequent campaigns".

ترجمہ: "ان سے پوپ نے وعدہ کیا تھا کہ عیسائیوں اور ان کے عقیدے کا دفاع، گناہوں کی معافی اور جنت کے لیے تیز رفتار راستہ لایا ہے۔ وہ بہادری اور صحیح کام کرنے کے لیے موزوں بھی تھے (حالانکہ پہلی صلیبی جنگ کے وقت بہادری اپنے بچپن میں تھی)، ساتھی اور خاندانی دباؤ، مادی دولت حاصل کرنے کا موقع، شاید جائیداد اور القابات، سفر کرنے کی خواہش اور ذاتی طور پر عظیم مقدس مقامات کو دیکھنے کا موقع۔ بہت سے جنگجو بہت کم دلکش عزائم رکھتے تھے اور وہ محض اپنے مالکوں کی پیروی کرنے پر مجبور تھے، کچھ قرضوں اور انصاف سے بچنے کی کوشش کرتے تھے، اور دوسروں نے محض باقاعدہ کھانے کے ساتھ ایک مہذب زندگی گزارنے کی کوشش کی تھی۔ (پوپ کے خیال میں) یہ محرکات بعد کی تمام مہمات میں بڑی تعداد میں بھرتیوں کی ضمانت دیتے رہیں گے"۔¹

گویا ان مذہبی راہنماؤں نے اپنی عیاشانہ زندگی کو چھپانے کی خاطر عوام کی توجہ ان معاشرتی برائیوں سے ہٹانے کی کوشش کی۔ معاشی حوالوں سے دیکھیں تو اسلامی دنیا کی خوشحالی اور دولت و ثروت کے چرچے یورپ میں عام تھے۔ یورپ ابھی تک خوشحالی کی ان منازل سے نہ گذرا تھا جن کا مشاہدہ مشرق کی اسلامی سلطنتیں کر چکی تھیں۔ لہذا یورپ کے وہ تمام عناصر جنہیں حصول زر کے ذرائع یورپ میں میسر نہ تھے اپنی قسمت آزمائی کے لیے اس مذہبی مہم میں شامل ہو گئے۔ ان کا مقصد لوٹ کھسوٹ اور مال و دولت کے جمع کرنے کے سوا کچھ نہ تھا اس کی تصدیق صلیبیوں کے اس طرز عمل سے ہوتی ہے جو انہوں نے ہنگری سے گزرتے ہوئے وہاں کے مسیحی باشندوں کے ساتھ روا رکھا۔

یورپ کے نظام حکومت میں جاگیر داری نظام کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ معاشی نظام میں اس کی خرابیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔ دولت کے تقریباً تمام ذرائع پر امراء، اہل کلیسا اور جاگیر داروں کا قبضہ تھا اور عوام مفلوک الحال تھے۔ کاشت کاروں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ چنانچہ مذہبی طبقہ نے مذہب کی آڑ میں عوامی رد عمل کو روکنے کی کوشش کی تاکہ ان لوگوں کی توجہ ملک کے معاشی مسائل سے ہٹی رہے۔ اس کے علاوہ قانون وراثت کے تحت محروم افراد نے بھی محض زیادہ دولت جمع کرنے کی خواہش کے تحت اس کو ہوا دی۔

فلسطین اور شام پر قبضہ کرنے کے بعد اٹلی کے باشندے اپنی سابقہ تجارتی ترقی کو بحال کرنا چاہتے تھے کیونکہ اسلامی غلبہ کی بدولت اطالوی تاجروں کی تجارتی اجارہ داری ختم ہو چکی تھی۔ لہذا ان کا خیال تھا کہ اگر صلیبی جنگوں کی بنا پر فلسطین اور

¹ Mark Cartwright, "Crusades," *World History Encyclopedia*, published October 12, 2018, <https://www.worldhistory.org/Crusades/>

شام کا علاقہ مسلمانوں سے مستقل چھین لیا جائے تو یورپ کی معاشی حالت سدھر سکتی ہے۔ صلیبی جنگیں عموماً مذہبی جنگیں تصور کی جاتی ہیں مگر حقیقت میں یہ یورپ کی ان جنگی مہمات کا حصہ تھیں جو بحیرہ روم اور بحیرہ احمر کی تجارت پر قبضہ جمانے کی غرض سے مسلمانوں کے خلاف لڑی گئیں۔ بیت المقدس پر قبضہ جمانا اور اسے مکمل عیسائی شہر میں تبدیل کرنا محض ایک جنگی نعرہ تھا یورپ کے سنار اور تاجر "جنگی فتوؤں" کے لیے مسیحیت کے مرکز "ویٹی کن" کو بھاری رشوت ادا کر کے جذباتی مسیحیوں کی فوج تیار کرواتے تھے تاکہ یورپ سے مشرقی ایشیاء تک ان کے تجارتی بحری راستے مسلمانوں سے محفوظ ہو سکیں اور مسلمان عرب تاجروں کی بجائے یورپین تاجر زیادہ سے زیادہ منافع کما سکیں۔

متذکرہ بالا اسباب کے تناظر میں صلیبی جنگوں کی فوری وجہ پوپ اربن دوم کا فتویٰ جہاد تھا۔ فرانسیسی پیٹر جب بیت المقدس کی زیارت کے لیے آیا تو اس نے بیت المقدس پر مسلمانوں کے قبضہ کو بری طرح محسوس کیا۔ یورپ واپس جا کر مسیحیوں کی حالت زار کے من گھڑت قصے کہانیاں پیش کیں اور اس سلسلہ میں پورے یورپ کا دورہ کیا۔ پیٹر کے اس دورہ نے لوگوں کے اندر مذہبی دیوانگی کی سی کیفیت پیدا کر دی لیکن اس راہب نے زائرین کی سیاہ کاریوں کے بارے میں مکمل خاموشی برتی۔ پوپ چونکہ مغربی کلیسیا کا روحانی پیشوا تھا اس لیے اس نے مختلف فرقوں کی ایک کونسل بلائی اور اس کے سامنے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو اس بات کی بشارت دی کہ جو بھی اس مقدس جنگ میں مارا جائے گا اس کے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ جنت کا حقدار ہو گا لوگ جوق در جوق سینٹ پیٹر کی قیادت میں فلسطین پر چڑھائی کی غرض سے روانہ ہوئے۔

دو صدیوں پر محیط یہ صلیبی جنگیں جو مسلمانوں پر بے جا طور پر مسلط کی گئی تھیں اپنے ساتھ تباہی و بربادی لے کر آئیں۔ یوں مذہبی جنونیوں نے دنیا کی ایک کثیر آبادی کو آہ فغاں اور اتھاہ اندھیروں میں دھکیل دیا۔ یہ جنگیں فلسطین پر قبضہ کرنے کی کوشش تھی لیکن مسلمانوں کا قبضہ بیت المقدس پر بدستور قائم رہا۔ مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین اجنبیت کی ایک مستقل دیوار جو آج تک ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان حائل ہے اور جو مغرب میں اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کی وجہ قرار دی جاسکتی ہے وہ ان صلیبی جنگوں کا ایک بنیادی نتیجہ ہے اور آج فلسطین میں یہودی ریاست اسرائیل کا قیام اور نیو ورلڈ آرڈر اسی کی ایک کڑی ہیں۔ ان جنگوں کے نتیجے میں مغرب میں باقاعدہ ایسی تحریکوں کی بنیاد رکھی گئی جن کا واحد مقصد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایسا مواد تیار کرنا تھا جس کی مدد سے عوام الناس کو اسلام کے اصل پیغام کی بجائے ایسا مسخ شدہ چہرہ دکھایا جائے کہ لوگوں کے لاشعور میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ اس سلسلہ میں عاقل ندیم لکھتے ہیں کہ:

"مغرب میں اسلام کا خوف اور اس کے بارے میں غلط فہمیاں اور جارحانہ رویہ کوئی نئی بات نہیں۔ اسی خوف اور سوچ کی بنیادی وجہ تو صلیبی جنگیں بنیں لیکن تاریخ میں بعد میں رونما ہونے والے مختلف واقعات نے بھی اس رجحان کو تقویت دی۔"¹

صلیبی جنگوں میں ملوث افراد کے لیے ان جنگوں کے دور رس نتائج سامنے آئے ہیں کیونکہ واضح موت، تباہی اور جنگوں کی وجہ سے ہونے والی مشکلات کے علاوہ، ان کے اہم سیاسی اور سماجی اثرات بھی تھے۔ بازنطینی سلطنت ختم ہو گئی، پوپ کر سچن چرچ کے مسلمہ لیڈر بن گئے، اطالوی سمندری ریاستوں نے بحیرہ روم کے بازار کو مشرقی مغربی تجارت میں گھیر لیا، بلقان کو عیسائی بنادیا گیا، اور جزیرہ نما آئبیرین نے دیکھا کہ افریقی مسلمانوں اور عربوں کو واپس شمالی افریقہ کی طرف دھکیل دیا گیا۔ اس کے بعد 15 ویں اور 16 ویں صدی میں نئی دنیا کی فتح کو مذہبی جواز فراہم کرنے کے لیے صلیبی جنگ کے تصور کو اور بھی بڑھایا گیا۔ عوامی سطح پر صلیبی شہداء کے لیے نغمے اور ترانے تخلیق کر کے دشمنوں کے خلاف نفرت انگیز تحریریں لکھی گئیں۔ یہی عناصر عصر حاضر میں بھی اسلاموفوبیا کے لیے زمین سازی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں مفکرین کی طرف سے اسلاموفوبیا کو کبھی نسلی تعصب اور کبھی زینوفوبیا (دوسرے ممالک کے اجنبی باشندوں سے خوف) کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ یہ تاثر دیا جاسکے کہ اسلاموفوبیا کسی سوچے سمجھے منصوبہ کے نتیجے میں معرض وجود میں نہیں آیا بلکہ یہ مغربی لوگوں کی لاشعوری کیفیت کا اظہار ہے۔ صلیبی جنگوں کے بعد عسکری فکر گاہوں نے اپنے کام کے انداز میں جو واضح تبدیلیاں کیں ان کے متعلق مغربی مفکر مارک کارٹ رائٹ (Mark Cartwright) یوں لکھتے ہیں کہ

"Over the long term, military tactics evolved, eventually morphing into chivalry, and most of them exist today in one form or another. Europeans developed a greater sense of their shared identity and culture, leading to xenophobia (fear of foreigners) particularly against non-Christians, Jews and heretics. Literature and art perpetuated crusade narratives on both sides. Christians and Muslims (both) create heroes and tragedies in a complex web of myth, imagery and language that is often misapplied to the problems and conflicts of the 21st century".

ترجمہ: "طویل مدت میں عسکری حربوں میں ترقی ہوئی، جو بالآخر بہادری کے ساتھ لف ہو گئے اور ان میں سے اکثر آج کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ یورپیوں نے اپنی باہمی مشترکہ شناخت اور ثقافت کے بارے میں زیادہ احساس

1. - عاقل ندیم، "مغرب میں اسلام کا بڑھتا خوف، وجوہات کیا ہیں" روزنامہ INDEPENDENT، 24 دسمبر 2019ء۔

پیدا کیا، جس کے نتیجے میں خاص طور پر غیر عیسائیوں، یہودیوں اور بدعتیوں کے خلاف زینوفوبیا (غیر ملکیوں سے خوف) کا اظہار بھی ہوا۔ ادب اور فن نے دونوں طرف صلیبی داستانوں کو برقرار رکھا۔ عیسائی اور مسلمان (دونوں) افسانوں، منظر کشی اور زبان کے ایک پیچیدہ جال میں ہیر و اور سانحات تخلیق کرتے ہیں جو 21 ویں صدی کے مسائل اور تنازعات پر اکثر غلط طریقے سے لاگو ہوتے ہیں¹۔

صلیبی تحریک نے ان لوگوں کے ذہنوں پر گہرے نقوش چھوڑے جو ارض مقدس کو ان لوگوں سے آزاد کرانے کے خیال کے ساتھ آئے جنہیں وہ کافر اور بت پرست سمجھتے تھے۔ پوپ اربن دوم نے کافر مسلمانوں کے خلاف مقدس جنگ لڑنے کے لیے لوگوں کے جذبات کو ابھارنے کے لیے اپنی بیان بازی کی مہارت کا استعمال کیا۔ بغیر کسی اخلاقی رجحان کے یا سچائی کی ذرا سی بھی فکر ظاہر کیے بغیر، اس نے اسلام کی ایسی تصویر کھینچی جو بالکل جھوٹی اور معمولی تھی۔ ان کے نزدیک مسلمان ”مسیح کے دشمن“ تھے۔ اس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کیا اور اسلام کے بارے میں اس کے گمراہ کن پراپیگنڈہ نے ان لوگوں کے ذہنوں میں اسلاموفوبیائی نکتہ نظر تشکیل دیا جو تلوار سے اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔

اوپر کی گئی بحث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس اسلاموفوبیا کا اظہار عصر حاضر میں جن معاشروں میں کیا جا رہا ہے اس کی جڑیں ماضی بعید تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ تمام امور جو تاریخی طور پر اسلاموفوبیا کے اسباب قرار دیئے جاسکتے ہیں ان میں پہلا سبب وہی ہے جو ہر نبی کی بعثت پر سامنے آتا رہا ہے یعنی جدید ترین نبی کی بعثت۔ غیر مسلم معاشروں میں وہ زخم ابھی تازہ سمجھے جاتے ہیں جو نبی آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے محسوس کیے گئے اور اسی لیے جیسا کہ اوپر بھی بیان کیا گیا ہے کہ چند برس قبل 2019ء میں کچھ یہودی نوجوانوں نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوسٹر پر یہ جملہ لکھ کے ایک جلوس نکالا کہ ”²Khaybar was your last chance“ (خیبر تمہارا آخری موقع تھا)۔ دوسرا تاریخی سبب، بازنطینی ریاستوں کا خاتمہ اور قسطنطنیہ پر قبضہ کے نتیجے میں یورپی لوگوں کے انتقامی جذبات ہیں جنہوں نے مغربی فکر گاہوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ بذریعہ تلوار مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے ایسے اقدامات کیے جائیں جن سے مغربی لوگوں کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کی ایسی مسخ شدہ تصویر نقش ہو جائے کہ یورپی معاشرے اس نظریہ اور اس کے حاملین سے لاشعوری طور پر خوف و نفرت محسوس کریں۔ تیسرا بڑا تاریخی سبب دو سو سال تک چلنے والی صلیبی جنگیں ہیں۔ عیسائیت اور اسلام کے درمیان حملے اور جوابی حملے کی یہ

¹ Mark Cartwright, “Crusades,” *World History Encyclopedia*, published October 12, 2018, <https://www.worldhistory.org/Crusades/> (accessed July 9, 2022).

² “Khaybar Was Your Last Chance,” *Mediaray*, accessed July 9, 2022, <https://mediaray.blog/khaybar-was-your-last-chance/>.

طویل مہم ایک غیر نتیجہ خیز عیسائی فتح کے ساتھ شروع ہوئی اور ایک حتمی عیسائی شکست پر ختم ہوئی جس کی بدولت اہل یورپ کے دل میں آج تک کسک موجود ہے۔ گو کہ ان صلیبی جنگوں کا پس منظر صرف مذہبی ہی نہ تھا بلکہ جیسا کہ قبل ازیں مفصل بیان کیا گیا ہے کہ ان جنگوں کے پیچھے مذہبی وجوہ کے علاوہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی وجوہات بھی کار فرما تھیں۔ تاہم اس غم و غصہ کا اظہار اب بھی ان معاشروں میں گاہے بگاہے ہوتا رہتا ہے جیسا کہ 09 ستمبر کے واقعہ کے بعد 15 ستمبر کو امریکی صدر جارج بوش نے خطاب کرتے ہوئے دہشت گردی کے خلاف جنگ کو صلیبی جنگ قرار دیا تھا¹۔ پس یہ وجوہات یورپ میں پھیلنے ہوئے اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

¹ Peter Waldman and Hugh Pope, "Title of the Article," *The Wall Street Journal*, September 21, 2001,

<https://www.wsj.com/articles/SB1001020294332922160> (accessed July 9, 2022).

فصل چہارم

اسلامو فوبیا کے جدید اسباب

سابقہ فصل میں ہم نے یورپ میں اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب پر بحث کی ہے جبکہ موجودہ فصل میں ہم ان اسباب کو زیرِ غور لائیں گے جو بالخصوص عصرِ حاضر میں اسلاموفوبیا کی ترویج کا باعث قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ یورپی ممالک کے اندر دن بہ دن بڑھتا ہوا اسلاموفوبیا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک اور تعصب کی شکل میں ایک منفی رجحان کے طور پر سامنے آیا ہے جس سے بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کو متعدد سماجی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کسی بھی نچ پر اسلاموفوبیا کا تجزیہ کرتے ہوئے اس نظریہ کے اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نہ صرف مسلمانوں اور اسلامی عقائد کے حامل لوگوں کی روزمرہ زندگی کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں ان کی ذہنی صحت اور استحکام پر بھی نقصان دہ اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس لیے یورپ میں اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحان اور موجودہ دور میں اس کے اسباب و وجوہات پر بحث کرتے وقت معاشرتی، تہذیبی و ثقافتی، معاشی اور سماجی زاویوں سے غور کرنا بہت اہم ہے۔ ان امور پر توجہ مرکوز کرنے سے اس مسئلہ کی بابت ہر نکتہ نظر کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ وسیع میدان میں اس کی وجوہات کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ بائیں وجہ مغرب میں اسلاموفوبیا کی عصری وجوہات خاص طور پر مفکرین کے درمیان زیرِ بحث ہیں جن کا ترتیب وار جائزہ حسبِ ذیل ہے۔

پہلا سبب: تصورات (stereotype) / خیالات کو بغیر کسی دلیل کے حقیقت سمجھ لینا

اگر ہم یورپ میں اسلاموفوبیا کے موجودہ اسباب کو بالترتیب دیکھیں تو ان میں سے سب سے اہم اور پہلا سبب اسلام کے بارے میں تصورات (stereotype) خیالات کو بغیر کسی دلیل کے حقیقت سمجھ لینا ہے۔ ان میں مثبت اور منفی دونوں قسم کے خیالات شامل ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر منفی خیالات کو ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے پھیلا کر لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کا ایک مسخ شدہ اور خوف ناک چہرہ نقش کر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک منظم نفسیاتی یلغار کی جارہی ہے جس میں مختلف ملکوں کی فلم انڈسٹریز، ٹی وی چینلز، ریڈیو، سوشل میڈیا اور سماجی رابطے یعنی خاندانوں اور احباب کے حلقوں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ ان ذرائع کو استعمال کر کے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں تعصب پر مبنی خیالات پختہ کیے جا رہے ہیں جن میں سب سے گھناؤنا تعصب، اسلام اور دہشت گردی کا رشتہ جوڑنا ہے۔ اسی قسم کا تعصب سیاہ فام امریکیوں کے بارے میں بھی کامیابی سے پیدا کیا گیا کہ وہ خطرناک لوگ ہیں۔ اس پیدا کردہ تعصب کے بعد والی صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کا رویہ عموماً اس تعصب کے شکار لوگوں کے مجموعی رویہ کو ان کی مثبت اقدار کے باوجود متاثر کرتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے کہ ابتدائی طور پر اسلاموفوبیا کی تعریف، اسلام سے بے بنیاد دشمنی کی بنا پر تمام یا زیادہ تر مسلمانوں سے خوف یا ناپسندیدگی کے طور پر کی گئی تھی لیکن پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر یہ اصطلاح 1997ء میں اسلاموفوبیا پر

چھپنے والی رنی میڈ ٹرسٹ (Runnymede Trust) کی رپورٹ کے توسط سے آئی۔ اس کے بعد یہ اصطلاح عوامی گفتگو میں اس وقت پھیلی جب امریکہ میں 9 ستمبر 2001ء والے واقعات پیش آئے اور اس کو مزید وسعت اس وقت ملی جب 2005ء اور 2006ء میں ڈنمارک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے اور اس کے خلاف دنیا بھر میں مسلمانوں نے احتجاج کیا۔

اس موقع پر بھی ایک بے بنیاد تصور (Stereotype) کو ہوا دی گئی کہ مسلمان آزادی رائے کے مخالف ہیں۔ ڈنمارک کے ایک اخبار کی جانب سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کیے جانے کے بعد، آزادانہ اظہار رائے کرنے کے طرف دار اور اس کے وہ حامی جو منظم اسلام مخالف تھے، مضبوط ہوئے۔ مختلف متعصب مفکرین نے اپنی آراء کا بانگ دہل اظہار کیا اور اسلام کو آزادی رائے کا مخالف ایک دقیانوسی نظریہ قرار دیا جس کے ثمرات کے طور پر کئی ناخوش گوار واقعات وقوع پذیر ہوئے۔ ان فرضی آراء اور بے بنیاد تصورات (stereotype) کے پھیلاؤ کے بعد متعدد مغربی جنونی افراد نے بغیر ان افکار کی چھان پھٹک یا تحقیق کے فوری رد عمل دینے شروع کر دیئے۔ اسی طرح مسلمانوں کے تصور جہاد کا ایک غیر حقیقی خاکہ پیش کیا گیا اور اس کے انسداد کی مہم شروع ہوئی جس میں مسلمانوں کے جان و مال کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ عبادت گاہوں کو بھی اپنی منافرت کا شکار بنایا گیا۔ 22 جولائی 2011ء کو ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں اینڈرس بہرنگ بریوک (Anders Behring Breivik) کے ہاتھوں شہید ہونے والے 77 مسلمانوں والے سانحہ¹ کے تناظر میں، یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامو فوبیا کو نام نہاد انسداد جہاد تحریک کو منظم کرنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا، جس نے اسے اقتصادی اور نظریاتی طور پر شمالی امریکہ تک پھیلا دیا۔

اسی طرح کچھ مفکرین کی طرف سے یورپیا (Eurabia) سازش بھی ایک بے بنیاد تصور (stereotype) کی شکل میں پیش کی جاتی ہے۔ یورپیا (Eurabia) سازش ایک خود ساختہ تصور ہے جسے پہلی بار اطالوی مصنفہ اوریانہ فالاشی (Oriana Fallaci) اور برطانوی خاتون مورخ، بیٹ یور (Bat Ye'or) نے 2004ء اور پھر 2005ء میں وضع کیا تھا²۔ مسلمانوں پر تھوپی گئی اس من گھڑت سازش میں یہ امر شامل کیا گیا ہے کہ یورپ کو مسلمانوں نے یورپی کثیر الثقافتی نظریات کے حامل گروہ اور کئی دانش وروں کے ساتھ مل کر اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ اس تصور (stereotype) میں یہ خدشہ شامل کیا گیا کہ مسلمان مغربی

1 - 2011ء کے اوسلو اور یوٹویا حملے، جنہیں 22 جولائی کے حملے بھی کہا جاتا ہے، اوسلو اور 22 جولائی 2011ء کو ناروے کے جزیرے یوٹویا پر دہشت گردانہ حملے، جن میں 77 افراد ہلاک ہوئے، یہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ناروے کی سرزمین پر سب سے مہلک واقعہ تصور کیا جاتا ہے۔ <https://www.britannica.com/event/Oslo-and-Utoya-attacks-of-2011>.

Retrieved on 15 August 2022

² Bat Ye'or, "Jihad and Human Rights Today," *The National Review*, July 1, 2002, archived from the original on August 30, 2013, retrieved August 15, 2022.

معاشرہ میں بالآخر شرعی قانون متعارف کرائیں گے اور یورپ کو خلافت میں بدل دیں گے اور یورپ بھی ایک عرب نظریات کا حامل خطہ ہو گا۔ اس خطہ کو مصنفہ اور یانا فلاشی (Oriana Fallaci) اور بیٹ یور (Bat Ye'or)، یوریمیا (Eurabia) کا نام دیتی ہیں یعنی یورپ جمع عرب مساوی ہیں یوریمیا۔ اس قسم کے تصورات (stereotypes) کے متعلق ہشام صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"The constant villainization of Muslims in the mainstream media has made even simple acts like buying groceries or going through airport security difficult to do without crude jokes or dangerous assumptions, and last year With the murder of three innocent Muslim children in Chapel Hill, it is clear that stereotypes can have deadly consequences."

ترجمہ: "مین اسٹریم میڈیا میں مسلمانوں کو مسلسل ولن (villain) بنانے کے مسلسل عمل نے کریانے کا سامان خریدنے یا ہوائی اڈے کی سیکیورٹی سے گزرنے جیسے آسان عمل کو بھی بغیر خام لطیفوں یا خطرناک مفروضوں کے، کرنا مشکل بنا دیا ہے، اور پچھلے سال چپیل ہل (Chapel Hill) میں تین معصوم مسلم بچوں کے قتل سے، یہ واضح ہے کہ دقیانوسی تصورات بھی مہلک نتائج کا باعث بن سکتے ہیں"۔¹

ایسے بے بنیاد تصورات (stereotypes)، فوری، غیر معمولی، یا پر تشدد کارروائی کے لیے تحرک فراہم کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوسلو، ناروے کے مذکورہ بالا واقعہ میں مہلک بم پھٹنے سے تقریباً 90 منٹس پہلے، بریوک (Breivik) نے 1000 سے زیادہ ای میل ایڈریسز پر "2083: آزادی کا یورپی اعلان" (2083: A European Declaration of Independence) کے عنوان سے متعدد ای میلز (e-mails) کا ایک مجموعہ ارسال کیا تھا۔ ان ارسال شدہ ای میلز کے متن کو ہی مذکورہ حملہ آور نے اپنا منشور قرار دیا۔ اس منشور نما متن میں، بریوک (Breivik) نے اپنے نظریات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ اس نے ترکی مخالف، مسلم مخالف اور اسلام مخالف نعروں کا استعمال کرتے ہوئے یہ حملہ کیوں کیا۔ متن میں، اس نے حقوق نسواں پر یورپی "ثقافتی خودکشی" کا الزام بھی لگایا۔ اس نے پدرانہ نظام کی بحالی کی وکالت کی، جس میں اس کا دعویٰ تھا کہ ایسی بحالی یورپی ثقافت کو بچائے گی۔ متن میں یورپی براعظم سے تمام مسلمانوں کو ملک بدر کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ ان حملوں کا اصل مقصد اس منشور کو عام کرنا تھا۔ اس منشور کے متعلق زہر انور دوز لکھتی ہیں کہ

¹Hishaam Siddiqi, "Misconceptions About Islam That Muslim Americans Are Tired of Hearing," *Teen Vogue*, July 6, 2015, <https://www.teenvogue.com/story/islam-and-muslim-american-misconceptions> (accessed August 13, 2022)..

"In his manifesto he cites several times the views of Robert Spencer, Daniel Pipes, and Pamela Geller, who are clearly aware of anti-Muslim hatred, and So the attack was motivated."

ترجمہ: "اپنے منشور میں اس نے کئی بار رابرٹ اسپینسر، ڈینیئل پائپس، اور پامیلا گیلر کے خیالات کا حوالہ دیا، جو مسلم مخالف نفرت کے واضح طور پر علم بردار تھے، اور (جن کے پیش کیے گئے مسلم منافرت پر مبنی خیالات) اس کے لیے حملوں کا محرک بنے"¹۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح یہ بے بنیاد تصورات (stereotypes) اہل مغرب کو تعصب اور نفرت کی طرف دھکیلنے میں اور بالآخر شدت پسندی کے کسی نہ کسی واقعہ کے ارتکاب کا باعث بنتے ہیں۔ محولہ بالا تصورات کے علاوہ کئی ایسے خیالی وابہ ہیں جن کو مغربی معاشروں میں پھیلا یا جاتا ہے اور عوام کی کثیر تعداد ان تصورات کو بلا تصدیق قبول کر کے اسلام کے خلاف تعصب اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ صرف اسلام کا خدا ہے، جہاد ایک جارحانہ مقدس جنگ ہے جس میں ہر مسلمان مصروف ہے، اسلام غلام بنانے کا قائل مذہب ہے لیکن اس میں لونڈی کے کوئی حقوق نہیں، داعش اصلی مسلمان ہیں اور ان کے عقائد ہی اصلی اسلام ہیں، شرعی قانون قدیم اور ظالمانہ ہے، مسلمان عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر ظلم و جبر کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسلام اور جمہوریت میں کچھ بھی مشترک نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے بے بنیاد تصورات کا اہل مغرب میں پایا جانا اور وسیع پیمانے پر ان کی ترویج کرنا، مغرب میں اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کے موجودہ اسباب میں ایک اہم سبب ہے۔

دوسرا سبب: مغرب اور مشرق کو جدا جدا سمجھنا

اسلاموفوبیا کے موجودہ عصری اسباب میں دوسرا اہم ترین سبب، مشرق اور مغرب کو جدا جدا سمجھنا ہے۔ 1889ء میں جوزف رڈیارد کپلنگ (Joseph Rudyard Kipling)² نے اپنی شہرہ آفاق نظم میں یہ فقرات لکھے تھے کہ

"Oh, East is east, and West is west, and never the twain shall

meet

¹ Zehra Nur Duz, "Over a Decade Since Islamophobic Terrorist Killed 77 People in Oslo," *Anadolu Agency*, July 21, 2022, <https://www.aa.com.tr/en/europe/over-a-decade-since-islamophobic-terrorist-killed-77-people-in-oslo/2642319> (accessed August 15, 2022).

² جوزف رڈیارد کپلنگ (Joseph Rudyard Kipling) (30 دسمبر 1865ء - 18 جنوری 1936ء) ایک انگریزی ناول نگار، مختصر کہانی کا مصنف، شاعر، اور صحافی تھا اور برطانوی ہندوستان میں پیدا ہوا۔

Till Earth and Sky stand presently at God's great Judgment

Seat”¹

"اوہ، مشرق مشرق ہے، اور مغرب مغرب ہے، اور دونوں کبھی نہیں ملیں گے"

"جب تک کہ زمین اور آسمان، خدا کی عدالت کی عظیم نشست پر کھڑے ہیں۔"

رڈ یارڈ کپلنگ نے یہ جملہ کہ "مشرق" مشرق ہے اور "مغرب" مغرب ہے، یہ کبھی آپس میں نہیں مل سکتے، اپنی نظم میں تحریر کر کے دو ٹوک اور بغیر لگی لپٹی کے بات کہی جس کا مقصد یہ باور کرانا تھا کہ مغرب اور مشرق میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین و آسمان میں ہے۔ ایک طرف سے سورج طلوع ہوتا ہے تو دوسری طرف غروب ہوتا ہے۔ مگر جب ماضی کی طرف نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کے موجودہ ترقی یافتہ دور سے قبل مجموعی طور پر انسانی سماج کی سطح پر کچھ کچھ مشترکات موجود تھے لیکن سائنسی ترقی اور اس کے تحت وہاں کے فلسفیانہ اور سائنسی نظریات نے انسانی زندگی کو بہت حد تک متاثر کیا ہے۔ انہی اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ مغربی میڈیا نے مختلف ذرائع کی مدد سے غیر مسلم افراد کے ذہنوں میں یہ نظریہ داخل کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان، عرب ہونے کی وجہ سے مشرقی ہیں اور یہ مغربی معاشروں سے مختلف اور غیر متعلقہ ہیں۔ مغرب میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ابتر حالات کے اہم ذمہ دار مغربی میڈیا اور وہاں کے متعصب مفکرین ہیں جنہوں نے اس غلط فہمی کو عوام الناس کے ذہنوں میں راسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں ہر شائینانائیکے (Harsha Senanayake) ہالی ووڈ کے کردار کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

"Throughout the twentieth century, Muslim characters in Hollywood were often portrayed negatively and stereotyped as "uncivilized" by Orientalists. Since the post-9/11 era, film portrayals of them have "There has been a tremendous increase in presenting it as a threat to the Western world."

ترجمہ: "بیسویں صدی کے دوران، ہالی ووڈ میں مسلم کرداروں کو اکثر منفی انداز میں پیش کیا گیا اور مستشرقین کے دقیانوسی تصورات کے باعث انہیں "غیر مہذب" تصور کیا گیا۔ 9/11 کے بعد کے دور سے، فلم کی عکس بندی میں انہیں مغربی دنیا کے لیے ایک خطرہ کے طور پر پیش کرنے میں زبردست اضافہ ہوا ہے"²۔

¹ یہ نظم پہلی بار 2 دسمبر 1889ء کے پائینیر (The Pioneer)، 28 دسمبر کی ہفتہ کی خبریں اور اسی سال دسمبر کے میکملن میگزین (Macmillan's Magazine) میں شائع ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو: ڈیوڈ ایٹن رچرڈز کی نئی کتابیات (فروری 2010ء)، ص: 74 اور ORG، ج: 8، ص: 5266۔

² Harsha Senanayake, "Hollywood and Wicked Other: The Identity Formation of 'Western Us' Versus 'Muslim Others,'" *Open Political Science* 4 (2021): 64–67, <https://doi.org/10.1515/openps-2021-0007>.

چونکہ یورپی معاشروں میں متعصب لوگوں کی طرف سے مسلمانوں کو اکثر دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے لہذا مسلمانوں کے لیے یہ انتہائی مایوس کن اور پریشان کن صورت حال ہو جاتی ہے جب کھلے عام امتیازی سلوک کی شکل میں ان پر یہ الزامات تھوپے جاتے ہیں اور اکثر مسلمان خود پر لگنے والے ایسے الزامات کے خلاف لڑنے سے قاصر بھی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپی معاشروں میں بسنے والے دوسرے کسی بھی مذہب کے لوگ اس قدر ذہنی اذیت کا شکار نہیں ہیں جتنے مسلمان اس صورت حال سے دوچار ہیں۔

باوجود یہ کہ اسلام نے اپنے وجود کو کبھی کسی خاص خطہ ارضی کے لیے مختص نہیں کیا لیکن جب بھی مشرق اور مغرب کو جدا جدا پیش کیا جاتا ہے تو اس درجہ بندی میں اسلام کو ہمیشہ مشرقی مذہب ہی قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرق اور مغرب کی اس تقسیم میں مشرق بمقابلہ مغرب کی بجائے اسلام بمقابلہ مغرب کا پہلو زیادہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ اہل مغرب میں کچھ مفکرین ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس روش کی حوصلہ شکنی کی ہے اور اسلام کو مشرقی نظریہ تصور کرنے کی مخالفت کی ہے جیسا کہ ایمانوئل ویلر سٹین (Immanuel Wallerstein) لکھتے ہیں کہ

"We tend to think and speak of Christianity as the 'West' and Islam as the 'East.'" Certainly, there is no doubt that this shorthand has some geographical basis, but we think they are less are, and are decreasing. So we have a question why we insist on using this geographical shorthand

ترجمہ: "ہم عیسائیت کو 'مغرب' اور اسلام کو 'مشرق' کے طور پر سوچنے اور بات کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ یقینی طور پر، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس شارٹ ہینڈ کی کچھ جغرافیائی بنیادیں ہیں، لیکن ہمارے خیال میں وہ کم ہیں، اور مزید کم ہوتی جا رہی ہیں۔ لہذا ہمارے پاس ایک سوال ہے کہ ہم اس جغرافیائی شارٹ ہینڈ کو استعمال کرنے پر کیوں اصرار کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ جغرافیائی معنی سے زیادہ سیاسی معنی کا حامل ہے" ¹

یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے عصر حاضر کی سب سے گنجشک اور مبہم بحث یہی ہے کہ مشرق اور مغرب کا حقیقتاً مطلب ہوتا ہے اسلام اور مغرب۔ یعنی یہ سمجھنا بھی بسا اوقات دشوار ہو جاتا ہے کہ آیا یہ مسلم اور غیر مسلم ممالک کے درمیان بین الاقوامی سطح کی بحث ہے یا یورپی ممالک اور یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کے درمیان قومی سطح کی بحث ہے۔ بہر حال اہل اسلام اور اہل یورپ، دونوں فریقین مشرق و مغرب کو جدا جدا قرار دینے والی اس خلیج میں تیزی سے اضافہ کر رہے ہیں یعنی مسلمان اپنی مذہبی اقدار کو ترک کرنے والے تنوع کے لیے تیار نہیں ہیں اور یورپ مسلمانوں کے بارے میں غلط بیانی

¹ Immanuel Wallerstein, "Islam, the West and the World," Journal of Islamic Studies 10, no. 2 (1999): 110.

کرنے سے باز نہیں آ رہا۔ اگر ایک طرف اہل اسلام کا خیال ہے کہ مغربی جدیدیت کا ماڈل پوری دنیا کے لیے حتمی نہیں ہونا چاہیے اور خاص طور پر پچاس سے زیادہ ریاستوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے تو بالکل بھی نہیں تو دوسری طرف اہل یورپ کے نزدیک مسلم ممالک میں جارحیت کی شدت بھی غیر مسلم ریاستوں کے لیے ایک خوف ناک خطرہ بن کے سامنے آتی ہے جس وجہ سے وہ اسلام کو یورپی معاشروں کے لیے غیر مہذب نظریہ سمجھتے ہیں۔

دونوں طبقات، اسلام اور یورپ، خاص طور پر ایک دوسرے کے بارے میں کافی حد تک منفی جذبات رکھتے ہیں جن میں بعض اوقات دونوں ہی درست محسوس نہیں ہوتے۔ جیسا کہ یورپ میں اسلام کے بارے میں بات کرنا ناگوار ہے اور یورپ کو مسلم دنیا میں ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یورپ ایہ رویہ چند شدت پسند تحریکوں کے تناظر میں تشکیل پاتا ہے حالانکہ زیادہ تر مسلمان ان تحریکوں کی مخالفت کر رہے ہوتے ہیں اور اسی طرح اہل یورپ کے خلاف مسلم دنیا کا منفی رویہ زیادہ تر امریکی پالیسیوں کے تناظر میں قائم ہوتا ہے جبکہ اہل یورپ کی کثیر تعداد ان پالیسیوں پر تنقید بھی کر رہی ہوتی ہے۔ اس سارے پس منظر کے باوجود مسلم دنیا کے نزدیک اسلام بمقابلہ مغرب بنیادی طور پر اسلام بمقابلہ عیسائیت یا یہودیت نہیں ہے لیکن اہل یورپ کے نزدیک مشرق بمقابلہ یورپ سے مراد اسلام بمقابلہ عیسائیت و یہودیت ہی ہے اور اس طرح مشرق کو یورپ سے جدا گردانے کا نظریہ تقویت پاتا ہے اور یہ عصر حاضر میں اسلاموفوبیا کا ایک اہم سبب بن کر سامنے آتا ہے۔

تیسرا سبب: مسلمانوں کو یورپی معاشروں میں غیر (Others) سمجھنا

عصر حاضر کے یورپی میڈیا میں اسلاموفوبیا کے ادب کا جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یورپی میڈیا مسلمانوں کو مغربی معاشرے میں کس طرح "دوسروں" (Others) کے طور پر پیش کر رہا ہے اور اس سے یہ جاننا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ کس طرح یورپی میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کو مثبت یا منفی انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ دنیا بھر میں اکیسویں صدی کے بڑے سماجی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ "دوسرے / دیگر" (Others) ہے اور خاص طور پر یہ مسئلہ جو بظاہر پیچیدہ اور زبردست چیلنجوں سے گھرا ہوا ہے، مغربی معاشروں میں زیادہ نظر آتا ہے۔ "دیگر" یا "دوسرے" (Others) ایک اصطلاح ہے جو نہ صرف گروہی شناختوں کی بنیاد پر تعصب کے بہت سے تاثرات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے بلکہ یہ ایک واضح فریم ورک فراہم کرتا ہے جو مشترکہ عمل اور حالات کا ایسا مجموعہ پیش کرتا ہے جس سے کسی مخصوص گروہ کے خلاف عدم مساوات اور معاشرتی ناہمواری کا پرچار ہوتا ہے، گو کہ نسل پرستی یا نسلی تعصب جیسے امور پر اس "دیگر" یا "دوسرے" (Others) گروہ کے اظہارات اکثر اچھے ہی ہوتے ہیں۔ احمد سعید اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ

"Othering" is a set of dynamics, processes, and structures that produce marginalization and persistent inequality across the full range of human differences based on group identities".

ترجمہ: "دوسرے قرار دینا" حرکیات، عمل اور ڈھانچے کا ایک مجموعہ ہے جو گروہی شناختوں کی بنیاد پر انسانی فرقوں کی کسی بھی پوری حد میں پسماندگی اور مستقل عدم مساوات کو جنم دیتا ہے"۔¹

دیگریت (Othering) کا متضاد لفظ "وابستگی" (Belonging) ہے جس کا مطلب ہے کسی طبقہ کا ایسی غور طلب آواز کا حامل ہونا جسے سیاسی، سماجی اور ثقافتی ڈھانچے میں حصہ لینے کا موقع دیا جاتا ہو۔ لیکن یورپی معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ یورپی معاشروں میں "Others" کے طور پر قبول کیے جا رہے ہیں نہ کہ مغربی معاشروں سے "تعلق رکھنے والے" (Belonging) کے طور پر۔

"دیگر یا دوسرے" کا تصور اور اس اصطلاح کا استعمال دنیا بھر میں کوئی نیا نہیں ہے بلکہ سینکڑوں سال قبل اسپین میں مسلمانوں کے خلاف دوسرے (ہم اور وہ) کے تصور کو استعمال کیا گیا تھا۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ یورپی معاشروں میں مسلمانوں کو "دوسرے" سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ عیاں ہے کہ اگر کوئی دہشت گردانہ کارروائی مسلمانوں کے علاوہ کسی دوسرے طبقہ کے ذریعہ ہوتی ہے (مثلاً عیسائی، یہودی یا بدھسٹ وغیرہ) تو ایسے واقعہ کو کبھی بھی ان کے مذہب سے منسلک کر کے پیش نہیں کیا جاتا اور انہیں کبھی بھی یہودی دہشت گرد یا بدھ دہشت گرد نہیں کہا جاتا، لیکن اگر ایسا ہی ناخوش گوار واقعہ کسی مسلمان کے ہاتھوں پیش آئے تو پھر اس دہشت گرد پر مسلمانوں کا لیبل لگا کر پیش کیا جاتا ہے کہ "مسلمان دہشت گرد" نے یہ کام کر دیا۔

اگرچہ ایسے واقعہ کا ملزم کوئی مسلمان ہی ہو یا اس کا محض نام ہی مسلمانوں والا ہو لیکن الزام ایک مذہب کے طور پر اسلام پر نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ان لوگوں پر ہونا چاہئے جو اپنی زندگی میں اسلام کے اصولوں پر صحیح طریقے سے عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس غلط فہمی کا ایک اور واضح ثبوت یہ ہے کہ بہت سی فلمیں اور ٹیلی ویژن شوز اور بلاشبہ بہت سے مغربی باشندگان، تمام عربوں کو مسلمانوں کے طور پر دیکھنے کی غلطی کرتے ہیں، درحقیقت دنیا کے مسلمانوں میں سے صرف 20 فیصد عرب ہیں اور اس سے کہیں زیادہ مسلمان ملائیشیا میں رہتے ہیں² یعنی کسی خاص طبقہ کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے قبل حقائق کو نہ پرکھنا بھی کئی غلط فہمیوں کا باعث بن جاتا ہے۔

"دیگریت" ایک ایسا عمل ہے جس میں کسی فرد یا گروہ کی شرافت، محبت، وقار، فہم و فراست اور اس کے تعقل وغیرہ جیسی خصوصیات کا انکار کر دیا جاتا ہے اور اس کی اہانت کے مواقع ہی تلاش کیے جاتے ہیں۔ یہ عمل نہ صرف توہین و تذلیل آمیز

¹ Ahmad Saeed, "An Overview of Islamophobia as Othering," *Global Mass Communication Review* 4, no. 1 (2019): 3.

² "Demographics of Islam," archived from the original on October 9, 2020, retrieved November 28, 2022, <https://web.archive.org/web/20201009120840/https://berkleycenter.georgetown.edu/essays/demographics-of-islam>.

ہے بلکہ یہ اس فرد یا گروہ کے انسانی حقوق سے بھی انکار ہے۔ دراصل یہ اس "دیگر یا دوسرے" گروہ کی توہین اور مخالفت کر کے اپنی شناخت کو واضح کرنے اور اس شناخت کو قائم رکھنے کا ایک رجحان ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ظفر اقبال لکھتے ہیں کہ:

"Other/other" group is a minority group based on religion, race, descent, gender or nationality who is deprived of essential and fundamental human rights. They are not given the opportunity to raise their voice and speak for themselves, and are exploited and oppressed. Greeks' use of "savages" for non-Greeks and the Rwandan genocide and Bosnian ethnic cleansing are some examples of "otherness".

"دوسرا / دیگر" گروہ مذہب، نسل، نسب، جنس یا قومیت کی بنیاد پر ایک اقلیتی گروہ ہے جو ضروری اور بنیادی انسانیت (کے حقوق) سے محروم ہے۔ انہیں اپنی آواز (بلند کرنے) اور اپنے حق میں بولنے کا موقع نہیں دیا جاتا، اور ان کا استحصال اور جبر کیا جاتا ہے۔ یونانیوں کا غیر یونانیوں کے لیے "وحشی" کا استعمال اور روانڈا کی نسل کشی و بوسنیا کی نسلی صفائی "دیگریت" کی کچھ مثالیں ہیں"۔¹

عام اصطلاح میں، کسی کو بھی اپنی ذات سے الگ کرنا "دیگر" قرار دینا ہے، اور بعد ازاں اپنی ہی شناخت قائم رکھنے کے لیے اس "دوسرے" کا وجود ضروری اور بنیادی امر بن جاتا ہے۔ گویا ایک گروہ جو شاہی یا طاقتور ہے، کی طرف سے "دوسرے" کو اس شاہی یا طاقت ور کے حاشیہ سے خارج کرنے اور مغلوب یا زیر دست کرنے کے لیے نفسیاتی اور سماجی طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ لیوی اسٹراس (Levi-Strauss) (1955ء-1992ء) کے مطابق پوری تاریخ میں، لوگوں نے "دوسرے" اجنبی، منحرف یا غیر ملکی وغیرہ سے نمٹنے کے لیے دو حکمت عملیوں کا استعمال کیا ہے۔ پہلی یہ ہے کہ انہیں اپنے معاشرے میں یا حتیٰ کہ اپنی شناخت میں شامل کیا جائے اور تمام اجنبی حدود کا خاتمہ کر دیا جائے، البتہ اجنبیوں کو جذب کرنے کا یہ رجحان پوری تاریخ میں کم ہی ملتا ہے۔ دوسری حکمت عملی یہ ہے کہ ان کو اپنے معاشرے سے خارج قرار دیا جائے، تعلق ترک کیا جائے، ان کے لیے حدود طے کی جائیں اور انہیں مضبوط اداروں کے کنٹرول میں رکھنے کا لائحہ عمل اپنایا جائے۔²

"دوسرے" کے تصور میں بہت زیادہ پیچیدگی ہے، اور اس کا کامل مطلب بتانا مشکل ہے۔ دنیا میں ہر گروہ کسی نہ کسی کے لیے "دوسرا" ہے۔ "دوسرے" کے اس پورے تصور کو نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ یہ تصور متواتر بدلنے والا اور ایک مسلسل عمل ہے۔ یعنی جب ہم کسی کو "دوسرے" کے طور پر اشارہ کرتے ہیں تو ساتھ ہی ہم بھی ان کے لیے "دوسرے" ہو جاتے ہیں

¹ Zafar Iqbal, *Islamophobia: History, Context and Deconstruction* (New Delhi, India: Sage Publications, 2020), 241.

² Claude Lévi-Strauss, *The View from Afar* (Chicago, IL: University of Chicago Press, 1992).

اور وہ ہمارے بارے میں بھی ایسا ہی سوچتے ہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو مختلف مواقع پر مغربی میڈیا "دوسرے" کی بنیاد پر بحث تخلیق کرنے میں متحرک نظر آتا ہے۔ ایسا کرنا یقیناً ان افراد کے منفی جذبات کو بھڑکا سکتا ہے اور انہیں شدید حد تک مشتعل بھی کر سکتا ہے جو پہلے سے ہی "دوسروں" کے بارے میں منفی سوچ رکھتے ہیں۔ عصری طور پر "دیگر" کا تصور، مشرقیت کے تصور سے پیدا شدہ ہے، جس میں مغرب، اسلام کو کمتر، عجیب اور دھمکی دینے والا "دوسرا" کے طور پر سمجھتا ہے اور ایسا سمجھانا بھی مغرب میں اسلاموفوبیا کا ایک سبب ہے۔

چوتھا سبب: اسلامی تہذیب کو یورپی تہذیب پر حملہ آور سمجھنا

یورپ میں اسلاموفوبیا کا ایک اور اہم سبب اسلامی تہذیب کو یورپی تہذیب پر ایک حملہ کے طور پر دیکھنا ہے۔ پہلے تو یورپی تہذیب کو انسانی فکر کی معراج قرار دیا جاتا ہے اور پھر اسلامی تہذیب کو اس یورپی تہذیب کا دشمن اور اس کے لیے خطرہ قرار دے کر اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ جاپانی نژاد امریکی مفکر فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama)¹ نے 1989ء میں امریکی رسالے نیشنل انٹرسٹ (National Interest) میں ”انتہائے تاریخ“ (The end of History) کے عنوان سے اپنے شہرہ آفاق مضمون میں دنیا بالخصوص عالم اسلام کو یہ پیغام دیا کہ کسی نے اس دنیا میں رہنا ہے تو امریکی تہذیب و فکر کے ساتھ رہنا ہو گا کیونکہ اس تہذیب کو گزشتہ سو سال کی عملی جدوجہد کے طفیل جو ترقی ملی ہے یہ انسان کی نظریاتی و فکری معراج ہے اور اس کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی تہذیب و فکر نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے یا اس کے متوازی چل سکے۔ اس لئے اب دنیا میں جتنی بھی قابل ذکر تہذیبیں ہیں ان کے درمیان کشمکش ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ہے اور ساری دنیا میں یورپی جمہوریت کے سو کوئی دوسرا نظریہ یا نظام نہ آنے والا ہے اور نہ چلنے والا ہے²۔ فوکویاما نے اپنی دانست میں بہت بڑی بات کی اور اپنے ملک و قوم کے مفادات کو تحفظ دینے کے لئے بہت دور کی کوڑی لائے لیکن ان کی یہ بات علمی، فکری اور دنیا میں موجود دیگر ٹھوس و مدلل نظریات کے پیش نظر درست ثابت نہ ہو سکی۔

فوکویاما کی اس فکر کے برعکس برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) جو سابق امریکی صدر جارج بوش کے مذہبی امور کے مشیر بھی رہے ہیں نے 1990ء میں ایک مضمون بعنوان ”مسلمانوں کے غم و غصہ کی جڑیں“ (The Roots of Muslim

¹ فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama) (27 اکتوبر 1952ء) امریکی ماہر سیاسیات، ماہر معاشیات، بین الاقوامی تعلقات کا اسکالر اور معروف مصنف ہے۔ اپنے مضمون ”انتہائے تاریخ“ (The End of History) اور اسی عنوان سے متعلقہ اپنی تصنیفات کے لیے جانا جاتا ہے۔ ”انتہائے تاریخ“ (The End of History) میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ دنیا بھر میں لبرل جمہوریتوں کا پھیلاؤ اور مغرب کی آزاد منڈی کی سرمایہ داری اور اس کا طرز زندگی، انسانیت کے سماجی، ثقافتی ارتقاء اور سیاسی جدوجہد کے اتمام و کمال کا اشارہ دے سکتا ہے اور اس صورت میں انسانی حکومت کی حتمی شکل بن گئی ہے جس میں مزید بہتری کی گنجائش نہیں ہے۔

² Francis Fukuyama, "The End of History?", *The National Interest* 16 (1989): 3-18, <https://www.worldcat.org/search?q=n2:0884-9382>.

(Rage) لکھا اور اس میں تہذیبوں بالخصوص اسلامی تہذیب اور یورپی تہذیب کے درمیان تصادم کے نظریے کو پورے پس منظر کے ساتھ ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا۔ برنارڈ لیوس نے اسلامی فکر کی تاریخ پر بات کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ اسلام خیر و شر کی کشمکش میں سیاست اور عسکری قوت کا حصول ضروری سمجھتا ہے۔ اس نے تنبیہ کی کہ مسلمان صرف عبادات تک محدود رہنے والے لوگ نہیں بلکہ ان کا نظریہ انہیں اس امر پر اکساتا ہے کہ وہ ماحول، حتیٰ کہ سیاسی اور ریاستی امور کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں وہ رقم طراز ہے کہ

"The conflict between good and evil in Islam soon acquired political and even military dimensions. Remember Muhammad (peace be upon him), he was not just a prophet and teacher like the founders of other religions. Rather, he was a nation, head of state, ruler and soldier.

ترجمہ: "اسلام میں نیکی اور بدی کی کشمکش نے بہت جلد سیاسی اور حتیٰ کہ عسکری جہتیں بھی حاصل کر لیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یاد کریں، وہ دوسرے مذاہب کے بانیوں کی طرح صرف ایک پیغمبر اور معلم ہی نہ تھے، بلکہ وہ ایک قوم (امت)، ریاست کے سربراہ، حکمران اور سپاہی (سپہ سالار) بھی تھے"۔¹

نوکیا اور برنارڈ لیوس کے علاوہ بھی کئی دیگر مغربی مفکرین نے تہذیبوں کے تصادم جیسے نظریہ کو سہارا دیا اور مسلمانوں کو یورپی تہذیب کے خلاف ایک مشرقی یلغار سے تعبیر کیا جس کی دلیل کے طور پر کہا گیا کہ اسلامی تہذیب کے ساتھ یورپ کا اختلاف تہذیبی اور ثقافتی بنیادوں پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ برنارڈ لیوس جو کہ اسلام اور مشرق وسطیٰ (عرب دنیا) پر اسلامی تہذیب و تمدن و تاریخ کے مطالعہ و تحقیق کے حوالے سے بہت زہریلی تحریروں و تالیفات کے لئے معروف ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب کو ملفوف کر کے پیش کرنے میں بہت مہارت رکھتا ہے اور ڈپلومیسی سے کام لیتے ہوئے کھل کر اپنے مخالفانہ جذبات کا اظہار کرنے سے پہلو بچا کر نکلتا ہے۔

برنارڈ لیوس ہی تہذیبوں کے درمیان تصادم کے نظریات کا اصل خالق جانا جاتا ہے لیکن اس کے نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے جس شخص نے تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو زیادہ منظم انداز میں پیش کیا اور امریکی رسالے فارن آفیزز (Foreign Affairs) میں چھپنے والے جس کے مضمون "تہذیبوں کا تصادم" (Clash of Civilization) پر 1990ء کے عشرے میں سب سے زیادہ بحثیں اور سیمینارز اور مکالمہ وغیرہ ہوئے وہ امریکی مصنف سیموئل فلپ، ہٹنگٹن (Samuel Phillips)

¹ Bernard Lewis, "The Roots of Muslim Rage Analysis," accessed September 30, 2022, <https://www.123helpme.com/essay/The-Roots-Of-Muslim-Rage-Analysis-541843>.

Huntington¹ ہے۔ اس نے اپنے مضمون "تہذیبوں کا تصادم" (Clash of Civilization) میں نوکیلا کے نظریات کو رد کرتے ہوئے آئندہ کے لئے تصادم کی بنیاد تہذیبوں کے درمیان جنگ کو پیش کیا۔ لیکن اس مضمون پر دنیا بھر کے دانش ور اور علمی حلقوں سے جو رد عمل ظاہر ہوا اور اس کو جو اہمیت ملی ہن ٹنگٹن نے اس کو موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنے مذکورہ مضمون کو 1996ء میں وسعت دے کر (The Clash of Civilization and Remarking of the new world order) کے نام سے دنیا کے سامنے کتابی صورت میں پیش کیا۔

11/9 کے بعد امریکی صدر جارج بوش کی زبان سے نکلے اس جملہ نے کہ صلیبی جنگوں کا آغاز دوبارہ ہو گیا ہے، اس کتاب (تہذیبوں کا تصادم) پر ایک نئے انداز میں شدت کے ساتھ بحث و مباحثہ آگے بڑھایا۔ ہن ٹنگٹن (Huntington) نے بہت کھلے الفاظ میں لکھا کہ اسلامی اور یورپی تہذیب کے درمیان تصادم ناگزیر ہے بلکہ یہ تصادم شروع ہو چکا ہے۔ اس وقت اسلامی دنیا اور مغرب اور امریکہ وغیرہ کے درمیان جو صورتحال برپا ہے اس کو ریاستی اور حکومتی مجبوریوں کے تحت جو بھی نام دیا جائے اس کے لئے کوئی نہ کوئی جواز و بہانہ وغیرہ تلاش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تہذیبی تصادم 11/9 کے بعد بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے اور یہ تصادم اور ٹکراؤ یا جنگ صرف سیاست، معاشیات اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدانوں میں نہیں ہے کہ وہ تو یورپ کب کا جیت چکا ہے بلکہ یہ تصادم خالص تہذیبی بنیادوں پر جاری ہے۔ ہنٹنگٹن نے اپنی کتاب میں تہذیبوں پر بحث کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھا کہ یورپی تہذیب اپنی سیاسی، معاشی اور علمی طاقت اور غلبہ کے زور پر پوری دنیا کو اپنے مخصوص نظریات (سیکولر ازم وغیرہ) کے تحت دیکھنا اور پرکھنا چاہتی ہے اور یہ اس کا بنیادی حق ہے کیونکہ یہ تہذیب ترقی کے سبب غالب رہنے کے قابل اور مستحق ہے²۔ ہن ٹنگٹن سے پہلے یورپ کے کئی ایک مؤرخین نے دنیا کی تہذیبوں کے حوالے سے بات کی ہے اور ان کے درمیان اختلافات کی نوعیت بیان کی ہے لیکن ہن ٹنگٹن نے عجیب بات یہ کہی کہ دنیا میں تین تہذیبیں قابل ذکر ہیں۔ یورپی تہذیب، اسلامی تہذیب اور چینی (کنفیو شس) تہذیب۔ امریکہ اور یورپ کو خطرہ ہے کہ اگر کہیں کنفیو شس تہذیب نے اسلامی تہذیب کے ساتھ ہاتھ ملایا تو آئندہ کی سپر پاور کے تحت پر چین براجمان ہو سکتا ہے اور

1 سیوئیل فلیس، ہنٹنگٹن (Samuel Phillips Huntington) (18 اپریل 1927ء - 24 دسمبر 2008ء) ایک امریکی ماہر سیاسیات، مشیر اور ماہر تعلیم تھے۔ انہوں نے ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University) میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزارا، جہاں وہ ہارورڈ کے سینٹر فار انٹرنیشنل افیئرز (Center for International Affairs) کے ڈائریکٹر اور البرٹ جے ویدر ہیڈ III یونیورسٹی (Albert J. Weatherhead III University) کے پروفیسر تھے۔ جی کارٹر (Jimmy Carter) کی صدارت کے دوران، ہنٹنگٹن قومی سلامتی کونسل کے لیے سیکورٹی پلاننگ کے وائٹ ہاؤس کو آرڈینیٹر تھے۔ جنوبی افریقہ میں 1980ء کی دہائی کے دوران، انہوں نے پی ڈبلیو بوتھا (P. W. Botha) کی سیکورٹی سروسز کے مشیر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ وہ اپنے مشہور زمانہ مضمون "تہذیبوں کا تصادم" کے لیے جانے جاتے ہیں جسے بعد ازاں "The Clash of Civilization and Remarking of the new world order" کے عنوان سے کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا۔

² Samuel P. Huntington, "The Clash of Civilizations?", *Foreign Affairs* 72, no. 3 (1993): 22-49, doi:10.2307/20045621.

ہو سکتا ہے کہ اس کے پہلو میں اسلامی تہذیب اپنی محبت، عفو و رزاکر اور اخلاقی عظمت کی نشأت ثانیہ کے ذریعے دوبارہ چین کو اپنے دامن میں لے کر غالب ہو جائے۔

اسلامی اور یورپی تہذیب کے درمیان تصادم کوئی نئی بات نہیں کیونکہ یہ اختلاف اور کشمکش گزشتہ تیرہ سو برس سے جاری ہے اور یورپ کے اکثر و بیشتر سکالرز اور مؤرخین اس بات کا کھل کر اعتراف بھی کرتے ہیں کہ مغرب، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور چال بازیوں کے علاوہ موقع بہ موقع جارحانہ رد عمل کے اظہار سے کبھی نہیں ہچکچایا۔ لیکن چونکہ یورپ کے علماء، سیاست دانوں اور دانشوروں کو بخوبی علم تھا کہ یورپ، اسلام کے خلاف سازشوں اور مکرو فریب سے زیادہ دیر تک محاصمت اور مقاومت کا یہ سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتا اس لیے یورپ نے بہت سوچ سمجھ کر اپنی سائنسی، علمی برتری کے زور پر اپنی تہذیب اور اقتدار کو دنیا بالخصوص عالم اسلام میں موجود اپنے ایجنٹوں اور آلہ کار کے ذریعے مسلط کرنے کی منصوبہ بندی کی اور اسلامی تہذیب کو یورپ کے عوام کے لئے ایک بڑے خطرے کے طور پر پیش کیا۔ ہن ٹنگٹن کے مطابق بھی یورپ کا بنیادی مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی نہیں ہے بلکہ ان کے لیے ایسا اسلام خطرہ ہے جو ایک مکمل نظام اور تہذیب کی صورت میں اپنی بقاء و اظہار کا قائل ہے۔

اسلامی بنیاد پرستی، دہشت گردی، انتہا پسندی، ریڈیکل اور پولیٹیکل اسلام جیسے الزامات اور عنوانات لگانے اور پھیلانے میں یورپ کا اصل ہدف اسلام اور اسلامی تہذیب و ثقافت ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی رگ جاں اسلامی تہذیب و ثقافت ہی ہے اسی لئے اس نے آج کے طاقتور میڈیا کے ذریعے ساری دنیا میں اس کے خلاف پر زور پروپیگنڈا کیا تاکہ پوری دنیا اسلام، اسلامی تہذیب اور اسلامی دنیا کے خلاف یکجا ہو کر صف آراء ہو جائے۔ ایڈورڈ وائیڈی سعید (Edward Wadie Said)¹ نے ہنٹنگٹن جیسے دیگر مفکرین کی آراء پر کڑی تنقید کی ہے۔ یورپ کے اسی طرز فکر کے بارے میں کہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے عوام کے لئے ان کی حکومتوں نے میڈیا (نشر و اشاعت کے سارے ذرائع استعمال کرتے ہوئے) کے ذریعے اسلام کو ایک ناپسندیدہ و ناگوار خبر کا عنوان بنا کر پیش کیا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ اسلام یورپی تہذیب کے لئے سخت خطرہ ہے۔ "تہذیبوں کا تصادم" (Clash of Civilization) مضمون کے متعلق ایڈورڈ وائیڈی سعید لکھتے ہیں کہ

"The Clash of Civilizations thesis is an example of the purest offensive racism, a parody of Hitlerian science against Arabs and Muslims today."

¹ ایڈورڈ وائیڈی سعید (Edward Wadie Said) (نومبر 1935ء - 24 ستمبر 2003ء) کو لیبیا یونیورسٹی میں ادب کے ایک فلسفینی نژاد امریکی پروفیسر، ایک عوامی دانشور، اور مابعد نوآبادیاتی علوم کے علمی شعبہ کا بانی تھا۔ فلسطین میں پیدا ہوا، وہ اپنے والد کے ذریعہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا شہری تھا، جو کہ امریکی فوج کا عہدہ دار تھا۔

ترجمہ: "تہذیبوں کے تصادم کا مقالہ خالص ترین ناگوار نسل پرستی کی ایک مثال ہے، جو آج عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ہٹلرائی سائنس کی پیروڈی ہے"¹۔

ان سارے الزامات کے باوجود یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام تہذیبوں کے تصادم کا نہ قائل ہے اور نہ کوئی ارادہ رکھتا ہے۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کا وہ طبقہ جو اسلامی تہذیب و ثقافت کو تبلیغ اسلام کے لیے غیر اہم سمجھتا تھا اس طرف راغب ہوا ہے کہ اسلامی اقدار اور تہذیب و ثقافت بھی پیغام اسلام کی ترویج میں مدد و معاون ذرائع ہیں۔ کئی ممالک میں اسلامی لباس جیسے کہ برقعہ و حجاب وغیرہ پر پابندی اور اذان کے ساتھ مینارِ مسجد کے خلاف قراردادوں کے نتیجہ میں اس طبقہ کی رغبت اسلامی تہذیب و ثقافت کی طرف بڑھی ہے اور ان کا عملی رجحان بھی اسلامی طرزِ حیات کی طرف مائل ہوا ہے۔ تاہم اسلام کا ماضی کھلی کتاب کی طرح ہے جس میں اسلام نے دوسری تہذیبوں سے جنگ و تصادم کی جگہ تحمل، برداشت، عفو و درگزر اور دعوت و اصلاح ہی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن اہل یورپ کے ہاں اس قسم کے نظریہ کو فروغ دے کر اسلامی تہذیب کو یورپی تہذیب کا دشمن قرار دینا بھی عصر حاضر میں اسلاموفوبیا کی ترویج کا ایک سبب ہے جس کی بدولت مغربی معاشرے اپنی تہذیب کے انہدام کے خوف میں مبتلا ہو کر اپنی تہذیب کو بچانے کے لیے اسلام کی مخالفت اور اس سے نفرت کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

پانچواں سبب: اسلام کو بطور سیاسی خطرہ محسوس کرنا

تاریخی طور پر، یورپی حکومتیں اپنے خارجہ تعلقات میں لبرل اقدار اور اصولوں کو اسی وقت ترجیح دیتی ہیں جب وہ مسابقتی فائدہ حاصل کریں۔ جب حکومتیں بحرانوں کا سامنا کرتی ہیں اور اپنے آپ کو پسماندہ حالت میں پاتی ہیں تو نفرت، بیگانگت اور اجنبیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں سیاسی، سماجی اور اقتصادی بحرانوں میں گھری یورپی دنیا کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے۔ نتیجہ کے طور پر، وہ دوسروں کو ان مسائل کے لیے ذمہ دار اور جوابدہ ٹھہراتے ہیں جن کا سامنا انہیں خود کرنا پڑتا ہے بالکل اسی طرح جب انہوں نے 20 ویں صدی کے پہلے نصف میں یہودیوں کو مورد الزام ٹھہرایا تھا۔ اگر انہیں حقیقی خطرے کا سامنا نہیں ہوتا ہے تو مغربی حکومتیں ایک تخیلاتی خطرہ خود ہی تعمیر کرتی ہیں یا کم از کم اس خطرہ کا ایک موہوم ساخا کہ ضرور پیش کرتی ہیں۔ اسی تناظر میں اہل یورپ کے ہاں آج کل اسلام کے لیے سیاسی اسلام (Political Islam)، بنیاد پرست اسلام (Fundamentalist Islam) اور ریڈیکل اسلام (Radical Islam) جیسی اصطلاحات استعمال کی جا رہی ہیں اور اسلام کو مذہب کی بجائے ایک سیاسی خطرہ کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ ڈیوڈ پائپس (David Pipes) لکھتے ہیں:

¹ Edward W. Said, *From Oslo to Iraq and the Road Map* (New York: Pantheon, 2004), 293.

"Radical Islam is a radical utopian movement closer in spirit to other such movements (communism, fascism) than to traditional religion. Anti-democratic and aggressive in nature, anti-Semitic and anti-Western, it has far-reaching plans. Indeed, the spokesmen of fundamentalist Islam see their movement in direct opposition to Western civilization and challenging it for global supremacy".

ترجمہ: "بنیاد پرست اسلام ایک بنیاد پرست یوٹوپائی تحریک ہے جو روایتی مذہب کے مقابلے میں ایسی دیگر تحریکوں (کمینوزم، فاشزم) کی روح کے قریب ہے۔ فطرتاً جہوریت مخالف اور جارحانہ، یہود مخالف اور مغرب مخالف، اس کے بہت بڑے منصوبے ہیں۔ درحقیقت، بنیاد پرست اسلام کے ترجمان اپنی تحریک کو مغربی تہذیب سے براہ راست مقابلہ کرتے ہوئے اور اسے عالمی بالادستی کے لیے چیلنج کرتے ہوئے دیکھتے ہیں" ¹۔

سوویت یونین اور کمینوزم کے انہدام کے بعد سے اسلام کے بارے میں یورپی نقطہ نظر تیزی سے منفی ہوتا چلا گیا ہے۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو یورپ کے لیے سیاسی خطرہ کے طور پر بدنام کیا گیا ہے جس سے اسلاموفوبیا کی بڑھوتری میں مدد ملی ہے۔ اسلام کو سیاسی خطرہ قرار دینے کی بھی کئی بنیادی وجوہات ہیں۔ مثلاً اول تو یہ کہ مغرب کو زندہ رہنے کے لیے سیاسی دشمن کی ضرورت ہے۔ کئی دہائیوں تک، غالب یورپی ممالک نے 20 ویں صدی کے پہلے نصف کے دوران فاشزم کا مقابلہ کیا، جس کا مرکزی نمائندہ جرمنی کا ایڈولف ہٹلر تھا۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد یورپ نے "سرخ خطرہ" کمینوزم کی جگہ "سبز خطرے" اسلام کو لے لیا ہے حالانکہ مسلمان دنیا کے لیے حقیقی سیاسی یا عسکری خطرہ نہیں ہیں۔ یعنی یورپ ممالک نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے اصل مخالف کے طور پر منتخب کر لیا ہے اور اکثر اسی پر سیاست کرتے رہتے ہیں۔ جیسے ماضی میں وہ فاشزم یا کمینوزم کو اپنی زندگی کے لیے خطرہ سمجھتے تھے، آج کل وہ اسلام کے لیے بھی یہی دعویٰ کر رہے ہیں۔

دوسرا، اسلام مخالف اور "اسلامی دہشت گردی" کے الفاظ کا استعمال مسلم دنیا میں حکومتوں پر تسلط قائم کرنے کا ایک آسان ترین طریقہ ہے۔ یورپ، مسلم دنیا کے انتظام کے لیے آزاد حکومتوں کو ترجیح نہیں دیتا۔ استعماری طاقتیں ان ممالک پر اپنا بالواسطہ اور بلاواسطہ تسلط برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ جیسا کہ فرانس بالخصوص افریقی مسلم ممالک مالی، ناٹجریا، سینیگال، چاڈ، گیمبیا اور موریتانیہ کے وسائل کا استحصال کرتا رہا ہے۔ اسی طرح آج بھی فرانس اور کچھ دوسرے یورپی ممالک لیبیا پر حکمرانی کے لیے ایسی پُر تشدد عسکری قیادت کو ترجیح دیتے ہیں جو فرانسیسی مفادات کے تحفظ کے لیے پر عزم ہو۔

1 David Pipes, "There Are No Moderates: Dealing with Fundamentalist Islam," *The National Interest*, Fall 1995, 48.

تیسرا، اسلام مخالف بیان بازی کے استعمال کی قیمت کافی کم ہے۔ یورپی ممالک، بھارت یا چین جیسے دوسرے ممالک کو ثانوی ممالک میں شامل نہیں کرنا چاہتے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ یورپ اور چین یا روس کا باہمی اقتصادی و معاشی انحصار، مغرب اور مسلم ممالک کے درمیان تعلق سے زیادہ مضبوط ہے جس کی وجہ سے مغربی عالمی طاقتوں کو بیجنگ اور ماسکو کے ساتھ اختلافات کی قیمت بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے دوسری آپشن کے طور پر اسلام کے خلاف یہ بیان بازی زیادہ قابل عمل ہے۔ یعنی اسلاموفوبیا کی شکل میں دنیا کو متحرک کرنا آسان ہے کیونکہ چین، روس اور خاص طور پر ہندوستان جو مسلم اقلیتوں کی میزبانی کرتے ہیں اور تاریخی طور پر مسلم اکثریتی علاقوں کو کنٹرول کرتے ہیں، مسلم ممالک کے خلاف روایتی دشمنی بھی رکھتے ہیں۔ دوسری طرف مسلم دنیا کو کنٹرول کرنا یورپ اور دوسرے ممالک کے درمیان عالمی دشمنی کا تعین کرے گا۔ جو بھی مسلم اکثریتی خطوں جیسے مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ، ہارن آف افریقہ، وسطی ایشیا اور جنوبی ایشیاء کو کنٹرول کرے گا وہ فائدہ اٹھائے گا اور برتری حاصل کرے گا۔ اس لیے اہل یورپ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اسلام کو ایک سیاسی خطرہ کے طور پر معروف کیا جائے اور اسے اس کے سیاسی مقاصد میں ناکام کرنے کی کوشش کرتے ہوئے خود کو کامیاب سیاسی قوت منوایا جائے۔

چوتھا، مسلم دنیا کی حکومتیں مضبوط سیاسی گفتگو اور وسیع حلقہ اثر رکھتی ہیں۔ پوری دنیا میں عقیدت مندوں اور مسلمان پیروکاروں کی بدولت، اسلام ایک عالمی مظہر ہے اور پوری دنیا کے بااثر ممالک کو متحد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسلمان، دنیا کا دوسرا سب سے بڑا مذہبی گروہ ہے اور اسلام دنیا میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے۔ اس لیے یورپی ممالک کو اسلام اور مسلمانوں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ سلیجیم اور ہالینڈ سمیت کئی یورپی ممالک میں دوسرا سب سے بڑا عقیدہ بن چکا ہے۔ آج یورپی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد 20 ملین سے تجاوز کر چکی ہے اور یورپ میں ان کی موجودگی ہر سال براعظم کی گلیوں میں بڑھتی جا رہی ہے۔ اسی طرح مہاجرین کی لہر مسلم دنیا سے مغربی یورپ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یعنی وہاں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہی ہو گا اس لیے یہ اہل مغرب کے لیے ایک سیاسی خطرہ کے طور پر دیکھا جانے والا نظریہ بن چکا ہے جس کی بنیاد پر اسلام سے نفرت اور تعصب کا اظہار کیا جاتا ہے اور یہ اسلاموفوبیا کے لیے اہم سبب قرار پاتا ہے۔ حالانکہ اسلام اور مسلمانوں کو دوسرے معاشرہ سے الگ کرنا اور ان سے بیگانگی کا برتاؤ کرنا جلد یا بدیر یورپی معاشروں اور ریاستوں کے عدم استحکام کا باعث بن سکتا ہے۔

چھٹا سبب: مذہبی و نسلی تعصب

یورپی معاشروں میں اسلاموفوبیا کے موجودہ اسباب میں مسلمانوں سے مذہبی و نسلی تعصب روارکھنا بھی شامل ہے۔ برطانوی رکن پارلیمنٹ ایلن جانسن (Alan Johnson) کے مطابق اسلاموفوبیا ایک مذہبی مسئلہ ہونے کے بجائے وسیع تر تناظر میں نسلی تعصب ہی ہے۔ اس ضمن میں ان کا خیال ہے کہ

"Islamophobia can sometimes be nothing more than xenophobia or racism wrapped in religious terms."

ترجمہ: "اسلاموفوبیا بعض اوقات 'مذہبی اصطلاحات میں لپیٹا ہوا' زینوفوبیا یا نسل پرستی سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا ہے" ¹۔

اسی طرح کئی دیگر یورپی دانش ور اس امر پر زور دیتے رہے کہ یورپی معاشرہ میں موجود یہ نفرت انگیز رویہ زیادہ سے زیادہ نسل پرستی یا علاقائی تعصب ہے جسے مذہبی لباس پہنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لیے اسلاموفوبیا کو نسلی تعصب (Racism) سے جوڑا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کے لیے یورپی معاشروں میں عربی (Arabs) اور گندمی (Browns) جیسے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق نسل پرستی پر مبنی رویہ، اکثر ثقافت کے نظر آنے والے پہلوؤں پر محیط نظر آتا ہے۔ یعنی نسل پرستی کا شکار ہونے والے افراد اپنے جسمانی خطوط (رنگ، خدوخال وغیرہ) کی بنا پر نسل پرستی کا شکار ہوتے ہیں۔ یورپی مسلمانوں کے ساتھ نسل پرستی پر مبنی رویہ، ایک خاص نظریاتی عمل کو ظاہر کرتا ہے جو کہ تاریخی طور پر بھی اہم ہے۔

اسلام کو مشرق سے آیا ہوا نظریہ سمجھتے ہوئے مشرقیت اور اسلام کی مخالفت کی بنیاد پر تعمیر ہونے والے تصورات (مثلاً ناشائستگی، احساس کمتری اور عدم مطابقت) یورپی میں موجود نسل پرستی کے بنیادی آلات ہیں۔ یورپی معاشروں میں مسلمان آبادی میں تنوع کے باوجود، وہاں مسلمانوں کو نسل پرستی کا سامنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اہل یورپ کے نزدیک مسلمان اپنی نسلی خصوصیات کی بنا پر ایک قابل ذکر خطرہ اور غیر سمجھے جا رہے ہیں۔ اس اعتبار سے نسلی تفریقات جیسے جینیات یا جسمانی رنگ، یا پھر تہذیبی خدوخال جیسے داڑھی یا برقعہ جیسی مذہبی علامات کی بنا پر یورپی مسلمانوں کی شناخت کرنا اور ان پر مسلمان ہونے کا لیبل لگا دینا، نسل پرستی کی ہی ایک شکل ہے۔ اگرچہ مسلمان ایک "نسل" نہیں ہیں، پھر بھی انہیں ایک نسلی عمل کے ذریعے جانچا جاتا ہے جس عمل میں جسمانی خدوخال اور نسلی خصوصیات اہمیت رکھتی ہیں۔ نسل پرستی کا ہدف یہ ہے کہ

¹ Alan Johnson, "The Idea of 'Islamophobia,'" *World Affairs*, March 6, 2011, https://en.wikipedia.org/wiki/World_Affairs. Accessed August 20, 2022.

اس نسلی تقسیم کے ذریعے، مسلمانوں کو خوف ناک دشمن کے طور پر پیش کر کے، انہیں ایسا "خطرہ" قرار دیا جائے جس سے نسلی اعتبار سے ان کا الگ خاکہ بنے اور تسلیم کیا جانے لگے کہ ان سے جبر اور تشدد کے ذریعے ہی نمٹا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ سابقہ باب میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے کہ طارق مودود نے بھی معروف برطانوی جریدے، جرنل آف سوشیالوجی میں 2007ء میں شائع ہونے والے مضمون میں اسلاموفوبیا کو مسلم مخالف نسل پرستی اور ایشیائی مخالف، ترک مخالف اور عرب مخالف نسل پرستی کے تسلسل کے طور پر ہی بیان کیا ہے¹۔ ان کے مطابق اسلاموفوبیا میں کئی قسم کے تعصبات جمع ہو چکے ہیں۔ کبھی تو مسلمانوں کو اشیاء کی مخالفت کے عناصر کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی جغرافیائی شناخت سے قطع نظر ترکوں اور عربوں سے خالص نسلی تعصب و نفرت رکھنے والے عناصر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بعض مفکرین، اسلاموفوبیا اور نسل پرستی کو جزوی طور پر اوور لیپنگ مظاہر کے طور پر دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ ڈیان فراسٹ (Diane Frost) نے یورپی معاشروں میں موجود نسلی تعصب اور اقلیتوں سے نفرت کی مختلف وجوہات کے متعلق لکھتے ہوئے اسلاموفوبیا کو مسلم مخالف احساس اور "نسل" یا "مذہب" کی بنیاد پر تشدد قرار دیا ہے²۔ گویا اسلام سے نفرت میں خاص نسل سے نفرت کا عنصر بھی شامل ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اسلاموفوبیا ان لوگوں کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے جن کے نام مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں، یا ان کا حلیہ اور نکتہ نظر مسلمانوں کے مماثل ہے۔ کچھ مفکرین اس نسلی تعصب کو ماضی میں شدت اختیار کرنے والی سام دشمنی (anti-semitism) سے تشبیہ دیتے نظر آتے ہیں۔ "anti-semitism" "یہودیوں کے ساتھ دشمنی، نسلی تعصب، یا امتیازی سلوک ہے اور ایسی سوچ کے حامل فرد کو اینٹی سیمائٹ کہا جاتا ہے۔ ان مفکرین کے مطابق چونکہ سام دشمنی کو نسل پرستی کی ہی ایک شکل سمجھا جاتا ہے لہذا اسلاموفوبیا بھی اسی زمرے میں شامل ہو کر نسلی تعصب کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اسلام کے ساتھ برتا جانے والا سلوک کسی نہ کسی حد تک اس تعصب سے میل کھاتا ہے جو یہودیوں سے روار کھا جاتا رہا ہے اس ضمن میں ایڈورڈ سعید رقم طراز ہیں کہ

It (Islamophobia) has appeared as a new trend in the Western tradition of anti-

Semitism in the context of Orientalism".

¹ Tariq Modood, "Remaking Multiculturalism after 7/7," (PDF) September 29, 2005, <https://www.surrey.ac.uk/cronem/files/Tariq-Modood-article.pdf>. Retrieved February 22, 2022.

² Frost, Diane. "Islamophobia: Examining Causal Links Between the Media and 'Race Hate' from 'Below.'" *International Journal of Sociology and Social Policy* 28 (2008): 564–78.

ترجمہ: "یہ (اسلاموفوبیا)، مشرقیت کے تناظر میں یہود دشمنی کی مغربی روایت میں ایک نئے رجحان کے طور پر ظاہر ہوا ہے" ¹۔

گو کہ یورپ میں مفکرین کی ایک خاطر خواہ تعداد اس امر پر مصر ہے کہ مسلمانوں کو محض ایک اجنبی نسل کے طور پر دیکھا جا رہا ہے اور اسی وجہ سے ان کو معاشرتی امتیاز کا سامنا ہے لیکن اسلاموفوبیا اور نسل پرستی کے درمیان تعلق پر سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ اسلاموفوبیا کو کس طرح صرف نسل پرستی کے ساتھ لف کیا جاسکتا ہے جبکہ یورپی معاشروں میں کم و بیش ہر نسل اور ہر رنگت سے تعلق رکھنے والے باشندگان اسلام قبول کر چکے ہیں۔ درحقیقت اسلاموفوبیا کی شکل میں کسی صورت بھی صرف نسل پرستی کا اظہار نہیں کیا جاتا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت میں ڈر اور خوف کی آمیزش ہے جبکہ نسلی تعصب کی صورت میں ظاہر ہونے والی نفرت میں خوف کے بجائے حقارت اور کم تری کے جذبات زیادہ واضح اور غالب نظر آیا کرتے ہیں۔ اسلاموفوبیا کو نسل پرستی میں ضم کر کے مذہبی تعصب کے الزام سے بچنا ایک عام تدبیر ہے۔ اس کے برعکس وہ اہل یورپ جو اسلاموفوبیا کا سہارا لیتے ہیں وہ خود کو نسل پرست یا غیر ملکیوں سے نفرت کرنے والے نہیں سمجھتے بلکہ وہ خود کو ایک ایسے مذہب کے خلاف اپنی اقدار کا محافظ سمجھتے ہیں جو جمہوریت اور انسانی حقوق کا دشمن ہے۔ ان امور کو مد نظر رکھا جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ یورپ میں مسلمانوں سے نسل پرستی جیسے تعصب کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف مذہبی تعصب بھی روار کھا جاتا ہے جو اسلاموفوبیا کے موجودہ اسباب میں سے ایک ہے۔

ساتواں سبب: عالمی سطح پر مسلم شناخت کا رد عمل

سماجی رویوں پر تحقیق کرنے والے ادارہ (ISPU) آئی ایس پی یو (Institute for Social Policy and Understanding) نے اپنے ایک سروے کے دوران امریکہ میں مسلم مخالف جذبات کے حوالہ سے ایک خاص رجحان کو بھی اجاگر کیا ہے۔ سروے کے دوران جب مسلمانوں سے پوچھا گیا کہ کیا وہ محسوس کرتے ہیں کہ اسلاموفوبیا کی ترویج کرنے والے زیادہ تر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی مذہبی شناخت پر شرمندہ ہوں، تو 30 فی صد (کسی بھی دوسرے مذہبی گروہ سے زیادہ فیصد) مسلمانوں نے اس امر سے اتفاق کیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کا ماننا ہے کہ ان کی عقیدہ برادری دیگر مذہبی

¹ Edward W. Said, "Orientalism Reconsidered," in *Literature, Politics, and Theory*, ed. Francis Barker, Peter Hulme, Margaret Iversen, and Diana Loxley (London: Methuen & Co, 1986), 220.

برادریوں کے مقابلے منفی رویے کا زیادہ شکار ہے، تو پھر 30 فی صد (ایک بار پھر، دوسرے عقیدے کے گروہوں کے مقابلے میں زیادہ فیصد) مسلمانوں نے اتفاق کیا¹۔

حالیہ برسوں میں، اسلاموفوبیا کو امیگریشن اور مسلم اقلیتوں کے یورپ میں انضمام کے حوالے سے عوامی اضطراب کی وجہ سے ہوا ملی ہے۔ یہ تناؤ 2007ء کے معاشی بحران اور قوم پرست سیاست دانوں کے عروج کے بعد اور بڑھ گیا ہے۔ یہ رجحان مسلم انتہا پسندوں کی طرف سے کیے گئے ہائی پروفائل دہشت گردانہ حملوں سے بھی بڑھا ہے کہ یورپی عوام ہر اس مسلمان سے خوف کھاتے ہیں جس کی ہیئت قضا ئیہ ان لوگوں جیسی ہو جن کو وہ دہشت گرد سمجھتے ہیں۔

یورپ میں تیزی سے پھیلنے والے تنوع کے ماحول میں، مسلم اقلیتوں کو غیر متعلقہ اور باقی معاشرے سے خود کو الگ کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یورپی ریاستوں میں اکثر کی حکومتی پالیسیاں سب کے لیے مساوی حقوق کو یقینی بنانے میں بھی ناکام رہی ہیں جس سے مسلم اقلیتوں کو بے روزگاری، غربت، اور محدود شہری اور سیاسی شرکت کا سامنا کرنا پڑا ہے اور یہ سب امتیازی سلوک کو بڑھانے کی وجوہات بنے ہیں۔ کسی بھی اقتصادی یا سیاسی بحران کے وقت اقلیتیں اکثر قربانی کے بکرے کا کام کرتی ہیں۔ اسلام اور یورپی یونین میں رہنے والے تقریباً 20 ملین مسلمانوں کو کچھ لوگوں نے یورپی طرز زندگی کے لیے موروٹی خطرات کے طور پر پیش کیا ہے، حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی اس خطرہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے جہاں مسلمان کئی نسلوں سے رہتے آ رہے ہیں۔

یورپ میں جاری یورپی "اسلامائزیشن" یا اسلامی تہذیبی یلغار کے افسانے کی پرورش زینوفوبک، پاپولسٹ پارٹیوں نے کی ہے جو پورے یورپ میں عروج پر ہیں۔ درحقیقت، یورپی معاشرے اپنی آبادی کے بڑھنے کی نسبت مسلمان آبادیوں کا تناسب زیادہ سمجھتے ہیں اور اس طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ مسلمانوں نے عالمی سطح پر اپنی ثقافت اور خاص وضع قطع سے ایک مسلم شناخت قائم کر لی ہے جس سے وہ معاشرے کے دیگر گروہوں کو مرعوب کرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ اس سوچ میں حقیقت ہے یا نہیں لیکن یہ سوچ بھی یورپ میں اسلاموفوبیا کا ایک سبب بن کر سامنے آئی ہے۔

آٹھواں سبب: شناخت کی سیاست (Identity Politics)

متذکرہ بالا امور کے ساتھ ساتھ اس امر کا جائزہ بھی لیا جانا چاہیے کہ اسلاموفوبیا کا "شناخت کی سیاست" (Identity Politics) سے کس حد تک تعلق ہے۔ شناخت کی سیاست ایک سیاسی نکتہ نظر ہے جس میں وہ لوگ سیاسی ایجنڈے تیار کرتے

¹ Institute for Social Policy and Understanding, *American Muslim Poll 2018: Full Report* (April 30, 2018),

<https://www.ispu.org/american-muslim-poll-2018-full-report/>. Accessed August 13, 2022.

ہیں جو کسی خاص نسل، مذہب، جنس، سماجی پس منظر، سماجی طبقے، ماحولیاتی یادگیر مخصوص شناخت سے تعلق رکھتے ہوں۔ چونکہ ان افراد کے یہ سیاسی ایجنڈے بھی انہی خاص شناختوں پر مبنی ہوتے ہیں اس لیے اس سیاست کو "شناخت کی سیاست" (Identity Politics) کہا جاتا ہے۔ ایسے گروہوں کو اکثر متعلقہ شناختی گروہوں سے باہر والے اتحادیوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے مثلاً اس اصطلاح کو خواتین کی تحریکوں، شہری حقوق، ہم جنس پرستوں اور ہم جنس پرستوں کی تحریکوں، اور علاقائی علیحدگی پسند تحریکوں جیسے متنوع اظہار یہ کو بیان کرنے کے لیے بھی مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسلاموفوبیا کی ترویج میں اس کا کردار ایسے ممکن ہے کہ چونکہ اس سیاست کے پیروکاروں کو کسی بھی ذریعہ سے اپنی مخصوص شناخت اجاگر کرنا ہوتی ہے اور اسی بنیاد پر سیاسی دھڑا بندی کو موثر کرنا ہوتا لہذا ایسے گروہوں کو اسلاموفوبیا، مسلمانوں کی ایک منفی و بھیانک تصویر کے خلاف اپنی مزاحمتی شناخت قائم کرنے کا قابلِ قدر فائدہ پہنچا سکتا ہے¹۔ چونکہ مسلمانوں کو اکثر دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے اس لیے "اپنے" لوگوں کی حفاظت کرنے والے گروہ کے طور پر مشہور ہونے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ کھلے عام امتیازی سلوک کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے کہ ایسا کرنے والا دراصل "اپنے" لوگوں کا خیر خواہ ہے۔ اسلاموفوبیا کے تجزیہ کاروں نے اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ ماضی میں اسلام کو دشمن کے عقیدے کے طور پر دیکھا جاسکتا تھا لیکن آج کا ہدف مختلف ہے۔

شناخت کی سیاست (Identity Politics) کے تناظر میں یہ حملہ اب بحیثیت عقیدہ، اسلام کے خلاف نہیں بلکہ ایک قوم کے طور پر مسلمانوں کے خلاف ہے لیکن اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے نفرت کے درمیان فرق کو برقرار رکھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی نماز، لباس، کھانے پینے کی عادات، رہنے کے انتظامات اور اسی طرح کی ثقافتی شناختیں انہیں شناخت کی سیاست (Identity Politics) کے لیے آسان ہدف بناتی ہیں۔ اس تناظر میں اسلاموفوبیا مغربی معاشروں کے صرف امتیازی سلوک کی نشاندہی نہیں کرتا ہے بلکہ مسلم مخالف جذبات اور عدم رواداری کی ایک سماجی و سیاسی گفتگو کا باعث بنتا ہے۔

نواں سبب: یورپی ممالک میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی موجودگی سے خائف ہونا

یورپی یونین کے 28 رکن ممالک میں تقریباً 25 ملین مسلمان رہتے ہیں²۔ ان مسلمانوں کی اکثریت کام کی تلاش میں آئی تھی اور یہ ان ممالک کی ضرورت بھی تھی کیونکہ یہ مسلمان ان شعبوں میں کام کرتے تھے جنہیں عام طور پر "مشکل، گندا

¹ Cora Alexa Doving, "Anti-Semitism and Islamophobia: A Comparison of Imposed Group Identities," *Tidsskrift for Islamforskning* 4, no. 2 (2010): 52–76. <https://doi.org/10.7146/tifo.v4i2.24596>. Accessed July 31, 2022.

² Bichara Khader, *The Search for Europe: Contrasting Approaches*, Catholic University of Louvain, Louvain, Belgium. <https://www.bbvaopenmind.com/en/articles/muslims-in-europe-the-construction-of-a-problem/>. Accessed October 6, 2022.

اور خطرناک" کہا جاتا ہے۔ 80ء کی دہائی میں انہیں مراکش، پاکستان یا ترکی سے آنے والے تارکین وطن کے طور پر نہیں بلکہ "مسلمان" کے طور پر سمجھا جانے لگا، جو بالآخر یورپی معاشروں میں سماجی ہم آہنگی کے لیے خطرہ بن گئے¹۔ شدت پسند گروہوں کے دہشت گردانہ حملوں نے یورپ کی مقامی غیر مسلم آبادی میں نفرت کا بیج بویا جس کے نتیجے میں ہزاروں "مقامی" مسلم یورپی باشندوں کے رد عمل نے یورپ میں بڑھتے ہوئے مسلم مخالف جذبات کو ہوا دی جس کی وجہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو یورپ میں دراندازی کرنے والے سمجھا جانے لگا ہے۔ اب جب تک تارکین وطن کی طرف سے یورپی معاشروں میں بہتر طور پر ضم ہونے اور یورپی معاشروں کی طرف سے کھلے پن کا مظاہرہ کرنے کی بیک وقت کوشش نہیں ہوتی ہے، اس تناؤ میں اضافہ ہوتے رہنا فطری عمل ہے۔ ایسا تناؤ مزید تشویش ناک ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تناؤ ایک طرف تو خطرناک اسلاموفوبیا کو جنم دیتا ہے اور دوسری طرف بنیاد پرستی کو ہوا دیتا ہے۔ یورپی معاشروں میں رہنے والے کثیر مسلمانوں کا اپنے مذہب سے گہرا تعلق بھی اہل یورپ کو مضطرب کرتا ہے جس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اسلامی بنیاد پرستی پھیلی ہوئی ہے۔ اہل یورپ کے ہاں ہر وہ مسلمان بنیاد پرست ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ مذہب کے پیروکاروں کو ماضی میں وضع کردہ ابدی اور ناقابل تبدیل قوانین کی طرف لوٹنا چاہیے، اس نیت سے کہ یہ قواعد صرف تشریح کی اجازت دیتے ہیں کسی تبدیلی کی نہیں اور تمام متبعین اس کے پابند ہیں۔ مزید یہ کہ مذہبی قوانین کو سیکولر قوانین پر فوقیت حاصل ہے۔

زیادہ تر یورپی ریاستیں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو قبول کرنے کے حوالہ سے فراخ دلی پر مبنی کسی پیش رفت سے گھبراتی ہیں کیونکہ یہ اجنبی مسلمانوں کے ساتھ ہم آہنگی سے رہنے کو پُر خطر سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلمان تارکین وطن کو قبول کرنے والے ممالک میں انتہا پسند قوتوں سے نمٹنے، بنیاد پرستی کو روکنے اور مسلمانوں کے انضمام کے عمل کو بہتر بنانے کے لیے کئی اقدامات اور قوانین وضع کیے ہیں۔ اس صورتحال کے باوجود مسلمان یورپ میں مستقل طور پر آباد ہو رہے ہیں اور ان کی اکثریت وہاں امن سے رہنا چاہتی ہے۔ بنیادی طور پر یورپ میں مقیم مسلمانوں کی چھ اقسام ہیں:

1. مقامی مسلمان جو کئی صدیوں سے یورپ میں مقیم ہیں، خاص طور پر بوسنیا، البانیہ اور کوسوو میں، جہاں اسلام ان کی تاریخ کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ بلکہ رومانیہ اور بلغاریہ میں بھی، جہاں وہ مقامی اقلیت ہیں اور پولینڈ اور کریمیا، جو تاتاری مسلمانوں کا قدیمی مسکن ہے۔

2. طلباء اور تاجر جو مسلمان ممالک سے آتے ہیں۔ صرف فرانس میں، تقریباً 70.000 شمالی افریقی طلباء ہیں، اور لندن تو عرب اور مسلمان تاجروں کا مرکز کہلاتا ہے۔

3. وہ مسلمان جو ابتدا میں بغیر کسی پابندی کے داخل ہوئے، جیسے کہ برطانیہ میں دولت مشترکہ کے شہری، فرانس میں الجزائر کے باشندے یا ہالینڈ میں سرینام کے باشندے اور انڈونیشیائی وغیرہ۔

4. وہ مسلمان جو مغربی یورپ میں 1950ء اور 1960ء کی دہائیوں میں مزدور تارکین وطن کے طور پر آئے تھے۔

5. یورپی مسلمان جو یورپ میں مہاجر والدین کے ہاں پیدا ہوئے ہیں۔

6. اور آخر کار، پناہ کے متلاشی اور پناہ گزین، جن کی تعداد میں پچھلے کچھ سالوں میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ جنوری سے اگست 2015ء تک، 235.000 پناہ گزین یورپ میں داخل ہوئے، جن میں سے اکثریت کا تعلق پڑوسی مسلم ممالک سے تھا۔

یورپ میں مسلمانوں کی اکثریت تارکین وطن یا تارکین وطن کی اولاد ہے، اور ڈنمارک اور سکیٹڈے نیوین ممالک میں تقریباً نصف مسلمان سیاسی پناہ گزین ہیں۔ جنوری 2015ء سے بحیرہ روم کو عبور کرنے والے 235.000 تارکین وطن میں سے زیادہ تر مہاجرین اور پناہ کے متلاشی ہیں¹۔ ان میں شامیوں، عراقیوں، افغانوں اور اریٹیرین کی قابل ذکر تعداد موجود ہے۔ پیو ریسرچ سنٹر (PEW Research Centre) کے اعداد و شمار کے مطابق، 2016ء میں مسلمانوں کی تعداد 30 ممالک میں 25.8 ملین افراد کے ساتھ، یورپ کی آبادی کا 4.9 فیصد حصہ تھی جو کہ 2010ء میں 19.5 ملین سے زیادہ ہو گئی²۔ ہر سال زیادہ تر شام، عراق اور افغانستان جیسے تنازعات سے فرار ہونے والے لوگوں کی وجہ سے تارکین وطن کی بڑھتی ہوئی تعداد اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ انسانی المیے آج جبری نقل مکانی کے اصل محرک ہیں۔

یورپی ریاستیں اس بات سے حیرت زدہ ہیں اور کسی نہ کسی طرح اس حقیقت سے پریشان ہیں کہ نئے آنے والوں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے جو یورپی معاشروں میں 25 ملین کی یورپی مسلم آبادی، ایک ایسی تعداد جو پہلے ہی خوف کو جنم دیتی ہے، کو مزید بڑھا رہے ہیں۔ اہل مغرب مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی تعداد کو بھی اپنے معاشروں کے لیے خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور اس رجحان کو کم کرنے کے لیے مسلمانوں کو قبول کرنے کی حوصلہ شکنی کی کوشش میں مصروف ہیں۔

دسواں سبب: نئے ورلڈ آرڈر کی تشکیل میں اسلامی ممالک کو بطور رکاوٹ محسوس کرنا

¹ Bichara Khader, The Search for Europe: Contrasting Approaches, Catholic University of Louvain, Louvain, Belgium. <https://www.bbvaopenmind.com/en/articles/muslims-in-europe-the-construction-of-a-problem/>. Accessed October 6, 2022.

² Pew Research Center, "Europe's Growing Muslim Population," November 29, 2017. <https://www.pewresearch.org/religion/2017/11/29/europes-growing-muslim-population/>. Accessed October 6, 2022.

20 ویں صدی کے دوران، تھامس وُڈرو وِلسن (Thomas Woodrow Wilson)¹ اور وِنسٹن چرچل (Winston Leonard Spencer Churchill)² جیسی ذمہ دار سیاسی شخصیات نے تاریخ کے ایک نئے دور کی طرف اشارہ کرنے کے لیے "نیو ورلڈ آرڈر" کی اصطلاح استعمال کی تھی۔

اس نیو ورلڈ آرڈر کی خاصیت، عالمی سیاسی فکر میں ڈرامائی تبدیلی اور پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد طاقت کا عالمی توازن قائم کرنا تھی³۔ جنگ عظیم اول اور دوم کے بعد والے دور میں دنیا بھر کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتماعی کوششوں کے ذریعے، عالمی نظم و نسق کے لیے مثالی تجاویز سامنے آئیں اور مذکورہ ورلڈ آرڈر، ان مثالی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کے طور پر دیکھا گیا۔ گویا اس ورلڈ آرڈر کے تحت ان خاص مسائل کو حل کرنے کے لیے لائحہ عمل متعین کرنے پر اتفاق ہوا جو مسائل انفرادی قومی ریاستوں کی صلاحیت سے باہر ہیں۔ تاہم اس کوشش میں قوموں کے حق خود ارادیت کا احترام کرتے ہوئے مذکورہ لائحہ عمل پر عمل کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا۔

یہ بھی محسوس کیا جاتا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر (NWO) ایک ایسا نظریہ ہے جو خفیہ طور پر ابھرتی ہوئی مطلق العنان عالمی حکومت کا قیاس کرتا ہے۔ باوجود یہ کہ نیو ورلڈ آرڈر کے قیام کو تاریخ کی ترقی کی انتہا قرار دیا جا رہا ہے لیکن یہ خیال بھی دامن گیر ہے کہ ایک عالمی ایجنڈے کے ساتھ ایک خفیہ طاقت کی اثر افیہ بالآخر ایک آمرانہ یک عالمی حکومت کے ذریعے دنیا پر حکمرانی کرنے کی سازش کر رہی ہے جو خود مختار قومی ریاستوں کی جگہ لے لے گی۔ بہت سی با اثر تاریخی اور عصری شخصیات پر اس وجہ سے الزام لگایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسے ہتھکنڈے کا حصہ ہیں جو کئی فرنٹ تنظیموں کے ذریعے اہم سیاسی اور مالیاتی واقعات کو منظم کرنے کے لیے کام کرتا ہے۔ عالمی تسلط حاصل کرنے کے لیے جاری سازش میں نظامی بحران پیدا کرنے سے لے کر متنازعہ پالیسیوں کو آگے بڑھانے تک، قومی اور بین الاقوامی سطح پر اقدامات کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ اس قسم کے اجتماعی اقدامات بین الحکومتی تنظیموں کی تشکیل میں ظاہر ہوئے جیسا کہ 1920ء میں لیگ آف نیشنز (League of Nations)، 1945ء میں اقوام

¹۔ تھامس وُڈرو وِلسن (Thomas Woodrow Wilson) (28 دسمبر، 1856-3 فروری، 1924) ایک امریکی سیاست دان اور ماہر تعلیم تھے جنہوں نے 1913ء سے 1921ء تک ریاستہائے متحدہ کے 28 ویں صدر کے طور پر خدمات سر انجام دیں۔

²۔ وِنسٹن لیونارڈ اسپینسر چرچل (Winston Leonard Spencer Churchill) (30 نومبر، 1874-24 جنوری، 1965) ایک برطانوی سیاست دان، سپاہی اور مصنف تھے جنہوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران 1940ء سے 1945ء تک، اور پھر 1951ء سے 1955ء تک برطانیہ کے وزیر اعظم کے طور پر خدمات انجام دیں۔

1. ³ Thomas J. Knock, *To End All Wars, New Edition: Woodrow Wilson and the Quest for a New World Order* (Princeton University Press, 2019), https://books.google.com.pk/books?id=_rluDwAAQBAJ&redir_esc=y. Accessed August 27, 2022.

متحدہ (UN) اور 1949ء میں نارٹھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن، North Atlantic Treaty Organization (NATO) وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی حکومتوں جیسے کہ بریٹن وڈس سسٹم (Bretton Woods system) اور جنرل ایگریمنٹ آن ٹیرف اینڈ ٹریڈ (GATT) General Agreement on Tariffs and Trade، طاقت کے باہمی توازن کو برقرار رکھنے اور ایک اور عالمی تنازعہ کے امکان کو روکنے کے لیے اقوام کے درمیان مفاہمت کو آسان بنانے کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ لبرل بین الاقوامیت کو جنم دینے کی ان کا سموپولیٹن کوششوں پر 1930ء کی دہائی سے امریکی قدامت پسند کاروباری قوم پرستوں کی طرف سے باقاعدگی سے تنقید اور مخالفت بھی کی جاتی رہی ہے¹۔

یورپ اور دنیا کے سارے دانشور بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح صرف مذہب نہیں ہے بلکہ یہ دین (Law of the Land) کے طور پر دنیا کی طاقتور ترین تہذیب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ اس کے پاس پوری دنیا کے لئے ایک متبادل معتدل اور عادلانہ نظام حیات پیش کرنے کی پوری استعداد ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں فی الوقت روبہ عمل نہیں ہے لیکن مستقبل میں ایسا ہونے کے امکان ضرور موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے مؤرخین، مفکرین، پالیسی ساز، سیاستدان، ادباء یہاں تک کہ صحافی اور فلم کا سکرپٹ لکھنے والے سب اس بات کا کھل کر اظہار کرتے ہیں جیسا کہ 21 جنوری 1996ء کو نیویارک ٹائمز نے ایک سٹوری شائع کی جس کا عنوان تھا "سبز کو دیکھنا؛ سرخ خطرہ (کیونزم) ختم ہو گیا ہے لیکن یہاں اسلام ہے۔" (Seeing Green; The Red Menace is Gone but Here's Islam)²۔ گویا 09 ستمبر 2001ء کے واقعات، جب اس خاص نہج پر ایک عالمی مغربی تحریک کا آغاز ہوا، سے پانچ سال قبل ہی اسلام کو یورپ کے نئے دشمن کے طور پر متعارف کرایا جا چکا تھا۔

1990ء کی دہائی کے اوائل میں، نیو ورلڈ آرڈر کی سازش صرف دو امریکی گروہوں تک محدود تھی جو کثیر الثقافتی معاشرہ کے مخالف نظر آتے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ تو حکومت کے مخالف عسکریت پسندانہ حق استعمال کرنے کا قائل تھا، اور دوسرا ان بنیاد پرست عیسائیوں پر مبنی تھا جو انسانی تاریخ کے آنے والے آخری وقت میں دجال (Antichrist) کے ظہور کی تیاری میں ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر کے نظریات کو مطلق العنانیت کے بہت سے متلاشیوں نے قبول کیا اور اس طرح ورلڈ آرڈر کو عملی جامہ پہنانے کے دور کا آغاز ہوا جس میں ریورٹ کی حفاظت تنہا بھیڑیے کو سونپی گئی لیکن زیادہ تر جن ریاستوں نے یورپی قوتوں

¹ Patrick J. Buchanan, *A Republic, Not an Empire: Reclaiming America's Destiny* (Regnery Publishing, Inc., 1999), https://books.google.com.pk/books?id=stgGsu74ui4C&redir_esc=y. Accessed August 29, 2022.

² Sciolino, Elaine. "Seeing Green; the Red Menace is Gone. But Here's Islam." *New York Times*, 21 January 1996. <https://www.nytimes.com/1996/01/21/weekinreview/seeing-green-the-red-menace-is-gone-but-here-s-islam.html>

کی اس آمرانہ سوچ کی مخالفت کی وہ اسلامی ریاستیں تھیں۔ عراق، لیبیا، شام اور افغانستان جیسے ممالک کی صورت حال اسی امر کی دلیل ہے کہ یورپ نے کس طرح ورلڈ آرڈر کے مزاحمتی ممالک میں اپنی خواہشات کی تکمیل کی کوششیں کیں۔ ان ریاستوں میں اس کی دہشت گردی میں اضافہ سے لے کر ان ممالک کی عوام الناس کو ان کے ریاستی اداروں کی مخالفت پر اکسانا جیسے امور سامنے آئے ہیں۔ جب ان مسلمان ممالک کی حمایت میں بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں نے اپنی بے چینی کا اظہار کیا اور یورپ کے اس طرزِ عمل پر برہمی و ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے مظاہرے کیے تو جو اباً ان پر تشدد اور بے امنی کے الزامات عائد کرتے ہوئے اسلاموفوبیا پر مبنی بے بنیاد پراپیگنڈہ کا استعمال کیا گیا۔ اسی لئے یورپ کی حکومتیں اور ان کے دانش ور اسلام کو اپنی عوام کے لئے ایک دشمن اور واضح حریف کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا یہ دشمن ایک واضح اور جامع نام رکھتا ہے اور وہ ہے اسلام۔ ورلڈ آرڈر کی اس تشکیل میں اسلام کو رکاوٹ گردانتے ہوئے ہر وہ حربہ استعمال کیا جاتا ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کا پہلو نکلتا ہو، یہی وجہ ہے کہ اس امر کو بھی یورپ میں اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ایک اہم سبب کے طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔

گیارہواں سبب: دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror)

دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror)، جسے باضابطہ طور پر Global War on Terrorism (GWOT) کہا جاتا ہے، 11 ستمبر کے حملوں کے بعد امریکہ کی طرف سے شروع کی گئی ایک بین الاقوامی انسداد دہشت گردی فوجی مہم ہے۔ اس مہم کے اہداف بنیادی طور پر اسلامی دہشت گرد گروہ ہیں، جن کے نمایاں اہداف میں القاعدہ اور داعش (ISIS) شامل ہیں۔ "دہشت گردی کے خلاف جنگ" (War on Terror) دراصل جنگ کے ایک استعارہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس کے دائرہ میں وہ تمام اقدامات شامل سمجھے جاتے ہیں جو بین الاقوامی دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کی جانے والی جنگ کی روایتی تعریف سے باہر ہوں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش نے سب سے پہلے 16 ستمبر 2001ء کو "دہشت گردی کے خلاف جنگ" (War on Terror) کی اصطلاح استعمال کی¹ اور پھر کچھ دنوں بعد کانگریس سے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے موضوع پر ایک رسمی تقریر کے دوران جارج بش نے ہی "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کی مخالفت کرنے والی ہر ریاست کو "دہشت گردوں کا بنیاد پرست نیٹ ورک اور دہشت گردوں کی حامی حکومت" قرار دیا²۔

¹ "Kenneth R. Bazinet, "A Fight Vs. Evil, Bush And Cabinet Tell U.S.". Daily News. New York. 17 September 2001. Archived from the original on 5 May 2010. Retrieved 29 September 2022.

² "Text: President Bush Addresses the Nation". The Washington Post. 20 September 2001. https://www.washingtonpost.com/wp-srv/nation/specials/attacked/transcripts/bushaddress_092001.html

"دہشت گردی کے خلاف جنگ" کی اصطلاح کو فوری طور پر کچھ لوگوں نے تنقید کا نشانہ بھی بنایا جن میں رچرڈ مائرز (Richard Myers) جو کہ اس وقت جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کا چیئر مین تھا بھی شامل ہے، اور بالآخر بش انتظامیہ کی جانب سے مہم کی وضاحت کے لیے مزید اہم اصطلاحات استعمال کی گئیں¹۔

"دہشت گردی کے خلاف جنگ" (War on Terror) کے ذریعے اہل مغرب نے جہاں مغربی تہذیب کا تحفظ کرنے کی کوشش کی وہاں معاشرتی بد امنی کی شکل میں اس جنگ کا تاریک پہلو بھی آہستہ آہستہ سامنے آیا ہے۔ اس میں سماجی سطح پر لاجیکل سپورٹ کی صورت میں عوامی رائے سے مدد لینے میں کوتاہی بھی کی گئی۔ من حیث المجموع سارے مغربی ممالک میں مسلمانوں پر اس طرح کی جنگی پالیسیوں کے اثرات پریشان کن ہی رہے۔ اگرچہ یہ کہا جاتا رہا ہے کہ انسداد دہشت گردی دراصل تحفظ کی خاطر تھی، لیکن بنیادی طور پر اس دعویٰ کے دلائل تاحال مفقود ہیں۔ یہ جنگ مہذب اور غیر مہذب تصورات کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے جس سے اسلامی تہذیب کو غلط متصور کرنے میں مدد ملی اور اسی کا نتیجہ اسلاموفوبیا کی شکل میں سامنے آیا ہے۔ اس جنگ میں ثقافتی، تاریخی، سیاسی اور جغرافیائی غلط فہمیاں شامل ہیں جیسا کہ مشرق وسطیٰ کے مسائل کو اسلام کے ساتھ لف کیا گیا، مشرق وسطیٰ پر فوج کشی کے لیے مسلمان دہشت گردوں کا سہارا لیا گیا اور مستقبل میں اپنے فیصلوں کا دفاع کرنے کے لیے اہل مغرب کو اسلام کا مسخ شدہ چہرہ ہی پیش کیا جاتا رہا۔ اسی لیے دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) نے موجودہ دور میں اسلاموفوبیا کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ جارج بش کی محولہ بالا تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو

ترجمہ: "دہشت گردوں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کو قتل کریں، تمام امریکیوں کو قتل کریں اور اس سلسلہ میں خواتین اور بچوں سمیت، فوج اور عام شہریوں میں کوئی امتیاز نہ کریں۔ یہ دہشت گرد 60 سے زائد ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ انہیں ان کی اپنی قوموں اور محلوں سے بھرتی کیا جاتا ہے اور افغانستان جیسی جگہوں پر کیمپوں میں لایا جاتا ہے جہاں انہیں دہشت گردی کے ہتھکنڈوں کی تربیت دی جاتی ہے۔ انہیں ان کے گھروں کو واپس بھیجا جاتا ہے یا دنیا بھر کے ممالک میں برائی اور تباہی کی سازش کرنے کے لیے چھپنے کے لیے بھیجا جاتا ہے"²۔

¹ Marc Ambinder (20 May 2010). "The New Term for the War on Terror". The Atlantic. Retrieved 29 September 2022. <https://www.theatlantic.com/politics/archive/2010/05/the-new-term-for-the-war-on-terror/56969/>

² "Text: President Bush Addresses the Nation". The Washington Post. 20 September 2001. https://www.washingtonpost.com/wp-srv/nation/specials/attacked/transcripts/bushaddress_092001.html

اس تقریر میں جارج بش نے دہشت گردوں کی سفائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ساٹھ سے زائد ممالک میں ان کی موجودگی کی اطلاع دی ہے اور پھر دنیا بھر کے ممالک میں ان دہشت گردوں کا چھپنا بیان کیا ہے۔ کیسے ممکن تھا کہ عوام الناس کے ذہنوں پر امریکی صدر کی اس بات کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ اس قسم کے بیانات کی بدولت، عیسائیوں اور یہودیوں کی موجودگی والے مغربی معاشرہ میں رہنے والے ہر شخص کا خود کو دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) کا سپاہی سمجھتے ہوئے ان دہشت گردوں یعنی مسلمانوں کی کھوج میں لگ جانا فطری امر تھا اور اسی کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اہل مغرب شدید قسم کے اسلاموفوبیا کا شکار ہو گئے۔ انہیں ہر مسلمان ایک تربیت یافتہ دہشت گرد محسوس ہوتا ہے جس سے انہوں نے میل ملاپ ترک کر کے تعصب اور نفرت والا رویہ اپنانے میں ہی عافیت سمجھی ہے اور اس رویہ کو ہی حب الوطنی قرار دیا ہے۔ بائیں وجہ دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) کو یورپ میں اسلاموفوبیا کے موجودہ اسباب میں سے ایک سبب قرار دیا جاتا ہے۔

بارہواں سبب: 9/11 کا واقعہ اور دیگر دہشت گردانہ حملے۔

11 ستمبر کے حملے¹ اور اسی منہج کی دیگر دہشت گردانہ کارروائیوں نے بھی یورپ میں مسلمانوں کی بابت، رائے عامہ کو تبدیل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ کیارا الفانسیکا (Kiara Alfonseca) جیسے کچھ دانش وروں نے 11 ستمبر کے حملوں کو یورپ میں اسلاموفوبیا میں اضافے کی وجہ قرار دیا ہے²۔ 9/11 کے واقعہ اور اس کے بعد، لندن، پیرس، برسلز، اور بارسلونا میں بھی پر تشدد حملوں جیسی دہشت گردانہ کارروائیوں نے خوف اور بے چینی میں اضافہ کیا ہے۔ انتہا پسندوں کی طرف سے اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے لیے اسلام کا نام استعمال کرنے کی وجہ سے، اہل یورپ کی طرف سے اسلام کو خطرہ اور مسلمانوں کو دشمن کے طور پر دیکھنے میں اضافہ ہوا ہے۔ 2001ء کے بعد سے یورپ کے کچھ میڈیا اداروں نے دقیانوسی تصورات پر مبنی رپورٹنگ کی اور مسلم آبادی کو بدنام کرنے کے لیے اسلام پسندوں اور دہشت گردوں کو ہم معنی کے طور پر استعمال کیا۔

1 - گیارہ ستمبر کے حملے، جسے عام طور پر "نائن ایون (9/11)" کے نام سے جانا جاتا ہے، پے درپے چار مربوط خود کش دہشت گردانہ حملے تھے جو عسکریت پسند، انتہا پسند گروہ القاعدہ نے مئی 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ میں کیے تھے۔ ان حملوں میں انیس دہشت گردوں نے چار کمرشل ہوائی جہازوں کو ہائی جیک کر لیا جو شمال مشرقی امریکہ سے کیلیفورنیا جانے والے تھے۔ ہائی جیکروں نے پہلے دو طیاروں کو نیویارک سٹی میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ٹوئن ٹاورز اور تیسرے طیارہ کو ورجینیا میں سینٹا گون (امریکی فوج کے ہیڈ کوارٹر) سے ٹکرا دیا۔ چوتھے طیارے کا مقصد واشنگٹن ڈی سی میں وفاقی حکومت کی عمارت سے ٹکراتھا، لیکن مسافروں کی بغاوت کے بعد یہ طیارہ ایک میدان میں گر کر تباہ ہو گیا۔ ان حملوں میں تقریباً 3000 افراد کو ہلاک کیا گیا اور دہشت گردی کی اس کارروائی نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ (War on Terror) کو بھڑکا دیا۔

² Alfonseca, Kiara. "20 years after 9/11, Islamophobia continues to haunt Muslims". (11 September 2021). ABC News. Accessed on 31. Jul. 2022. <https://abcnews.go.com/US/20-years-911-islamophobia-continues-haunt-muslims/story?id=79732049>

اس بات کا اظہار بھی کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں دقانونی تصورات اور عمومی سطح پر ان کا پھیلاؤ دراصل پورے یورپ میں انسداد دہشت گردی کے اقدامات ہیں اور یہ ایک آگاہی مہم سے زیادہ کچھ نہیں جب کہ درحقیقت ایسے اقدامات معاشرہ کے سارے طبقات کی آزادیوں کو محدود کرتے ہیں اور بالخصوص مسلم کمیونٹیز پر بہت منفی اثرات ڈالتے ہیں۔ آج یورپی معاشروں میں 11/9 کے واقعہ کے بعد لوگوں کے انفرادی رویوں، معاشرتی طرز عمل، تنظیموں اور اداروں کی پالیسیوں اور طریقوں سے اسلاموفوبیا کے اظہار میں شدت آئی ہے۔ اس کی کئی ایک مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو مختلف ممالک اور وقت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، تاہم ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

رہائشی مکانوں، عبادت گاہوں اور لوگوں پر جسمانی حملوں یا زبانی جملے کسے جانے کی شکل میں۔ اس صورت حال کا شکار خاص طور پر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی واضح مذہبی شناخت ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ حجاب یا نقاب پہننے والی خواتین۔ تشدد، بدسلوکی، اور بدسلوکی کی زبانی یا آن لائن دھمکیاں۔

ایسی پالیسیاں یا قانون سازی جو بالواسطہ طور پر مسلمانوں کو نشانہ بناتی ہے یا غیر متناسب طور پر متاثر کرتی ہے، اور ان کی مذہبی آزادی کو غیر ضروری طور پر محدود کرتی ہے، جیسا کہ مذہبی اور ثقافتی علامتیں مقننہ و حجاب پہننے پر پابندی، چہرے کو چھپانے کے خلاف قانون سازی اور میناروں والی مساجد کی تعمیر پر پابندی وغیرہ۔

تعلیم، روزگار، رہائش، سامان اور دیگر سماجی خدمات تک رسائی میں امتیازی سلوک۔

نسلی اور مذہبی بنیادوں پر مردم شماری اور پروفائلنگ، بشمول قانون سازی کے دوران انسداد دہشت گردی پولیسنگ کی نئی دفعات کا اضافہ وغیرہ۔

کچھ صحافیوں اور سیاست دانوں کی طرف سے سیاسی میدانوں میں کیے جانے والے عوامی اعلانات، جو مسلمانوں کو ایک گروہ کے طور پر بدنام کرتے ہیں اور جہاں مسلمان رہتے ہیں ان کمیونٹیز اور ممالک میں ان کے مثبت تعاون کو نظر انداز کرتے ہیں۔

یہ سب امور 11/9 کے واقعہ کے بعد اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ میں محسوس کیے جانے والے اثرات ہیں۔ وہ اہل یورپ جو اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ اسلام صرف ایک نسل یا کسی مخصوص علاقہ کا تشددانہ مذہب نہیں ہے بلکہ یہ سلامتی کا ایک آفاقی نظریہ ہے، اگر وہ اپنی اس رائے کا اظہار کرنا بھی چاہیں تو ان لوگوں کے لیے مغربی معاشروں میں اپنی رائے کا احترام کروانا ایک مشکل کام ہو گیا ہے۔ یہ صورت حال سماجیات میں پڑھے جانے والے لاعلمی و جہالت کے نظریہ پر صادق آتی ہے جس میں ان افراد معاشرہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو ذاتی اور سماجی تجربات کی کمی کی وجہ سے دوسروں کے بارے میں غلط قیاس آرائیاں

کرتے ہیں۔ وہ نامانوس سماجی تجربات کے خوف سے دوسرے گروہ کے بارے میں جاننے سے انکار کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں ایسے لوگ نفرت اور نسل پرستی جیسے گروہوں کو جنم دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ارگین ایرگل (Doctor Ergin Ergül) کے مطابق 11/9 کے ان دہشت گردانہ حملوں نے ایک نئے سیاسی دور کا آغاز کر دیا ہے اور اس جیسے دیگر متشددانہ حملوں نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق رائے عامہ کو منفی بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

ترجمہ: "11/9 کے دہشت گردانہ حملوں کے بعد دنیا ایک نئے سیاسی دور میں داخل ہو گئی ہے جسے "دہشت گردی کا دور" کہا جاتا ہے۔ اس نئے دور کے تمام اقدامات میڈرڈ 2004ء، لندن 2005ء اور 2015ء کے آغاز میں فرانس میں، "فرانس کے 11 ستمبر" کے نام سے ہونے والے خونریز دہشت گردانہ حملوں کو نہیں روک سکے۔ ان حملوں کے مرتکب افراد کو مغربی میڈیا اور بعض سیاست دانوں اور دانشوروں کی گفتگو میں اسلام پسند دہشت گرد، بنیاد پرست اسلام پسند، بنیاد پرست مسلمان، مسلم دہشت گرد اور جہادی کے طور پر پیش کیا گیا جس کی وجہ سے رائے عامہ بھی ایسی ہی بنی۔ اس گفتگو نے انسداد دہشت گردی کی قومی سرگرمیوں کو بھی شکل دی ہے۔ اس تصور نے دنیا میں کہیں بھی بسنے والے مسلم معاشرے کو شکوک و شبہات میں ڈال دیا۔ بہت سے وحشیانہ، غیر انسانی اعمال اور ان کے مرتکب افراد کو اسلام اور مسلمان قرار دینے والے تصورات، مسلمانوں کی اکثریت کو خاص طور پر یورپ میں رہنے والوں کو تکلیف دیتے ہیں اور انہیں ملزم، زیرِ عتاب اور (معاشرہ سے) خارج ہونے کا احساس دلاتے ہیں"¹۔

موجودہ دور میں نائن ایون کے واقعے کے بعد جس منفی سوچ میں شدت پیدا ہوئی ہے وہ اسلام دشمن فکر، یورپ میں نہ صرف عام لوگوں کے رویوں میں ظاہر ہوتی ہے بلکہ یورپی ممالک کے ریاستی ادارے بھی اس ذہنیت کا برملا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ عوامی اور ریاستی طرز فکر مختلف مسلمان ممالک میں یا تو فوج کشی کی صورت میں دکھائی دیتا ہے یا ان میں سیاسی اور معاشی انتشار پھیلانے کی کاوشوں میں نظر آتا ہے۔ ڈنکن سپینسن (Duncan Spence) جیسے ماہرین کا خیال ہے کہ عسکریت پسند گروپ داعش کا قیام اور دوسرے اسلامی انتہا پسندوں کی طرف سے یورپ و امریکہ میں دیگر دہشت گردانہ حملے یورپ میں اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحان کا باعث بنے ہیں²۔ ایک طرف تو اسلام دشمن حکومتیں دہشت گردی کے خلاف جنگ کا بہانہ بنا کر مسلم اقلیتوں کے بنیادی انسانی حقوق کے نفاذ میں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں اور دوسری طرف یہ دہشت گردانہ کارروائیاں، نفرت انگیز بحثوں کی بنیاد بنتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں سے ناواقف مغربی لوگوں کے ذہنوں میں اسلاموفوبیا کا

¹ Ergül, Ergin, Doctor. Islamophobia and the Counter-Terrorism Strategies. March 2017. Independent Permanent Human Rights Commission. Pp: 1-2. <https://oic-iphrc.org/en/data/docs/studies/818084.pdf>. Retrieved on 05.10.2022

² Spence, Duncan. "Why online Islamophobia is difficult to stop". (2 November 2014) Canadian Broadcasting Corporation. Accessed on 31. Jul. 2022. <https://www.cbc.ca/news/why-online-islamophobia-is-difficult-to-stop-1.2810242>. Accessed on 06.10.2022

باعث بنتی ہیں۔ اس غیر مہذب اور جارحانہ رویے نے اہل یورپ میں اسلاموفوبیا کی لہر میں تیزی پیدا کی ہے اور یہ یورپ میں اسلاموفوبیا کے موجودہ اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔

یورپ میں اسلاموفوبیا کے موجودہ اسباب کا جائزہ لیا جائے تو کئی ایک اسباب سامنے آتے ہیں۔ جیسا کہ اہل یورپ کا اسلام کے متعلق غلط خیالی تصورات (Stereotypes) کو حقیقت سمجھنا، مشرق اور مغرب کو جدا جدا قرار دینا اور اسلامی تہذیب کو یورپی تہذیب پر حملہ آور سمجھنا وغیرہ۔ کیارا الفانسیکا (Kiara Alfonseca) جیسے کچھ دانشوروں نے 11 ستمبر کے حملوں کو یورپ میں اسلاموفوبیا میں اضافے کی وجہ قرار دیا ہے، جبکہ ڈنکن سپینس (Duncan Spence) جیسے ماہرین کا خیال ہے کہ عسکریت پسند گروپ داعش کا قیام اور دوسرے اسلامی انتہا پسندوں کی طرف سے یورپ و امریکہ میں دیگر دہشت گردانہ حملے یورپ میں اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحان کا باعث ہیں۔ اسی طرح کئی دیگر مفکرین اسلاموفوبیا کی وجوہات کو امریکہ اور یورپی یونین میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی موجودگی سے منسلک کرتے ہیں اور بعض اسے عالمی مسلم شناخت کے ابھرنے کے رد عمل کے طور پر بھی دیکھتے ہیں جبکہ کچھ نے ثقافتی و مذہبی نسل پرستی کو اسلاموفوبیا کا باعث قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ اسلاموفوبیا کا "شناخت کی سیاست" (Identity Politics) سے بھی گہرا تعلق ہے اور اس سیاست کے پیروکاروں کو اسلاموفوبیا، مسلمانوں کی ایک منفی و بھیانک تصویر کے خلاف اپنی مزاحمتی شناخت قائم کرنے کا قابل قدر فائدہ دیتا ہے جس کا مقصد خود کو راست باز ظاہر کرنا، دوسرے پر الزام کی تفویض اور اپنی شناخت کے اہم نشانات کو قائم و دائم رکھنا ہوتا ہے۔

مختلف ثقافتوں، نسلی گروہوں اور مذاہب کے درمیان اختلافات کسی معاشرہ میں تنوع کا باعث ہوتے ہیں لہذا ان کا استعمال کسی ثقافت کو اونچا اور دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ میڈیا جدید دنیا کا ترجمان ہے اور میڈیا ہی وہ ذریعہ ہے جس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ معنی کو یا تو امن پیدا کرنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے یا نفرت اور تباہی کے لیے، اس لیے میڈیا کے ذریعے دنیا کی مختلف ثقافتوں کے درمیان مکالمے کی گنجائش بھی پیدا کی جانی چاہیے۔ مغربی میڈیا کو بالخصوص چاہیے کہ وہ تشدد کی خبریں اس انداز میں پیش کریں کہ مزید تشدد کی حوصلہ شکنی ہو اور تشدد کی اصل وجوہات کو کم کیا جاسکے اور یورپی معاشرے جو کثیر الثقافتی آبادی کے مظہر ہیں، میں ثقافتوں کے درمیان فاصلہ نہ بڑھے۔ اس کے علاوہ یورپ کے اسکالرز کو بھی دنیا کے بارے میں ایک آزاد خیال نظریہ اپنانا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ حریف کے متعلق اپنے معاشرہ کو دہشت زدہ کرنے اور مسلسل خوف میں مبتلا رکھنے سے دنیا میں کبھی امن نہیں لایا جاسکتا۔

پچھلی صدی میں جب مسلمانوں کے سر پر خلافت کا سایہ ختم ہوا اور خلافت عثمانیہ کا دور المناک مراحل کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور اسلامی دنیا کا نقشہ یکسر تبدیل ہو گیا۔ ایک بڑی ریاست چھوٹی چھوٹی ٹکڑوں میں تقسیم ہونے لگی اور کئی مسلمان ممالک کے باشندے یورپی و امریکی ممالک کا رخ کرنے لگے اور وہاں اقلیتوں کی صورت میں رہائش پذیر ہوئے تو اس وقت بھی وہ اپنی تہذیب، اسلامی اقدار و روایات کو تھامتے رہے۔ اس کے علاوہ مسلم ممالک میں کئی جگہ مختلف قسم کی اسلامی تحریکیں کاوشیں جاری رہیں۔ یہی وہ بات تھی جس نے یورپی متعصبین کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کیا کہ کہیں یہ مسلمان ایک بار پھر ایک اتحاد کی صورت اختیار کر دوبارہ پوری دنیا پر اپنی مضبوط حکمرانی کی تگ و دو میں نہ لگ جائے؛ اس لئے وہاں سے مسلم اقلیتوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا گیا۔ جہاں اسلامی اقدار در دایات پر طنزیہ اور اعتراضیہ حملے شروع ہو گئے وہیں مقیم مسلمانوں کی زندگی بھی کئی سارے ممالک میں منڈلاتی خطروں کی نذر ہونے لگی۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ وہ دعوے اور حملے حقیقت سے عاری تھے اور اکثر حصہ درستی پر مشتمل نہیں تھا۔

یہ ایک معاشرے میں زندہ مسئلہ ہے جس کا سامنا یورپی اور امریکن ممالک میں مقیم مسلم اقلیت آئے روز کر رہے ہیں۔ اور اقوام متحدہ کے بین الاقوامی پلیٹ فارم سے ہوتے ہوئے ملکی بلکہ کئی ممالک کے صوبائی سطح کے قانون ساز و غیر قانون ساز اداروں میں اس پر مسلسل بات چیت ہو رہی ہے۔

یورپی ممالک اور ان کے قائدین اور ارباب سیاست اپنے استعماری مقاصد کے حصول کے راستے میں اسلام کو بڑی رکاوٹ خیال کرتے تھے ان کا یہ ماننا تھا کہ اسلام کے ماسوا کوئی دوسرا نظریہ اور نظام یا کسی دوسری ثقافت و تہذیب سے انھیں نہ کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی کوئی خطرہ لیکن اسلام کو وہ ایک آہنی دیوار تصور کرتے تھے۔ پس اسلام کے خلاف انکا بغض، کینہ اور حسد بڑھتا چلا گیا انھیں اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ اسلام اپنی صداقت اور حقانیت کے حوالے سے خود یورپی اقوام کے قلوب و اذہان میں اپنے پنجنے گاڑ چکا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا نصب العین ہی یورپ کے لیے ہمیشہ سے مرکزی اہمیت کا حامل رہا ہے لیکن اسکے حصول کے حوالے سے انکا طریقہ کار وقتاً فوقتاً بدلتا رہتا ہے۔

عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کی تحریک مسلمانوں کے خلاف جسمانی حملوں، زبانی پر سلوک اور املاک کی توڑ پھوڑ، خاص طور پر اسلامی اداروں بشمول مساجد، اسلامی اسکولوں اور مسلمانوں کے قبرستانوں پر منتشر حملوں پر مشتمل ہے۔ اسلاموفوبیا کی صورت میں ملازمت میں امتیازی سلوک بھی شامل ہے جہاں مسلمانوں کو غیر مساوی مواقع کا سامنا ہے۔ صحت کی خدمات کی فراہمی میں امتیازی سلوک، انتظامی عہدوں اور اعلیٰ ذمہ داری کی ملازمتوں سے اخراج، اور سیاسی اور سرکاری عہدوں سے اخراج بھی شامل ہے۔ اسلاموفوبیا میڈیا اور روزمرہ کی گفتگو میں بھی شامل ہے۔ جن ممالک میں اسلاموفوبیا کے جارحانہ اور

پریشان کن واقعات رونما ہوئیں ان میں فرانس، ڈنمارک، آسٹریلیا، آسٹریا، بیلجیم، کینیڈا، اٹلی نیدرلینڈز، اور اسپین، اسرائیل، امریکہ، جرمنی، سری لنکا، برطانیہ اور انڈیا شامل ہیں۔ اسلاموفوبک واقعات ہر اس ملک میں موجود ہیں جہاں مسلم اقلیت ہے۔

یورپ کی اسلاموفوبک پالیسیاں

یورپی ممالک نے مسلمانوں کے خلاف اسلاموفوبک پالیسیاں تیار کر رکھی ہیں جس کی ایک مثال حجاب پر پابندی کیا ہے۔ اسلاموفوبک پالیسیاں حجاب کو اسلام کی علامت کے طور پر نشانہ بناتی ہیں۔ کوئی بھی مخصوص حکومت جو حجاب پر پابندی کو اپناتی ہے وہ اسلام کے خلاف گہری دشمنی کی عکاسی کرتی ہے۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ بہت سے ممالک اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ جرمنی میں حجاب پر پابندی اگست 2006 میں نافذ ہوئی۔ اس موقع پر نار تھر رائن ویسٹ فلیپا کے اسکولوں کی وزیر باربراسومرنے کہا تھا کہ خواتین اور مرد اساتذہ کو کسی بھی عالمی خیالات یا کسی مذہبی عقائد کا اظہار کرنے کی اجازت نہیں ہے جو اسکول میں امن کو خراب یا خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ اس لیے ہم سرکاری اسکولوں میں "مسلم خواتین اساتذہ کو سرپر اسکارف پہنے سے مطلع کرنا چاہتے ہیں۔"

یورپ کی دوہرے معیارات

یورپ نے اسلامی ممالک اور مسلمانوں کے حوالے سے دوہرے معیارات قائم کر رکھے ہیں۔ وہ غیر مسلم دنیا کو اسلامی دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر یورپ میں تشدد کی کوئی سیاسی، سماجی، مذہبی انفرادی یا اجتماعی سرگرمی ہو تو اسے فوجی نہیں کہتے بلکہ اسے ریاست کا نجی مسئلہ قرار الگ دیا جاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں کئی انتہا پسندوں نے اپنے ہی مذہب کو ہم نسلو ہم ملک باشندوں کو قتل کیا جسکی میڈیا میں خبریں آئیں لیکن انہیں کسی فوجی یا سیاسی مسئلہ سے منسلک نہیں کیا گیا۔

اسلام کے غلبے کا خوف

یورپ اس نتیجہ تک پہنچ چکا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس وقت تک تباہ و برباد نہیں کر سکتا جب تک وہ اسلام کو نیست و نابود کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ مغرب میں اسلام کے بڑھتے ہوئے رجحان اور پھیلاؤ کو روکنا ہی انکی اولین ترجیح ہے۔ اس مقصد کے تحت مستشرقین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اپنی تحقیقات کے ذریعے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں مغربی اقوام کے دلوں میں نفرت، بغض اور تعصب کو جنم دیا۔ اس ضمن میں چند ایک یورپی مفکرین سیاستدانوں کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

الطونی ناتج:

"الطونی ناتج" اپنی کتاب "العرب" میں یوں رقم طراز ہے۔ اس وقت سے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین نے ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنے ارد گرد اہل ایمان متبعین کو اکٹھا کیا اور جب سے اسلام نے اپنے فروغ و

اشاعت کے بالکل ابتدائی اقدامات کئے ہیں۔ اُس وقت سے آج تک اہل ایمان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے فروغ و اشاعت کے محاذ پر اسے کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ لہذا یورپ کے لیے واجب ہے کہ وہ اسلام کو ایک دوامی ہمہ گیر قوت اور سخت و جاندار طاقت کے طور پر ایک خطرے کی چیز تصور کرتا رہے اور اسکی قوت و طاقت کا صحیح طور پر اندازہ لگا کر اسکے سد باب کے لیے لازمی تدابیر اختیار کرتا رہے یورپ کے لیے واجب ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں اس حقیقت پر ہمیشہ نظر رکھے یہ صرف اسلام ہی ہے جو بحر متوسط (Sea Mediteranian) کے آر پار کی اقوام کے قلوب و اذہان پر اپنی مضبوط گرفت رکھتا ہے اور یورپ بڑی قوت اور جوانمردی کیساتھ مقابلہ کر رہا ہے اور خود یورپ کو قدم قدم پر اسکے مقابلے میں دشواریوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔¹

ولیم گلاڈسٹن: (1809-1898)

سابقہ برطانوی وزیر اعظم اور سیاسی رہنما ولیم گلاڈسٹن نے 1882ء میں کہا تھا کہ جب تک قرآن الکریم موجود ہے یورپ کے لیے مشرق کو مغلوب کرنا ممکن نہیں بلکہ قرآن الکریم کی موجودگی میں یورپ کے لیے اپنے آپ کو حالت امن میں محسوس کرنا بھی درست نہیں ہے۔²

موروبرگر:

یورپی نامور مفکر ”موروبرگر“ اپنی کتاب ”العالم العربی لمعاصر“ میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”عربوں کی جانب سے خوف خطرہ کا احساس اور امت عربیہ کے بارے میں ہمارے خصوصی اہتمامات کا سبب عربوں کے ہاں وافر مقدار میں پایا جانے والا پیٹرول و دیگر مادی و مصنوعی ذخائر نہیں ہیں بلکہ حقیقتاً اس خطرہ کا اصل سبب خود اسلام ہے ہمارے لیے اسلام کے خلاف مسلسل و پیہم جنگ جاری رکھنا واجب ہے کیونکہ اسی صورت میں ہی ہم عربوں کی وحدت خواب کو شرمندہ و تعبیر ہونے سے روک سکتے ہیں ہمیں یاد رہنا چاہئے کہ اگر عربوں کے اندر اسلام کی بنیاد پر وحدت پیدا ہو گئی تو اس سے عربوں کی قوت و طاقت میں کئی ہزار گنا اضافہ ہو جائے گا۔ پھر جب اس عرب کے ساتھ اسلامی قوت کا بھی الحاق ہو گیا تو یہ نہ صرف اسلام کی قوتوں اور طاقتوں میں بے پناہ اضافے کا سبب بن جائے گا بلکہ اس سے اسلام کی عزت و عظمت، شان و شوکت، اور فروغ و اشاعت کو بھی چار چاند لگ جائیں گیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم اسلام کا برا عظیم افریقہ کے اندر فروغ پذیر ہونا سنتے ہیں تو اس سے یقیناً ہم سب خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔³

¹ ابن عربی، محی الدین محمد الحاتمی الطائفی الاندلسی، المغازی (از ولیم: بوکک والوصیہ، 1240)، 32.

² بنعلی اسماعیل، محمد، الاستشراق بین الحقیقۃ والتضلیل (مصر: الکلمۃ لنشر والتوزیع، 2000)، 09.

³ روزالیوسف، ”عنوان مقالہ“ مجلہ روزالیوسف، 29 ژوئن 1963.

البر مشادور:

اسی طرح ایک اور مغربی مفکر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کسے معلوم کہ کل کلاں کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ تمام یورپی ممالک مسلمانوں کی زد میں آجائیں اور یوں نظر آنے لگے کہ جیسے مسلمان مغربی ممالک پر آسمانوں سے نازل ہو رہے ہیں تاکہ وہ ان پر دوبارہ چڑھائی کر سکیں۔

پھر یہ اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے آگے یوں لکھتا ہے ”میں کوئی نبی تو ہوں نہیں کہ پیش گوئی کر سکوں لیکن مذکورہ حالات کے پیش نظر اپنے اندر بے پناہ آثار و شواہد رکھتا ہوں اور یہ امکان کسی وقت بھی حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے اور جب یہ احتمال حقیقت کا روپ دھار کر ہمارے اوپر یلغار کرے گا تو اس کا مقابلہ کرنے یا اس یلغار کو روکنے میں نہ ہمارے میزائل کامیاب ہو سکیں گے اور نہ ہی ایٹم بم میرے یورپی ہمکے وطن!۔۔۔ میری آواز توجہ سے سنو!۔۔۔۔۔ مسلمان بیدار ہو چکا ہے دیکھو اس نے چیخنا شروع کر دیا ہے دیکھو وہ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ وہ موجود ہے اور یہ کہ وہ ہر گز مرانہیں ہے اور یہ کہ وہ کٹھ پتلی نہیں ہے کہ جیسے یورپ کی استبدادی حکومتیں اور استعماری ایجنسیاں اپنے اشاروں پر اپنے مقاصد کے لیے ناچ نچواتی رہیں۔¹

اس طرح الجزائر میں متعین ایک فرانسیسی گورنر نے کہا کہ۔

”ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم انکے وجود سے قرآن الکریم کو کھرچ ڈالیں اور انکی زبانوں سے عربی کو اکھیڑ دیں تو اسی صورت میں ہم صحیح معنوں میں ان سے بدلہ لے سکتے ہیں۔“²

اس طرح امریکی مستشرق برناڈو لو لیس کو امریکی سیاست کا وفادار مستشرق مانا جاتا ہے اور یہ مشرق عالم اسلام کو اس وقت یورپی تہذیب کے لیے ایک بڑا خطرہ قرار دیتے ہیں۔³

مندرجہ بالا ذکر کئے گئے تمام یورپی مفکرین اور مستشرقین دین اسلام سے اسلامی تہذیب کی بے پناہ خوبیوں کی وجہ سے ہمیشہ سے خوفزدہ رہے ہیں اسلام کی لازوال خوبیوں کی بدولت ہی غیر مسلموں کو ہمیشہ سے غلبہ اسلام کا فوہا رہا ہے درج ذیل میں دیئے گئے نقاط میں اسلام کی وہ خوبیاں بیان کی جا رہی ہیں جنکی وجہ سے اہل یورپی مسلمانوں سے اور اسلام کے غالب آنے کے خیال سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

¹۔ سعید، جودت، لماذا اھذا العرب کلمہ من الإسلام (سال نشر 1988)، صفحہ 445۔

²۔ نعلی اسماعیل، محمد، المستشرقین بین الحقیقۃ والتخیل (مصر: الکلیۃ للنشر والتوزیع، 2000)، 9۔

³۔ ایضاً: ص 74۔

اسلام کی ذاتی خصوصیت سے پیدا ہونے والے اسباب

یورپ اور اسلام کے تعلقات کے مختلف پہلو ہیں مگر ان تعلقات کی خرابی میں سے زیادہ شدت پچھلے دو عشروں میں آئی ہے خاص کر سوویت یونین کے سقوط کے بعد اور نائن الیون کے بعد تو یورپ کی اسلام دشمنی کھل کر سامنے آئی۔ مذہب کو اپنی عداوت کا نشانہ بنایا گیا کہ وہ اپنی حقیقت میں متشددانہ تشریحات پر مبنی دین ہے جس کے نتیجے میں دہشت گردی اور قتل و غار گری جیسے قابل مذمت کام ہی سامنے آسکتے ہیں، "معاصر یورپی سیاست پر اگر گہرے نظر ڈالی جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کی نظر میں اسلام ہی سب سے بڑا دشمن ہے اور اسی نقطہ نظر سے عرب اور دیگر اسلامی ممالک کے بارے میں موقف اپنائے جاتے ہیں، اگر یورپ نے صلیبی جنگوں کے ذریعے پرانے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے تو آج وہی یورپ از سر نو نئے لشکر، نئی فکر اور نئے اہداف کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہے۔

یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کا پھیلاؤ

نائن الیون کے بعد اسلام یورپی ممالک میں کافی مقدار میں پھیلنے لگا اور عیسائیت کے بعد دوسرے نمبر پر آنے لگا۔ ایک امریکن ادارے "پیو" انسٹیٹیوٹ نے 2010ء میں کچھ اعداد و شمار جاری کئے تھے¹ جس کی روشنی 2020ء میں "المخرج اون لائن" نے پانچ یورپی ممالک کو ایک سروے کیلئے منتخب کیا جس میں تین امور کو رکھا گیا۔ کلا آبادی، مسلمانوں کی موجودہ آبادی، اور آنے والے دو عشروں میں متوقع تعداد اور وہ کچھ یوں ہے:

پیو انسٹیٹیوٹ نے 2050ء کو یورپ کی تاریخ کا ایک انقلابی نقطہ قرار دیا ہے، 2010ء میں مسلمانوں کی کل

نمبر شمار	ملک کا نام	کل آبادی	مسلمانوں کی موجودہ آبادی	مسلمانوں کی متوقع آبادی
۱۔	امریکہ	37 ملین	3.5 ملین	8.1 ملین
۲۔	روس	14.5 ملین	25 ملین	70 ملین
۳۔	جرمنی	82.7 ملین	4.6 ملین	5.9 ملین
۴۔	فرانس	67 ملین	5 ملین	8.6 ملین
۵۔	برطانیہ	66 ملین	3 ملین	6.5 ملین

¹ Pew Forum on Religion and Public Life, *Muslim Networks and Movements in Western Europe* (Washington, DC: Pew Research Center, 2010), http://www.pewforum.org/uploadedFiles/Topics/Religious_Affiliation/Muslim/Muslim-networks-full-report.

تعداد 1.6 ارب تھی جبکہ عیسائیوں کی تعداد 2.17 ارب تھی۔ اگر یہ تعداد اسی تناسب سے بڑھتی رہی تو 2050 میں یورپی ممالک میں مسلمانوں کی تعداد کچھ یوں ہوگی:

نمبر شمار	ملک کا نام	2050 میں مسلمانوں کی آبادی	کل آبادی کی فیصد
۱۔	فرانس	8.6 ملین	12.7%
۲۔	برطانیہ	6.5 فیصد	9.7%
۳۔	جرمنی	5.9 فیصد	8.7%
۴۔	اطلی	6.3 فیصد	8.3%
۵۔	اسپین	1.8 فیصد	4.6%
۶۔	ہالینڈ	1.5 فیصد	9.1%
۷۔	بیلجیم	1.2 فیصد	11.1%
۸۔	سویڈن	1 ملین	11.1%

یورپی ممالک میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو وہاں کا متعصب طبقہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتا؛ کیونکہ مسلمان ہونے والوں میں نہ صرف عوام ہیں بلکہ فکری طور پر پلنے بڑھنے والے بھی شامل ہیں۔

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی بھی اسلاموفوبیا کا ایک سبب ہے جس سے یورپی طاقتیں خوفزدہ ہیں اور اس بنیاد پر وہ اندرے لگا رہی ہیں کہ مستقبل قریب میں اسلام دنیا کا سب سے بڑے مذہب کے طور پر ابھرے گا اور ساتھ ہی اپنی عوام کو بھی مستقبل کے متوقع منظر نامے سے خبردار کر رہی ہیں۔

"فرانس میں نیشنل فرنٹ کے لیڈر لی چین لوگوں کو یہ کہہ کر ڈراتے ہیں کہ: "یورپ کچھ عرصہ بعد یورپ نہیں رہے گا، یہ اسلامی جمہوریہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ ہم ایک تاریخی موڑ پر آکھڑے ہیں اور اگر ہم نے اس موقع پر اپنی تہذیب کی حفاظت نہیں کی تو یہ منصفہ شہود سے غائب ہو جائے گی۔"¹

اسلام کے بارے میں غلط فہمی اور لاعلمی:

اسلاموفوبیا کا بنیادی سبب اسلام کے حوالے سے منصوبہ بندی کے تحت پھیلائی جانے والے غلط فہمی ہے۔ حقوق انسانی

کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 2012ء میں 123 صفحات پر مشتمل رپورٹ بعنوان: Choice

¹۔ محمود، آصف، "اسلاموفوبیا کی سازش" دارو، صفحہ 16، مارچ 2016ء۔

"Discrimination against Muslims in Europe" Prejudice: and ۲۰۰۱ء کو امریکی شہر نیویارک کے ٹوئن ٹاور پر حملے کے واقعہ کے بعد مسلمانوں کے بارے میں تعصب میں جارحانہ حد تک اضافہ ہوا۔ تاہم، یہ وضاحت بھی کی گئی کہ مسلمانوں کے بارے میں تعصب صرف نائن ایون کے حوالے سے نہیں پایا جاتا بلکہ یہ بہت پہلے سے وہاں موجود ہے۔ بطور مثال بیشتر یورپی باشندے کسی مسلمان خاندان کو اپنا ہمسایہ بنانا پسند نہیں کرتے۔ بلجیم، بلغاریہ، یونان، مالٹا، رومانیہ، فن لینڈ میں صورت حال انتہائی سنگین ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں منفی رائے کا اظہار کئی رائے عامہ کے جائزوں میں ہوا ہے۔ بطور مثال ان جائزوں میں حصہ لینے والے فرانس کے ۶۸ فیصد اور جرمنی کے ۷۵ فیصد شہریوں نے کہا کہ مسلمان ان کے معاشرے میں غم نہیں ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود ایسا نہیں کرنا چاہتے۔¹

اس رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح ذہن سازی کے ذریعے سے اسلام کے بارے میں غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے جو کہ اسلاموفوبیا کا سبب بنتی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے لاعلمی بھی اسلاموفوبیا میں اضافے کا ایک بڑا سبب ہے۔ پاکستان کے سابق سفیر عاقل ندیم اپنے آرٹیکل میں لکھتے ہیں: "ایک تحقیق کے مطابق امریکیوں کی بڑی اکثریت مسلمانوں یا اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ صرف 38 فیصد امریکی کسی مسلمان سے ملے ہیں یا انہیں ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ کم از کم 62 فیصد امریکی کسی مسلمان سے نہ ملے ہیں اور نہ ہی انہیں کبھی ان سے بات کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح 57 فیصد شہری اسلام کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں اور 26 فیصد کچھ بھی نہیں جانتے۔"²

اس تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے دعوت کے حوالے سے خود مسلمان اتنے کمزور ہیں کہ اسلام کے حوالے سے آگہی کا تناسب انتہائی کم ہے۔

سیاسی اسلام کا خوف

سیاسی میدان میں اسلام کے غلبے کا خوف بھی اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کا ایک بڑا سبب ہے، یورپ سیاسی اسلام کو اپنے اقتدار کے لیے سب سے بڑا خطرہ تصور کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے غیر سیاسی بیانیے کو مختلف ذرائع سے مدد فراہم کی جاتی ہے۔ سوئزر لینڈ کی کل آبادی 75 لاکھ کے قریب ہے کہ جس میں سے مسلمان تقریباً 4 لاکھ ہیں، یہاں محض 150 مساجد ہیں، مزید زیر تعمیر تھیں تو اسی دوران پارلیمنٹ میں اکثریت رکھنے والی نیشنلسٹ سوئس پارٹی نے مساجد کے مینار کے خلاف ایک منظم مہم چلائی۔ اسلاموفوبیا کا شکار اس پارٹی کے دعوے کے مطابق مساجد کے مینار مسلمانوں کے سیاسی غلبے کی علامات ہیں، اس

¹۔ عنوان، تعلیمیتوں کا تحفظ اور اسلاموفوبیا (شہر: ناشر، سال)، 542۔

²۔ او، انشال، "اسلاموفوبیا سے تہذیبوں کے تصادم کا خطرہ" ہروز نامہ روشنی انٹرنیشنل، 5 نومبر 2019۔

بنیاد پر عوامی ریفرنڈم کا انعقاد کیا گیا کہ جس میں 85 فیصد عوام نے پابندی کے حق میں رائے دی۔ اسلاموفوبیا کے متاثرین کے مندرجہ بالا اقدامات اس وقت دعوت کی راہ میں ایک چیلنج کے طور پر موجود ہیں۔

اسلاموفوبیا کے مظاہر عہد نبوی ﷺ اور عصر حاضر کے تناظر میں

اسلاموفوبیا سوچ کا آغاز عہد نبوی ﷺ سے ہی ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں اسلاموفوبیا کے تحت دشمنان اسلام جو تدابیر اختیار کی تھیں آج بھی وہی سرگرمیاں معمولی رد و بدل کے ساتھ جاری ہیں اور اس وقت بھی یہ تدابیر اسلام کی دعوت میں رکاوٹ کا باعث بنتی تھیں اور آج بھی اسی سے مماثل صورت حال ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کے متاثرین نے نبی ﷺ کے حوالے سے منفی تاثر قائم کرنے کے لیے اس وقت کے میڈیا کا سہارا لیا، حج کے مہینے میں پورے عرب سے لوگ مکہ مکرمہ تشریف لاتے تھے اس لیے اس وقت کا سب سے اہم میڈیا یہی تصور کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اسلاموفوبیا کے متاثرین نے اس میڈیا کو استعمال کرنے کی منصوبہ بندی شروع کی تاکہ قبل اس کے کہ مسلمان اس میڈیا کا مثبت استعمال کریں۔ ہمیں ان سے پہلے ہی اس کے مقابلے کی تیاری کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے تاکہ وہ اس میڈیا کو استعمال کرنے کے حوالے سے کوئی مؤثر تجویز دے سکے۔ ولید نے یہ مشورہ دیا کہ تم سب کسی ایک رائے پر اتفاق کر لو کہ محمد ﷺ کی کس طرح کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی ہے تاکہ کسی اختلاف کی صورت میں موقف بے وزن نہ ہو جائے۔

الرحیق المختوم میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے "چند لوگوں نے کہا! ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے، ولید نے کہا: نہیں بخدا وہ کاہن نہیں ہے، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، اس شخص کے اندر نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے نہ ان کے جیسی قافیہ گوئی اور ٹینک بندی۔ اس پر لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔ ولید نے کہا، نہیں وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں اور ان کی کیفیت بھی، اس شخص کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت اور الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ ان کے جیسی بہکی بہکی باتیں۔ لوگوں نے کہا، تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں۔ ہمیں رجز، ہجر، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصناف سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہر حال شعر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا یہ شخص جادوگر بھی نہیں ہے ہم نے جادوگر اور انکا جادو بھی دیکھا ہے۔ یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ گرہ لگاتا ہے۔ لوگوں نے کہا تب ہم کیا کہیں گے؟ ولید نے کہا کہ اس کے بارے میں سب سے مناسب بات یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جادوگر ہے، اس نے ایسا کلام پیش کیا ہے جو جادو ہے، اس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔

عصر حاضر کا ایک مشہور مقولہ ہے "perception is more important than reality" یعنی کسی کے حوالے سے تاثر حقیقت کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ جس پر یقین رکھتے ہوئے بڑے بڑے ادارے پر سیشن مینجمنٹ پر اپنا بجٹ استعمال کرتے ہیں۔ اسی سوچ کے تحت مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کے حوالے سے منفی تاثر قائم کرنے کی کوشش کی۔ معین الدین ندوی اس وقت کے میڈیا کے استعمال کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں "تم ہمارے شہر میں مہمان آئے ہو، اس لیے ازراہ خیر خواہی تم کو آگاہ کیے دیتے ہیں کہ اس شخص نے ہمارے درمیان پھوٹ ڈل کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، نہیں معلوم کہ اس کی زبان میں کیا سحر ہے جس کے زور سے وہ بیٹے کو باپ سے بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے لڑوا دیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس کی باتوں میں نہ آجائیں اس لیے ہمارا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم اس کے ساتھ نہ ملو اور نہ اس کی بات سنو۔¹

اس پر سیشن کا دعوت کے تناظر میں نقصان یہ ہوا کہ مکہ میں باوجود انتھک محنت و سعی کے ڈیڑھ سو سے زیادہ افراد مسلمان نہیں ہو سکے۔

عصر حاضر میں اسلام کا تاثر

عصر حاضر میں بھی اسلاموفوبیا کے متاثرین نے اسلام کے حوالے سے منفی تاثر قائم کرنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو مختلف نام سے منسوب کیا جاتا ہے کہ جس میں Fundamentalist, Terrorist، اسلامی جنگجویت، اسلامی فسطائیت Radical Islam شامل ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکنہ ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے۔

فلموں اور ویڈیو گیمز میں مسلمانوں کو دہشت گرد کے روپ میں پیش کرنا گریٹ ولڈرز نامی ہالینڈ کا پارلیمنٹیرین 1963ء میں ایک کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوا، اسلاموفوبیا کا شکار یہ گریٹ ولڈرز اسلام کی تیز رفتار توسیع کے حوالے سے فکر مند ہے اور خوف زدہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کیسپی رفتار ہی تو وہ وقت دور نہیں کہ جب ہالینڈ میں اسلام اکثریتی مذہب ہو گا۔ اس کے مطابق قرآن خون خرابے اور دہشت گردی پر ابھارتا ہے اور محمد ﷺ کی بھی یہی تعلیمات تھیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ناگزیر ہے کہ اس میں سے جہادی مواد ختم کر دیں۔ اپنے اس دعوت کے ثبوت میں گریٹ ولڈرز نے "فتنہ" کے نام سے ایک فلم بنائی، پندرہ منٹ پر مشتمل اس فلم کے آغاز میں نبی ﷺ کا توہین آمیز خاکہ دکھایا گیا ہے۔ پھر سورہ انفال کی آیت 60 اسکرین پر سامنے آتی ہے کہ جس میں دشمن کے خلاف تیاری کرنے کا حکم ہے۔ اس کے فوراً بعد ہی نائن ایون کا حادثہ دکھایا جاتا ہے، جس سے ناظرین کے ذہن میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ نائن ایون کا یہ حادثہ قرآنی آیت پر عمل کا نتیجہ ہے۔

¹ - ندوی، نذر الحفیظ، سیکولر میڈیا کا شرانگیز کردار (لاہور: عوامی میڈیا ایج کیشن، 2000)، 79۔

اس کے بعد اسکرین پر یہ الفاظ نمودار ہوتے ہیں:

"Allah is happy when non-Muslims get killed".

پندرہ منٹ کی اس فلم میں متعدد مرتبہ جہاد سے متعلق قرآنی آیات لکھی ہوئی آتی ہیں کہ جس کے پس منظر میں دنیا کے مختلف خطوں میں ہونے والی تباہی کی عکس بندی کی جاتی ہے۔ فلم کے آخر میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ قرآن سے ایسی آیات ختم کی جائیں۔

ویڈیو گیمنز

عصر حاضر میں اسلام کا چہرہ مسح کرنے کے لیے ویڈیو گیم کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔ 4-Resident Evil نامی ویڈیو گیم 11 جنوری 2005ء کو ریلیز ہوا، اس گیم میں مختلف مراحل پر غیر محسوس انداز میں اسلام کی توہین کی گئی ہے۔ اس گیم میں مسجد نبوی ﷺ کے دروازے سے مشابہت والا دروازہ دکھایا گیا ہے جس پر شیطان کی تصویر لگائی گئی ہے۔ ایک مرحلے میں قرآن مجید زمین پر گر اہوا دکھایا گیا ہے۔ 29 اکتوبر 2003 کو ریلیز ہونے والا ایک اور ویڈیو گیم Call of Duty ہے کہ جس میں ایک مرحلے پر آگے بڑھنے کے لیے لازمی ہے کہ قرآن کو گولی مار کر گرایا جائے، متحدہ عرب امارات میں اس گیم پر پابندی عائد ہے۔

پرنس آف پریشی نامی ویڈیو گیمز کی سیریز کا پہلا سیزن 3 اکتوبر 1989ء کو ریلیز ہوا، اس کارٹون میں ایران کے شہزادے کو مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر دکھایا گیا ہے کہ جس کی اہم بات اس کی تلوار ہے کہ جس پر عربی میں لکھا گیا ہے "تعلیمات کو پھیلاؤ اور وہ تلوار کے ذریعے قتل عام کرتا ہے، جس کے ذریعے "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے" کے بیانیے کو تقویت دی جاتی ہے۔ عہد نبوی میں بھی ذرائع ابلاغ کے ممکنہ ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کا منفی تاثر قائم کیا جاتا تھا اور آج بھی اس مقصد کے لیے ہر ممکنہ میڈیا کو زیر استعمال لایا جاتا ہے تاکہ اسلام کی دعوت کو روکا جاسکے۔

استہزا

عہد نبوی ﷺ میں اسلامو فوبیا کا شکار قریش مکہ نے اسلام کی دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے لیے جو مختلف تدابیر اختیار کیں ان میں سے ایک طریقہ استہزاء، تحقیر اور تمسخر کا تھا کہ جس کے ذریعے سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام کا مذاق اڑایا جاتا تھا تاکہ عام فرد کو اسلام سے دور کیا جاسکے۔ قرآن میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔

"إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَعَامَرُونَ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ"¹

"مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے، جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر ان کی طرف اشارے کرتے تھے، اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے ملتے تھے۔"

اسی طرح نبی ﷺ کو مجنوں، دیوانے کے القاب سے پکارا جاتا تھا آج بھی اسلاموفوبیا کے متاثرین کی سرشت نہیں بدلی ہے بس جدید انداز اختیار کر لیا ہے، کارٹونز اور کیری کیچرز کی مدد سے مجنوں اور دیوانہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے

توہین آمیز خاکوں کی وقتاً فوقتاً اشاعت

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا واقعہ سب سے پہلے اس وقت پیش آیا جب فلمینگ روزنامی صحافی نے چالیس بہترین کارٹون سازوں کی خدمات حاصل کی اور ان سے نبی ﷺ کے کارٹون بنائے گئے۔ جن میں سے 12 کارٹونز کا انتخاب کر کے بعنوان "پیغمبر اسلام ﷺ کے خاکے کی تصویر" 20 ستمبر 2005ء کے اخبار میں شائع کیا۔

شمارے میں اس عنوان کے تحت اخبار میں شائع کیا گیا:۔ جب اسے اس حوالے سے ملامت کا سامنا کرنا پڑا تو جواب میں اس نے کہا کہ:

"I do not regret having Flemming Rose claimed, cartoons these commissioned"²

"فلمینگ روز نے کہا" مجھے ان خاکوں کو شائع کر کے کوئی پچھتاوا نہیں۔"

اسی طرح 200 ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینلز نے "آزادی صحافت" اور "سیکولر جمہوریت" کے نام پر توہین آمیز خاکوں

کو نشر کیا۔³

حال ہی میں فرانس کے صدر نے اسلاموفوبیا کی عملی نظیر پیش کی کہ جب پیرس کے مضافات میں واقع ہائی اسکول کے ٹیچر سیموئیل بیٹی نے اپنی کلاس میں توہین آمیز خاکے دکھائے اور بعد ازاں وہ اپنے شاگرد کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس موقع پر فرانسیسی صدر میکرون نے ملعون ٹیچر کو قومی ہیرو قرار دیتے ہوئے اُسے قومی ایوارڈ سے نوازنے کا اعلان کیا اور گستاخانہ خاکوں

¹ - لطفین: 29

² - "Anti-Muslim Racism in Europe on Rise in 2018: Report," AA.com, accessed January 29, 2023, <http://www.aa.com.tr>.

³ - Schiffer, S., and C. Wagner. "Anti-Semitism and Islamophobia – New Enemies, Old Patterns." *Race & Class* 52, no. 3 (2019): 77.

کی اشاعت کو آزادی اظہار رائے قرار دیتے ہوئے کہا کہ ”ہم خاکے بنانا نہیں چھوڑیں گے اور اب ان خاکوں کو عوامی مقامات پر لگایا جائے گا۔“¹

قرآن میں تشکیک

عہد نبوی ﷺ میں اسلاموفوبیا کا ایک مظہر قرآن کا انسانی کلام ہونے کا دعویٰ ہے تاکہ قرآن سے رہنمائی کی صورت میں اسلام غالب ہی نہ آجائے اس لیے اس کے حوالے سے شک پیدا کر دیا جائے۔

”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ“²

اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں، بس ایک من گھڑت چیز ہے جو اس شخص نے گھڑ لی ہے، اور اس کام میں کچھ اور لوگ بھی اس کے مددگار بنے ہیں۔“

اسی روش پر چلتے ہوئے عصر حاضر کے مستشرقین نے بھی براہ راست نبی کریم ﷺ کو ہی قرآن کا مصنف قرار دیا

ہے۔

چارلس کٹر اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"His "Arabic Koran," a work of genius, the great creation of a great man, is indeed built throughout from Arabian materials."³

"اس کا عربی قرآن، ایک فطانت کا شاہکار، اور ایک عظیم آدمی کی عظیم تخلیق، یقیناً اول تا آخر عرب مواد سے ترتیب دیا گیا ہے۔"

قرآن کی توہین

نبی ﷺ کی دعوت کے آغاز سے ہی اہل مکہ کو اس بات کا خوف تھا کہ قرآن کی تاثیر سے ہمارے ہی خاندان کے افراد اپنے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف نہ ہو جائیں اس خطرے کے پیش نظر وہ قرآنی آیات کا کھلے عام استہزاء کرتے تھے جسے قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ"⁴

¹ - Jansen, Hans. "Waarom Ibn Warraq Geen Moslim Is." *Trouw*, March 22, 2020. Accessed October 8, 2022.

² - الفرقان: 4

³ - Charles, Irshad. *The Trouble with Islam Today: A Muslim's Call for Reform in Her Faith*. New York: St. Martin's Griffin, 2005, 108-109.

⁴ - الجاثیہ: 9

"اور جب ہماری آیتوں میں سے کوئی آیت ایسے شخص کے علم میں آتی ہے تو وہ اس کا مذاق بناتا ہے، ایسے لوگوں کو وہ عذاب ہو گا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔"

اور آج بھی اسلاموفوبیا کی بناء پر قرآن کی توہین کے واقعات و تقابض سامنے آتے ہیں۔

چرچ میں قرآن کو نذر آتش

عصر حاضر میں اسلاموفوبیا کا مظہر اس وقت سامنے آیا کہ جب 21 مارچ 2011ء کو امریکی پادری ٹیری جونز نے اپنے دوست پادری وائن ساپ کے ساتھ مل کر امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک چرچ میں 30 افراد کے سامنے قرآن کو نذر آتش کر دیا، ٹریبیون میں شائع کی گئی خبر کے مطابق:

"A controversial US evangelical preacher on Sunday oversaw the burning of a copy of the Quran in a small Florida church after finding the Muslim holy book "guilty" of crimes"¹

"ایک متنازعہ امریکی نے فلوریڈا کے چرچ میں مسلمانوں کی مقدس کتاب کو مجرم قرار دے کر آگ لگا دی۔" اس نے قرآن کو تمام جرائم کا ذمہ دار قرار دیا۔ پہلے اس نے چرچ کے اندر ہی قرآن کے خلاف عدالت لگائی اور آٹھ منٹ کی عدالتی کارروائی کے بعد قرآن کو مجرم ٹھہرایا۔ عدالتی کارروائی کے دوران قرآن کے نسخے کو مٹی میں بھگو کر رکھا اور پھر اس اعلان کے ساتھ آگ لگائی کہ میں نے مسلمانوں کو اپنی کتاب کی حفاظت کرنے کے لیے کہا تھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اس لیے میں نے آگ لگا دی۔ مذکورہ واقعہ اسلاموفوبیا کا ایسا واضح مظہر ہے کہ جس کے حق میں کوئی بھی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

سوشل بائیکاٹ

مشرکین مکہ کے دلوں میں اسلام کے غلبے کا خوف جب مزید زور پکڑ گیا تو نبوت کے ساتویں سال خاندان بنو ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ کیا گیا جس کی بناء پر خاندان بنو ہاشم تین سال کے لیے شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے، یہ نبی ﷺ کے خاندان کے لیے انتہائی تکلیف دہ وقت تھا۔ "قریش نے بالاتفاق ایک دستاویز لکھی جس میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا گیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی مطلب محمد ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک ان سے میل جول، شادی بیاہ، بول چال اور

¹ - Gabriel, Brigitte. *Because They Hate: A Survivor of Islamic Terror Warns America*. New York: St. Martin's Press, 2006, 49-50.

خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے گا۔ قریش کے تمام خاندانوں کے سربراہوں نے اس دستاویز کی توثیق کی اور اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا ہے۔¹

آج بھی مختلف ممالک میں اسلاموفوبیا کی وجہ سے مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔
بی جے پی نے 2002ء میں ایک پمفلٹ تقسیم کیا جس کا ہیومن رائٹس واچ نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے:

“Economic boycott is the only solution! Let us resolve-

1. From now on I will not buy anything from a Muslim shopkeeper!
2. I will not sell anything from my shop to such elements!
3. I shall not receive any education or training from a Muslim teacher. Such a strict economic boycott will throttle these elements! It will break their back-bone!"

اگرچہ یہ پمفلٹ 2002ء کا ہے لیکن اس سے ان کے اسلاموفوبیا کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے سوشل اور معاشی بائیکاٹ کی خواہش نہ صرف عہد نبوی ﷺ میں موجود تھی بلکہ 2002ء کے جدید زمانے میں بھی اس کا ظہار کیا جاتا رہا ہے۔

الجزیرہ اخبار میں 29 اپریل 2020ء کو یہ خبر شائع ہوئی کہ بھارتیاجنتا پارٹی نے (BJP) عوام سے یہ اپیل کی ہے مسلمانوں کے ساتھ سبزی کی خرید و فروخت بند کی جائے۔

"Keep one thing in mind. I am telling everyone openly. There is no need to buy vegetables from 'miyans' [Muslims]."²

کووڈ 19 کو بہانے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر بی جے پی نے مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت پر پابندی عائد کر کے شعبہ ابی طالب کے سوشل بائیکاٹ کی روایت کو زندہ کیا ہے۔

کردار کشی

مکی دور میں نبی ﷺ کے کردار پر کبھی کسی نے انگلی نہیں اٹھائی اس لیے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قیصر روم ہر قل کے دربار میں ابوسفیان نے بھی نبی ﷺ کے کردار کے حوالے سے مثبت گواہی دی تھی، لیکن مدینہ میں منافقین اور یہودیوں نے مل کر دشمنی کی اس حد سے تجاوز کرتے ہوئے نبی ﷺ کی نہ صرف تعدد ازواج کو نشانہ بنایا بلکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی کردار کشی کی کوشش بھی کی۔ حضرت زینب بنت جحش سے شادی کے

¹ - وقار، مولانا امیر احمد بنغیر (من) لاہور: دارالسلام، 2008ء

² - "انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر" کتاب و سنت، 17، www.kitabosunnat.com

موقعے پر بھی خوب پروپیگنڈہ کیا گیا۔ "کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ محمد ﷺ نے زینب کو اچانک دیکھا اور ان کے حسن سے اس قدر متاثر ہوئے کہ نقد دل دے بیٹھے اور جب ان کے صاحبزادے زید کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے زینب کا راستہ محمد ﷺ کے لیے خالی کر دیا۔¹ یہی الزام 1929ء میں سوامپینڈت چھوپتی نے "رنگیلار سول" کے نام سے گستاخی پر مشتمل کتاب میں لگایا، جسے پبلشر "مہاشے راجپال" نے شائع کیا جو بعد ازاں 6 اپریل 1929ء کو غازی علم الدین کے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچا اور آج بھی انہی موضوعات کے ساتھ کردار کشی کی سعی کی جاتی ہے۔

اسلاموفوبیا کی ایک صورت موویز میں بھی دکھائی دیتی ہے کہ جب خاص مسلمانوں کو ہدف بنا کر مودی بنائی جاتی ہے۔ 2012ء میں انگریزی زبان میں ایک بیہودہ فلم نشر کی گئی جس کا عنوان مسلمانوں کی معصومیت (Muslims of Innocence) تھا، اس کا ہدایت کار الان روبرٹس تھا۔

"اس فلم کو پادری ٹیری جونز نے بعض مصری تارکین وطن کے تعاون سے عربی میں بھیجی، اہل مسلمین کے نام سے ڈب کیا ہے۔ ان تارکین وطن میں نقولا باسیلی نقولا (Sam Bacile) کا نام سامنے آ رہا ہے جو ایک قبطی اصل مصری امریکی ہے۔"²

اس پوری فلم کا ہدف خاص نبی ﷺ کی نجی زندگی ہے کہ جس میں آپ ﷺ کو ایک ظالم شوہر کے طور پر دکھایا گیا ہے، 120 منٹ دورانیہ کی اس فلم میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کا کردار بھی منفی انداز میں دکھایا گیا ہے، 2011ء کی گرمیوں میں 50 اداروں نے ملکر اس فلم کو لاس اینجلس کے قریب ایک گرجے میں شوٹ کر ایا جو کہا اسلام سے خوفزدہ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ اسلاموفوبیا کے مظاہر میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام کو حالت نماز میں تشدد کا نشانہ بنا کر عبادت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں آج بھی نیوزی لینڈ کی مسجد میں فائرنگ کا واقعہ ہوا یا مساجد مسمار کرنے اور بند کرنے کے واقعات ہوں، یہ بھی اسی سوچ کی ایک کڑی ہیں۔

¹ - مودودی، سید ابوالاعلیٰ، "عنوان مضمون" ماہنامہ ترجمان القرآن، نومبر 2014 (سال 2014): 80۔

² - Fear, Inc.: The Roots of the Islamophobia Network in America." Washington, DC: Center for American Progress (CAP), August 26, 2011. Accessed February 26, 2023.

اسلاموفوبیا کی ترویج میں مسلمانوں کا کردار بعض اوقات مخصوص عوامل کی بنیاد پر دیکھا جاسکتا ہے، حالانکہ یہ بات اہم ہے کہ یہ افراد یا گروہ اسلامی تعلیمات کی نمائندگی نہیں کرتے۔ مسلمانوں کا منفی طرز عمل بعض اوقات مختلف عوامل کی بنیاد پر نظر آتا ہے، جن میں ثقافتی، سماجی، یا مذہبی مسائل شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ طرز عمل کئی صورتوں میں سامنے آسکتا ہے، جیسے:

1. انتہا پسندی: بعض افراد یا گروہ انتہا پسند نظریات اپناتے ہیں، جو کہ تشدد یا شدت پسندی کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ یہ طرز عمل اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔
2. غلط تشریح: اسلامی تعلیمات کی بعض افراد یا گروہوں کی طرف سے غلط تشریح کی جاتی ہے، جو کہ شدت پسندی یا نفرت کے جذبات کو جنم دیتی ہے، اور یہ ان کے مذہب کو نقصان پہنچاتی ہے۔
3. تنہائی اور علیحدگی: بعض مسلم کمیونٹیز اگر معاشرتی طور پر علیحدہ رہتی ہیں تو یہ غیر مسلموں کے ساتھ رابطے اور سمجھ بوجھ کی کمی کا باعث بنتی ہیں، جو غلط فہمیاں پیدا کرتی ہیں۔
4. اجتماعی تعصب: کچھ مسلم کمیونٹیز میں آپسی اختلافات یا برادریوں کے درمیان تعصب پایا جاسکتا ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی کو متاثر کرتا ہے۔
5. روایتی طرز عمل: بعض مسلم ممالک میں روایتی یا قدامت پسند رویے جیسے کہ عورتوں کے حقوق کی خلاف ورزی، یا تعلیمی مواقع کی کمی بھی منفی طرز عمل کی مثالیں ہیں۔
6. عدم برداشت: بعض اوقات مسلمان غیر مسلموں یا مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے بارے میں عدم برداشت کا مظاہرہ کرتے ہیں، جس سے بین المذاہب تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔
7. معاشرتی ممانعت: بعض مسلم معاشروں میں جدید نظریات، تعلیم، یا مغربی ثقافت کے بارے میں منفی رویے پائے جاتے ہیں، جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں یہ منفی طرز عمل عمومی طور پر انفرادی یا مخصوص گروہوں کے عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں اور انہیں اسلام کی عمومی تعلیمات کے ساتھ نہیں جوڑا جانا چاہیے۔
8. مقامی زبان سے ناواقفیت: مسلم اقلیتوں کو زبان سے ناواقفیت اور کمیونیکیشن گیپ کے مسائل کا سامنا اکثر ہوتا ہے، جب مسلم اقلیتیں کسی نئی زبان میں ماہر نہیں ہوتیں، تو انہیں روزمرہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں، جیسے تعلیم، صحت، اور ملازمت میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس وجہ سے طلبہ کو تعلیمی اداروں میں بہتر کارکردگی دکھانے میں

مشکلات آتی ہیں، جس سے ان کے مستقبل کے مواقع متاثر ہو سکتے ہیں۔ مسلم اقلیتیں مقامی آبادی کے ساتھ میل جول میں مشکلات محسوس کرتی ہیں، جو دوطرفہ تعلقات میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف ثقافتوں کے بارے میں سمجھ بوجھ میں کمی آتی ہے، جو معاشرتی تناؤ اور غلط فہمیاں پیدا کر سکتی ہیں۔ اگر مسلم اقلیتیں مقامی زبان نہیں سمجھتی ہیں، تو وہ سرکاری خدمات، جیسے صحت، تعلیم، اور قانونی مدد، تک رسائی میں مشکلات محسوس کر سکتی ہیں۔ اہم معلومات، جیسے قوانین، حقوق، اور مقامی مواقع کے بارے میں آگاہ نہیں ہوتی ہیں، جس سے ان کی حیثیت متاثر ہوتی ہے۔

9. اجتماعی انتقام: بعض مسلمان گروہوں کی جانب سے عمومی طور پر غیر مسلموں کے بارے میں انتقامی یا معاندانہ رویے اپنانا، لوگوں میں اسلام کے بارے میں منفی جذبات پیدا کرتا ہے۔
10. سوشل میڈیا پر منفی مواد: سوشل میڈیا پر بعض افراد کے منفی بیانات یا مواد، جو مسلمانوں کی غلط تصویر پیش کرتا ہے، عوامی رائے کو متاثر کرتا ہے اور اسلام کو بڑھاوتا ہے۔

انداز تبلیغ:

- نامناسب انداز تبلیغ بعض اوقات اسلام کو فوجیہ کا باعث بنتا ہے۔ یہاں کچھ طریقے ہیں جو اس کا سبب بن سکتے ہیں:
1. انتہا پسندی کا پرچار: اگر تبلیغ کا انداز تشدد یا شدت پسندی کی حمایت کرتا ہے، تو یہ مسلمانوں کی عمومی تصویر کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور لوگوں میں خوف پیدا کر سکتا ہے۔
 2. منفی زبان کا استعمال: زہریلی یا جارحانہ زبان کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کے بارے میں منفی تصورات پیدا کیے جاسکتے ہیں، جو اسلام کو فوجیہ کو بڑھاوا دیتے ہیں۔
 3. معلومات کی کمی: اگر تبلیغ میں معلومات کی صحیح بنیاد نہیں رکھی گئی تو اس سے غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں، جو کہ لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں منفی خیالات پیدا کر سکتی ہیں۔
 4. غلط تشریح: اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح یا سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کرنا، لوگوں میں عدم اعتماد اور خوف پیدا کر سکتا ہے۔
 5. ایکسکلوژوٹی و تعصب: اگر کسی مخصوص گروہ کی تعلیمات کو مرکزی حیثیت دی جائے اور دوسرے گروہوں کو نظر انداز کیا جائے تو اس سے معاشرتی تقسیم اور نفرت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

6. اجتماعی تنقید: مسلمانوں یا اسلام کے بارے میں عمومی تنقید کرنا بغیر کسی تفریق کے، افراد میں نفرت اور خوف پیدا کرتا ہے۔

7. ائمہ مساجد کا تعامل: ائمہ مساجد کا منفی رویہ بعض اوقات مختلف عوامل کی وجہ سے سامنے آتا ہے، اور اس کے اثرات مسلم کمیونٹیز پر بھی پڑتے ہیں۔ ائمہ اگر کسی مخصوص طبقے یا فرقے کے بارے میں عدم برداشت کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو اس سے فرقہ وارانہ تناؤ بڑھتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون میں کمی آتی ہے۔ اگر ائمہ میں دین کی تعلیمات کی درست تفہیم نہیں ہوتی، تو وہ غلط پیغام پہنچا سکتے ہیں، جو کہ مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر سکتا ہے، ان کے نظریات اگر انتہائی قدامت پسند ہوں، تو یہ نوجوان نسل کو جدید مسائل کا حل تلاش کرنے میں مشکلات میں مبتلا کر سکتے ہیں ائمہ مساجد خطبات میں نفرت یا تعصب کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں، تو یہ مسلمانوں کے بارے میں منفی تاثر پیدا کر سکتے ہیں اور اسلاموفوبیا کو بڑھاوا دے سکتے ہیں۔ یورپ میں مقیم علماء کرام کا کمیونٹی کے مختلف افراد، خاص طور پر نوجوانوں، کے ساتھ رابطہ کم ہونا، انہیں معاشرتی مسائل میں شامل کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے

8. بین المذاہب ہم آہنگی میں کمی: بین المذاہب ہم آہنگی کی کمی اسلاموفوبیا کا ایک اہم سبب ہے، جب مختلف مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کی ثقافتوں، روایات، اور عقائد کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے، تو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں جو خوف اور تعصب کا باعث بنتی ہیں، مذاہب کے بارے میں درست معلومات نہ ہونے کی صورت میں لوگ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے بارے میں منفی تصورات اپناتے ہیں، جو اسلاموفوبیا کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ کسی مذہب کے بارے میں عمومی تنقید کی جاتی ہے، تو اس سے اس مذہب کے پیروکاروں کے خلاف تعصب بڑھتا ہے، جس کی وجہ سے عدم برداشت پیدا ہوتی ہے۔

9. مثبت مثالیں نہ دینا: اگر صرف منفی پہلوؤں پر توجہ دی جائے اور مثبت مثالیں نہ پیش کی جائیں، تو یہ مسلمانوں کے بارے میں عمومی تاثر کو بگاڑ سکتا ہے۔

یہ تمام عوامل نامناسب اندازِ تبلیغ کی صورت میں اسلاموفوبیا کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تبلیغ کا انداز مثبت، معلوماتی، اور برداشت پر مبنی ہو، تاکہ اسلام کی حقیقی روح کو بہتر طور پر سمجھایا جاسکے۔

باب سوم:

یورپ میں اسلاموفوبیا کے وسائل

فصل اول: اسلاموفوبیا کے روایتی وسائل

فصل دوم: اسلاموفوبیا کے نئے وسائل

فصل سوم: اسلاموفوبیا کی ترویج میں میڈیا کا کردار

فصل اول:

اسلاموفوبيا کے روایتی وسائل

اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے خلاف شروع دن سے ہی مختلف ہتھکنڈے اور طریقہ کار اپنائے گئے۔ یہ طریقہ کار اپنے معاشرتی ماحول کے لحاظ موجود وسائل و ذرائع اور امکانات کو مد نظر رکھ کر اپنائے گئے۔ اسلام اور دیگر سلطنتوں کے تعلقات کی بنیاد تنکوا ری تھی جو جوک سے ہو کر موتہ کے میدانوں میں ظاہر ہوئی اور قرون وسطیٰ میں پھر صلیبی جنگوں کی صورت میں اس کا مظاہر ہوں۔ اس ضمن میں یورپ نے روایتی طریقوں کو بھی اپنایا اور عصر حاضر کے کھانوں کو دیکھتے ہوئے کئے طریقے بھی استعمال کئے۔

روایتی وسائل:

روایتی طریقوں میں استشراق، استعمار، تخریب اور بیورو انگریز برائے نام مسلمانوں کے ساتھ اتحاد دیکھی۔ ان میں سر فہرست استشراق ہے۔

استشراق:

اس کی مختلف ادوار میں مختلف لوگوں نے الگ الگ تعریف بیان کی ہے، اس میں سے کچھ اہم یہ ہیں۔ غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کے مطالعہ میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔ ایک جامع تعریف یہ کی گئی ہے، یورپی اہل کتاب، مسیحی یورپ کی اسلام مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر مسلمانوں پر اہل یورپ کا تسلط قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے عقیدہ، شریعت، ثقافت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدار نہ تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں اسے استشراق کہا جاتا ہے۔¹

استشراق کی کئی ساری تعریفات کی گئی ہیں ان کو مد نظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ استشراق مشرقی (اسلامی) اقوام، ان کی تاریخ ادیان، لغات معاشرتی حالات، ممالک از مینیں، ثقافت و تہذیب کا بغور مطالعہ کر کے انہیں اپنے فکری اور حکومتی غلبہ کے ماتحت رکھنا۔ اس تعریف کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ استشراق اسلام کے بارے میں مخالف عقیدوی اور فکری موقف رکھتا ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو اپنے دین کی تعلیمات کے ارد گرد اکٹھا رہنے سے روکتا ہے۔ مستشرقین نے انیسویں صدی کی نصف سے لیکر بیسویں صدی کے نصف تک (6) ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں۔²

¹۔ غراب، ڈاکٹر احمد، *تہذیب الاسلامیہ للاستشراق* (مکتبۃ دیوان المتنبی، سال نشر 2006)۔

²۔ بغامولر، جوستاف، *سیرۃ الرسول فی تصورات الغربیین* (بیروت: دار الکتب، 2013)، 110۔

جن کی اکثریت اسلام کے قطعیات، شعائر، دینی اور تاریخی ورثہ کو مشکوک بنانے پر مشتمل ہیں۔ اس میں قرآن مجید سے ہوتے ہوئے احادیث نبویہ ﷺ اور عربی زبان پر بھی کلام کیا ہے۔ اس تحریک کی ابتداء تیرھویں صدی سے اس وقت شروع ہوئی جب یورپی حضرات نے اسلام کے غلبے اور اس کے اسباب کا مطالعہ شروع کیا۔ بیسویں صدی میں استشراق زوروں پر تھا اور اپنی تصانیف میں فلسفیانہ منہج کو اپنایا کیونکہ جن ممالک سے ان کا تعلق تھا ان کی بنیادوں میں فلسفیت شامل تھی۔ اور فلسفی حضرات عموماً کسی فکر کو اپناتے ہیں اور اس کے بعد اس کیلئے دلائل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالکل یہی بات مستشرقین کی تصانیف میں واضح ہیں۔

استشراق کے محرکات میں دینی محرک پہلے نمبر پر رہا ہے جبکہ اس کے ساتھ استعماری محرک، اقتصادی محرک اور علمی محرک بھی شامل ہیں، ان محرکات کو فروغ دینے کیلئے استشراق نے جو وسائل استعمال کئے وہ تصنیف کتب، لیکچرز اسلامی ممالک میں یورپی طرز کے اداروں اور یونیورسٹیوں کا قیام، مغربی افکار کے حامل جرائد و مجلات کی صورت میں سامنے آئے ہیں۔ ان تمام وسائل کو استعمال کرنے کا اثر یہ ہوا کہ عالم اسلام کا ایک بہت بڑا طبقہ اس تاثر کا شکار ہو گیا کہ ان کے پاس عصر حاضر کے بعضوں کے مطابق بڑھنے کے امکانات نہ ہونے برابر ہیں، اسی طرح پڑھے لکھے طبقے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ یورپی مفکرین کی آراء کو حرف آخر سمجھنے کے ساتھ ساتھ ان کے منائی اور اسالیب کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر روحانیت سے عاری ہر چیز میں مادیت کے حامل سوچ کے لوگ عالم اسلام میں ابھرنے لگے اور اسلامی تعلیمات کے تمام حصوں کو مادی نقطہ نظر سے دیکھ کر ان پر اعتراضات کرنے تھے۔ سیکولرزم کے نعرے جگہ جگہ بلند ہونے کے ساتھ آزادی فکر کی آڑ میں اسلامی متقلد سات اور مسلمات پر انگلیاں اٹھانے لگے۔ یہ تسلسل تاحال جاری ہے جو عرب ممالک کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی ممالک کو بھی لپیٹ میں لے چکا ہے۔

اہل یورپ بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص، جو مشرق اقوام خصوصاً "ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیبوں، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں۔ ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ منسلک ہیں وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے۔

تاریخ استشرق:

استشرق اگر صرف اسلام کے خلاف سرگرمیوں کی علامت مانا جائے تو اس قسم کی سرگرمیاں پہلی صدی ہجری میں ہی شروع ہو گئی تھیں۔ تحریک استشرق کی اصطلاح رائج ہونے سے کتنا عرصہ پہلے موجود تھی؟ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ: تحریک استشرق کا آغاز 1312ء میں ہوا، جب فینا میں کلیسا کی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کی مختلف جامعات میں عربی زبان کی تدریس کے لیے باقاعدہ شعبے (Chairs) قائم کیے جائیں۔

بعض محقق کہتے ہیں اس کی ابتداء تیرہویں صدی عیسوی میں جب قشتالہ کے بادشاہ الفونس دہم نے 1269ء میں مرسیلیاں میں اعلیٰ تعلقات کا ادارہ قائم کیا، اس ادارے نے ابو بکر الرقوطی کی سربراہی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان، عیسائی اور یہودی عالم مقرر کیے جنہوں نے قرآن، تلمود، اور انجیل کے ہسپانوی زبان میں ترجمے کیے۔ کچھ علماء کا اس کے آغاز کو بارویں صدی عیسوی سے جوڑتے ہیں۔

جب 1143ء میں ایک شخص پطرس کے ایماء پر پہلی مرتبہ قرآن کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اسی صدی میں ایک پادری فیزائل نے پہلی عربی لاطینی لغت تیار کی۔ بعض کے نزدیک اس کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ہوا جب فرانس کا ایک راہب جریردی اور لیاک حصول علم کی خاطر اندلس گیا۔ اشبیلیہ اور قرطبہ کی جامعات میں علم حاصل کیا اور یورپ بھر میں عربی زبان و ادب کا سب سے بڑا عالم شمار ہوا بعد میں 999ء سے لے کر 1003ء تک سلفستر ثانی کے لقب سے پاپائے روم کے منصب پر فائز رہا۔ جبکہ اسی طرح نویں اور آٹھویں صدی کی بھی مثالیں موجود ہیں۔

تحریک استشرق کا آغاز عملاً "آٹھویں صدی عیسوی سے ہو چکا تھا۔ اگرچہ اس تحریک کو یہ نام کئی صدیوں بعد ملا۔

مستشرقین کی اقسام

مستشرقین کا رویہ ہر زمانے میں یکساں نہیں رہا۔ اس لیے ان کے ہاں علم، تجربہ، انداز استدلال، مذہبی حیثیت اور وابستگی و انسلاک کے مختلف نمونے نظر آتے ہیں، اور اسی لحاظ سے ان کے فکر و فن اور تحقیق و تالیف کا معیار بھی جدا جدا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین نے کئی مفید کام بھی کیے ہیں، جس پر ان کی تعریف کی جانے چاہیے۔ دوسری طرف مستشرقین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے فکری بے اعتدالی، نظریاتی بے راہروی اور تہذیبوں کی تباہی کا باعث بنے ہیں۔ یہ لوگ قابل مذمت ہیں۔ مستشرقین کے کام کی نوعیت و حیثیت جاننے کے لیے ان کو کئی اقسام اور طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

معتدل مزاج مستشرقین

یہ مستشرقین کا وہ گروہ ہے جو مسلمان نہ تھے اس لیے ان کا آبائی ادیان کے زیر اثر ہونا فطری بات تھی اس لیے ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اسلام کو بالکل اسی نظر سے دیکھیں جس سے مسلمان دیکھتے ہیں۔ اس طبقے کی تحریروں میں بیشمار غلطیاں تو ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ اسلام، محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسلامی تعلیمات کو زبردست خراج تحسین بھی پیش کرتے ہیں۔ ان میں چند مستشرقین یہ ہیں۔

کاسن دی پرسیول، رحرڈ سائمن، گاڈفرے ہگنز، یوہان جے ریسکے، مائیکل ایچ ہارٹ، نیان، ول ڈیورنٹ، کانسٹنٹ ورجل جیورجیو، کیرن آرم سٹرانگ۔

متعصب مستشرقین

اس طبقے میں ان مستشرقین کو رکھا جاتا ہے جن کا مقصد بے لاگ اور غیر جانبدار نہ علمی تحقیق کے لہادے میں اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنا۔ اس طبقے میں مزید تقسیم کی جاسکتی ہے کیونکہ کے وقت کے ساتھ ساتھ ان کے انداز میں تبدیلی آتی رہی ہے۔ ان میں چند مشہور افراد یہ ہیں۔

کیمون، جین برڈ، ہمفرس پرائی ڈیکس، سرویلیم میور، جارج سیل، گولڈزیہر۔

پیشہ ور مستشرقین

وہ مستشرقین جن کو جامعات، تحقیقی اداروں، مجلات، اخبارات، ٹیلی ویژن وغیرہ میں "اس کام" کے لیے بھرتی کیا جاتا ہے۔ ان کا کام اکثر سیاسی و مذہبی تعصب پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی مثال برطانوی ہند میں انگریز عہدہ داروں کا کام ہے اسی طرح اکیسویں صدی میں اسلاموفوبیا پیدا کرنے میں بھی ایسے لوگ شامل ہیں۔

ملحد مستشرقین

قرون وسطیٰ میں جب یورپ میں مذہب اور سائنس کے درمیان میں جنگ جاری تھی، تب جو لوگ ملحد ہوئے۔ انھوں نے مذہب کے خلاف لکھنے کے لیے اسلام کو بطور رمز استعمال کیا، کیوں کہ پوپ کی طرف سے عیسائیت پر زبان درازی کرنے پر کڑی سزائیں دی جاتی تھیں۔ اس کی ایک بہت بڑی مثال والٹیئر ہے۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایک ڈراما (Le Farnatisme on Mohammaticv Prophete) لکھا، جس کا انتساب پوپ کے نام کیا، اس طرح اس نے پوپ کو بھی خوش رکھا اور مذہب پر بھی حملہ کیا۔

عربی زبان سے نابلد مستشرقین

کچھ ایسے مستشرقین بھی گزرے ہیں جو عربی زبان سے واقف نہیں تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اسلام کے بارے میں لکھا۔ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے مستشرقین کے کام کو ہی استعمال کیا اور وہی غلطیاں دوہرائیں۔ اس میں ایڈورڈ گبن کا نام سب سے نمایاں ہے، جس نے اپنی کتاب تاریخ زوال رومہ کے پچاسویں باب میں اسلام و پیغمبر اسلام کے بارے بہت ہی نامناسب زبان استعمال کی۔

انتہائی دقت نظر سے اسلام کا مطالعہ کرنے والے مستشرقین

بہت کم مستشرقین گزرے ہیں جنہوں نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کی بنیاد پر اپنی تحقیقات پیش کیں، مگر ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو "پیشہ ور مستشرقین" میں آتے ہیں۔ جیسے: گولڈزیہر، سرولیم میور، ارٹر جیفری، مارگولیتھ، جارج سیل۔

مستشرقین کے اہداف و مقاصد:

دینی اہداف و مقاصد:

تحریک استشراق اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششوں کا ہی حصہ ہے۔، علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت اپنے دین کے حوالے سے درج ذیل مقاصد تھے۔

اسلام کی حقانیت اور اسلام کے ساتھ اہل اسلام کی جذباتی لگاؤ کو کم کرنے کے لیے مناسب دلائل تلاش کرنا۔ تاکہ اقوام عالم میں اسلام کے پھیلاؤ کو روکا جائے اور مشنری سرگرمیوں کو منظم اور مربوط کیا جائے۔ "لورانس براؤن" نے اپنے استشراتی جذبات کا اظہار اس طرح کیا: "حقیقی خطرہ اسلامی نظام، اس کے پھیلنے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی صلاحیت اور اس کی قوت حیات میں ہے۔ مغربی استعمار کے راستے میں یہی واحد دیوار ہے۔"¹

تحقیقی اور علمی اہداف و مقاصد:

مستشرقین کے تمام علمی اور تحقیقی کاموں کے پیچھے علم کی خدمات کا جذبہ کا فرمانہیں ہو تا بلکہ علم کی خدمات کی آڑ میں اسلام سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اصول تمام مستشرقین پر لاگو نہیں ہوتا۔ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے صرف علم کے حصول اور علم کی خدمت کے جذبے سے اپنی زندگیاں تحقیق کے خارزار

¹۔ الدہان، محمد، قوی الشرائع، مؤلفہا من الاسلام والمسلمین (بیروت: مکتبہ نور، 2109 م)، 52۔

میں گزار دیں۔ اسلامی موضوعات پر ان کے علم سے ایسی باتیں نکلی ہیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق منصفانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ گو ان کی تحریروں میں بہت سی غلط باتیں بھی ہیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک آدمی مسلمان نہ ہو اور اس کے پیش نظر کتابوں کا وہ ذخیرہ جو اسلام کے متعلق زہریلے پروپیگنڈے سے پُر ہو، اس آدمی سے اس قسم کی غلطیوں کا صدور ہونا عجیب نہیں۔¹

مالی اور اقتصادی اہداف و مقاصد:

علمی اور دینی مقاصد کے ساتھ ساتھ تجارتی اور مالی مقاصد بھی مستشرقین کے پیش نظر تھے۔ جن کی وجہ سے وہ مشرقی زبانوں اور مشرق کے دیگر حالات کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہل مغرب خصوصاً اٹلی کے لوگوں کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ اہل مشرق کے ساتھ اپنے تجارتی معاملات کو اچھے طریقے سے طے کرنے کے لیے انہوں نے عربی زبان کی تعلیم کو ضروری سمجھا۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ تھا کہ 1265ء میں تونس اور اٹلی کے شہر بیرا کے تاجروں کے درمیان میں جو تجارتی معاہدہ ہوا اسے عربی زبان میں لکھا گیا۔²

استعمار:

استعمار کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں "ایک ریاست یا قوم کا دوسری ریاست یا قوم پر غلبہ پانا تاکہ مغلوب کا سرمایہ اوٹ کر اور ان کے افراد کی طاقت کو قابو میں رکھ کر ان کو اپنے مختلف مفادات کیلئے انویسٹ کر سکے۔³ بہت تعریف استعمار کے تقریباً تمام اقسام کو شامل ہے۔ اس میں جہاں ہر اور است قبضہ شامل ہے جیسے مقبوضہ فلسطین وہیں ان کی فکری طاقت کو سلب کرنا اور اپنی طاقت کے موافق آزادی کو ختم کرنا بھی شامل ہے جیسے پچھلی صدی میں اکثر ممالک کے ساتھ ہوا۔ استعمار صنعتی انقلاب اور جغرافیائی دریافتوں کے نتیجے میں آیا اور انہی دونوں کو وسعت دیتے کیلئے متوسط اور غریب ممالک پر چڑھائی کی گئی۔ مقاصد کے راستے میں حائل ہونے والی اسلامی تحریکوں کو بھی نشانہ بنایا جیسے سوڈان، جزائر، مراکش اور پر سلیمہ میں ہوا۔ استعماری اہداف میں بہت سارے امور شامل ہیں جن میں اسلامی قوانین کی بجائے دیگر انسانی قوانین کو نافذ کرتا اور اسلامی تعلیم اور اوقاف کے نظام کو ختم کرنا کیونکہ مغربی استعماروں کو یہ ادراک ہوا کہ جو نسل اسلامی تعلیم سے بہرہ ور نہ ہو وہ ان کے مقابلے کی سکت نہیں

¹ - حسین، ثناء اللہ، قرآن حکیم اور مستشرقین 48۔

² - عنوان کتاب، الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری (92، 90)۔

³ - المیدانی حبیبہ، عبدالرحمن، آجنڈۃ الحکمر الاستعماریۃ وخواصہا (مصر: دار الدعوة، 2008)، 51۔

رکھتی۔ اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کو اتنے حقوق دلوانا کہ وہ ریاستی تخت تک پہنچ سکے اور نئی نسل کی کیفیت ایسی بناتا کہ وہ اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے شرم جائیں۔

تغریب:

تغریب ان روایتی طریقوں میں سے ایک ہے جس کے ذریعے مغرب نے اسلامی بہار کا راستہ روکنے کی کوشش کی ہے۔ تقریب کا معنی ہے "ایک ایک جدید عقلیت پسندی کی تخلیق جس کا مدار مغربی تصورات نظر و معیارات پر ہوتا کہ اس کے ذریعے اسلامی معاشرے و اسلامی نظر کا مقابلہ کیا جائے اور اس ہدف کے ساتھ کہ مغربی تہذیب دوسری اقوام کی تہذیب پر بالعموم اور اسلامی تہذیب پر بالخصوص غلبہ پاسکے۔¹ یہاں پر بعض حضرات کا گمان یہ ہے کہ تقریب کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کا مغرب کی ذہنیت کو قبول کرنا جبکہ یہ بات درست نہیں ہے بلکہ تقریب کا دائرہ اس سے بڑھ کر ہے اور وہ ہے ایک فکری دائرے کی تخلیق جس کا مقصد مسلمانوں کے عزم و ہمت کو شکوک و شبہات کا شکار کر کے کم ہمت بنانا اور یہ کہ مسلمان صرف اور صرف ایک مادی نقطہ نظر سے تمام چیزوں کو دیکھیں جو اسلام کے عطاء کردہ ایک مکمل اور مثبت عقیدے سے بالکل الگ تھلگ ہو۔

معاصر فکری مذاہب:

یورپ میں کلیسا کی اجارہ داری، مذہبی طبقے کے بے جا تشدد اور معاشرتی مسائل کیلئے کوئی حل تلاش نہ کرنے کی وجہ سے یورپی لوگوں نے دور استے تلاش کرنا شروع کئے جن کے ذریعے دو کلیہ ہا سے اپنے آپ کو چھڑا سکیں اور دور استے سیکولر ازم لبرل ازم اور قوم پرستی کی صورت میں سامنے آئے۔ ذیل میں ہم مختصر ان پر بات کریں گے:

سیکولر ازم:

سیکولر ازم کا متفق علیہ معنی یہ ہے کہ دین اور ریاست کو الگ الگ کرنا، یورپ میں اس کے پیدا ہونے کے اسباب میں عنصرانیت کے دینی طبقے کا عوام کا استعمال کرنا مالی بے قاعدگیاں کرنا سیاسی امور میں مداخلت کی وجہ سے اہل دین کا دیگر لوگوں کی طرح سرکشی کر چار علمی کوتاہی کرنا کہ پرانے تجربات کو دین کا حصہ بنانا اور اسی طرح کنیہ کا ہمیشہ سائنسی حقائق کے منافی چلنا وغیرہ شامل ہیں۔ اسلامی ممالک میں سیکولر ازم اس وقت داخل ہوا جب استعمار نے اپنے پنجے گاڑ دیئے اور یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں کے نوجوان تعلیم کے ساتھ انکار میں مغرب زدہ ہو کر کلید کی مناصب پر براجمان ہوئے اور اسلامی

¹ - المجلس الاعلى للشؤون الإسلامية، التفریب الخطر التحذیر فی وجه الإسلام (جمهورية مصر العربية: الطبعة الثانية، 1966م) 4۔ The Supreme Council for Islamic Affairs.

Westernization: The Most Dangerous Challenges in the Face of Islam. 2nd ed. Arab Republic of Egypt, 1966, 4.

ممالک میں جیسے ترکی، شام اور لبنان وغیرہ میں امریکی و برطانوی اداروں کا قیام ہوا اور وہاں کے فضلاء نے اقتدار تک رسائی حاصل کی۔ اسلام کا موقف اس حوالے سے واضح ہے کہ اگر سیکولر ازم کا معنی زادِ پندیت ہے یا زندگی اور ریاست سے دین کی علیحدگی ہے تو اس کا انکار بہر صورت لازمی ہے۔

فصل دوم:

اسلاموفوبيا کے نئے وسائل

اسلامی افکار اور اسلامی بہار کا راستہ روکنے کیلئے یورپ کے نئے طریق کار کچھ تبدیل ہو چکے ہیں۔ ان میں سول سوسائٹی ادارے اندرونی ایجنٹ، اسلامی تحریکوں کے خلاف مزاحمت اور من گھڑت الزامات و غریب آمیز اصطلاحات کا پھیلاؤ شامل ہیں۔

سول سوسائٹی ادارے:

ان اداروں کی تعریفیوں کی جاسکتی ہے وہ غیر حکومتی نیٹ ورک جو سوسائٹی کے افراد پر مشتمل ہو اور پہلے سے طے شدہ اہداف کے مطابق سوسائٹی کی ترقی، پینک کے معاشی درجے کی بہتری اور انسانی حقوق کی ضمانت کیلئے کام کر رہے ہوں۔¹ یہ ادارے مغرب میں جمہوری روایات کے انحراف کے نتیجے میں سامنے آئے؛ کیونکہ حاکم طبقہ کے گٹھ جوڑ سے اپنے حقوق کیلئے قائم کی جانے والی جمہوریت بھی مالداروں اور ان کے بیٹوں کے ہاتھوں چلی گئی اور انتخابی مہمات پر ہونے والے خرچہ وہی اٹھا سکتے ہیں۔ اور سوویت یونین کے سقوط کے بعد یہ اسلامی ممالک میں مختلف این جی اور کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ ایک مغربی مفکر کریسٹوفر روتھ نے اپنے مضمون میں میرا ابدان بطور اسلحہ / خودکشی یا استشہاد" میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اسلامی دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے سول سوسائٹی کے این جی او کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ان باتوں سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ این جی او اور معاشرتی خلاقی ادارے تقریب کی ایک نئی اور زمانے کے حالات کے موافق مشکل ہے جو یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کو زیر کرنے اور اسلامی معاشروں کو حتی الامکان خوشنما انداز میں بگاڑنے کا ایک ذریعہ ہے۔

این جی او اور دیگر اداروں نے اپنے مقاصد کو کچھ دکش نعروں کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جن میں عورت اور اس کی آزادی زیادہ موضوع بحث بنایا جاتا ہے اور اس بات کا تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں شدید مظلومیت کا شکار ہے جس کو حل کرنے کیلئے زندگی کے تمام شعبہ جات میں مساوات ضروری ہے، اسی طرح تعلیم، نسلی امتیاز اور آزادی کے خوشنما نعرے ان کا شعار ہے۔

اندرونی ایجنٹ اور یورپی اجیر:

یورپ کے دلدادہ کچھ افراد جو وہاں کی رٹینیوں اور فلسفوں سے متاثر ہوتے ہیں اور اسلامی یا یورپی ممالک میں اسلامی سوسائٹی میں رہ کر بھی یورپ کے گن گاتے ہیں اور ان کے اہداف کیلئے کچھ شعوری اور ارادے کے ساتھ جبکہ بعض دیگر

¹ - العتیبی، محمد الفاتح عبد الوہاب، تنظیمات المجتمع المدني: النشأة، الآليات وأدوات والتفصيل والتحقيق (الاحمد الف: ملقی المرآة: 1999م)، 7۔

لاشعوری طور پر کام کرتے آرہے ہیں۔ ان کو وفادار بنانے کیلئے جہاں وسائل کا بے تحاشا استعمال ہوتا ہے وہاں پر اسلامی ریاستوں میں منصب اور جاہ و جلال کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ اسلامی ریاستوں کے ساتھ تو یہ معاملہ پچھلی صدی کے شروع سے ہی رہا ہے جب خلافت عثمانیہ کو اندرونی طور پر ایجنٹوں کے ذریعے غافل رکھ کر پھر بیرونی طور پر ختم کر دیا گیا۔ البتہ اکیسویں صدی میں مختلف وژن کے ہم پر اسلامی گہرے شعائر و عادات کی بنیادوں کو آہستہ آہستہ کھوکھلا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یورپی ممالک میں مسلم اقلیتوں کے خاندانی نظام کو تباہ کرنے کیلئے آزادی، تعلیم اور مساوات کے نام پر عورت کو وہاں کے رکیٹی میں ڈھلنے کیلئے ہیں ادارے عمل پیرا ہیں جبکہ دوسری طرف انہی کے خلاف ماحول بنانے کیلئے میڈیا پر بے بنیاد پروپیگنڈوں کے ذریعے یورپی عوام کو اسلامو فوبیا کا شکار بنایا ہے کہ کہیں حجاب پر حملہ تو کہیں مسجد کو دہشت گردی کا گڑھ سمجھ کر حملہ وغیرہ وغیرہ

من گھڑت الزامات اور فریب آمیز اصطلاحات:

یورپی ممالک نے بیسویں صدی کے آخر میں ہی میڈیا کا سہارا لے کر مسلمانوں کے خلاف محاذ کھول لیا تھا خصوصاً جب مسلم علماء نے مغربی افکار و نظریات کی تردید کی اور اسلامی جماعتوں کو مسلم ممالک میں کافی اثر و رسوخ ملا اور دعوتی کام تمام ممالک میں زور پکڑنے لگا تو اس محاذ سے اسلام اور مسلمان مخالف الزامات میں کافی شدت آئی۔ یہ شدت اس وقت یہ ملے گئی جب اشتراکیت کا زور ٹوٹنے لگا اور یورپی میڈیا کو ایک ہی ٹارگٹ ملا اور وہ تھا اسلام جبکہ اس سے پہلے اشتراکی نظام اور اسلام دونوں کے خلاف سرمایہ دار یورپ کا میڈیا ہی محاذ گرم تھا۔ یورپی میڈیا نے جن من گھڑت الزامات کا سہارا لیا وہ بطور نمونہ کچھ یوں ہیں کہ اسلام شدت پسندی کا دین ہے اور اس بات پر یورپی عوام تقریباً یقین کر چکی ہے، اسی طرح مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا نعرہ لگا کر ان کو کلیدی مناسب پر تعیناتی وغیرہ کے حقوق منظور کروانا اور جیسے شام، عراق اور ترکی میں کردوں کا مسئلہ، مصر میں قبطیوں کا مسئلہ اور پاکستان میں مسیحیوں اور ہندوؤں کا مسئلہ وغیرہ

عصر حاضر کے پاور اسٹرکچر میں عسکری، معاشی اور علمی طاقت کے ساتھ ساتھ میڈیا بھی طاقت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ روایتی جنگیں مخصوص اوقات اور مقامات پر لڑی جاتی تھیں، لیکن آج کے دور کی جنگیں ہر وقت اور ہر مقام پر لڑی جا رہی ہیں۔ ان جنگوں میں سائنس و ٹیکنالوجی کے علاوہ میڈیا بھی ایک ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ عسکری طاقت جہاں انسانوں کا وجود مٹانے کے لیے استعمال ہو رہی ہے وہاں میڈیا کی طاقت کو انسانوں کے اذہان اور اعتقاد کو تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لوگوں کے نظریات اور خیالات تبدیل کرنے کے لیے میڈیا ایک ایسی جنگ مسلط کرتا ہے، جس کی حقیقت کو جاننا بہت مشکل، لیکن بہت ضروری ہے۔

پچھلے چند عشروں میں یورپی میڈیا نے شناخت کے خلاف ایک ایسی جنگ چھیڑی ہے، جس کے متاثرین میں صرف دین اسلام کے پیروکار ہیں۔ اسلام دشمنی میں بڑے پیمانے پر ہیجان اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے، میڈیا ایک ذریعے کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ میڈیا پر جرائم اور دہشت گردی کی رپورٹنگ کرتے وقت اسلامی اصطلاحات کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ اسلام کے بارے میں ایک منفی تاثر پیدا ہو۔ ان اصطلاحات کو دینی و مذہبی سیاق و سباق سے ہٹا کر اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے اصل معنی و مفہوم پس منظر میں چلے جائیں اور میڈیا کے ذریعے تخلیق کردہ نئے معنی مقبول ہو جائیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے خلاف خوف پھیلانے کے لیے، میڈیا پر جو گمراہ کن بیان بازی اور غلط بیانی کی جاتی ہے اسے عرف عام میں ’اسلاموفوبیا‘ کہتے ہیں۔

یورپی میڈیا کا تعصب:

میڈیا ہاؤسز کے ذریعے پھیلانے جانے والے ’عمومی تصور اسلام میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ’’اسلام کے تمام ماننے والے ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں‘‘۔ جس کا اصل مقصد یورپ میں مسلمانوں کو معاشرے سے کاٹ کر الگ کرنا، دیوار سے لگانا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے۔ اسلام کا یہ عمومی تصور مغرب کے اورینٹل ازم یا مستشرقیت کی تخلیق ہے، جو ’غیر مغرب ثقافتوں کو مغرب سے متضاد اور متضادم دکھاتا ہے۔ اس اورینٹل ازم پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو اجنبی، عجیب، پس ماندہ اور غیر معقول گروہوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ کسی مسلمان کے جرم میں ملوث پائے جانے پر کیا جاسکتا ہے، جب کہ مسلمانوں کی اکثریت اس کے جرائم سے لا تعلقی کا اظہار کرتی ہو لیکن پھر بھی پوری امت مسلمہ کو زبردستی اس فرد کے جرم سے جوڑا جائے۔

اسلام کے اندر کئی مکاتب فکر، متنوع آبادیاں اور بے شمار ثقافتوں کے حامل افراد و گروہ موجود ہیں، جنہیں بنیادی عقائد اور ایمان کے حوالے سے تو ایک امت مسلمہ کہا جاسکتا ہے، لیکن ہر حوالے سے انہیں ایک عمومی شناخت کے اندر نہیں لایا جاسکتا۔ دنیا کے کسی اصول کے تحت بھی کسی ایک فرد یا افراد کے ایک گروہ کے اعمال کے ذمہ دار دیگر تمام افراد قرار نہیں دیے جاسکتے۔ لیکن اسلام کے تمام پیروکاروں کو ایک عمومی شناخت دیتے ہوئے، میڈیا جب کسی فرد یا چند افراد کے اعمال کا ذمہ دار پوری امت کو ٹھہراتا ہے تو یہ تمام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ملزم کی مذہبی شناخت پر بھی حملہ ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر نیویارک میں نائن الیون حملے کے چھ ماہ کے اندر یورپی میڈیا میں شائع ہونے والے تمام مضامین اور خبروں میں حملہ آوروں کی شناخت مسلم کے طور پر بتائی گئی۔ اس عمل سے میڈیا نے اپنے وسائل اور اثر و رسوخ کی وسعت کو مسلمانوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے تنوع اور امتیازات کو نظر انداز

کر کے چند افراد کے جرم کو پوری امت مسلمہ کے سر پر ڈال دیا گیا۔ اس ’جزلائزیشن‘ یا ’عمومیت‘ سے دانستہ طور پر متعدد منفی نتائج پیدا کیے گئے، لیکن ان میں سے سب سے اہم منفی نتیجہ ’اسلاموفوبیا‘ ہی ہے۔

پروفیسر رضا اصلان نے سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ”جب آپ لوگ ڈیڑھ ارب سے زیادہ افراد کے مذہب کی بات کرتے ہیں تو ان مسلمانوں کو ایک ہی برش سے رنگتے ہیں جو بہت آسان کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب نہ پُر امن ہوتا ہے اور نہ پُر تشدد۔ یہ سب تو کسی فرد یا چند افراد کا ذاتی فعل اور رویہ ہوتا ہے، جو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہو سکتے ہیں۔ جس طرح کسی عیسائی، یہودی، ہندو یا بدھ مذہب کے ماننے والوں کے کسی فعل کا ذمہ دار ان کا مذہب نہیں، اسی طرح کسی مسلمان کے فعل کا ذمہ دار بھی اس کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب ہر نظریہ اور عقیدہ کے ماننے والے کرتے ہیں، تاہم میڈیا مذہبی پس منظر کا ڈھول صرف اس وقت پیٹتا ہے، جب کوئی ملزم یا مجرم مسلمان ہوتا ہے۔ اگر یہی شخص کسی دوسرے مذہب کا ماننے والا ہو تو اس کی مذہبی شناخت نہیں بتائی جاتی اور نہ اس پر سوال اٹھایا جاتا ہے۔ مثلاً دسمبر ۲۰۱۴ء میں امریکا کے سینٹی ہوک اسکول، نیوٹاؤن میں حملہ آور سفید فام کیتھولک عیسائی تھا اور اس نے ۲۰ بچوں کو قتل کیا تھا لیکن میڈیا نے اس کی مذہبی شناخت اور پس منظر پر کوئی سوال نہیں اٹھایا“۔¹

یورپی میڈیا کے تعصب کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ اس غلط فہمی کو تو پھیلاتا ہے کہ مسلمان حملہ آور ہیں، جن کا شکار دیگر لوگ ہیں۔ لیکن یہی میڈیا کبھی یہ نہیں بتاتا کہ کسی حملے کے نتیجے میں متاثر ہونے والوں میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ مثلاً جس روز پیرس میں داعش نے تخریبی کارروائی کی، اسی روز بیروت میں بھی ایک بم دھماکے میں ۴۳ افراد جاں بحق ہوئے جو تمام مسلمان تھے۔ بیروت کے واقعہ کا تذکرہ تو میڈیا میں کیا گیا لیکن اس کی تشہیر کی وہ سطح نہیں تھی جو پیرس میں ہونے والے المیے کی تھی۔ دوسری بات یہ کہ پیرس کے حملوں میں بار بار یہ بتایا جا رہا تھا کہ ”حملہ آور، مذہب اسلام کے پیروکار تھے“ لیکن بیروت کے مرنے والوں کے بارے میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ بھی اسلام کے ماننے والے تھے۔ میڈیا رپورٹس میں غیر مسلموں کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے، لیکن مسلمانوں کے احترام کو نہیں۔ یہ رویہ ’اسلاموفوبیا‘ کے پھیلاؤ میں مدد فراہم کرتا ہے۔

نائن الیون کے بعد فورٹ ہڈ شوٹنگ، متعدد ایئر پورٹس پر دھماکے اور بوسٹن میراتھون بمبٹنگ، فرانس کے چارلی ہیڈو حملے وغیرہ جیسے واقعات کو ذرائع ابلاغ میں بہت زیادہ توجہ ملی۔ یہاں مشتبہ افراد کی شناخت مسلمان کے طور پر بتائی گئی، حالانکہ ملزمان کی مذہبی شناخت اور پس منظر کو اجاگر کرنا خبر کا تقاضا نہیں تھا۔ اگر مذہبی شناخت کو بیان کرنا خبر کے لیے ضروری

¹ Aslan, Reza. "Does Islam Promote Violence?" Interview, September 29, 2014.

ہوتا تو دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی طرف سے کی جانے والی دہشت گردی میں بھی ان کی مذہبی شناخت بتائی جاتی لیکن ایسا ہرگز نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص جان دے کر دہشت گردی کی کارروائی کو روکنے کی کوشش کرے تو اس کی شناخت بھی نہیں بتائی جاتی، جیسے ۶ جنوری ۲۰۱۴ء کو پاکستان کے ابراہیم زئی اسکول میں جب ایک خودکش بمبار نے اسکول میں داخل ہونے کی کوشش کی، تو پندرہ سال کے ایک طالب علم اعتراف حسن بنگش نے دیکھتے ہی اس پر چھلانگ لگا دی۔ اعتراف حسن کی جان کی قربانی سے سیکڑوں طالب علموں کی جانیں محفوظ رہیں۔ میڈیا کو چاہیے تھا کہ اعتراف حسن کا مذہب ہی پس منظر بیان کرتا اور بتاتا کہ اسلام کے ایک پیروکار نے جان دے کر خودکش بمبار کے دھماکے کی وسیع تباہی کو کیسے ناکام بنایا۔ لیکن یورپی میڈیا نے اس کی مذہبی شناخت کا اظہار تو درکنار اس کی قربانی کا اعتراف کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اس سے میڈیا کا تعصب واضح ہوتا ہے کہ وہ صرف ان واقعات کو ہی اُجاگر کرتا ہے، جو اس کے پروپیگنڈے کی حمایت اور ’اسلاموفوبیا‘ کے لیے دلیل کے طور پر پیش ہو سکتے ہیں۔

اسلام سے وابستہ امور کی میڈیا کوریج، اس صدی کے آغاز سے ہی مقدار و معیار کے لحاظ سے، ڈرامائی انداز میں تبدیل ہو چکی ہے۔ امریکا کے زیر قیادت ’وار آن ٹیرر‘ (دہشت گردی کے خلاف جنگ) کے دوران پوری دنیا میں سب سے زیادہ پھیلا یا جانے والا گمراہ کن تصور یہ ہے کہ ”امت مسلمہ انسانیت کی ایک باغی جماعت ہے۔ مسلمان ہونے کا لازمی مطلب عسکریت پسند یا دہشت گرد ہونا ہے، کیونکہ مذہب اسلام دہشت گردی کی نمایندگی کرتا ہے“۔¹

یورپ سمیت دنیا بھر میں اس موضوع پر ہونے والی تحقیقات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ اسلام سے متعلق خبروں کی اشاعت و تشہیر (coverage) کے دوران استعمال کی جانے والی اسلامی اصطلاحات کی، ابلاغی اداروں کی تعبیر سے اسکا لر اور مذہبی ماہرین اتفاق نہیں کرتے۔ لیکن یہ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب ان اصطلاحات کو ان کے اصل مفہوم کی پروا کیے بغیر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال میں یہ اصطلاحات اپنے اصل معنی کھو کر میڈیا کی تعبیر کا روپ دھار لیتی ہیں، اور لوگ اصل مفہوم پر غور کیے بغیر میڈیا کے تخلیق کردہ مطالب کو درست مان لیتے ہیں۔

¹ Bleich, Eric, H. Nisar, and R. Abdelhamid. "The Effect of Terrorist Events on Media Portrayals of Islam and Muslims: Evidence from New York Times Headlines, 1985–2013." *Ethnic and Racial Studies* (2015): 19. Accessed November 14, 2015.

متعصبانہ اصطلاحات:

ان اصطلاحات کے مطالعے پر ایک تحقیق ملائشین تحقیق کاروں زین بانی یونس اور اسحاق حسن نے پیش کی ہے۔ انھوں نے عرب میڈیا سے 'اردن ٹائمز اور 'الجزیرہ اور یورپی میڈیا سے 'بی بی سی اور 'دی گارڈین کا انتخاب کیا۔ ان اداروں کے ۲۰۱۸ء سے لے کر ۲۰۱۹ء تک کے ۳۶۸ مضامین جمع کیے گئے، جن میں یہ اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ اس تحقیقی مطالعے کی خاص توجہ اس سوال کا جواب تلاش کرنے میں رہی ہے کہ مشرقی و مغربی ذرائع ابلاغ 'دہشت گردی' وغیرہ کو اسلام کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے، اصل سیاق و سباق کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلامی اصطلاحات کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ 'مشرقی میڈیا' کی نسبت یورپی میڈیا میں 'اسلام پسندی' اور 'جہاد' کی اصطلاحات کو منفی سیاق و سباق میں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔¹

ان محققین کا استدلال ہے کہ اسلام سے متعلق اصطلاحات کو منفی معنوں میں بیان کرنے سے مسلمانوں کے بارے میں ایک تعصب اور نفرت ابھارنے کا عمل تقویت پاتا ہے۔ نائن الیون کے بعد میڈیا نے اسلام سے متعلق خبروں پر جن مختلف اصطلاحات کو تخلیق کرنے کے حوالے سے بہت زیادہ توجہ دی ہے، ان میں 'اسلامی دہشت گردی'، 'اسلامی جنونیت'، 'مسلم انتہا پسندی' اور 'سیاسی اسلام' وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام کو بڑے پیمانے پر دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنے کے رجحان کے ساتھ جب کسی خبر کی تفصیل میں اس قسم کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں، تو وہ میڈیا کے متن کا ایک حصہ بن جاتی ہیں۔ اور ان کی غلط تعبیر پیش کرنے کے نتیجے میں میڈیا، اسلام کے بارے میں گمراہ کن تصورات اور ایک منفی منظر کشی کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

بہت سی تحقیقات میں یہ بات سامنے آچکی ہے کہ میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں دی جانے والی خبروں میں جو زبان استعمال کی جاتی ہے، وہ بھی زیادہ تر مسخ شدہ ہوتی ہے۔ یہ تحقیقات زیادہ تر امریکا، برطانیہ اور یورپی میڈیا کے بارے میں کی گئی ہیں۔ سلطان (۲۰۱۶ء) نے ایک تحقیق میں یہ بات نوٹ کی ہے کہ یورپ میں پایا جانے والا ایسا بے شمار مواد دستیاب ہے جو اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ حقائق کو مسخ شدہ انداز سے پیش کر کے اسلام کی منفی تصویر کشی کی گئی ہے۔ میڈیا نے

¹ Younes, Zein Bani. "A Pragmatic Analysis of Islam-Related Terminologies in Selected Eastern & Western Mass Media." 2020.

جو نظریات اور خیالات اسلام سے منسوب کیے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔¹

سمیع اور مالمر (۲۰۱۷ء) نے ایک تحقیق میں یہ مطالعہ پیش کیا ہے کہ امریکی میڈیا میں ۲۰۰۱ء سے لے کر ۲۰۱۵ء تک جو نیوز اسٹوریز شائع ہوئیں، ان میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں لکھے گئے ۶ لاکھ ۷۰ ہزار الفاظ میں اسلام اور مسلمانوں کو 'بنیاد پرست' اور 'عسکریت پسند' پیش کرتے ہوئے ان نتائج کی طرف اشارہ کیا گیا کہ 'اسلام اور مسلمان تشدد پسند' ہوتے ہیں۔²

بیکر، گیبریلاٹوس اور میکینیری (۲۰۱۳ء) نے برطانیہ میں ۱۹۹۸ء سے لے کر ۲۰۰۹ء تک شائع ہونے والے ساڑھے چودہ کروڑ الفاظ پر مشتمل مختلف مضامین کا تجزیہ کیا، جن میں قومی و نسلی شناخت، مختلف ثقافتی و مذہبی امور، کمیونٹیز، گروہوں اور تنازعات کے بارے میں متضاد خیالات و تصورات پر مبنی حوالہ جات تھے۔ مسلم دنیا اور مسلم معاشروں اور مغرب کے درمیان پائے جانے والے امتیازات و اختلافات کو اسلام اور یورپ کے تصادم کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ مسلمانوں کے بارے میں یہ تصور پیش کیا گیا کہ "یہ ذرا اسی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں اور بڑے تصادم کے لیے تیار ہو جاتے ہیں"۔ مسلمانوں کی جو شکل پیش کی گئی، اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ "مسلمان دہشت گردوں کے لیے ہمدردی اور نرم گوشہ رکھتے ہیں کیونکہ یہ معاشی طور پر پس ماندہ اور قدامت پسند ہیں"۔ ان مضامین میں مسلمانوں کو جس طرح پیش کیا گیا، اسے پڑھنے کے بعد مسلم معاشروں اور مسلمانوں میں یقینی طور پر جذباتی تناؤ پیدا ہو سکتا ہے۔³

سعید (۲۰۰۷ء) نے ایک تحقیق میں استدلال کیا کہ "برطانوی میڈیا میں مسلمان شہریوں کو غیر ملکی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے"۔ میڈیا کی اس غلط بیانی کا تعلق 'اسلاموفوبیا' سے ہے، جس کی جڑیں ثقافتی اختلافات میں ہیں۔ اس تحقیق نے یہ بھی نوٹ کیا کہ "یورپ میں اگر کوئی غیر مسلم تشدد کرتا ہوا نظر آئے، تو اسے نگہریلو تشدد قرار دے کر انفرادی مسائل اور پریشانی کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے، جب کہ یہی تشدد اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے وقوع پذیر ہو، تو اسے اسلامی اور عالمی

¹ Sultan, K. "Linking Islam with Terrorism: A Review of the Media Framing since 9/11." *Global Media Journal: Pakistan Edition* 9, no. 2 (2016): 1–10.

² Samaie, M., and B. Malmir. "US News Media Portrayal of Islam and Muslims: A Corpus-Assisted Critical Discourse Analysis." *Educational Philosophy and Theory* 49, no. 14 (2017): 1351–1366. <https://doi.org/10.1080/00131857.2017.1281789>.

³ Baker, P., C. Gabrielatos, and T. McEnery. "Sketching Muslims: A Corpus-Driven Analysis of Representations Around the Word 'Muslim' in the British Press, 1998–2009." *Applied Linguistics* 34, no. 3 (2013): 255–278. <https://doi.org/10.1093/applin/ams048>.

دہشت گردی کے گروپوں سے جوڑا جاتا ہے۔ اس طرح کی متعصبانہ رپورٹنگ سے میڈیا و یورز کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور اسلام کے بارے میں گمراہ کن خیالات کی اشاعت کو فروغ ملتا ہے۔¹

اسلام سے متعلق سب سے زیادہ استعمال ہونے والی اصطلاحات 'اسلام پسند'، 'قدامت پسند'، 'جنگ جو'، 'انتہا پسندی'، 'دہشت گردی'، 'تشدد' اور 'عسکریت پسندی' ہیں۔ ان میں 'اسلام پسند' کی اصطلاح 'دہشت گردی' کے مترادف ہے اور 'دہشت گردی' کے تناظر میں لکھے گئے تمام مضامین میں اس کو اسی مفہوم میں پیش کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر جون ۲۰۱۸ء کو بی بی سی کی ایک رپورٹ میں اصل خبر کا یہ نتیجہ اخذ کر کے بتایا گیا کہ "سیکورٹی اداروں کی توقع ہے کہ اسلام پسند دہشت گردی کا خطرہ اب بھی برقرار ہے اور کم از کم دو مزید برسوں تک اس کی شدت کی سطح برقرار رہے گی" (دہشت گردی کی حکمت عملی، ۲۰۱۸ء، ص ۳)۔ اسی طرح روزنامہ دی گارڈین، لندن کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ "ایک عالمی انتہا پسند تحریک جو اب بھی جاری ہے، اس سے دنیا کو خطرات لاحق رہیں گے" (برک ۲۰۱۹ء، ص ۱)۔ ان رپورٹوں کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپی ذرائع ابلاغ میں 'اسلام پسند' کا لفظ 'دہشت گرد' کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ۳ جون ۲۰۱۸ء کو دی گارڈین نے ایک خبر دی کہ "برطانیہ کو اسلام پسندوں کی اسلامی دہشت گردی سے سخت خطرے کا سامنا ہے" (پریس ایسوسی ایشن، ۲۰۱۸ء، ص ۱) یعنی "اسلام، امن کے لیے خطرہ ہے"۔²

ایک اور مسئلہ 'اللہ اکبر' کی اصطلاح کو نامناسب ہدف بنانے کا بھی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں یہ مقدس الفاظ ہیں، جب کہ یورپی میڈیا اس اصطلاح کو ایک ایسے نعرے کے طور پر پیش کرتا ہے، جسے دہشت گردی کی کارروائی کرنے والے لوگ اپنے ہدف سے نفرت کے اظہار کے طور پر لگاتے ہیں۔ مقدس الفاظ کو نفرت کے اظہار کے طور پر پیش کرنا ایک شدید غلط فہمی اور گمراہی کا نتیجہ ہے۔ مثلاً الجزیرہ نے ایک چینی سیاسی دستاویز کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ "انھوں نے جہاد میں شہادت اور جنت کے حصول کے وقت نفرت انگیز الفاظ اونچی زبان میں دہرائے" (China Says 2019, p.3)۔

جیکبسن (۲۰۱۲ء) نے ایک تحقیق میں استدلال کیا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے صرف باہر سے حملے نہیں کیے جاتے بلکہ مسلمانوں کے معاشروں اور مسلمان ناموں والوں کے ہاتھوں بھی حملے کرائے جارہے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کی غرض سے مسلمانوں میں سے ہی کچھ ایسے لوگ تیار کیے گئے ہیں جو یورپ کی ایما پر اپنے آپ کو 'اعتدال پسند'،

¹ Saeed, A. "Media, Racism and Islamophobia: The Representation of Islam and Muslims in the Media." *Sociology Compass* 1, no. 2 (2007): 443–462. <https://doi.org/10.1111/j.1751-9020.2007.00039.x>.

² Terror Strategy: MI5 to Share Information about UK Suspects." *The British Broadcasting Corporation*, June 4, 2018. <https://www.bbc.com/news/uk-politics-44351841>.

’جدید‘ یا ’لبرل‘ مسلمان کہتے ہیں۔ ان اصطلاحات کے استعمال کا مقصد بالواسطہ طور پر عوام کو یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ اسلام کا ایک ورژن جدید اور اعتدال پسند ہے اور اس کے علاوہ پورا اسلام ”انتہا پسند اور دہشت گرد ہے“۔ ان اصطلاحات سے دنیا بھر کے غیر مسلم عوام کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ”اعتدال پسند مسلمان اچھے، یورپ نواز اور جنگ میں یورپ کا ساتھ دینے والے ہیں، جب کہ دیگر سب مسلمان ہمارے دشمن ہیں اور ان سے جنگ کر کے انہیں ختم کرنا جائز اور قانونی عمل ہے“۔¹

اسلام کو پس ماندہ اور جدید و قدیم تصورات میں منقسم مذہب ثابت کرنے کے لیے یورپی میڈیا، مسلم خواتین کو دوبارہ متحارب گروہوں میں پیش کرتا ہے۔ مسلم خواتین کے ایک گروہ کو انتہائی پس ماندہ، مردوں کے ظلم و ستم کا شکار اور دوسرے گروہ کو انتہائی مضبوط، مردوں کی برابری اور مقابلہ کرنے والی ’فیمینسٹ وومنز‘ (خود اختیاریت پسند مسلم خواتین) کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ اس طرح یورپی میڈیا اسلامی عقائد اور تعلیمات کو تنقید کا نشانہ بنانے کے لیے مسلم عورت کی ’مظلومیت‘ کا رونا روتا ہے اور انہیں بغاوت پر اکساتے ہوئے اپنی حمایت اور مدد کا یقین دلاتا ہے۔

یورپ، مسلم خواتین کی سماجی آزادی و خود مختاری کو مذہب سے آزادی کے متبادل کے طور پر پیش کرتے ہوئے اس مقصد کے حصول کے لیے جدید، لبرل مسلم مرد صحافیوں، دانشوروں اور سیاست دانوں کو بھی استعمال کرتا ہے۔ اسلامی اقدار پر عمل کرنے والی خواتین کی کردار کشی اور ان سے امتیازی سلوک کرنے کی غرض سے یورپی میڈیا ان کے لیے جو اصطلاحات استعمال کرتا ہے، جن میں مردوں سے پٹنے والیاں، گالیاں کھانے والیاں، پردے والیاں، نفرت کا شکار عورتیں، آزادی سے بے پروا عورتیں، حقوق سے نابلد خواتین اور انتہا پسند مسلم خواتین وغیرہ شامل ہیں۔

سان اور سبلی (۲۰۱۸ء) نے اس بات پر تحقیق کی کہ مذہبی تعلیمات کو فلموں میں کس طرح پیش کیا جاتا ہے؟ اس مطالعے سے معلوم ہوا کہ کچھ فلموں میں مذہبی تعلیمات، عبادات، اخلاقی اقدار، بزرگوں اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ کو مثبت انداز میں پیش کیا گیا تا کہ معاشرے کی ان مثبت خطوط پر تربیت کی جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی تحقیق میں برطانیہ، امریکا، کینیڈا اور آسٹریلیا میں ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۶ء تک شائع ہونے والے ۸ لاکھ مضامین اور مراسلوں کا مطالعہ بھی کیا گیا، جن میں مذہبی تعلیمات کو معاشرے کے مفاد میں مثبت انداز سے پیش کیا گیا تھا۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ”اگر میڈیا چاہے تو دیگر مذاہب کی طرح اسلام اور مسلمانوں کی متوازن تصویر پیش کر کے اسلامی تعلیمات کو بھی سوسائٹی کے مفاد میں استعمال کر سکتا ہے، لیکن اسلاموفوبیا سے متاثر میڈیا ہاؤسز کی اکثریت ایسا نہیں کرتی“۔²

¹ Jacobsen, S. J. "Analysis of Danish Media Setting and Framing of Muslim, Islam and Racism." 2012.

² Hassan, F., and Sabli. "Islam as a Way of Life: The Representation of Islamic Teaching in Non-Islamic Film." 2018.

میڈیا کا جانب دارانہ رویہ:

کچھ تحقیقات میں یہ بات بھی نوٹ کی گئی ہے کہ بہت سے میڈیا ہاؤسز کسی خبر کے ماخذ، ذریعے یا پولیس وغیرہ کا حوالہ دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس خبر کی پیش کش غیر جانب دارانہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پولیس وغیرہ سے ایسی باتیں منسوب کر کے بقلم خود خبر کے متن میں شامل کر دی جاتی ہیں جو پولیس نے رپورٹ میں نہیں لکھی ہوتیں۔ اس طرح دیکھنے اور پڑھنے والوں کو یہ باور کرا کر گمراہ کیا جاتا ہے کہ دہشت گردوں کا تعلق مذہب اسلام سے ہے۔ مثلاً ۲۷ اپریل ۲۰۱۹ء کو الجزیرہ میں ایک خبر شائع ہوئی جس کا متن اس طرح پیش کیا گیا کہ ”پولیس نے کچھ ایسے افراد کو گرفتار کیا ہے، ان کا نام ایسٹرسنڈے بم دھماکوں کے سرغنہ کے طور پر لیا جاتا ہے“ (Relatives of Suicide, 2019, p.2)۔ اسی طرح ایک اور خبر میں لکھا کہ ”پولیس کے مطابق ایک شخص ہجوم میں مارا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دولت اسلامیہ (داعش) اور لیونٹ گروپ سے متاثر تھا“ (Australia police 2018, p.1)۔ ان خبروں میں ’پولیس کے مطابق‘ اور ’کہا جاتا ہے‘ جیسے الفاظ استعمال کر کے ساری ذمہ داری پولیس پر ڈال دی گئی اور اپنے آپ کو غیر جانب دار بتاتے ہوئے جانب داری کا عمل برتا گیا۔¹

اسلام سے متعلق اصطلاحات کو غلط رنگ اور منفی معنوں میں پیش کرنے کی زیادہ تر ذمہ داری صحافیوں پر عائد ہوتی ہے۔ پولیس یا کسی اور ادارے پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ خبر کا متن نیوز روم میں تیار ہوتا ہے اور اس کی زبان اور بیان کے ذمہ دار صحافی اور میڈیا ہاؤس ہوتے ہیں (اور صحافی اپنے آپ کو ایک مقدس اور سوال و جواب سے بالاتر مخلوق کے طور پر پیش کر کے، دوسروں کا منہ بند کر دیتے ہیں)۔ ان اصطلاحات کو غلط رنگ دینے کا فیصلہ صحافیوں، ایڈیٹر اور میڈیا مالکان کا ہوتا ہے۔ خبر کی اشاعت سے قبل کے تشکیل، تکمیلی، اور اشاعتی عمل میں کئی ذیلی کردار شامل ہوتے ہیں۔ خبروں اور مضامین کے متن لکھے جاتے ہیں، پھر پروف ریڈنگ ہوتی ہے، ان میں اضافہ اور ترامیم ہوتی ہیں اور پھر ایڈیٹر کی منظوری کے بعد ان کی اشاعت ہوتی ہے۔

کئی عشروں سے اسلام کے بارے میں ایک عمومی نفرت و حقارت پھیلانے اور خبروں کی سرخیوں میں اسلام کے لیے ’انتہاپسند‘ اور ’ریڈیکل مذہب‘ جیسے الفاظ استعمال کرنے سے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ یورپ کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اگر یہ سوچا سمجھا منصوبہ نہ ہوتا تو ’دہشت گردی‘ اور ’انتہاپسندی‘ جیسی اصطلاحات کو پیش کرتے ہوئے ان کے ساتھ اضافی طور پر اسلام کا اسم صفت لگا کر کیا مقاصد حاصل کرنا پیش نظر ہیں؟

¹ Relatives of Suicide Bombings Mastermind Wounded in Gun Battle." *Al Jazeera*, May 2, 2019.

<https://www.aljazeera.com/news/2019/04/sri-lanka-bombings-latest-updates-190421092621543.html>.

میڈیا لٹرچر پر کام کرنے والے بہت سے غیر جانب دار محققین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خبریں محض کسی عنوان پر حقائق پھیلانے کا ذریعہ نہیں ہوتیں بلکہ یہ عوام کو آگاہ رکھنے کی ایک ایسی خدمت ہے، جس سے عوام کو اچھائی کی طرف راغب کرنے کی تربیت بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن یورپ یا سیکولر مسلم ملکوں اور حلقوں کے ہاتھوں میڈیا نے انفارمیشن کے نام پر ڈس انفارمیشن کا طوق ہمارے گلے میں ڈال رکھا ہے۔ جو لوگ معلومات اور تعلیم و تربیت کے لیے صرف میڈیا پر انحصار کرتے ہیں، ان کو آج کے ماحول میں گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس صورتِ حال کو جوں کاتوں قبول کر لیا جائے یا اس کی بہتری کی کوششیں کی جائیں؟

فصل سوم

اسلاموفوبیا کی ترویج میں میڈیا کا کردار

اس فصل میں یورپی میڈیا اور یورپی معاشروں کا جائزہ لیا جائے گا کہ آیا یہ سب اسلاموفوبیا سے پاک ہیں یا نہیں۔ اس فصل میں بالترتیب پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کی رپورٹنگ کا جائزہ لیا جائے گا اور بعد ازیں یورپی معاشروں میں اسلاموفوبیا کے اثرات پر مبنی کچھ تصاویر شامل کی جائیں گی۔ یورپ میں اسلام کی میڈیا کوریج میں ملکی رپورٹیں کئی وسیع موضوعات کو ظاہر کرتی ہیں۔ زیادہ تر مین اسٹریم میڈیا کھلے عام اسلاموفوبک نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود مسلم مخالف تقریر کی کچھ انتہائی مثالیں رپورٹس میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ مجموعی طور پر یورپی اخبارات و رسائل نے سنسنی خیز رپورٹس شائع کرنے کی مدد سے ایسے واقعات کی کوریج کرنے میں اضافہ کیا ہے جنہیں دہشت گردی کے خطرے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ رجحان یورپ کے تقریباً تمام بڑے اخبارات و جرائد کی رپورٹس میں واضح ہے۔ ان سنسنی خیز خبروں میں خاص طور پر غیر ملکی اور ملکی اسلام کو آپس میں ملانے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اس طرح یورپ میں موجود تارکین وطن مسلم آبادی کو سیاسی طور پر بنیاد پرست اسلام کے دائرے میں شامل کر کے ان کو بھی تشدد پسند ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یورپ میں اسلاموفوبیا کے حوالے سے مسائل میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور اس سلسلہ میں اب تک کئی کیسیز رپورٹ ہو چکے ہیں۔ برطانیہ میں مسلمانوں کے لیے بدسلوکی روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنتی جا رہی ہے اور بہت سے لوگ اس معاملے کو خاطر میں بھی نہیں لارہے ہیں۔ جیسا کہ بہت سے حکام نے اسلاموفوبیا جیسی کسی چیز کے وجود سے انکار بھی کیا ہے لیکن حقیقت وہی ہے جو مغربی معاشروں میں پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات کی شکل میں سامنے آتی رہتی ہے۔ مارش (Marsh) کے مطابق پچھلے کچھ سالوں میں، مسلمانوں کے خلاف نفرت، توڑ پھوڑ، دھمکی آمیز رویے اور مسلم مخالف کارروائیوں کو، نفرت انگیز واقعات کے تیسرے بڑے زمرے کے طور پر ریکارڈ کیا گیا ہے۔ سابقہ دہائی کے مقابلے میں مسلم مخالف توڑ پھوڑ میں 56 فیصد اضافہ ہوا ہے¹۔ برطانیہ کی ایک مسلم تنظیم ٹیل ماما (Tell mama) نے صرف 2018ء میں مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز واقعات کی کل 685 رپورٹیں نوٹ کیں۔ ان رپورٹس میں سے 608 کی توثیق کی گئی کہ وہ مسلم مخالف یا اسلاموفوبک نوعیت کے ہیں اور برطانیہ میں جنوری اور جون 2018ء کے درمیان رونما ہوئے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اسلاموفوبیا پر مبنی مواد کو برطانوی پریس میں بھی کوئی مسئلہ نہیں سمجھا رہا ہے۔ جیسا کہ معروف اخبار "The Guardian" کے ایک قاری، ورسی (Versi) کا کہنا ہے کہ "میں نے ذاتی طور پر اسلام اور مسلمانوں سے متعلق 40 سے زیادہ خبروں کے متعلق

¹ Marsh, S. "Record Number of Anti-Muslim Attacks Reported in UK Last Year." *The Guardian*, July 20, 2018.

<https://www.theguardian.com/uk-news/2018/jul/20/record-number-anti-muslim-attacks-reported-uk-2017>. Accessed December

قومی اخبارات سے شکایت کی ہے اور ان کی اصلاح کی ہے"¹۔ اتنے زیادہ مسائل کے باوجود نہ صرف برطانوی میڈیا بلکہ سرکاری اہلکاروں کے نزدیک بھی اسلاموفوبیا کا کوئی وجود نہیں ہے۔

برطانیہ میں اسلام کے بارے میں بحث شاذ و نادر ہی شہ سرخیوں سے باہر ہوتی ہے۔ بعض مفکرین نے نائن الیون کے بعد سے برطانوی پریس میں مسلمانوں کے بارے میں مضامین میں بڑے اضافے کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اخبارات میں رپورٹنگ کا لہجہ ایسا ہے جو میزبان ثقافت اور مسلمانوں کے درمیان فرق پر زور دیتا ہے اور جیسا کہ پول (Poole) کا کہنا ہے کہ اشاعتی اداروں کی یہ روش، معاشرہ کے طاقت ور گروہوں کو لاحق خدشات سے منسلک ہے²۔ خیابانی (Khiabany) اور ولیمسن (Williamson) کے مطابق برطانوی ٹیلیوڈ پریس مسلم مخالف صحافت میں سب سے آگے رہا ہے۔ سب سے زیادہ فروخت ہونے والے برطانوی ٹیلیوڈ پیپر دی سن (The Sun) کے سابق پولیٹیکل ایڈیٹر ٹریور کاوناگ (Trevor Kavanagh) باقاعدگی سے اپنا کالم اسلام کو تشدد اور پسماندگی سے جوڑنے کے لیے استعمال کرتے تھے³۔ اسلاموفوبیا صرف نسل پرستی اور بدسلوکی کی شکل میں اظہار نہیں کرتا، بلکہ اب تو صورتحال ایسی ہے کہ اگر کوئی حملہ آور اسلامی پایا جاتا ہے تو پوری کمیونٹی اس مسئلے میں فریق کے طور پر کود پڑتی ہے۔ مزید یہ کہ ایسی روش صرف بڑوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اسکول جانے والے بہت سے بچوں کو بھی اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ احمد اور میتھیس (Matthes) کے مطابق گزشتہ برسوں میں میڈیا نے مسلمانوں اور اسلام سے جڑے تنازعات پر غیر معمولی توجہ دی ہے۔ یورپی میڈیا میں اسلام کو مختلف انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں برطانوی عوام کے ذہنوں میں بہت سے تنازعات پیدا ہوتے ہیں اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ میڈیا کسی کی تصویر بنانے اور اسے بنانے میں بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے⁴۔

میڈیا ایجنسیاں معاشرے میں افراد کے تصور کو تبدیل کرنے میں اثر انداز ہوتی ہیں اور زیادہ تر لوگ اشیاء اور خیالات کی ان شکلوں پر یقین رکھتے ہیں جو میڈیا نے ان کے ذہنوں میں پہلے سے تخلیق کر رکھی ہوں۔ میڈیا ایسی معلومات فراہم کرتا ہے

¹ Versi, M. "Islamophobia Not an Issue in the British Press? You've Got to Be Kidding." *The Guardian*, April 27, 2018. <https://www.theguardian.com/commentisfree/2018/apr/27/islamophobia-not-british-press-issue-got-to-be-kidding>. Accessed December 5, 2018.

² Poole, E. *Reporting Islam: Media Representations of British Muslims*. London: I.B. Tauris and Co. Ltd., 2002, 81.

³ Khiabany, G., and M. Williamson. "Terror, Culture and Anti-Muslim Racism." In *Media and Terrorism: Global Perspectives*, edited by Des Freedman and D. K. Thussu, 134–150. London: Sage Publications Ltd., 2012.

⁴ Ahmed, S., and J. Matthes. "Media Representation of Muslims and Islam from 2000 to 2015: A Meta-Analysis." *International Communication Gazette* 79, no. 3 (2016): 219–244.

جو مسلمانوں کے متعلق اس طرح کے رویوں کو مہمیز دیتی ہیں۔ امریکیوں پر کیے گئے 2007ء کے پیو ریسرچ سینٹر (PEW Research Centre) کے سروے سے پتا چلا کہ مسلمانوں کے بارے میں لوگوں کی منفی رائے، زیادہ تر میڈیا کے ذریعے سنی اور پڑھی جانے والی اطلاعات سے متاثر ہوتی ہے¹۔ معاصر یورپی تحریروں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی منفی تصویر کشی خاص طور پر 9/11 کی تباہی کے ساتھ لف کر کے پیش کی جاتی ہے۔

یورپ میں اسلاموفوبیا کی ترویج میں پرنٹ میڈیا کا کردار

یورپ میں اسلاموفوبیا کی ترویج میں پرنٹ میڈیا نے بھرپور کردار ادا کیا ہے اسلام اور مسلمانوں کی حقائق سے ہٹ کر تصویر کشی کی گئی جس میں اسلام اور مسلمانوں کو تشدد دینا کر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً:

ڈنمارک کے کچھ اخبارات خصوصاً جیلنڈر پوسٹن میں محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے توہین آمیز خاکوں (Caricature) کی اشاعت اور مسلمانوں کے ساتھ بھی اس قسم کے سلوک کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً جرمنی میں مروہ شربنی کو نقاب پہننے کی وجہ سے عدالت کے اندر قتل کرنا۔ اسلام سے خوف (اسلاموفوبیا) نے یورپی دنیا میں نائن الیون کے بعد ایک خطرناک شکل اختیار کر لی ہے، اور اس کی وجہ یورپی دنیا میں رہنے والوں کے اپنے داخلی احساسات تک محدود نہیں بلکہ اس میں جو عوامل (agents) کار فرما ہیں ان پر بات کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں یورپی ذرائع ابلاغ نے ایک منظم اور موثر کردار ادا کیا، جس نے یورپی معاشرے میں اسلام کی انتہائی بھیانک اور وحشیانہ تصویر کشی کی۔ جن ذرائع نے اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ان میں پرنٹ میڈیا (اشاعتی ذرائع ابلاغ) سرفہرست ہے۔ پرنٹ میڈیا (اشاعتی ذرائع ابلاغ) میں سب سے پہلے ہم یورپی اخبارات کی بات کرتے ہیں۔ نائن الیون کے بعد آئے روز یورپی اخبارات میں ایسی خبریں اور رپورٹس شائع ہوتی رہتی ہیں جن میں بلا تفریق ہر خطے اور ہر ملک کے مسلمانوں کو یورپی دنیا کا دشمن اور جہاد کے جذبے سے سرشار ظاہر کیا جاتا ہے۔ افغانستان ہو یا فلسطین، یا پھر وسط لندن کی مسلمان برادری، ہر جگہ ان کو ایک ہی لائحہ عمل سے ہانکا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں برطانیہ کے دو ممتاز اور موثر اخبارات ڈیلی میل اور ڈیلی ایکسپریس پر میں کا کردار زیادہ وسیع ہے۔ یہ دونوں اخبارات برطانوی قوت مقتدرہ کے بہت قریب سمجھے جاتے ہیں۔ برطانیہ بالخصوص لندن میں یہ دونوں اخبارات اسلاموفوبیا کے فروغ و تشہیر میں پیش پیش ہیں۔ ان کی شہ سرخیاں افغانستان، فلسطین اور پاکستان کی ایسی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں جو مسلمانوں کے امریکہ مخالف جذبات پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان خبروں میں مشتعل نوجوانوں کو بندوق لہراتے، امریکی مخالف نعرے لگاتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے اور پاکستان کے

¹ "Public Expresses Mixed Views of Islam, Mormonism." Pew Research Center, September 26, 2007.

مختلف شہروں کی گلیوں کی ایسی منظر کشی کی جاتی ہے کہ وہاں چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں یورپ، امریکہ اور یورپی دنیا کے خلاف پلے کاڑاٹھائے سر اپا احتجاج نظر آتے ہیں۔

اس سلسلے میں پرنٹ میڈیا اپنا کردار ادا کر رہا ہے، بالخصوص اخبارات اپنی خبروں کی شہ سرخیوں کو نمایاں طور پر شائع کرتے ہیں، جس سے اسلاموفوبیا کو تقویت ملتی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اخبارات و جرائد ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ ایسی خبروں کی اشاعت سے گریز کرتے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ تشہیر سے احتراز کرتے ہیں، لیکن آج کل اخبارات و جرائد ایسے ذرائع ہیں جو اسلاموفوبیا جیسے نظریات کی اشاعت کے لیے انتہائی آسان آلات ہیں۔ ان اخبارات و جرائد کا ایسی خبروں کو شہ سرخی کے طور پر شائع کرنا نہ صرف غیر ذمہ داری کا مظاہرہ ہے بلکہ ان کا رویہ تعصب اور نفرت پر مبنی ہے۔ وہ بین المذاہب ہم آہنگی کے خلاف نفرت انگیز رویے کو فروغ دے رہے ہیں اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسارہے ہیں۔ وہ اسلام کو ایک متعصب اور مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں جس میں اندرونی اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی اس میں دوسروں کے لیے برداشت کا کوئی عنصر موجود ہے۔ اگر یہ اخبارات اسی انداز میں خبروں کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کرتے رہے تو یہ تاثر بے جا نہ ہو گا کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناپسندیدگی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ اخبارات ہائی جیکنگ کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ مسلمان مسافر ہوائی جہازوں کو ہائی جیک کرتے ہیں۔ پھر لا محالہ یہ یقین بن جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہی ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ اخبارات برطانیہ یا یورپ سے باہر اور برطانیہ کے اندر مسلمانوں کے رویہ میں فرق کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

ایک طرفہ پروپیگنڈہ کی وجہ سے یہ ساری صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ ان اخبارات میں یورپی کنارے میں فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی گارڈز کا گولی چلانا اور ان کا قتل عام کرنا بھی شائع کرنا چاہیے۔ اس طرح اسپین میں ہسپانوی کیتھولک، جو باسک ہسپانوی سیاحت کے کاروبار کو نشانہ بنا رہی ہے، کو بھی اسی انداز میں شائع کریں جس انداز میں وہ افغانستان، اسلام آباد یا پھر لندن میں مسلمان مظاہرین کا یورپ، امریکہ اور یورپ کے خلاف مظاہروں کی خبریں شائع کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو پھر مسلمان اور دوسرے لوگ ان اخبارات کے رویے پر شاکی نظر آتے رہیں گے۔

یورپی دنیا میں اسلام کو جس نظر سے دیکھا جاتا ہے اور جس انداز سے اس کو پیش کیا جاتا ہے، اس سلسلے میں رنی میڈ ٹرسٹ¹ (Runnymede trust) کی 1997ء کی رپورٹ قابل ذکر ہے کہ یورپی میں اسلام ایک ایسی چیز سمجھا جاتا ہے۔ پھر اگر ڈیلی میل میں یہ لکھا جاتا ہے کہ "wish" fanatic with death (جنونی (مسلمان) موت چاہتے ہیں۔

¹ - The Runnymede Trust. "The Runnymede Trust: A Leading Think Tank Founded in 1968 by Jim Rose and Anthony Lester."

اور یہ کہ اگرچہ میں برطانیہ میں پیدا ہو چکا ہوں لیکن پہلے میں مسلمان ہوں ”جیسے شہ سرخیاں شائع کرے تو اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ اخبار تو محض ان عقائد کا ذکر کرتے ہیں جو اسلامو فوبیا کا گہرا سبب ہے۔ برطانوی اور یورپی اخبارات اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان یورپ کا نہ صرف ثقافتی لحاظ سے دشمن ہیں بلکہ وہ اپنے مذہب کے لحاظ سے بھی یورپ کے دشمن ہیں۔ دراصل یہ مسئلہ مذہب کا نہیں ہے بلکہ یہ بنیادی طور پر معاشی مسئلہ ہے لیکن یورپی ذرائع ابلاغ اس کو مذہبی قرار دے رہے ہیں۔ مثلاً شمالی انگلینڈ میں جو فسادات ہوئے تھے، ان فسادات کی جڑ وہاں روزگار کے حصول اور افراط زر جیسے معاشی مسائل تھے۔ ان مسائل کا براہ راست برطانیہ کے مسلمانوں پر ایک گہرا اثر تھا۔ اس لیے جب فسادات شروع ہوئے تو قدرتی طور پر مسلمان متحد ہو گئے۔ اس صورتحال کو برطانوی اخبارات خصوصاً ڈیلی میل نے مذہبی رنگ دے دیا اور نہ صرف برطانیہ سے باہر مسلمانوں کو بلکہ برطانیہ میں رہنے والے اور برطانوی نژاد مسلمانوں کو برطانیہ دشمن قرار دیا۔

یورپی اخبارات کا طریقہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی مسلمان کسی جرم میں گرفتار ہوتا ہے تو اسے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ بار بار اس کے بارے میں خبریں شائع کرتے ہیں اور اگرچہ مسلمان معاشرے میں اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا لیکن یہ اخبارات ایسے شخص کو مسلمان معاشرے کا نمائندہ بنا دیتے ہیں۔

جو دہشت گردی یا دوسرے ایسے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں تو یورپی ذرائع ابلاغ اس کو خوب اچھا ل کر پیش کرتے ہیں لیکن وہ مسلمان جو دہشت گردی کے خلاف ہوں، دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوں اور خود بھی دہشت گردی کا شکار ہو چکے ہوں، پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ یورپی میڈیا خاص طور پر اخبارات ان کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اس لیے وہ یورپی معاشروں میں غیر معروف ہوتے جاتے ہیں۔

یورپی میڈیا ایک خاص ایجنڈے پر عمل پیرا ہے جس میں انھیں ان لوگوں کی تلاش ہے جو ان کے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے کام آسکیں اور وہ قصداً مسلمانوں کو ایک منفی انداز میں پیش کرتے ہوں ان میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو برطانیہ آتے ہیں اور یہاں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ برطانیہ میں پناہ حاصل کرنے کے لئے قانونی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو یہ اخبارات بڑی ہوشیاری سے پیچھے دوسرے عاملات کو ملا کر یورپی معاشرہ کے لئے خطرہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسا کرنا ان کی اشاعت کو وقتی طور پر مقبول بناتا ہے لیکن اس سے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں ایک بہت منفی تاثر بنتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی اخبارات کا پروپیگنڈہ آداب صحافت اور معاشرتی ہم آہنگی کے لئے مضر ہے۔ یورپی اخبارات میں اسلام اور مسلمانوں کے توہین آمیز کارٹون شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ آزادی صحافت اور آزادی اظہار کی آڑ میں کیا جاتا ہے۔ ڈیلی میل نے گزشتہ مہینوں میں ایک کارٹون شائع کیا، جس میں عام مسلمان دکھائے گئے ہیں۔ ان کے

ہاتھوں میں پلے کارڈز ہیں جن پر امریکہ مردہ باد اور برطانیہ مردہ باد کے نعرے درج ہیں۔ جبکہ نے لکھا گیا ہے Parasites یں طفیلے۔¹

ایسے کارٹون وہ نہ صرف ان لوگوں کے بارے میں شائع کرتے ہیں جو یورپی دشمن اور امریکہ دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں بلکہ وہ تمام مسلمانوں کو امریکہ دشمن، برطانیہ دشمن اور یورپ دشمن کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کی نظر میں ایسے رویے کے جو نتائج نکلتے ہیں وہ یورپ اور یورپی معاشرے کے لئے کچھ اچھے نہیں ہوتے۔ اسلاموفوبیا نے یورپی دنیا کو ایک نڈھال اور کمزور حیثیت میں پیش کیا ہے۔ جو اخبارات مسلمانوں کو دہشت گرد، تہذیب دشمن اور یورپ دشمن قرار دے رہے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں انصاف سے کام نہیں لیں رہے۔² یہی کچھ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں جرمنی میں ہٹلر اور اس کی پارٹی نے کیا تھا۔ یہودیوں کے خلاف پروپیگنڈہ میں انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا۔ یہودیوں کو انسانیت کے دائرے سے خارج کیا گیا۔ ننان خود دیکھ لیں۔ جرمنی نے دنیا کو جنگ عظیم میں جھونک دیا۔ دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی، جرمنی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس میں جنگی جھے بخرے کیے گئے اور انسانیت تاریخ کی بدترین تباہی سے دوچار ہو گئی۔³

چونکہ ہٹلر نے یہودیوں کو جرمن قوم اور جرمن تہذیب کا دشمن قرار دیا تھا اس لیے جرمن معاشرہ بذات خود اس دباؤ کے نتیجے میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ ایک ترقی پسند اور ترقی یافتہ جرمنی کو آگ کے شعلوں میں جھونک دیا گیا۔ یہ سب کچھ پروپیگنڈہ کی وجہ سے ہوا۔ مگر یاد رہے کہ میڈیا رپورٹنگ حقیقت کی سو فیصد عکاسی نہیں کرتی۔ اس میں حقیقت اور فسانہ ایک دوسرے میں مدغم ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق Christopher Allen نے اپنے ایک مضمون میں ایک مشہور فرانسیسی ماہر سماجیات جین باڈر پارٹ (Jean Baudrillard) کا یہ بیان دیا ہے:-

"Media news is a hyper realistic construct, where the real and imaginary continually collapse into each other."⁴

ذرائع ابلاغ عقائد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ حقیقت اور افسانوں میں فرق نہیں رکھتے نائن الیون کا واقعہ اور پھر برطانیہ میں وقتاً فوقتاً جو واقعات ہو چکے ہیں، یورپی ذرائع ابلاغ نے ان پر روشنی ڈالنے کے لیے مختلف افراد اور اداروں سے

¹ - Allen, Christopher. "Islamophobia in the Media since September 11." Accessed [date]. http://www.google.com.pk/search?q=islamophobia+in+daily+mail+parasites&hl=en&prmd=imvns&source=inms&tbn=isch&sa=sch&sa=X&ei=GI4UPWjJ4S0iQeZ24C4Dw&ved=0CDsQ_AUoAQ&biw=1024&bih=464.

² - Allen, Christopher. "Islamophobia in the Media since September 11." P6.

³ - "Adolf Hitler." Wikipedia, last modified [date]. http://en.wikipedia.org/wiki/Adolf_Hitler.

⁴ - Allen, Christopher. "Islamophobia in the Media since September 11." P6.

رائے لی ہے۔ لیکن اس سارے منظر نامے میں ان مسلمان دانشوروں اور عام مسلمانوں کو نظر انداز کیا گیا ہے، جنہوں نے ان واقعات کی مذمت کی۔

کتابیں بھی اس سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ یورپی دنیا میں ایسے دانشوروں اور ادیبوں کی کوئی کمی نہیں ہے جو اپنی کتابوں میں اسلاموفوبیا کی تشہیر کرتے ہیں۔ ان میں بنکشن نے Clash of civilization میں اسلام کو کمینوزم کے خاتمے کے بعد یورپی تہذیب کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے۔ اسلاموفوبیا پر بہت سے مغربی مفکرین نے کتابیں لکھی ہیں۔ اس سلسلے میں جیمز بنل James Bignelf اپنی کتاب Media Semiotics میں لکھتے ہیں کہ وہ قاری جو اخباری رپورٹس کو پڑھتے ہیں، آنرپورٹس کو مبنی بر حقائق اور مصدقہ سمجھتے ہیں۔ وہ ان رپورٹس کے تنوع پر سوچتے ہی نہیں۔

حتیٰ کہ یورپی ادیبوں نے بچوں کے لیے جو ادب تحریر کیا ہے اس میں بھی مسلمانوں کو ہدف بنایا ہے۔

"Christopher Coker has published a book for children in which has a chapter, Islamic terrorism." ¹

ایسے بے شمار کتابیں کتابریویب سائٹس، تصاویر اور مغربی عوام کے ذاتی بایکد گراڈارے ہیں جو اسلاموفوبیا پھیلانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ذیل میں چند ایک کتاب کے نام دیئے جا رہے ہیں، جو اسلاموفوبیا پھیلانے کے سبب بنے ہیں۔

1. Mervin hiskett "Some to Mecca turn to pray"
2. Hall Lindsey "The final battle"
3. Robert mory "Islamic invasion"
4. Johan laffin the dagger of islam"
5. William M. Miller "A Christian response to islam"
6. Robert M. Mory "An Analysis of Hdith"

یورپی پرنٹ میڈیا

تحقیق ہذا میں جولائی 2011ء میں ناروے میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں کے متعلق کی گئی رپورٹنگ کو بطور نمونہ منتخب کیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد یورپی میڈیا نے ان حملوں کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا تھا جس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ یہ حملے مسلمانوں نے کیے ہوں گے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ گوگل میں ایڈوانس سرچ موڈ کا

¹ - Ali, Mir Amir. "Islam in America: The Rough Road Ahead, A Survey of Anti-Islam." Accessed [date]. <http://www.ilaam.net/Pdf/21.6.2010>.

استعمال کرتے ہوئے، راقم نے خبروں کے مضامین اور رپورٹس کے لیے ایک تحقیقی عمل سرانجام دیا۔ اس تحقیق کے دوران ایسا مواد جس میں اسلام اور اسلام سے متعلق دیگر جملے جو ناروے کے دہشت گردانہ حملوں کے حوالہ سے یورپی میڈیا کو رتبہ میں استعمال کیے گئے تھے، کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس تلاش کے جواب میں سینکڑوں نتائج حاصل ہوئے۔ غیر متعلقہ نتائج کو رد کرنے، کچھ خبروں کی جانچ پڑتال کرنے اور متعلقہ مواد کو منتخب کرنے کے بعد انتہائی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نیویارک ٹائمز (New York Times)، دی گارڈین (The Guardian) اور واشنگٹن پوسٹ (Washington Post) میں شائع شدہ سات اقتباسات کو بطور نمونہ چنا گیا ہے۔ مذکورہ مطالعہ میں تجزیہ کردہ نیوز آرٹیکلز اور بلاگز کے مصنفین اسلام کے خلاف منفی رویوں اور جذبات کے اظہار پر مکمل متفق تھے۔ اپنے اخباری مضامین یا بلاگز کی گفتگو کے اندر، مصنفین نے یا تو واضح موقف اختیار کیا یا پھر واضح بیانات دیئے ہیں جن میں انہوں نے مبینہ طور پر ناروے میں دہشت گردانہ حملوں کے لیے مسلمانوں یا اسلامی گروہوں پر الزام لگایا ہے۔ ان میں سے کچھ مضامین واقعے کے کم از کم ایک دن بعد شائع کیے گئے تھے۔

شہ سرخیاں کسی خبر کے مضمون کی گفتگو کا تجزیہ کرنے کے جوہر ہوتے ہیں کیونکہ وہ متن کے مرکزی پیغام کی عکاسی کرتے ہیں لیکن جہاں تک موجودہ مطالعہ کی توجہ کا تعلق ہے، سرخیاں اور لیڈز اسلام کی طرف متعصب نہیں تھے۔ اس کی ایک معقول وجہ یہ ہے کہ اسلام درحقیقت ان مضامین کے دائرہ کار میں نہیں تھا۔ ان اقتباسات کی شہ سرخیوں میں اسلاموفوبیائی انداز موجود نہیں تھا۔ ان اخبارات یہ سرخیاں کچھ یوں تھیں:

• At Least 80 Dead in Norway Shooting (The New York times)¹

• Evil in Norway (The Washington post)²

• Norway Bombing (The Washington post)³

• Norway Attacks Suggest Political Motive (The Guardian)⁴

¹"Norway's Prime Minister Calls Attack a Blow to Democracy." *The New York Times*, July 22, 2011. <https://www.nytimes.com/2011/07/23/world/europe/23oslo.html>.

²"Evil in Norway." *The Washington Post*, March 29, 2011. https://www.washingtonpost.com/blogs/right-turn/post/evil-in-norway/2011/03/29/gIQAtsydV1_blog.html.

³"Norway Bombing." *The Washington Post*, March 29, 2011. https://www.washingtonpost.com/blogs/right-turn/post/norway-bombing/2011/03/29/gIQAB4D3TI_blog.html.

⁴ "Norway Attacks: Oslo Bombing and Youth Camp Shooting." *The Guardian*, July 23, 2011. <https://www.theguardian.com/world/2011/jul/23/norway-attacks-oslo-bombing-youth-camp>.

• Norway Attacks Rolling Coverage (Th Guardian)¹

تاہم، گفتگو کے اندر، مصنفین نے اسلام مخالف جذبات اور رویوں کا اظہار کیا۔ الزام کا لہجہ ڈرامائی طور پر ایک مضمون سے دوسرے مضمون تک مختلف تھا جس میں محض شک سے لے کر کھلے عام الزام تک موجود تھا۔ مصنفین کے بیانات کی غیر یقینی یا اثبات کے مختلف مدارج ان مختلف لسانی شکلوں اور آلات سے ظاہر ہوتی ہیں جو انہوں نے گفتگو میں استعمال کیں۔ درج ذیل بیانات میں، خبر کے مصنفین نے ناروے حملوں سے اسلامی تعلق کا قیاس کیا:

(1) ترجمہ: "ابتدائی رپورٹوں میں اسلامی عسکریت پسندوں، خاص طور پر انصار الجہاد العالمی، یا گلوبل جہاد کے مددگاروں کے امکان پر توجہ مرکوز کی گئی تھی، جن کا حوالہ بعض تجزیہ کاروں نے حملوں کی ذمہ داری قبول کرنے کے طور پر دیا ہے۔ امریکی حکام کا کہنا تھا کہ یہ گروپ پہلے نامعلوم تھا اور شاید موجود بھی نہ ہو۔ اس تشویش کی کافی وجہ تھی کہ دہشت گرد ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ 2004ء میں اور پھر 2008ء میں، القاعدہ کے نمبر 2 رہنما، ابمن الظواہری، جنہوں نے اسامہ بن لادن کی ہلاکت کے بعد اقتدار سنبھالا، نے افغانستان میں امریکی قیادت میں نیٹو کے فوجی آپریشن کی حمایت کی وجہ سے ناروے کو دھمکی دی۔ ناروے کے ایک دفاعی اہلکار نے بتایا کہ شمالی افغانستان میں ناروے کے پاس تقریباً 550 فوجی اور تین میڈیویک ہیلی کاپٹر ہیں۔" (دی نیویارک ٹائمز)²

اس میں، مصنف نے کچھ تجزیہ کاروں کے تجویز کردہ امکان کا حوالہ دیا (حالانکہ ان کا ذکر نہیں کیا گیا) کہ عالمی جہاد کے مددگار، اسلامی عسکریت پسند، دہشت گردانہ حملوں کے ذمہ دار تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمزور سے لہجے میں، مصنف کا خیال تھا کہ "اس تشویش کی کافی وجہ یہ تھی کہ دہشت گرد (اسلامی عسکریت پسند) اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔" اس طرح اس نے حملوں میں اسلامی عسکریت پسندوں کے ملوث ہونے کے امکانات کو مستحکم کرنے کے لیے اپنی وجوہات بھی بیان کیں، حالانکہ امریکی حکام نے اشارہ بھی کیا کہ "یہ گروپ پہلے نامعلوم تھا اور شاید اس کا وجود بھی نہ تھا۔"

(2) ترجمہ: "ایک یورپی دارالحکومت میں بظاہر بڑے پیمانے پر اور مربوط دہشت گردانہ حملے کا دوبارہ ظہور ناگزیر سوالات کو جنم دیتا ہے کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔ سب سے پرکشش اور فوری نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ایک

¹ "Oslo Explosion: Live Coverage." *The Guardian*, July 22, 2011. <https://www.theguardian.com/world/blog/2011/jul/22/oslo-explosion-live-coverage>.

² "Norway's Prime Minister Calls Attack a Blow to Democracy." *The New York Times*, July 22, 2011. <https://www.nytimes.com/2011/07/23/world/europe/23oslo.html>.

جہادی گروپ ہوگا، کیونکہ اوسلو حملے کا انداز یورپ اور دیگر جگہوں پر ہونے والے سابقہ حملوں سے مضبوط مماثلت رکھتا تھا"۔ (دی گارڈین)¹

اس خبر میں مصنف نے اس حادثے میں جہادی گروپ کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا۔ انہوں نے اس کی وجہ اوسلو حملوں اور اس سے پہلے یورپ اور دیگر جگہوں پر جہادی گروپ کی طرف سے کیے گئے دیگر حملوں کے درمیان مماثلت کو قرار دیا۔ مزید برآں، مصنف نے اس امکان کو مسترد کر دیا کہ دہشت گردانہ حملوں کو کسی فرد نے انجام دیا تھا کیونکہ اس نے اس حملے کو "بڑے پیمانے پر اور مربوط دہشت گردانہ حملہ" قرار دیتے ہوئے "اس کے پیچھے کس کا ہاتھ" کہہ کر کسی اور قوت کو اس کا ذمہ دار قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

(3) "تاہم، ایک بات یقینی ہے اور وہ یہ ہے کہ ناروے کی سکیورٹی سروسز میں یہ تاثر ہے کہ اسلام پسند دہشت گردی تقریباً سنی جانے والی گھریلو دہشت گردی کے مقابلے میں ایک بڑا خطرہ ہے، باوجود انتہائی دائیں بازو اور انتشار پسند گروہوں کی موجودگی کے، کہ جن پر الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے بین الاقوامی رابطوں میں ترقی کی ہے"۔ (دی گارڈین)²

یہاں مصنف نے نہ صرف مسلمانوں پر دہشت گردانہ حملوں کا ملزم ٹھہرایا بلکہ ان پر ایک سنگین خطرہ ہونے کا الزام بھی لگایا، جسے وہ کسی بھی گھریلو دہشت گردی سے بڑا مانتا ہے۔ مصنف نے اپنے بیان کا آغاز ایک ایکسپریشن موڈل (ایک چیز یقینی ہے) کا استعمال کرتے ہوئے کیا ہے جو یقینی اور سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح کی اصطلاح استعمال کرنے کے لیے مصنف کا محرک، مذکورہ موضوع کے بارے میں اپنے مکمل یقین اور اعتماد کا اظہار کرنا ہے، جس سے قارئین کو اس کے بیانات کی سچائی کے بارے میں مزید تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

(4) صرف ایک سال پہلے، اوسلو میں حکام نے القاعدہ کی طرف سے ایک بم کی منصوبہ بندی کو ناکام بنا دیا جس کی منصوبہ بندی شمالی پاکستان میں ہوئی تھی۔ اچھی انٹیلی جنس جس میں القاعدہ کے منصوبہ ساز اور ان کے اوسلو سیل کے درمیان روکی گئی ای میلز بھی شامل تھیں، اور جنہوں نے سازش کرنے والوں کو اپنے بم اوسلو میں تیار کرنے اور لانچ کرنے سے روک دیا تھا، آج اس طرح خوش قسمت نہیں تھے"۔ (دی واشنگٹن پوسٹ)³

¹ "Norway Attacks: Oslo Bombing and Youth Camp Shooting." *The Guardian*, July 23, 2011. <https://www.theguardian.com/world/2011/jul/23/norway-attacks-oslo-bombing-youth-camp>.

² "Oslo Explosion: Live Coverage." *The Guardian*, July 22, 2011. <https://www.theguardian.com/world/blog/2011/jul/22/oslo-explosion-live-coverage>.

³ https://www.washingtonpost.com/blogs/right-turn/post/evil-in-norway/2011/03/29/gIQA_tsydVI_blog.html

اس خبر میں مصنف نے ذکر کیا ہے کہ ناروے کے حکام اور اچھی انٹیلی جنس نے تباہ کن حملوں کو ہونے سے روکنے میں کامیابی حاصل کی تھی جب انہوں نے دہشت گردانہ حملوں سے صرف ایک سال قبل القاعدہ کی طرف سے ہدایت کردہ بم کا منصوبہ دریافت کر لیا تھا لیکن آج وہ بم کو روکنے میں ناکام رہے۔ ان سطور میں جہاں ناروے کی انٹیلی جنس کی ناکامی کا ذکر کیا گیا ہے ساتھ ہی یہ الزام بھی لگا دیا گیا کہ یہ حملہ اسی قوت (مسلمانوں) نے کیا ہے جس نے پہلے اس کی منصوبہ بندی شمالی پاکستان میں کی تھی۔

(5) "کچھ عرصے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ القاعدہ کا مرکز اور دیگر متعلقہ "فرنچائزز"، بشمول یمن میں سب سے زیادہ سرگرم رہنے والے، آپریشنز تشکیل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ جس سے ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ: ناروے کیوں؟" (دی گارڈین)¹

اب یہاں پر مصنف نے واضح کیا کہ القاعدہ مرکز اور دیگر متعلقہ "فرنچائزز" آپریشنز تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور بالآخر ناروے پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ (4) اور (5) میں مصنفین نے مسلمانوں کو حملوں کے لیے جوابدہ ٹھہرانے کے لیے اشاراتی زبان استعمال کی، پھر بھی سرایت شدہ پیغام کو بے نقاب کرنا مشکل نہیں تھا۔ اپنے بیانات کے آغاز میں، دونوں مصنفین نے اپنے مفروضوں کو مضبوط کرنے کے لیے ایک جیسی زبردست وجوہات فراہم کیں۔

(6) ہم نہیں جانتے کہ کیا القاعدہ آج کے واقعات کے لیے براہ راست ذمہ دار تھی، لیکن تمام امکان میں یہ حملہ جہادی ہائیڈرا کے ایک حصے نے کیا تھا۔ نامور جہادی پہلے ہی آن لائن دعویٰ کر چکے ہیں کہ یہ حملہ افغانستان کی جنگ میں ناروے کی شمولیت کا بدلہ ہے۔ (دی واشنگٹن پوسٹ)²

اس خبر میں مصنف نے اس واقعے میں جہادیوں کے ملوث ہونے کے بارے میں اپنی بے یقینی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا بیان شروع کیا (ہم نہیں جانتے کہ آج کے واقعات کے لیے القاعدہ براہ راست ذمہ دار تھی یا نہیں) اور پھر اس نے دعویٰ کیا (لیکن ممکنہ طور پر حملہ جہادی ہائیڈرا کے ایک حصے کی طرف سے شروع کیا گیا تھا) جسے یہ کہتے ہوئے قابل فہم بنایا گیا تھا کہ "نامور جہادی پہلے ہی آن لائن دعویٰ کر چکے ہیں کہ یہ حملہ افغانستان کی جنگ میں ناروے کی شمولیت کا بدلہ ہے۔"

(7) "مزید برآں، یہاں ایک مخصوص جہادی تعلق ہے: "صرف نو دن پہلے، ناروے کے حکام نے القاعدہ سے وابستہ ایک بدنام زمانہ دہشت گرد "ملا کریکار" کے خلاف الزامات عائد کیے، جس نے 2001ء کے آخر میں

¹ Norway Attacks: Oslo Bombing and Youth Camp Shooting." The Guardian, July 23, 2011. <https://www.theguardian.com/world/2011/jul/23/norway-attacks-oslo-bombing-youth-camp>.

اسامہ بن لادن کی مدد سے، شمالی عراق میں القاعدہ کی ایک شاخ انصار الاسلام کی بنیاد رکھی۔" (دی واشنگٹن پوسٹ)¹

محولہ بالا متن نمبر (6) اور (7) میں بیانات اسی طرز پر تھے (جس کی تصدیق پچھلے بیانات میں بھی کی گئی تھی) جس میں مصنفین نے دعویٰ کیا اور اس کی تائید کے لیے بے بنیاد وضاحتیں فراہم کیں۔ مثال کے طور پر محولہ بالا خبر نمبر (7) میں مصنف نے دہشت گردانہ حملوں کے لیے مسلمانوں پر الزام لگانے کے لیے (یہاں ایک مخصوص جہادی تعلق ہے) کا استعمال کیا ہے۔ مصنف نے اپنے دعوے کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ "ناروے کے حکام نے القاعدہ سے وابستہ ایک بدنام زمانہ دہشت گرد "ملا کریکار" کے خلاف الزامات عائد کیے جس نے 2001ء کے آخر میں اسامہ بن لادن کی مدد سے، شمالی عراق میں القاعدہ کی ایک شاخ انصار الاسلام کی بنیاد رکھی۔" اس بیان میں مصنف نے اپنے دعوے کو درست کرنے کے لیے ناروے میں حملے سے قبل "ملا کریکار" کے خلاف درج کیے گئے الزامات کا استعمال کیا۔ مصنف نے "ملا کریکار" کو القاعدہ سے وابستہ ایک بدنام زمانہ دہشت گرد کے طور پر دکھایا اور اسے اسامہ بن لادن کے ساتھ جوڑا تا کہ اسے دہشت گردانہ حملے کرنے کے قابل ایک خطرناک شخص کے طور پر پیش کیا جاسکے۔

ان عبارات سے یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ مجموعی طور پر یورپی میڈیا واضح طور پر اسلام یا اسلامی تنظیموں پر حملوں کے لیے یا ان کی حمایت کے لیے کوئی ثبوت پیش کیے بغیر الزام لگاتا رہا اور بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ حملہ کرنے والا ناروے کا رہائشی دراصل ایک 32 سالہ عیسائی اینڈرس بیہرنگ بریوک (Anders Behring Breivik) تھا جس نے کم از کم 85 شہریوں کو ہلاک اور بہت سے دیگر کو زخمی کیا²۔ مغربی میڈیا پر پیش کیے جانے والے مواد اور ان دنوں کی پریس کوریج، جس میں ناروے میں سلسلہ وار دہشت گردانہ حملے جن میں مبینہ طور پر اسلام یا اسلامی تنظیموں پر الزام لگایا گیا، کا سطحی تجزیہ کرنے سے ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرانے کے لیے کس طرح کی زبان استعمال کی گئی۔ یہی روش ہے جو اس طرح کے دیگر واقعات کی بنیاد پر اسلاموفوبیا کی ترویج کا باعث بنتی ہے۔

¹ "Norway Bombing." *The Washington Post*, March 29, 2011. https://www.washingtonpost.com/blogs/right-turn/post/norway-bombing/2011/03/29/gIQAB4D3TI_blog.html.

² "Man Held after Norway Attacks Right-Wing Extremist: Report." *Reuters*, July 22, 2011. Accessed January 1, 2021.

یورپ میں اسلاموفوبیا کی ترویج میں الیکٹرانک میڈیا کا کردار

یورپی میڈیا میں اسلام کے متعلق متعدد اصطلاحات اور خصوصی طور پر ان الفاظ کا چناؤ جس سے دہشت اور خوف پیدا ہو، کا استعمال ایک عمومی رویہ ہے۔ 07 اپریل 2010ء کو صدر اوباما نے اپنے مشیروں کو یہ ہدایات جاری کیں کہ وہ متعصبانہ مذہبی اصطلاحات جیسے کہ "اسلامی دہشت گردی"، "اسلامی انتہا پسندی" اور "اسلامی جہاد"، کو امریکی قومی سلامتی کی حکمت عملی کا خاکہ پیش کرنے والی مرکزی دستاویز سے خارج کریں¹۔ اوباما حکومت کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح یورپی میڈیا کے طفیل، غلط روش اور غیر معقول طور پر یہ متعصبانہ اصطلاحات یورپ میں تمام مسلمانوں کے لیے استعمال ہوتی رہی ہیں۔ یورپی میڈیا کا کردار، خاص طور پر امریکہ اور برطانیہ میں، تعصب کے بیج بونے کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اسلام کو ہمیشہ ایسے مذہب کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو دہشت گردی، تشدد، اور عالمی خطرے کو جنم دیتا ہے²۔ نتیجتاً دنیا میں ہونے والے کسی بھی دہشت گردانہ حملے کے لیے مسلمانوں کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اوکلاہوما سٹی دہشت گردانہ حملہ اسی کی ایک مثال ہے (19 اپریل 1995ء کو اوکلاہوما سٹی، اوکلاہوما، متحدہ ریاست ہائے امریکہ میں ایک ٹرک میں بم دھماکہ کیا گیا تھا۔ اس میں 168 افراد ہلاک اور 680 سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ دھماکے نے ایک دائرے میں 324 عمارتوں کو نقصان پہنچایا، 258 قریبی عمارتوں کے شیشے ٹوٹ گئے، اور 86 کاریں تباہ ہو گئیں اور اس سے نقصان کا تخمینہ 652 ملین ڈالر تک جا پہنچا)³۔ اس واقعہ میں امریکی اور کینیڈین میڈیا ایجنسیوں نے اس خوفناک حملے کو اسلامی تنظیموں سے جوڑنے کی کوشش کی اور مسلمانوں پر معصوم شہریوں کے قتل کا الزام لگایا گیا۔ بہت سے مسلمان بالخصوص امریکی مسلمانوں کو اس مذموم پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا۔ مغربی میڈیا پر مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا گیا کہ وہ دہشت گردی، پر تشدد کارروائیوں اور حملوں کے لیے اکساتے ہیں۔ لہذا اوکلاہوما سٹی پر حملے کا الزام بھی مسلمانوں کے سر دھر گیا لیکن بعد ازاں یہ دعویٰ مکمل طور پر غلط ثابت ہوا اور عدالت کی جانب سے بنیاد پرست عیسائیوں کو بالآخر اس جرم کے ارتکاب کی سزا سنائی گئی۔

¹ - Obama Bans Islam, Jihad from National Security Strategy Document." Fox News, April 7, 2010. <http://www.foxnews.com/politics/2010/04/07/obama-bans-islam-jihad-national-security-strategy-document>.

² - Said, Edward. *Covering Islam: How the Media and the Experts Determine How We See the Rest of the World*. London: Vintage, 1997, 48.

³ . "Oklahoma City Police Department. "Alfred P. Murrah Federal Building Bombing After Action Report." *Terrorism Info*, [year of publication], 58.

اسی طرح جولائی 2011ء میں ناروے میں ہونے والے دہشت گردانہ حملے کے بعد بھی بعض یورپی میڈیا اداروں نے ان حملوں سے اسلامی تعلق کی قیاس آرائیاں کیں جن کا اخبارات کے حوالہ سے اوپر کے صفحات میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس حملہ پر یورپی پرنٹ میڈیا کے تجزیہ کے بعد اسی ناروے حملہ پر جاری کی گئی ویڈیو رپورٹس کا جائزہ لیا گیا۔ متعدد نیوز چینلز کی رپورٹس کی چھانٹی کرنے کے بعد معروف امریکی چینل فوکس نیوز (Fox News) پر نشر کی جانے والی دور رپورٹس کو منتخب کیا گیا ہے اور ذیل میں بطور نمونہ ان ویڈیو رپورٹس کے اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں۔

Fox نیوز چینل پر اینکر پرسن بل اوریلی (Bill O'Reilly) کی میزبانی میں ایک پروگرام نشر کیا جاتا تھا جس کا نام "دی اوریلی فیکٹر" (The O'Reilly Factor) تھا۔ 22 جولائی 2011ء کے ایک نیوز شو میں ایک مہمان میزبان لورا انگرام (Laura Ingraham) نے ناروے میں دہشت گردانہ حملے پر ایک مختصر رپورٹ پیش کی جس میں اس نے کہا:

ترجمہ:

(1) "بیک آف دی بک" سیگنٹ میں آج رات، ناروے میں دو مہلک دہشت گردانہ حملے، جس میں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ایک بار پھر، مسلم انتہا پسندوں کا کام ہے۔ آج اوسلو میں، جہاں نوبل انعامات کے بدلے میں کم از کم ایک بم پھٹ گیا جس نے وزیراعظم کے دفتر سمیت عمارتوں کو پھاڑ دیا اور کم از کم سات افراد کو ہلاک اور 15 کو زخمی کر دیا، اس کے فوراً بعد ایک بندوق بردار نے ایک پولیس افسر کے بھیس میں قریب ہی چلڈرن چیپ پر فائرنگ کی، اتھارٹی کا کہنا ہے کہ فائرنگ سے 10 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ واقعے میں گرفتار شخص کا تعلق اوسلو دھماکے سے بتایا گیا ہے۔

(2) اس دوران نیویارک شہر میں گراؤنڈ زیر و پر واقع مسجد جو مسلمان تعمیر کرنا چاہتے ہیں، نے ایک بڑی قانونی فتح حاصل کی۔ مین ہٹن کے ایک جج نے نیویارک سٹی کے سابق فائر فائٹر ٹموتھی براؤن (Timothy Brown)، جو اس مسجد کی تعمیر کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے، کا مقدمہ خارج کر دیا۔ بل اوریلی (Bill O'Reilly) نے کل مسلم ڈویلپرز کے وکیل سے بات کی۔¹

اس مختصر خبر میں، فاکس نیوز کا سٹر انگرام (Ingraham) نے دو خبروں کے واقعات کی اطلاع دی: نمبر (1) ناروے میں دہشت گردانہ حملے اور نمبر (2) مسلمانوں کی زبردست فتح جو گراؤنڈ زیر و، نیویارک سٹی میں اسلامی مرکز بنانا چاہتے ہیں۔

¹ "Search Results for 'The O'Reilly Factor About Norway Attack: Laura Ingraham, July 26, 2011.'" Fox News. Accessed [date].

<https://www.foxnews.com/search->

results/search?q=Fox%20news%20The%20O%27Reilly%20Factor%20about%20norway%20attack%20laura%20ingraham%2026%20july%202

جہاں تک خبر کے موضوعاتی ڈھانچے کا تعلق ہے تو دو غیر متعلقہ خبروں کے درمیان ہم آہنگی ایک مشترکہ بنیاد بنا کر تعمیر کی گئی تھی۔ وہ مشترکہ بنیاد مسلمان تھے جو ان دونوں واقعات کے بنیادی کردار تھے اور جن کے گرد دونوں خبریں گھومتی ہیں۔ پہلی خبر میں، انگریز اہم (Ingraham) نے ناروے میں ہونے والے دو دہشت گردانہ حملوں کے بارے میں ایک مختصر رپورٹ پیش کی جن میں بچوں سمیت بہت سے معصوم شہری مارے گئے۔ اس نے کہا کہ دونوں حملے بہت بڑے اور ہولناک تھے اور بہت سے لوگوں نے اسے دوسری جنگ عظیم کے بعد ناروے کی سرزمین پر سب سے مہلک حملہ قرار دیا ہے۔ جس وقت یہ رپورٹ بنی تھی، اس وقت تک ابھی ناروے کی پولیس نے 32 سالہ ناروے کے اینڈرس بیہرنگ بریوک (Anders Behring Breivik) کو گرفتار نہیں کیا تھا، جس پر بعد میں دونوں حملوں کا الزام ثابت ہوا تھا۔ پھر بھی، اس سے پہلے کہ یہ سب کچھ واضح ہو، انگریز اہم (Ingraham) نے ایک بے بنیاد الزام لگایا جس میں اس نے دہشت گردانہ حملوں کے لیے مسلم انتہا پسندوں کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس نے اپنی رپورٹ کا آغاز یہ کہتے ہوئے کیا کہ "بیک آف دی بک" سیگنٹ میں آج رات، ناروے میں دو مہلک دہشت گردانہ حملے، جس میں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ایک بار پھر مسلم انتہا پسندوں کا کام ہے"

اگرچہ حملے کا اصل فعل (ظاہر) ایک شک اور شبہ کو ظاہر کرتا ہے، پھر بھی خوفناک حادثہ (مہلک دہشت گردانہ حملے) کو واضح طور پر مسلم انتہا پسندوں سے منسوب کیا گیا تھا۔ مسلم انتہا پسندوں (حملے کے بنیادی کردار) کو ایک مختصر جملے میں دو مہلک دہشت گردانہ حملوں (نتیجہ) کے ساتھ شامل کرنے سے، ایک طویل لفظی جملے کے برعکس، مبینہ طور پر مسلم انتہا پسندوں کی شمولیت کو تقویت دی گئی۔ حادثے میں مزید برآں، "ایک بار پھر" کے فقرے کے استعمال کا مقصد اس مفروضے کے امکان کو بڑھانا ہے کہ دہشت گرد حملے مخصوص طور پر اسلامی پر تشدد رویہ ہیں۔ اس لیے ناروے کے حملے دنیا بھر میں مسلمان دہشت گردوں کے ذریعے کیے گئے بہت سے حملوں میں سے محض ایک ہیں۔

مندرجہ بالا خبروں کی رپورٹ اگر ایک عام خبر کے طور پر کی جاتی تو یہ میڈیا میں کسی واقعہ کی خبر کو رپورٹ کرنے کے روایتی انداز کو ظاہر کرتی جس میں ایک نیوز کاسٹر ایک خبر کو مسلسل بہاؤ میں پیش کرتا ہے۔ جبکہ صرف کلیدی الفاظ کو ہائی لائٹ کر کے یاشدت سے ادا کر کے سامعین یا ناظرین کی توجہ ان کی طرف مبذول کروانا مقصود ہوتا ہے اور یہی لائحہ عمل اس خبر کو نشر کرتے وقت بھی اپنایا گیا۔

بلاشبہ، کسی بھی گفتگو کے تجزیے کے لیے الفاظ کا انتخاب بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ وہ مرکزی پیغام کی تشریح کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے جملے میں دہشت گردانہ حملوں کے لیے مسلم انتہا پسندوں کو غلط طریقے سے ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا، پھر دہشت گردی کے حملوں اور ان کے نتائج کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کا انتخاب،

در حقیقت، یہ بیان کرے گا کہ مبینہ مسلم انتہا پسندوں نے کیا کیا تھا۔ بالخصوص اس بات پر غور کرنے سے کہ نیوز کاسٹر نے "مہلک دہشت گردی کا حملہ"، "عمار توں کو توڑنا"، "قتل کرنا"، "زخمی کرنا" اور "بچوں کے کیمپ پر کھلی فائرنگ" جیسے الفاظ استعمال کیے، جس کا نتیجہ یہ مقصود نظر آتا ہے کہ سامعین و ناظرین مسلمانوں سے خوف محسوس کریں۔ بقولے "دہشت گردی اور تشدد کے ساتھ اسلام کی وابستگی کو اس حد تک قبول کر لیا گیا ہے کہ "مسلم" اور "دہشت گرد" جیسی اصطلاحات تقریباً مترادف ہو گئی ہیں" ¹۔

یہ امر دوسری رپورٹ شدہ خبر کا تجزیہ کرنے سے زیادہ واضح ہو جائے گا۔ دوسری خبر میں، نیوز کاسٹر نے گراؤنڈ زیرو پر اسلامی مرکز (مسجد) کی تعمیر کے منصوبے پر متنازعہ بحث کا حوالہ دیا۔ اپنی رپورٹ میں، اس نے مسلمانوں کی طرف سے حاصل کی گئی بہت بڑی قانونی فتح کو اجاگر کیا جو گراؤنڈ زیرو پر مسجد بنانا چاہتے ہیں اور نیویارک سٹی کے سابق فائر فائٹر ٹیمو تھی براؤن (Timothy Brown) جو مسجد کی تعمیر کو روکنا چاہتے تھے کی ناکام کوشش کا حوالہ دیا۔ اس پر معمولی غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر جھوٹے اور غیر معقول الزامات لگا کر، پہلی خبر میں مسلمانوں کو ایک خطرہ قرار دے کر اور گمراہ کن تصویر کشی کر کے نیوز کاسٹر کا مقصد عوام کو دانستہ طور پر گراؤنڈ زیرو پر مسجد کی تعمیر کے خلاف کھڑا کرنے پر اکسانا ہے۔

ناروے میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں کے بعد مغربی میڈیا کے بعض اداروں نے خبروں کی کوریج کے دوران ایسی خبریں جاری کیں جن میں مبینہ طور پر اسلام اور مسلمانوں کو حملوں کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ میڈیا ڈسکورس تجزیہ کا استعمال کرتے ہوئے، تحقیق ہذا میں ہم نے لسانی طور پر ویڈیو رپورٹ اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں متعصب خبروں کے مجموعے کا تجزیہ کیا ہے۔ تجزیوں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان یورپی میڈیا اداروں نے مسلمانوں کو حملوں کے لیے جوابدہ ٹھہرانے کے لیے الفاظ کے انتخاب، تقلید اور نمونے کے اظہار کا استعمال کیا۔ تاہم، الزام کا لہجہ ڈرامائی طور پر ایک مضمون سے دوسرے مضمون تک مختلف ہوتا ہے جس میں محض شک سے لے کر کھلے عام الزام تک بھی شامل ہوتا ہے۔ مصنفین کے بیانات کی غیر یقینی صورتحال یاد دہی کے مختلف مدارج، ان کی گفتگو میں استعمال ہونے والی مختلف لسانی شکلوں اور آلات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ یورپی میڈیا میں ایسے ادارے بھی موجود ہیں جو مسلمانوں کے متعلق مثبت رپورٹنگ بھی کرتے ہیں۔

¹ Eid, M., and K. H. Karim. *Re-Imagining the Other: Culture, Media, and Western-Muslim Intersections*. New York: Palgrave Macmillan, 2014, 120.

یہ صورت حال بھی دل چسپ ہے کہ ایک ایسے مذہب، جس کا نام بھی امن و سلامتی سے ماخوذ ہے، کو خالص دہشت گردی اور خونریزی کے مترادف قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام، جس کی پیروی دنیا کے ہر کونے میں مختلف ثقافتوں اور سماجی گروہوں کے لاکھوں افراد کرتے ہیں، پچھلی چوتھائی صدی میں اس صورتحال سے دوچار ہوا ہے کہ اس کو ہر جگہ پر الزامات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان الزامات کے لیے چنگاری کا کام کرنے والے 11 ستمبر کے حملوں کو، اسلام دشمن عناصر نے تمام مسلمانانِ عالم کو نفرت کا شکار بنانے کے لیے بطور موضوعِ سخن منتخب کر رکھا ہے۔ اس تناظر میں، اگر آپ یورپ میں غلط معلومات کا سامنا کرنے والے کسی فرد سے دہشت گرد کے بارے میں پوچھیں تو وہ پکڑی اور داڑھی والے آدمی کا دقیانوسی جواب دے گا۔ مزید برآں، ایک سائنس مخالف موقف اور خواتین پر ظلم، اسلام اور مسلمانوں کی پہچان قرار دیا جا چکا ہے، چاہے تاریخ اس کے برعکس کچھ اور ہی بیان کرے۔

ٹی وی سیریلز کا کردار

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ صورتحال صرف یک طرفہ خبروں کے پروگراموں سے پیدا ہوئی؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے یورپ کے الیکٹرانک میڈیا میں نیوز ایجنسیوں کی کارکردگی کے بعد اب ہم یورپی ٹی وی سیریلز اور ڈراموں کا تذکرہ کریں گے۔ یورپ میں اسلاموفوبیا پر مبنی ٹی وی سیریز کی نشریات، 11 ستمبر کے حملوں کے بعد مسلمانوں کے متعلق غلط معلومات پھیلانے والے ایک اہم ذریعہ میں تبدیل ہو گئی ہیں اور اس نے اسلام کے بارے میں بہت سے ناظرین کے نکتہ نظر کو بدلنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اس سے زیادہ نقصان دہ بات یہ ہے کہ "کئی امریکی صدور نے ان اسلاموفوبک ٹی وی سیریلز اور پروڈکشنز کو سراہا ہے اور بہت سے اداروں نے انہیں انعامات سے بھی نوازا ہے" ¹ 11/9 کے بعد، فلموں کے علاوہ اسلاموفوبیا پر مبنی مواد کو نشر کرنے والی اہم پروڈکشنز ٹی وی سیریز تھیں۔ چند سالوں میں، مسلمانوں کو خطرناک اور برے لوگوں کے طور پر پیش کرنے والی سیریز خاص طور پر مقبول ہو گئیں۔ ذیل میں بطور نمونہ، چند ٹی وی سیریز کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔

• "West Wing" (1999ء-2006ء)

1. ¹ Tarik, Murat. "Western TV Series Spin Intricate Web of Islamophobia." *Daily Sabah*, October 17, 2021.

<https://www.dailysabah.com/arts/cinema/western-tv-series-spin-intricate-web-of-islamophobia>.

امریکی ساختہ ایک اور ٹی وی سیریز "ویسٹ ونگ" (West wing)، وائٹ ہاؤس میں رہنے والے افسانوی کرداروں کی زندگی اور کاروباری تعلقات سے متعلق ہے۔ یہ ایک امریکی سیریل، پولیٹیکل ڈرامہ ٹیلی ویژن سیریز ہے جسے آرون سورکن (Aaron Sorkin) نے تخلیق کیا ہے جو این بی سی (National Broadcasting Company) پر 22 ستمبر 1999ء سے 14 مئی 2006ء تک نشر کیا گیا تھا¹۔

اس ڈرامہ میں ترکی کو ایک ایسے ملک کے طور پر پیش کیا گیا ہے جہاں اسلامی وجوہات کی بنا پر خواتین کا سر قلم کیا جاتا ہے جس کے باعث چھٹے سیزن کی 13 ویں قسط میں امریکی صدر کو اس ملک میں نجات دہندہ کے طور پر بھیجا گیا۔ اس سیریز میں دکھایا گیا ہے کہ اسلامی قوانین کے اصول، مغربی نظریہ حیات سے متصادم ہیں اور اسلامی ممالک میں خواتین کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا جاتا ہے۔

• "24" (2001-2010)

"24" ایک امریکی ایکشن ڈرامہ ٹیلی ویژن سیریز ہے جسے جوئل سرنو (Joel Surnow) اور رابرٹ کوچران (Robert Cochran) نے فاکس (Fox) ٹی وی کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اس سیریز کا مرکزی کردار، انسداد دہشت گردی کا ایجنٹ جیک باؤر (Jack Bauer) دکھایا گیا ہے۔ ہر سیزن باؤر کی زندگی میں مسلسل 24 گھنٹوں پر محیط ہوتا ہے۔ اس شو کا پریمیر 6 نومبر 2001ء کو ہوا، اور 14 جولائی 2014ء کو سیریز کا اختتام نشر ہونے کے ساتھ یہ ڈرامہ، نو سیزن میں 204 اقساط پر محیط ہوا۔ اس ٹی وی سیریز میں امریکی انسداد دہشت گردی یونٹ کے ملازمین میں سے ایک جیک باؤر کی کہانی پر توجہ مرکوز کی گئی تھی، جس میں 11 ستمبر کی نفسیات کے گہرے اثرات موجود تھے۔ امریکی ساختہ سیریز میں، لاس اینجلس میں ڈرائی کلیئر کے طور پر کام کرنے والا ایک مسلمان ترک خاندان، دہشت گردوں کو پناہ دیتا ہے۔ جن دہشت گردوں کو مسلمان کے طور پر پیش کیا گیا ہے ان کے متعلق دکھایا گیا ہے کہ وہ اسکول میں بھی چھپے ہو سکتے ہیں جیسے کہ چیچن نسل سے تعلق رکھنے والے "امیرا دودایف" (Amira Dudayev) نامی مسلمان کا کردار۔ اگرچہ ولن وقتاً فوقتاً جگہیں بدلتے رہتے ہیں، لیکن یہ خیال ناظرین کے ذہن میں داخل کیا جاتا ہے کہ "مسلمانوں پر کبھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا"۔ سیریز میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مسلمان ہر قسم کا پر تشدد کام کرتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے بچے کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔

¹ Keveney, Bill. "'West Wing' to End with New President." *USA Today*, January 22, 2006. Archived from the original on October 18, 2012. http://usatoday30.usatoday.com/life/television/news/2006-01-22-west-wing-canceled_x.html. Accessed January 10, 2023.

اس سیریز کو اسلاموفوبیا اور تشدد کی ترویج کے لیے تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ شو اس قدر مقبول ہوا کہ اس کو متعدد ایوارڈز سے نوازا گیا، جن میں 2004ء کے گولڈن گلوب ایوارڈز میں بہترین ڈرامہ سیریز اور 2006ء کے پرائم ٹائم ایکی ایوارڈز میں شاندار ڈرامہ سیریز شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امریکن فلم انسٹی ٹیوٹ نے اس سیریز کو 2005ء کے بہترین "10 ٹیلی ویژن پروگرام آف دی ایئر" کی فہرست میں بھی شامل کیا¹۔

• "Sleeper Cell" (2005-2006ء)

سلیپر سیل (Sleeper Cell) ڈرامہ سیریل، شو ٹائم نیٹ ورک (Showtime network) پر نشر کی جانے والی ایک مقبول امریکی سیریل ہے جو 4 دسمبر 2005ء کو نشر ہونا شروع ہوئی۔ پہلے سیزن کی ٹیگ لائن تھی "دوست، پڑوسی، شوہر، دہشت گرد" (Friends, Neighbors, Husbands, Terrorists) جبکہ دوسرے سیزن کی ٹیگ لائن تھی "شہر - مضافات - ہوائی اڈے - اہداف" (Cities, Suburbs, Airports, Targets)۔ سیریز کو شاندار مختصر سیریز کے لیے ایکی ایوارڈ کے لیے نامزد کیا گیا۔ اس سیریز کا آٹھ اقساط پر مشتمل دوسرے سیزن کا پریمیر 10 دسمبر 2006ء کو نشر ہو جس کا عنوان سلیپر سیل: امریکن ٹیرر (Sleeper Cell: American Terror) تھا۔ آسٹریلیا میں، دونوں سیزنز شو ٹائم آسٹریلیا چینل (Showtime Australia channel) پر 2006ء اور 2007ء میں نشر کیے گئے جن کی مقبولیت کے باعث نشر مکرر 2008ء میں پیش کی گئی²۔

ٹی وی سیریز "سلیپر سیل" میں امریکی سڑکوں پر ایک انتہا پسند تنظیم کی سرگرمیوں پر توجہ مرکوز کی گئی اور ناظرین کو ان گنت بار دکھایا گیا کہ عرب امریکی، خفیہ دہشت گرد ہو سکتے ہیں۔ اس سیریز میں مغربی نظر آنے والے، جدید عربوں کو بھی پوشیدہ خطرات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

• "NCIS: Los Angeles" (2009-2022ء)

"NCIS: لاس اینجلس" ایک امریکی ایکشن ٹیلی ویژن سیریز ہے جس میں فوجی حربے اور پولیس کے طریقہ کار کے عناصر کو مشترکہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کا پریمیر CBS (Columbia Broadcasting System) پر 22 ستمبر 2009ء کو ہوا۔ یہ سلسلہ لاس اینجلس میں قائم آفس آف اسپیشل پروسیکیوٹس (OSP) کے کارناموں کی عکس بندی کرتا ہے، جو نیول کریمنل

¹ "AFI TV Programs of the Year—Official Selections". American Film Institute. 2005. Archived from the original on June 5, 2011. <https://www.afi.com/tvevents/afiawards05/tvshows05.aspx> Retrieved on 08 January 2023.

² "Sleeper Cell (TV Series)," *Wikipedia*, last modified November 4, 2024, [https://en.wikipedia.org/wiki/Sleeper_Cell_\(TV_series\)](https://en.wikipedia.org/wiki/Sleeper_Cell_(TV_series)).

انویسٹی گیسٹو سروس (NCIS) کا ایک ایلپیٹ ڈویژن ہے اور خفیہ کاموں میں مہارت رکھتا ہے۔ "NCIS: لاس اینجلس" کے چودھویں سیزن کا پریمیر 9 اکتوبر 2022ء کو نشر کیا گیا¹۔

"NCIS: لاس اینجلس" میں مسلمانوں کے ایسے کرداروں کو پیش کیا گیا ہے جو بظاہر اچھے شہری ہیں لیکن کبھی نہ کبھی وہ بھی دہشت گردی کی حمایت کرتے اور اس کی سہولت کاری کا ذمہ قبول کرتے ہیں۔ یہ ڈرامہ سیریز وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو درست طریقے سے پیش کرنے میں بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔ مقبول ترین اس سیریز پر اس تصور کو تقویت دینے کا الزام لگایا گیا ہے کہ "ہر مسلمان ممکنہ دہشت گرد ہے"، حالانکہ یہ بعض اوقات اصلاح بھی کرتا ہے۔

• "Homeland"

"ہوم لینڈ" ایک امریکی جاسوسی سنسنی خیز ٹیلی ویژن سیریز ہے جسے ہارڈ گورڈن (Howard Gordon) اور الیکس گانسا (Alex Gansa) نے اسرائیلی ٹی وی سیریز "پریزنرز آف وار" (Prisoners of War) کی کہانی پر عکس بند کیا ہے۔ فاکس 21 ٹیلی ویژن (Fox 21 Television) اسٹوڈیوز کی تیار کردہ اس سیریز کو امریکہ میں کیبل چینل شو ٹائم (Cable Channel Showtime) پر نشر کیا گیا تھا اور اس کا پریمیر 2 اکتوبر 2011ء کو ہوا۔ سیریز کے آٹھویں اور آخری سیزن کا اختتام 26 اپریل 2020ء کو نشر ہوا۔ اس سیریز کو بڑے پیمانے پر سراہا گیا اور کئی ایوارڈز نوازے گئے جن میں بہترین ٹیلی ویژن سیریز 2011ء اور 2012ء کا گولڈن گلوب ایوارڈ اور 2012ء کا پرائم ٹائم ایبی ایوارڈ بھی شامل ہیں۔

ڈرامہ کا مرکزی کردار نکولس بروڈی (Nicholas Brody) ہے جسے القاعدہ نے کچھ عرصہ جنگی قیدی کے طور پر اسیر کر رکھا تھا اور اب وہ امریکہ میں موجود ہے۔ سی آئی اے افسر میتھی سن (Mathison) کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ دشمن کی طرف پھر گیا ہے اور ان کے لیے خفیہ کام کر رہا ہے اور اس وجہ سے اب امریکہ کے لیے خطرہ ہے۔ "ہوم لینڈ" ایک ایسی ڈرامہ سیریز تھی جس میں اسلاموفوبیا کے ساتھ ساتھ اسلام کے بارے میں بہت سی غلط معلومات بھی پیش کی گئیں۔ سیریز کے مرکزی کردار کو افغانستان میں دہشت گردوں نے اغوا کرنے کے بعد بھرتی کر لیا تھا اور بعد ازاں دہشت گردانہ کارروائیوں کے لیے اسے امریکہ بھیج دیا گیا تھا۔ اس سیریز میں پیش کیا گیا یہ خیال کہ "مسلمان آپ کے درمیان گھس کر ایک پوشیدہ خطرہ پیدا کر سکتے ہیں"، کافی اثر انداز ہوا اور لوگوں کے ذہنوں پر نقش ہو گیا²۔ دی واشنگٹن پوسٹ (The Washington Post) کی کالم نگار لورا

¹ Nellie Andreeva and Denise Petski, "'NCIS,' 'NCIS: Los Angeles' & 'NCIS: Hawai'i' Renewed by CBS for Next Season," *Deadline Hollywood*, March 31, 2022, <https://deadline.com/2022/03/ncis-ncis-los-angeles-ncis-hawaii-renewed-cbs-1234991901/>.

² Murat Tarik, "Western TV Series Spin Intricate Web of Islamophobia," *Daily Islamophobia*, October 17, 2021.

در کے (Laura Durkay) نے اسلاموفوبک دقینوسی تصورات کی تصویر کشی کے لیے اس ٹی وی سیریز پر تنقید کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ

(ترجمہ): جب بروڈی کی بیوی کو پتا چلتا ہے کہ وہ ایک خفیہ مسلمان ہے اور اس پر قرآن لہراتے ہوئے چلاتی ہے، "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ پر تشدد کیا!" وہ صرف میلوڈرامائی نہیں ہے۔ وہ شو کے بنیادی فلسفے کا اظہار کر رہی ہے۔ مسلمان خواہ وہ عرب ہوں، ایرانی ہوں یا پاکستانی۔ وہ سفاک دہشت گرد ہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اور وہ ہمیں پکڑنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ بحث کرنا آسان ہے کہ "ہوم لینڈ" صرف ایک ٹی وی شو ہے، ایک سنسنی خیز فلم جو قدرتی طور پر شیطانی ولن اور اونچے داؤ کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن عربوں اور مسلمانوں کے بارے میں یہی دقینوسی تصورات سیاسی طور پر حقیقی دنیا میں اعمال کا جواز پیش کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں"۔¹

• "Outlander" (2014-2022ء)

آؤٹ لینڈر ایک تاریخی ڈرامہ ٹیلی ویژن سیریز ہے جو ڈیانا گیبالڈن (Diana Gabaldon) کے ناول سیریز آؤٹ لینڈر (Outlander) پر مبنی ہے۔ اس شو کا پریمیئر 9 اگست 2014ء کو امریکی ٹیلی ویژن نیٹ ورک "Starz" پر ہوا، چھٹا سیزن مئی 2022ء میں نشر کیا گیا جبکہ ساتویں سیزن کو وسط 2023ء میں نشر کیے جانے کا اعلان کیا جا چکا ہے²۔ اس میں اسکاٹ لینڈ میں دوسری جنگ عظیم کی ایک سابق فوجی نرس کا کردار پیش کیا گیا ہے جو 1945ء میں اپنے آپ کو وقت کے ساتھ 1743ء میں لے جاتی ہے۔ وہاں اس کا سامنا ہائی لینڈ کے ایک بہادر جنگجو سے ہوتا ہے جس سے بالآخر وہ شادی کر لیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ٹی وی سیریز "آؤٹ لینڈر" کے تاریخی تصور میں بھی ترکوں کو تشدد کرنے والوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اگرچہ نائن الیون کے بعد حالیہ برسوں میں اس بھاری پروپیگنڈے کی رفتار سست پڑ گئی ہے، لیکن یورپی ٹی وی سیریز میں اسلاموفوبیا پر مبنی مواد نے دہشت گردی کی بجائے خواتین کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنا شروع کر دی ہے۔ VOD (Video on demand) پلیٹ فارمز، خاص طور پر Netflix ایسی پروڈکشنز کے لیے صف اول میں کھڑا ہے۔ Netflix، جس کے دنیا بھر میں تقریباً 210 ملین سبسکرائبز ہیں اور جو خود کو ایک "لبرل" پلیٹ فارم کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، پر بھی مسلمانوں کے خلاف تعصب اور امتیازی سلوک کو دکھایا گیا ہے۔ برطانوی ساختہ 'باڈی گارڈ' (Body Guard) سیریز جو Netflix پر دیکھی جاسکتی ہے، اس خیال کو اجاگر کرتی ہے کہ مسلمان لڑکیاں صرف بیرونی دباؤ کی وجہ سے اپنے مذہب کی پیروی کرنے پر

¹ Laura Durkay, "Homeland' Is the Most Bigoted Show on Television," *The Washington Post*, October 2, 2014, archived October 15, 2015, <https://www.washingtonpost.com> (accessed January 2, 2023).

² Christian Holub, "Outlander Season 7 Teaser Reveals Starz Drama Will Return Next Summer for Super-Sized Story," *Entertainment Weekly*, December 23, 2022, <https://ew.com/tv/outlander-season-7-teaser-trailer-release-date/> (accessed December 6, 2022).

مجبور ہیں۔ ایسی ڈرامہ سیریز اس بات پر زور دیتی ہیں کہ خواتین، یورپی سیکولر زندگی گزار کر حقیقی آزادی حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ ’باڈی گارڈ‘ سیریز بھی خواتین کے مسائل کی آڑ میں مسلمانوں کو تشدد پسند اور خواتین پر جبر کرنے والے کے طور پر ناظرین کے سامنے لاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یورپی ٹی وی سیریز میں اسلاموفوبیا ہمیشہ موجود رہے گا چاہے اس کی شکل بدل کے پیش کی جائے۔

سی این این¹ معروف امریکی ٹیلی ویژن چینل ہے۔ اس چینل نے اپنی حیثیت الیکٹرانک میڈیا میں منوائی ہے۔ لوگ اس کی رپورٹنگ اور براڈکاسٹنگ کو انتہائی مستند (Authentic) سمجھتے ہیں۔ یہ چینل ایسے ماہر ان کی خدمات حاصل کرتا ہے جن کا اسلام اور اسلامی کلچر سے کوئی براہ راست رابطہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اپنے تعصبات اور قیاس آرائیوں کی بنیاد پر ٹیلی ویژن پر آکر ناظرین کو اپنے متعصب خیالات سے نوازتے ہیں۔²

ایسے بے شمار نام ہیں لیکن یہاں پر صرف ایک نام جو بہت زیادہ قابل ذکر ہے ”پروفیسر جان کیسے۔³ John Casey اگرچہ یہ پروفیسر گانویل اور آکسفورڈ کے کانیں کالج کے فیلورہ چکے ہیں لیکن ان کے پاس اسلامی امور کے ماہر ہونے کیلئے علم نہیں ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ اس جیسے افراد جب اخبارات میں لکھتے ہیں یا ٹیلی ویژن پر آتے ہیں تو حقیقت اور فسانہ ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔

یہ سب کچھ میڈیا کے حق میں بھی نہیں جاتا کیونکہ میڈیا ایک آزاد اور خود مختار ادارہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے قواعد و ضوابط کا میں خود ہی طہ کرتا ہے۔ ان کی خبریں صداقت پر بھی حقیقی اور مصدقہ ہونی چاہیے۔ اگر ان چیزوں کا خیال نہیں رکھا جاتا تو پھر میڈیا کو کوئی کردار باقی نہیں رہتا لیکن نائن الیون کے بعد ہم دیکھ رہے ہیں کہ میڈیا نے واضح ایجنڈا بنایا ہے۔ اگرچہ یہ ایجنڈا اس سے پہلے بھی میڈیا کا تھا تاہم پہلے اتنا واضح نہیں تھا۔ اتفاقی بات ہے کہ جب میڈیا ایک متعین ایجنڈے پر کام کر رہا ہو اور وہ حقائق سے ہٹ کر کام کر رہا ہو تو غیر محسوس انداز میں اسلام سے خوف اور مخالفت اسلاموفوبیا کے عناصر ان میں شامل ہو جاتے ہیں جس پر ان لوگوں کی اکثریت کا کوئی رد عمل نہیں ہوتا جو باقاعدہ طور پر ان ذرائع کے ساتھ مصروف عمل رہتے ہیں۔

¹ - Cable News Network (CNN), "About Us," CNN, accessed [date], <http://www.cnn.com>.

² - Allen, *Islamophobia in the Media*, 7.

³ - John Casey, British academic and journalist, lecturer in English at the University of Cambridge and Fellow of Gonville and Caius College, Cambridge, "mentor" to Roger Scruton, co-founder of the Conservative Philosophy Group with Scruton in 1975.

جو واقعات پیش آتے ہیں، میڈیا ان واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ میڈیا نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر حملے میں بے گناہ لوگوں کی ہلاکت کو ایسے پیمانے پر ظاہر کیا جو کسی باقاعدہ جنگ میں بھی نہیں ہوتی۔

اسلاموفوبیا جو ان ممالک کے میڈیا اور قوت مقتدرہ (اسٹیبلشمنٹ) کی پیداوار ہے، یورپی معاشرے کا مقدر بن گئی ہے جو یقیناً ایک خطرناک چیز ہے۔ یورپ فرد کی آزادی کا قائل معاشرہ ہے لیکن اسلاموفوبیا فرد کی آزادی کا احترام نہیں کرتا۔ یہ ایسی حقیقت ہے جو ہر اس شخص کو خواہ اس کا تعلق کسی بھی خطہ سے ہو بلا امتیاز اس کے کردار پر داغ لگاتا ہے۔ اسلاموفوبیا لاکھوں کروڑوں افراد کے رویوں میں تبدیلی لا چکا ہے۔ اب وہ مسلمانوں کو دشمن کی نظر سے دیکھتا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب بھی دنیا کے ایک دور دراز کونے میں کوئی معمولی سا واقعہ پیش آتا ہے تو میڈیا یورپی دنیا کے باشندوں میں اسلاموفوبیا کے جذبات ابھارنے کے لیے ان واقعات کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس سلسلے میں رد عمل کے طور پر ان مسلمان خواتین پر ہاتھ اٹھایا جاتا ہے جنہوں نے حجاب پہنا ہو۔

مسلمان مردوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مساجد پر حملوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان سب واقعات کا ذمہ دار یقیناً یورپی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ہے۔ یورپی الیکٹرانک میڈیا دہشت گردی کے خلاف جنگ کو ایک عجیب انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یورپی میڈیا کی رپورٹ میں اسلام کا دوسرا نام دہشت گردی رکھا گیا ہے۔ وہ برابر برطانوی مسلمانوں کو یہ یاد دلاتا رہتا ہے کہ مسلمان ہیں تو لازمی طور پر وہ دہشت گرد ہیں۔ یہی وجہ ہے بقول ان کے، یورپی معاشرہ کے وجود کو اسلام سے شدید خطرہ لاحق ہے۔

اس سلسلے میں ماضی کی طرف جانا پڑے گا۔ جب لندن کے زیر زمین ریلوے نظام پر حملے کیے گئے اور اس وقت کے برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن¹ مسلمان راہنمائوں کو صورتحال کا جائزہ لینے اور اس کو حل کرنے پر غور کر رہے تھے اور ان سے دہشت گردی کے خلاف مدد مانگ رہے تھے تو برطانوی الیکٹرانک میڈیا کو موقع ملا، انہوں نے سوالات اٹھائے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں مسلمانوں کو مدعو کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر مسلمان براہ راست ملوث نہیں ہے تو پھر وزیراعظم صاحب بدھ مت کے پیروکاروں کو بھی کیوں نہیں بلاتے۔ یہی وہ سوالات تھے جو برطانوی عوام میں اسلاموفوبیا کو فروغ دینے کے لیے کافی تھے۔ اب وہ باور کرنے لگے کہ واقعی مسلمان بحیثیت قوم دہشت گردی میں مبتلا ہیں۔²

¹ - James Gordon Brown, British Labour Party politician, served as Prime Minister of the United Kingdom and Leader of the Labour Party from 2007 to 2010. Previously, he was Chancellor of the Exchequer from 1997 to 2007, making him the longest-serving holder of that office in modern history. Brown has been a Member of Parliament (MP) since 1983, representing Dunfermline East until 2005.

² - Freedom House, *Freedom in the World 2011: United Kingdom*, accessed [date], <http://www.freedomhouse.org/report/freedomworld/2011/unitedkingdom>.

یہ یورپی ذرائع ابلاغ اسلام کے ان پہلوؤں کو بھول چکے ہیں جو امن و سلامتی اور عالمی بھائی چارے کا درس دیتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر ان کے ذرائع ابلاغ اور ان کی حکومتوں اور ریاستی مشینری نے ان متشدد تنظیموں کو پروان چڑھانے میں اتنا بڑا کردار ادا نہ کیا ہوتا تو آج وہ اتنے طاقتور نہ بنے اور نہ ان کے لیے خطرہ بنتے۔ یورپی ذرائع ابلاغ اس زمانے میں بھی ایک سیاسی معاشی ایجنڈے پر کام کر رہا تھا۔ ان کا مقصد کمیونزم کو شکست دینا تھا اور آج بھی ایک معاشی سیاسی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں کہ ایک طرف تو وہ مسلمان ممالک بالخصوص عرب دنیا کی سیاسی تشکیل نو کروانا چاہتے ہیں جہاں پر ایسے حکمران لائیں جس سے ایک طرف تو دنیا کو تاثر ملے کہ ان ممالک میں عوامی انقلاب آیا ہے۔ جمہوریت کا سورج طلوع ہو چکا ہے اور ساتھ ہی ان ممالک میں جو تبدیلیاں ہوئیں وہ ان تبدیلیوں کو تباہ کر سکیں تاکہ اپنی پسند کے حکمران مسلط کر سکیں۔ دوسری جانب توانائی کے ان وسائل پر قبضہ کر لیں جو ان کی ضروریات کو پورا کر سکیں۔¹

یورپی ذرائع ابلاغ بلکہ وہاں کی حکومتیں اسلاموفوبیا کو پھیلانے اور فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ ایک طرف یورپی معاشروں میں مسلم آبادیاں عدم تحفظ کا شکار ہو جاتیں ہیں تو دوسری طرف یورپی عوام کے ذہن میں اسلام کے لیے نفرت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے معاشرے سے الگ تھلگ سمجھتے ہیں اور اگر یہی صورت حال قائم رہی تو پھر یورپی معاشرہ کو سماجی انتشار سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اپنے چودہ سو سالہ تاریخ میں اسلام نے عروج کا ایک طویل زمانہ دیکھا۔ دنیا کے جس خطے پر مسلمانوں کی حکومت رہی، وہاں انصاف، مساوات، بھائی چارے اور سماجی ہم آہنگی کا دور دورہ تھا۔ اسپین میں مسلمانوں نے سات سو سال تک حکومت کی۔ اسپین میں آج بھی مسلمانوں کی شاندار یادگاریں موجود ہیں۔ وہاں کی محکوم اقلیت یہودیوں کو مسلمانوں نے معاشرے میں عزت کا مقام دیا۔ کسی کو اس کی مذہبی وابستگی کی بناء پر تشدد کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔ ہر شخص کو جان و مال کی مکمل آزادی حاصل تھی،² کیونکہ مسلمانوں کی مقدس کتاب تمام انسانوں کو عزت و تکریم کا مقام دیتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ³

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

¹ - نذرا حفیظ ندوی، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، 103۔

² - پروفیسر رضامند، تاریخ مسلمانان عالم (شہر: ناشر، سنہ)، 337۔

³ - بنی اسرائیل: 2۔

قرآن مجید نے مسلمان کا ذکر نہیں کیا بلکہ انسان کا ذکر کیا ہے کہ سب انسان قابل عزت و تکریم ہیں۔ ”سٹارٹی وی“ اور ”فاس نیوز“ ایسے ٹیلی ویژن چینل ہے جو اپنی بے باک آراء کے لیے مشہور ہیں لیکن یہ سب چینل بھی مسلمانوں کے خلاف ایک موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پھر اسی طرح یورپی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کی وابستگی بنیاد پرستی دہشتگردی اور عدم رواداری سے کرتے ہیں۔

یورپی ذرائع ابلاغ اسلاموفوبیا کو فروغ دینے کے لیے صرف منفی پروپیگنڈہ پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف جانبدارانہ اور ناز باز بان بھی استعمال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اسلام کے کچھ ایسے شعار جن کے بارے میں ان کی رائے متنازعہ ہے، ہدف تنقید بناتے ہیں کہ اسلام توحید، فرسودہ روایات اور رسومات کا ایک مجموعہ ہے۔ حالانکہ اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے۔ دنیا کے ہر خطے اور ہر حصے میں اس کے ماننے والے پائے جاتے ہیں۔ ان کے عقائد کی بنیاد توحید پر ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات میں دنیاوی اور اخروی امور بہت واضح اور سہل ہیں جن کی مزید تشریح احادیث نبوی ﷺ سے ہوتی ہے پھر اسلام میں روز مرہ زندگی کے مسائل فقہ (Jurisprudence) اور اجماع امت سے حل کیے جاتے ہیں۔ جہاں تک لباس اور کچھ دوسری چیزیں ہیں تو اسلام نے اس کی اجازت دی ہے کہ لوگ موسم کے مطابق لباس پہن لیں، لیکن ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے پینے والا برہنہ ہو۔ کچھ روایات مسلمانوں نے اپنے لیے مخصوص جغرافیائی صورت حال کی وجہ سے اختیار کیں یہ وہی چیزیں ہیں جو اس مخصوص علاقے میں رہنے والے دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ان کو اختیار کرتے ہیں پھر ان کو قطعی طور پر مخصوص اسلامی قرار دے کر ایک طرف تو یہ یورپی ذرائع ابلاغ جانبداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور دوسری طرف اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اس وجہ سے بھی کبھی مسلمان ان چیزوں کے خلاف اپنا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ رد عمل پر تشدد بھی ہوتا ہے جس کو بہانہ بنا کر کہا جاتا ہے کہ ہمارے معاشرے اور تہذیب کو مسلمانوں اور ان کے عقائد سے خطرہ ہے۔ یہ طرز عمل اسلاموفوبیا کو فروغ دینے کا سبب بنتا ہے۔ یورپی میڈیا اپنے سیاسی اور اقتصادی مقاصد کے حصول کے لیے حقائق کو تبدیل کر کے پیش کرتے ہیں۔ بیک وقت وہ ایک عقیدے کے لوگوں کو اپنا بھائی اور پھر دشمن گردانتے ہیں۔ جہاں انہیں مناسب لگتا ہے تو انہیں اپنے کتابی بھائی کہتے ہیں اور جہاں ان کے اقتصادی اور معاشی مفادات دوسری چیزوں کا تقاضا کرتے ہیں تو ان کو اپنا دشمن گردانتے ہیں۔

در اصل یورپی ذرائع خواہ وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا، وہ اس طریقہ پر نفرت اور تنگ نظری کی ایک عمارت تعمیر کرتے ہیں اور یورپ میں اسلاموفوبیا کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔

لیوس (Lewis) کے مطابق ٹیلی ویژن ایک طاقت ور ذریعہ ابلاغ ہے۔

میڈیا نے نائن الیون کی آڑ میں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں مسلمانوں کے خلاف جس قدر معاندانہ پروپیگنڈہ کیا اس نے یورپی معاشرے کے مثبت تصور کو کافی حد تک متاثر کیا۔ اب یورپی معاشرے میں معمولی سا واقعہ بھی ہو جائے تو اس کا براہ راست الزام مسلمانوں پر آتا ہے۔ مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں یورپی معاشرے کے رویے میں جو فرق آیا ہے خدشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ اس معاشرے کو ایک مثبت معاشرے کی بجائے ایک متعصب معاشرے کی طرف لے جائے گا۔ اگر یہی رویہ قائم رہا تو یورپ کے اس انتہائی ترقی، ان کے مضبوط جمہوری اور سیاسی اداروں اور ان کے جاندار نظام تعلیم کے باوجود یورپی معاشرہ ایک نہ ختم ہونے والے اندھیرے کی طرف بڑھ جائے گا جو یورپی کے لیے اقتصادی، سماجی اور سیاسی طور پر قطعاً اچھا نہیں ہو گا۔

لیکن شاید میڈیا کے ذمہ دار مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن مجید کے اس پیغام سے بے خبر ہیں۔
 اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ¹

"اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچے سے مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔"

قرآن مجید کی ان تعلیمات کے پیش نظر مسلمانوں نے نائن الیون کے واقعے کی مذمت کی اور ان لوگوں کے لواحقین سے تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کیا جو ان حملوں کی وجہ سے لقمہ اجل بنے۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ اصل میں دہشت گردی کی جڑ تک رسائی حاصل کی جائے۔ وہ لوگ معلوم کیے جانے جو دہشت گردی میں ملوث ہیں اور کیوں ملوث ہیں؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنا چاہیے۔

لیکن یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ یورپی ذرائع ابلاغ کو سیاسی و معاشی ایجنڈا کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے اس لیے اسلاموفوریا کو فروغ دینے کا کام یورپی ذرائع ابلاغ کو سونپ دیا گیا۔ یورپی میڈیا نے کمیشن کی اس رپورٹ کی بنیاد پر اپنا پروپیگنڈہ جاری رکھا جو امریکہ میں نائن الیون کی تحقیقات کے لیے قائم کیا گیا تھا۔²

یورپی میڈیا نے اسلام کے خلاف غلط فہمی اور غلط تاثر قائم کرنے کے لیے ایک بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یورپی میڈیا نے بنیاد پرستی اور دہشت گردی جیسی دو اصطلاحات اسلام سے وابستہ کرنے کی مسلسل کوششیں کیں ہیں۔

¹ - النساء: 35

² - R. Richardson, *Islamophobia: Issues, Challenges and Action* (London: Commission on British Muslims and Islamophobia, [2008]).

یورپی میڈیا کا وطیرہ رہا ہے کہ جب کوئی بھی دہشت گردی کا واقعہ پیش آتا ہے تو اس کی تحقیق و تفتیش سے پہلے اس کا الزام مسلمانوں پر عائد کیا جاتا ہے۔

فلمی صنعت کا کردار

بد قسمتی سے یورپی فلم انڈسٹریز نے بھی اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے کیونکہ اربوں لوگ جو کچھ اسکرین پر دیکھتے ہیں، دنیا کے متعلق ویسا ہی محسوس کرتے ہیں۔ اس ضمن میں یورپی سنیما اور ٹی وی سیریز اکثر و بیشتر مسلم کرداروں کے حوالہ سے متعصب ہی رہی ہیں۔ 2000ء کی دہائی میں، جب سرد جنگ عہدِ رفتہ کی ایک یاد بن گئی تو عربوں، چیچن اور ترکوں جیسے مسلمانوں کو روسیوں کے بجائے ولن کے طور پر چنا گیا۔ مسلمانوں کو ناظرین کے سامنے متشدد اور خطرناک دشمن کے طور پر پیش کرتے ہوئے 11 ستمبر کے حملوں سے پہلے ہی انہیں جاہل، جنسی جنون اور جارحیت پسند قرار دے دیا گیا تھا۔ شہید رضائی کے مطابق

"ہالی ووڈ میں مسلمانوں کی نمائندگی کس طرح متاثر ہوئی ہے، اس سلسلے میں ہالی ووڈ نے نائن الیون سے پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف تعصب کو ادارہ جاتی بنانے میں بہت زیادہ تعاون کیا ہے۔ 9/11 کے بدقسمت واقعے کے بعد، ایسا لگتا ہے کہ تمام شعبوں نے مسلمانوں کو پس ماندہ کر دیا ہے اور انہیں تقسیم کرنے کے لیے ایک واضح لکیر کھینچ دی ہے" ¹۔

اگرچہ دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی مسلمان ہے، لیکن "Anadolu Agency" کی شائع شدہ ایک نئی تحقیق کے مطابق، اہم سنیما بازاروں میں مسلمانوں کی نمائندگی معمولی طور پر 1.6 فیصد ہے، اور ان کے کردار کو اکثر خطرناک اور توہین آمیز طریقوں سے مسخ کیا جاتا ہے ²۔

جون 2021ء میں یونیورسٹی آف ساؤدرن کیلیفورنیا کے "USC Annenberg Inclusion Initiative" کے چھ محققین نے یورپی فلمی صنعت کا ایک تجزیہ کیا جس میں انہوں نے 2017ء تا 2019ء میں امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں تیار کی جانے والی 200 سب سے زیادہ مقبول فلموں کا جائزہ لے کر ایک رپورٹ بعنوان "لاپتہ اور بدنیت: مقبول عالمی فلموں میں

¹ S. Rezaei, K. Kobari, and A. Salami, "The Portrayal of Islam and Muslims in Western Media: A Critical Discourse Analysis," *Cultura* 16, no. 1 (2020): 53–73, <https://doi.org/10.3726/cul012019.0004>.

² Merve Berker, "Muslim Roles in Western Films: Absent, Distorted, Insulted," *AA (Anadolu Agency: Culture)*, June 11, 2021, <https://www.aa.com.tr/en/culture/muslim-roles-in-western-films-absent-distorted-insulted/2270975>.

مسلمانوں کی حقیقت" (Missing and Maligned: The Reality of Muslims in Popular Global Movies) شائع کی¹۔ اس رپورٹ کے چیدہ چیدہ نکات ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں جو یورپی فلمی صنعت میں پیش کی جانے والی مسلمانوں کی تصویر واضح کریں گے۔

محولہ بالا تحقیقی رپورٹ کے مطابق آسٹریلوی فلموں میں مسلمان کرداروں کو اسکرین ٹائم کا 5.6 فی صد ملا۔ جب کہ امریکہ اور برطانیہ دونوں نے 1.1 فی صد دیا۔ نیوزی لینڈ، جہاں مارچ 2019ء میں 51 مسلمانوں کے ہولناک قتل عام کا سانحہ ہوا تھا، نے تین سال کے عرصے میں تیار کی گئی اپنی کسی بھی فلم میں ایک بھی مسلمان کو شامل نہیں کیا۔ تحقیق میں یہ بھی پتا چلا کہ 200 فلموں میں سے 181 فلموں میں ایک بھی مسلمان کردار متاثر کن (Speaking Character) نہیں دکھایا گیا۔ تناسب کے اعتبار سے 90.5 فی صد کردار خاموش یا منفی تھے۔

ان فلموں میں مسلمان کرداروں کو پیش کرنے کے طریقوں پر بات کرتے ہوئے محققین نے کہا کہ دیگر مذہبی یا نسلی شناختوں کے برعکس مسلمان کردار، یورپ میں "غیر" اور "پراسرار" کے طور پر پیش کیے گئے ہیں اور اہم ترین یہ کہ "مسلمان کردار تشدد سے جڑے ہوئے ہیں" (Muslim characters are linked to violence)۔ رپورٹ میں یہ جائزہ بھی لیا گیا ہے کہ حیرت انگیز طور پر "19 فی صد مسلم پرائمری اور سیکنڈری کردار فلم کے اختتام تک مر گئے اور ان آٹھ کرداروں میں سے پانچ کی موت پر تشدد طریقے سے ہوئی"۔ رپورٹ کے نتائج کے مطابق یورپی فلمیں مسلمانوں کو "غیر ملکی" کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ "41 بنیادی اور ثانوی مسلم کرداروں میں سے، 58.5 فی صد تارکین وطن، مہاجر یا پناہ گزین تھے، 87.8 فی صد انگریزی نہیں بولتے تھے یا انگریزی لہجے میں بات نہیں کرتے تھے اور 75.6 فی صد کردار اپنے عقیدے سے متعلق کپڑے پہنتے تھے"۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ یورپی فلمی صنعت میں "تذلیل کا عطف مسلم کرداروں کی طرف ہی ہوتا ہے" اور اس مقصد کے لیے مسلم کرداروں یا ان کے متعلقین کے بارے میں توہین آمیز الفاظ اور فقرات کا استعمال معمول ہے۔ اس رپورٹ کا لب لباب یہ بنتا ہے کہ مسلمانوں کو زبان کے اعتبار سے نا اہل، ثقافتی طور پر اجنبی، ذہنی طور پر پسماندہ، بد زبان اور دہشت گردوں سے تعلق رکھنے والے کے طور پر پیش کرنا یورپی فلمی صنعت کا مستقل شعار ہے۔

¹ Al-Baab Khan, Katherine Pieper, Stacy L. Smith, Marc Choueiti, Kevin Yao, and Artur Tofan, "Missing and Maligned: The Reality of Muslims in Popular Global Movies" (Los Angeles: USC Annenberg Inclusion Initiative, University of Southern California, June 2021), <https://assets.uscannenberg.org/docs/aai-muslim-rep-global-film-2021-06-09>.

عصر حاضر میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑا چیلنج یہ ہے کہ سنیما، اسلاموفوبیا سے کیسے نمٹتا ہے۔ "مسلمانوں کو خاص طور پر، بنیاد پرستوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ان کی خواتین کو مظلوم و مجبور دکھایا جاتا ہے جیسا کہ یورپی فلمی صنعت میں کالی رنگت والوں کو جرائم پیشہ کے طور پر یا یہودیوں کو لالچی بنا کر پیش کرنے کے دقینوسی تصورات پائے جاتے ہیں" ¹۔ یورپی فلموں میں پایا جانے والا یہ رجحان مشرق اور خاص طور پر مسلمانوں کے خلاف خوف اور جارحیت کو بڑھاتا ہے۔ Sutkute کا کہنا ہے کہ یورپی میڈیا میں پائے جانے والی اس منفی روش کا مشاہدہ کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ امریکی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف چھیڑی جانے والی جنگ نے اسلاموفوبیا کو جنم دیا ہے ²۔ یہ بات کسی حد تک معقول ہے کیونکہ امریکی "war or Terror" (دہشت گردی کے خلاف جنگ) کے بعد ہی میڈیا نے تمام پلیٹ فارمز پر دقینوسی تصورات والے مسلم کرداروں کی بدولت اسلاموفوبیا کو ہوا دی ہے۔ مسلمانوں کو ایسے افراد کے طور پر دکھایا گیا ہے جن کی اخلاقیات اور نظریہ حیات باقی لوگوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ فلموں، ٹی وی شوز، خبروں اور کارٹونوں سمیت یورپی میڈیا میں دقینوسی تصورات بنیادی طور پر لوگوں کے تاثرات کو تشکیل دیتے ہیں اور ان تاثرات کو قائم رکھنے کے لیے ایسے دقینوسی تصورات کی نشر و اشاعت کا تسلسل ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں نذر الحفیظ ندوی رقم طراز ہیں کہ

"میدان جنگ میں ہلاکت خیزی وسیع کرنے اور کاری زخم لگانے کے لیے یورپ نے ایک طرف تو تعلیم کے تیزاب میں مسلمانوں کی خودی کو ڈال کر پگھلا دیا ہے تو دوسری طرف رہی سہی کسر اس نے میڈیا کے ذریعہ پوری کر دی ہے۔ ہماری مراد فلمی صنعت ہے۔۔۔ دن رات بغیر کسی توقف کے کروڑوں ڈالر کے صرفے سے مختلف طریقوں سے ایسی فلمیں بنائی جا رہی ہیں جن میں دین اسلام اور مسلمانوں کو اصل نشانہ بنایا جا رہا ہے" ³۔

اسلاموفوبیا مسلمانوں کے خلاف ایک بے بنیاد نفرت ہے اور معلومات کے بے شمار ذرائع یورپی عوامی تاثرات میں اسلام اور مسلمانوں کی اس منفی تصویر کشی میں حصہ ڈالتے ہیں۔ سابقہ صفحات میں پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کا تذکرہ کیا گیا ہے، لیکن دورِ جدید میں انٹرنیٹ کی وساطت سے معلومات کا تیز ترین ذریعہ سوشل میڈیا کو قرار دیا جاتا ہے۔ ذیل میں اب ہم یورپی سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اسلاموفوبیا کے کردار کا جائزہ لیں گے۔

¹ R. Joseph, "Orientalism," *American Anthropologist* 82, no. 4 (1980): 948–948, <https://doi.org/10.1525/aa.1980.82.4.02a00890>.

² R. Sutkute, "Media, Stereotype and Muslim Representation: World After Jyllands-Posten Muhammad Cartoons Controversy," *EUREKA: Social and Humanities* 6, no. 6 (2019): 59–72, <https://doi.org/10.21303/2504-5571.2019.001054>.

³ نذر الحفیظ ندوی، سیکولر میڈیا کا شرانگیز کردار۔ 2000ء۔ لاہور، عوامی میڈیا واچ کمیٹی۔ ص: 123–124

اسلاموفوبیا کی ترویج میں سوشل میڈیا کا کردار:

معاصر وقتوں سے واقفیت انسانی سرشت میں داخل ہے۔ وہ اس مختلف اسالیب سے پورا کرتا رہا ہے۔ شروع کے وقتوں میں تحریریں پتھروں اور شکار شدہ جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ پھر معاملہ درختوں کی چھال اور چمڑے کا عہد وجود میں آیا۔ زمانہ نے ترقی کی تو کاغذ اور پریس تک معاملہ آن پہنچا۔ جس کے بعد صحافت نے بے مثال ترقی کی، صحافت سے بگڑی ہوئی زبانیں سدھرتی ہیں، جرائم کی نشان دہی اور بیخ کنی ہوتی ہے، دوریاں قربتوں میں ڈھلتی ہیں، اوریوں معاشرتی واقعات و حوادثات تاریخ کی شکل میں مرتب ہوتے ہیں۔

ہمارا عہد سوشل میڈیا کا عہد ہے اور اس کا استعمال عوامی دائرے کے معمولات میں داخل ہے۔ ہر دوسرا شخص اس کا عادی بن گیا ہے جس میں نوجوان، خواتین بچے بڑے سب شامل ہیں۔ ہر دوسری ٹیکنالوجی کی طرح سوشل میڈیا کے مثبت اثرات کے ساتھ ساتھ منفی اثرات بھی ہیں۔ بہت سے لوگ ان لائن تعلیم، ان لائن بزنس، اور بہت سے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ نامور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے کمپنیوں، سوشل میڈیا کے اہمیت کے پیش نظر اپنے اپنے اکاؤنٹس اور پیجیز بنائے ہیں۔ اکیسویں صدی کو میڈیا کی صدی کہا جاتا ہے، تمدنی ترقی کے حامل اس عہد کو میڈیا کی زبانی ابلاغ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا دور کے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے سوشل میڈیا کے میدان میں پہنچ چکا ہے۔ آج کا انسان سوشل میڈیا کا فکری غلام چکا ہے۔

اسلام مخالف عناصر سوشل میڈیا کو اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں میڈیا میں محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے گستاخانہ خاکے بناتے ہیں اسلامی احکامات کا استہزاء کرتے ہیں اور اسلام جیسے پر امن دین کو دہشت والادین پیش کرتے ہیں۔

سوشل میڈیا کا معنی:

یہ دو لفظ سوشل اور میڈیا سے مل کر بنا ہے۔ سوشل لاطینی سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی مل جل کر رہنا ہیں۔ اس طرح سوشل کا مطلب ہے گروہ بند، معاشرتی یا معاشرہ ہے۔ میڈیا زبان کا لفظ میڈیس سے ماخوذ ہے اور میڈیم کی جمع ہے جس کے معنی رابطے کے ہیں۔ سوشل میڈیا کا عنوان عموماً انٹرنیٹ بلاگز، سماجی روابط کی ویب گاہیں، موبائل، ایس ایم ایس اور دیگر ڈیجیٹل آلات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن کے ذریعے سے سماجی روابط کو فروغ دیا جاتا ہے۔ کیمرج ڈکشنری کے مطابق:

"Social media is a form of media that allow people to communicate and share information using the internet or mobile phones: Blogs, podcasts and forms of social media are creating new opportunities for entrepreneurs to reach the public."¹

سوشل میڈیا پر اسلاموفوبیا کے چیلنجز:

یورپی میڈیا میں اسلاموفوبیا مسلمانوں کو وحشی ثابت کرنے کے لیے اور یورپی تہذیب کو ان کا مسیحا ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ یہ یورپ کے اقتصادی، سیاسی و جغرافیائی عزائم کو چھپانے کا ایک بہانہ ہے، بش نے "اسلامی دشمن کا خوف پیدا کر عیسائی بنیاد پرستی کی حمایت کی جو کہ گویا صلیبی جنگ کا ہی ایک حصہ ہے، سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کو صلیبی لڑائیوں اور سامراجی غلبہ کے دوران جس طرح مطعون کیا جاتا تھا اس عمل کو دہرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر نوید غنی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"August 2021, a Facebook ad campaign criticizing Ilhan Omar and Rashida Tlaib, the United States first Muslim congresswomen, came under intense scrutiny. Critics charged that the ads linked the congresswomen with terrorism, and some faith leaders condemned the campaign as "Islamophobic" that is, spreading fear of Islam and hatred against Muslims. This was hardly the first time the pair faced Islamophobic or racist abuse, especially on the internet. As a communications professor who studies the politics of race and identity online, I have seen that Omar is often a target of white nationalist attacks on Twitter. But online attacks on Muslims are not limited to politicians. Twenty years after the 9/11 attacks, stereotypes that associate Muslims with terrorism go far beyond depictions in newspapers and television. Recent research raises the alarm about rampant

¹"Social Media," *Cambridge Dictionary*, accessed November 5, 2023, <https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/social-media>.

Islamophobia in digital spaces, particularly far-right groups use of disinformation and other manipulation tactics to vilify Muslims and their faith".¹

اگست 2021ء، امریکہ کی پہلی مسلم کانگریس ویمن الہان عمر اور راشدہ طلیب پر تنقید کرنے والی فیس بک کی ایک اشتہاری مہم شدید جانچ کی زد میں آئی۔ ناقدین نے الزام لگایا کہ اشتہارات نے کانگریس کی خواتین کو دہشت گردی سے جوڑ دیا، اور کچھ مذہبی رہنماؤں نے اس مہم کی مذمت کرتے ہوئے اسے "اسلاموفوبک" قرار دیا۔ یعنی اسلام کا خوف، اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلا نا وغیرہ۔

یہ شاید پہلا موقع تھا جب جوڑے کو اسلاموفوبک یا نسل پرستانہ بدسلوکی کا سامنا کرنا پڑا، خاص طور پر انٹرنیٹ پر۔ آن لائن نسل اور شناخت کی سیاست کا مطالعہ کرنے والے کمیونیکیشن پروفیسر کے طور پر، میں نے دیکھا ہے کہ عمر اکثر ٹوئٹر پر سفید فام قوم پرستوں کے حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر آن لائن حملے صرف سیاستدانوں تک محدود نہیں ہیں۔ 9/11 کے حملوں کے میں سال بعد، دقینوسی تصورات جو مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑتے ہیں، اخبارات اور ٹیلی ویژن میں دکھائے جانے سے کہیں آگے ہیں۔ حالیہ تحقیق نے ڈیجیٹل جگہوں پر اسلاموفوبیا کے بارے میں خطرے کی گھنٹی بڑھادی ہے، خاص طور پر انتہائی دائیں بازو کے گروہوں کی جانب سے غلط معلومات کے استعمال اور مسلمانوں اور ان کے عقیدے کو بدنام کرنے کے لیے جوڑ توڑ کے دیگر حربے بھی ہیں۔

"اسلاموفوبیا کی بحث کے ضمن میں ڈاکٹر محمد سہراب لکھتے ہیں:

سوئٹزرلینڈ کے باشندوں نے مسجد کے میناروں کے خلاف ووٹ دیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف ووٹ دیا، یہ اس اشتغال پھیلانے والے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے، اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی علامات اور ان کے ثقافتی مظاہر ہی بیداری کی بنیاد بن گئے ہیں، سوئٹزرلینڈ میں میناروں پر یا یورپ میں مسلمانوں کے وجود کے خلاف ایک قومی رد عمل ہے۔

ڈاکٹر بٹرام (Betram) سوشل میڈیا اور اسلاموفوبیا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"Social media has come under increasing criticism for its potentially manipulative and divisive role in society. This is partly a response to growing recognition of its importance. Islam phobic hate speech is an undeniably harmful and divisive behavior. However some suggest that in monitoring and countering it, there is also a risk of creating new ethical and social problems, such as restricting freedom of

¹ Journal of Business and Social Science Review, vol. 2, no. 1 (January 2021): 126–137. Hofstra University, Hempstead, New York, United States of America. ISSN 2690–0866. Accessed November 21, 2023.

expression or invading users' privacy. This is through the perception that machine learning tools to identify Islam phobic tweets are invasive."¹

ڈاکٹر محمد سہراب مزید لکھتے ہیں:

یورپی میڈیا میں اسلاموفوبیا مسلمانوں کو وحشی ثابت کرنے کے لیے اور یورپی تہذیب کو ان کا مسیحا ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ یہ یورپی کے اقتصادی، سیاسی و جغرافیائی عزائم کو چھپانے کا ایک بہانہ ہے، بش نے "اسلام دشمن" کا خوف پھیلا کر عیسائی بنیاد پرستی کی حمایت کی یہ گویا صلیبی جنگ کا ہی ایک حصہ ہے، سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کو صلیبی لڑائیوں اور سامراجی غلبہ کے دوران جس طرح مطعون کیا جاتا تھا اس عمل کو دوہرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔²

فیک نیوز اور مسلمانوں کے خلاف میڈیا کمپینز:

یورپی ذرائع ابلاغ اور بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے یورپی اہل فکر نے مسلمانوں کے خلاف جھوٹ اور افتراء سے مزین بے بنیاد پروپیگنڈہ اور مسلمانوں کا تعارف ایک ایسی قوم کے طور پر کرنا شروع کر دیا ہے کہ گویا ان کا کام ہی انتہاء پسندی اور دہشت گردی کرنا ہے۔ اس منفی پروپیگنڈے کے زیر اثر کچھ ناعاقبت اندیش مسلمان بھی ان کے حامی ہو گئے ہیں حالانکہ ان کے اپنے اہل فکر و نظر ثابت کر چکے ہیں کہ اس پورے واقعے میں خود امریکہ ملوث رہا ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ جاری ہے۔ دین اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اعتدال پسندی کی تعلیم دی ہے۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ جن کے یہاں انسانی اقدار نام کی شے ہی ناپید ہے انہوں نے ہمیشہ تشدد اور انسانی نسل کشی کو اپنا وطیرہ بنایا۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت و دہشت کا ماحول پیدا کرنا یورپ کی پالیسی کا اہم جزء ہے۔ ۱۱/۹ کا واقعہ اس اسلام فوبیا مہم کا نقطہ آغاز سمجھا جاسکتا ہے، خود اس میں اب تک کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسے مسلمانوں نے انجام دیا، یورپ اپنے اس مقصد کی خاطر مسلمانوں سے اس واقعہ کو جوڑ کر انہیں بدنام کر رہا ہے۔³

¹ Bertram Vidgen Wolfson, "Tweeting Islamophobia: Islamophobic Hate Speech Amongst Followers of UK Political Parties on Twitter" (Oxford: University of Oxford, January 2019), 316.

² Aqlīyatōn ke Huqūq aūr Islamphobia, 464

³ Māhnāma Al-Haq, Jāmīa Akoḡa Khatak, Peshawar, January, 2008.

گزشتہ کئی برسوں سے یورپی ممالک اور امریکہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کھلی جنگ میں محو نظر آ رہا ہے حکومتی اور انفرادی سطح پر مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے منصوبے سوشل میڈیا پر ویپیگنڈے کیے جا رہے ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے عالم اسلام کی سر زمین بھی بیدردی کے ساتھ پامال کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا و سوشل میڈیا کے ذریعے بھی اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ مہم زوروں پر ہے۔ یورپ میں مسلمانوں کو آئے روز دہشت گرد، انتہا پسند اور تخریب کار کے طور پر بدنام کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ اسلام فوبیا میں مختلف ممالک کی پارلیمنٹس بھی شریک ہو رہی ہیں مثلاً سوئٹزر لینڈ کی پارلیمنٹ نے مساجد کے میناروں پر پابندی عائد کر دی ہے۔ فرانس، آسٹریلیا اور دیگر یورپی ممالک نے بھی نقاب اور برقعے پر پابندی کی قراردادیں بھاری اکثریت کے ساتھ پارلیمنٹس سے پاس کرادی ہیں۔ دنیائے کفر اور ابنائے یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور شعائر اسلام سے ان کا بغض، عناد کسی باخبر انسان اور دین دار مسلمان سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ"¹

"اور ہر گز راضی نہ ہونگے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جب تو تابع نہ ہو ان کے دین کا۔"

یہود و نصریٰ اور صیہونی عناصر نے اسلام کے خلاف سوشل میڈیا پر ویپیگنڈا کے زور پر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، سوشل میڈیا اور پروپیگنڈا کے زور پر مسلمانوں کو احساس جرم اور احساس کمتری میں مبتلا کر کے اسلامی تعلیمات سے دور اور متنفر کرنا اور دوسرے اہل یورپ کو اسلام اور مسلمانوں سے دیوانگی اور جنون کی حد تک متنفر کرنا، تاکہ شریعت مطہرہ کے مطالعے کی جانب متوجہ نہ ہو سکیں ورنہ یقینی طور پر اس سے متاثر ہونگے۔

اسلاموفوبیا پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے، اس عصری اسباب جیسا کہ میں تحریر کیا ہے کہ مسلسل پروپیگنڈہ اور اسلام مخالف پے درپے تحریکیں ہیں، خاص کر یہودیوں نے جن کے قبضہ میں میڈیا کی طاقت ہے، ایک حالیہ سروے کے مطابق صرف فچھ بڑی یہودی کمپنیوں نے ۹۶ فی صد امریکہ میڈیا کو اپنے چنگل میں لے لیا ہے اور انہیں کے ذریعہ صیہونی پالیسی کی ترویج، مسلمانوں کے خلاف عالمی پروپیگنڈہ اور امریکی یورپی باشندوں کی ایک خاص فکر و نظریہ کے تحت ذہن سازی کی جا رہی ہے، امریکہ کی سب سے بڑی میڈیا کمپنی والٹ ڈزنی کا چیرمین یہودی ہے، یہ کمپنی ہزاروں چینل اور اخبارات نکالتی ہے، امریکہ کی دوسری سب سے بڑی کمپنی جس کے تحت ہزاروں چینل امریکہ و یورپ میں قائم ہیں، ٹائم وارنر ہے، اس کا چیرمین ڈینی گولڈ یہودی ہے، دیا کام تیسری بڑی کمپنی ہے، اس کا مالک بھی یہودی ہے، امریکہ کے سب سے زیادہ کثیر الاشاعت اخبار نیو

یاریک ٹائمز "وال اسٹریٹ جنرل" اور واشنگٹن پوسٹ "بھی یہودیوں کے اخبارات ہیں، جو امریکی سیاست پر پوری طرح اثر انداز ہوتے ہیں، بلکہ عالمی سیاست میں بھی زبردست رول ادا کرتے ہیں۔"¹

سوشل میڈیا کا الگورتھم تعصب:

سوشل میڈیا کے اندرونی سسٹم کا یہ تعصب محسوس کیا گیا ہے کہ یہ پلیٹ فارمز اور کمپنیاں ایسے مواد کو منصوبے کے تحت ازل کرتے ہیں اور اپنے معاشرے میں موجود مسلمانوں کو ٹارگٹ اور ایذا دیتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز، فیس بک، اسپیس ایکس (ٹویٹر)، انسٹاگرام، یوٹیوب، وغیرہ اسلاموفوبیا میں ملوث رہے ہیں، اجتماعی طور پر اس کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے۔ سوشل میڈیا کو عالمی امن قائم کرنے کے لیے مذہبی ہم آہنگی کے لیے استعمال کرنی چاہیے۔ اسلام کی غلط تشریح نہیں کرنی چاہیے، اس میں حکومتیں اور سوشل میڈیا کمپنیز اپنا کردار ادا کرے۔ سوشل میڈیا کا استعمال ہمیں مختلف سماجی گروہوں کو جوڑنے اور مختلف مذہبی اور ثقافتی تفصیلات کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، لیکن یہ دقیانوسی تصورات اور اسلاموفوبیا کو فروغ دینے والی جعلی خبروں جیسے مسائل بھی پیدا کرتا ہے۔ ہم اسلاموفوبیا کا مقابلہ تعلیم، آگاہی اور سماجی تبادلے کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ اخبارات اور میڈیا گروپس کو بھی سنگین مذہبی چیلنجز کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے اور اس مسئلے کو صحیح روشنی میں پیش کرنا چاہیے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے اختلافات ہمیں مضبوط بناتے ہیں اور ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور محبت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ ہمیشہ کی طرح، اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کا تقاضا ہے کہ ہم ایک بہتر، زیادہ متحد سماجی حقیقت کی طرف بڑھ سکیں۔

انٹرنیٹ کی آمد سے جس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں وسعت اور سرعت پذیری آئی ہے اسی طرح معلومات کے ذرائع میں بھی انٹرنیٹ کی مدد سے انقلابی تبدیلی اور جدت کا ظہور ہوا ہے۔ سوشل میڈیا کو بنیادی طور پر ذاتی معلومات کے ابلاغ، سیاسی بحثوں اور آزادی اظہار کے لیے متعارف کرایا گیا تھا²۔ چونکہ اس کے صارفین بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے سے مربوط ہیں اس لیے ذرائع ابلاغ کی یہ نئی شکل عوامی حلقوں کے ناظرین و سامعین کے دائرے کو غیر معمولی وسعت دے چکی ہے۔ سوشل میڈیا، ذرائع ابلاغ کی ایک ایسی صورت مہیا کرتا ہے جو اپنے صارفین کو کسی بھی قسم کا مواد اپ لوڈ، ڈاؤن لوڈ، تصاویر یا ویڈیوز شیئر کرنے یا پھر ٹیک کر کے ان پوسٹس، پیغامات یا مواد کو پسند یا ناپسند کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

¹ Aqīyātōn ke Huqōq aūr Islamphobia, 553.

² J. M. McLeod, "Media and Civic Socialization," *Journal of Adolescent Health* 27 (2000): 45–51.

دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سوشل میڈیا ذاتی میڈیا ہے اور اس کا ہر رکن خود اس ذاتی ذریعہ ابلاغ میں ایڈیٹریا پر پور ٹر ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر، میڈیا کی دیگر اقسام کے باوجود، سوشل میڈیا نیٹ ورکس اپنے وسیع حلقہ اثر کی وجہ سے پوری دنیا میں سب سے زیادہ بحث کا موضوع بنتے ہیں۔ گو کہ سوشل میڈیا پر موجود مختلف ذہنوں کے لوگ سماجی، سیاسی، معاشی اور مذہبی مسائل کے متعلق صارفین میں بیداری بھی پیدا کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا نیٹ ورکس پر دستیاب غیر مستند مواد اور غیر معتبر معلومات، معاشرے میں کچھ نئے مسائل کا باعث بھی بنتی ہیں۔ دنیا بھر میں انٹرنیٹ صارفین اور شہریوں میں اسلام مخالف جذبات پھیلانے کے لیے مختلف تنظیمیں، افراد اور سوشل میڈیا ایکٹیویسٹ اس ذریعہ کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ یورپی ممالک میں سوشل میڈیا نیٹ ورکس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مواد کا پھیلاؤ، سماجی امن اور ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے کا ایک بڑا عنصر بن گیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے جن ذرائع کو سوشل میڈیا کے زمرہ میں شامل کیا جاتا ہے ان میں سوشل نیٹ ورکنگ (social networking)، مائیکرو بلاگنگ (microblogging)، فورمز (forums)، سوشل بک مارکنگ (social bookmarking)، ویکی (wikis) اور سوشل کیوریشن (social curation) کے لیے وقف ویب سائٹس (Websites) اور ایپس (apps) سوشل میڈیا کی چند مثالیں ہیں۔ سوشل میڈیا کے وسیع دائرہ کار میں فیس بک (Facebook)، وٹس ایپ (WhatsApp)، ٹویٹر (Twitter)، یوٹیوب (Youtube)، انسٹاگرام (Instagram) وغیرہ اور بیسیوں ایسی ایپلیکیشنز ہیں جنہوں نے ابلاغ کی ترسیل کو غیر معمولی رفتار اور وسعت دے رکھی ہے۔ نائن الیون کے بعد اسلام مخالف سرگرمیاں مزید پرکشش ہو گئی ہیں۔ اہل یورپ نے دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ کر نہ صرف پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بلکہ مذکورہ بالا آن لائن سوشل میڈیا نیٹ ورکس کے ذریعے بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے رد عمل کو عام لوگوں تک پہنچانا شروع کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا نیٹ ورکس کے ساتھ ساتھ ویب پورٹلز کی رپورٹس اسلاموفوبیا کی ترقی کی عکاسی کرتی ہیں اور اسلام کو یورپی ثقافت کے لیے عالمی خطرہ تصور کرتی ہیں۔

سوشل میڈیا پر پھیلانے گئی معلومات کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ آن لائن اسلاموفوبیا بڑی حد تک آف لائن اسلام مخالف گفتگو کو بڑھاتا ہے، جس میں ایسے بیانیے شامل ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو متشدد، پسماندہ اور یورپی معاشرتی اقدار کے مخالف قرار دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم سوشل میڈیا کے معروف ذرائع فیس بک اور ٹویٹر کے حوالہ سے شائع شدہ چند رپورٹس کو شامل تحقیق کیا جا رہا ہے۔

● فیس بک (Facebook)

فیس بک ایک آن لائن سوشل میڈیا اور سوشل نیٹ ورکنگ سروس ہے جو ایک امریکی کمپنی "Meta Platforms" کی ملکیت ہے۔ اس سروس کو 2004ء میں قائم کیا گیا اور اس کی رکنیت ابتدائی طور پر ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University) کے طلباء تک محدود تھی۔ یہ آہستہ آہستہ شمالی امریکہ کی دیگر یونیورسٹیوں تک پھیلتی گئی اور 2006ء سے ہر فرد کی دسترس میں آئی۔ جولائی 2022ء تک، فیس بک نے 2.93 بلین ماہانہ فعال صارفین کا دعویٰ کیا¹ اور جولائی 2022ء تک یہ سب سے زیادہ دیکھی جانے والی ویب سائٹس میں دنیا بھر میں تیسرے نمبر پر ہے²۔ یہ 2010ء کی سب سے زیادہ ڈاؤن لوڈ کی جانے والی موبائل ایپ تھی³۔

فیس بک ایک ایسا فورم مہیا کرتا ہے جو انٹرنیٹ گروپوں اور افراد کے خیالات اور آراء کو بلا تاخیر آگے پہنچاتا ہے اور یوں نفرت انگیز تقریر و تحریر کو پھیلنے کے لیے زرخیز زمین دستیاب ہوتی ہے۔ فیس بک کو اس لحاظ سے کافی تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا ہے کہ وہ صارفین کو غیر قانونی یا توہین آمیز مواد شائع کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ فیس بک پر نفرت انگیز تقریر، عصمت دری کی ترغیب اور دہشت گردی، جعلی خبریں، اور جرائم، قتل، اور پر تشدد واقعات کی لائیو سٹریمنگ کرنا ایک آسان کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سری لنکا نے مسلم مخالف فسادات کے بعد مئی 2019ء میں فیس بک اور واٹس ایپ دونوں پر پابندی عائد کر دی تھی جو کہ سری لنکا میں امن برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا⁴۔ فیس بک پر اسلاموفوبیا پھیلانے والے کئی پیجز، گروپس اور رومز کام کر رہے ہیں جن کی بدولت مغربی معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ہتک آمیز اور اہانت آمیز پوسٹس کے ذریعے اسلاموفوبیا کو ہوا دی جا رہی ہے۔ راقم نے کئی ایسے گروپس ملاحظہ کیے ہیں جن پر اسلام اور مسلمانوں کی توہین اور ان کے نظریات کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ اس تحقیق میں نہ صرف ایک ریاست بلکہ متعدد یورپی ممالک سے اسلام مخالف

¹ Ozzie Mejia, "Facebook Had 2.93 Billion Monthly Active Users (MAUs) in Q2 2022," *Shacknews*, July 27, 2022, <https://www.shacknews.com/article/131576/facebook-had-293-billion-monthly-active-users-maus-in-q2-2022>.

² "Top Websites Ranking for All Categories in the World," *Similarweb*, accessed January 24, 2023, <https://www.similarweb.com/top-websites/>.

³ Chance Miller, "These Were the Most-Downloaded Apps and Games of the Decade," *9to5Mac*, December 17, 2019, <https://9to5mac.com/2019/12/16/apps-and-games-of-the-decade/>.

⁴ "Sri Lanka Blocks Social Media After Worst Anti-Muslim Violence Since Easter Sunday Attacks," *The National*, May 13, 2019, <https://www.thenationalnews.com/world/asia/sri-lanka-blocks-social-media-after-worst-anti-muslim-violence-since-easter-sunday-attacks-1.860859>.

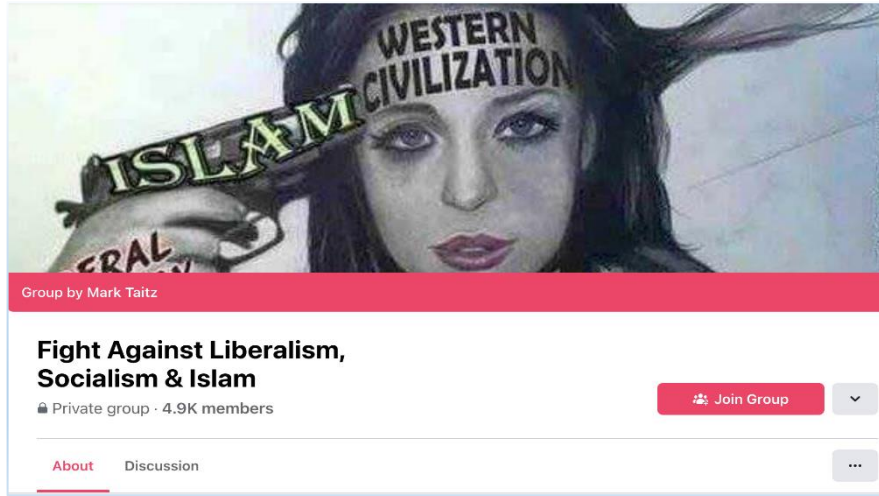
انگریزی زبان کے فیس بک پیجز کو تجزیہ کے لیے منتخب کیا گیا۔ منتخب کردہ صفحات کی اکثریت کا انتظام جرمنی، ڈنمارک، فرانس اور چند دیگر یورپی ممالک سے کیا گیا ہے۔ دیگر یورپی ممالک میں سوشل میڈیا ایپلی کیشنز پر اسلام کے خلاف بہت سا مواد اپ لوڈ کیا جاتا ہے۔ قابل رسائی مواد کا مطالعہ کرنے اور سوشل میڈیا پر یورپی دنیا میں اسلام، اسلاموفوبیا کی کوریج کے حوالے سے فیس بک پر دلچسپ مسائل کا جائزہ لینے کے لیے متفرق صفحات کا انتخاب کیا گیا اور فیس بک کے صفحات کی ایک معمولی فہرست کے ذریعے ان صفحات کو منتخب کرنے کے لیے ایک معیار تیار کیا گیا جو غیر معمولی ہیں، یعنی انتہائی متحرک، معروف اور فالوورز اور ناظرین کی بڑی تعداد ان پیجز کو پسند کرتی ہے۔ بہت سی انجمنیں، علمی مراکز اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ان پیجز کو فالو کرتے ہیں اور اسلام، اسلاموفوبیا اور مسلمانوں سے متعلق پوسٹس پر رد عمل بھی دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک فیس بک گروپ "Fight Against Liberalism, Socialism & Islam" (لبرلزم، سوشلزم اور اسلام کے خلاف لڑائی) کو بطور نمونہ منتخب کیا گیا ہے جس کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

فیس بک گروپ "Fight Against Liberalism, Socialism & Islam" (لبرلزم، سوشلزم اور اسلام کے خلاف لڑائی) کے متعلق بین الاقوامی آن لائن اخبار Vice News میں 28 اپریل 2022ء کو ایک رپورٹ شائع کی گئی جس میں گروپ کے طریقہ کار اور آن لائن نشر کی جانے والی بے بنیاد معلومات کا ڈیٹا فراہم کیا گیا۔ اس رپورٹ کے مطابق، فیس بک گروپ "Fight Against Liberalism, Socialism & Islam" (لبرلزم، سوشلزم اور اسلام کے خلاف لڑائی) کے تقریباً 5,000 اراکین ہیں۔ یہ ایک پرائیویٹ گروپ ہے، اس لیے وہاں جو کچھ بھی پوسٹ کیا جاتا ہے وہ صرف اس کے اراکین کو نظر آتا ہے¹۔ یہ گروپ، جسے جنوبی افریقہ کا ایک وکیل مارک ٹیٹز (Mark Taitz) چلاتا ہے، دعویٰ کرتا ہے کہ ترجمہ: "اعتدال پسند اسلام کا کوئی وجود نہیں ہے اور بہت سے لوگ اس بات کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں"²۔ گروپ کے تعارف میں ہی اس امر کا اعادہ کیا گیا ہے کہ اسلام بنیادی طور پر متشدد نظریہ ہے اور جو اس کو معتدل سمجھتے ہیں وہ ایک حقیقت سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ اسی نعرہ کے ساتھ یہ گروپ، فیس بک صارفین کو اپنے فالوورز میں شامل ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور گروپ میں شمولیت کے لیے اس کا دعوتی پیغام کچھ اس طرح کا ہے کہ

¹ David Gilbert, "There Are Dozens of Facebook Groups Intentionally Spreading Islamophobia. Meta Refuses to Act," Vice News, April 28, 2022, <https://www.vice.com/en/article/wxd3k5/meta-facebook-islamophobia-groups-spread>.

ترجمہ: "اسلام کے متعلق جاننے کے لیے اور ان مظالم کے بارے میں جاننے کے لیے جو یہ (اسلام) "خدا" کے نام پر کر رہا ہے، ہمارے گروپ میں شامل ہوں" ¹۔

اس گروپ نے اپنی شناخت کے لیے جو تصویر منتخب کر رکھی ہے اس میں "یورپ تہذیب" کو ایک سفید فام عورت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے جس نے اپنی کنپٹی پر ایک پستول تان رکھا ہے جس پر "اسلام" لکھا ہوا ہے اور کنپٹی کے دوسری طرف سے اڑتے ہوئے بال اس بات کی نشان دہی کر رہے ہیں کہ پستول سے گولی نکل چکی ہے۔ اس تصویر کا لب لباب یہ ہے کہ مغربی تہذیب نے اسلام کو قبول کر کے خود کشی کر لی ہے اور اب مغربی تہذیب کے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں ہے۔



(تصویر ہذا، مذکورہ بالا فیس گروپ کے آفیشل پیج سے حاصل کی گئی ہے)

اس قسم کے فیس بک گروپس کی مسلم مخالف سرگرمیاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور خوف کا اہم مظہر ہیں۔ "Centre for Countering Digital Hate" (CCDH) کی اس رپورٹ کے مطابق امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، اور برطانیہ سے چلائے جانے والے درجنوں فیس بک گروپوں میں سے یہ صرف ایک ہے، جن سب کا واضح مقصد مسلم مخالف نفرت انگیز مواد پھیلا نا ہے۔

محولہ بالا رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گروپ کے محققین کو 23 فیس بک پیجز یا گروپس ملے جو کہ جزوی طور پر یا مکمل طور پر مسلم مخالف نفرت کے لیے، اپنے ناموں، Descriptions اور مواد کی بنیاد پر وقف کیے گئے تھے۔ ان گروپوں کی فالو کرنے والے افراد کی مشترکہ تعداد 320,000 سے زیادہ تھی۔ فیس بک پلیٹ فارم کے اپنے رپورٹنگ سسٹم کے ذریعے فیس بک کو رپورٹ کیے جانے کے باوجود ان میں سے کسی بھی گروپ کو Remove نہیں کیا گیا ہے۔ "Centre for Countering

”Digital Hate (CCDH) کے محققین نے یہ بھی انکشاف کیا کہ فیس بک، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، ٹویٹر اور یوٹیوب، 89 فیصد پوسٹس کو ہٹانے میں ناکام رہے جن میں مسلم مخالف نفرت اور اسلاموفوبیا پر مبنی مواد کے متعلق باقاعدہ اطلاع دی گئی تھی¹۔ تمام پلیٹ فارمز پر، محققین نے ایسی 530 پوسٹس کی نشاندہی کی اور ان کی رپورٹ کی جن میں متعصبانہ اور غیر انسانی مواد تھا جو نسل پرستانہ خاکوں، سازشوں اور جھوٹے دعوؤں کے ذریعے مسلمان لوگوں کو نشانہ بنانے کے لیے اپ لوڈ کیا گیا تھا۔ مجموعی طور پر ان پوسٹس کو کم از کم 25 ملین بار دیکھا گیا تھا۔ محققین کا کہنا تھا کہ ایسا بھی نہیں ہے کہ اس مواد کی شناخت مشکل تھی، انسٹاگرام، ٹک ٹاک اور ٹویٹر پر، صارفین کو #deathtoislam، #islamiscancer، اور #raghead جیسے ہیش ٹیگز کا استعمال کرتے ہوئے اس نفرت انگیز مواد کو پھیلانے کی اجازت دی گئی تھی۔ ”Centre for Countering Digital Hate” کے محققین کا موقف تھا کہ ان ہیش ٹیگز کا استعمال کرتے ہوئے مواد کے پھیلاؤ کو کم از کم 1.3 ملین مزید ناظرین میسر آئے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر اسلاموفوبیا پر مبنی مواد کی بے لگام تشہیر اور بار بار ایسے مواد کی نشان دہی کے باوجود ایسے پلیٹ فارمز اسلاموفوبیائی مواد ہٹانے میں تقریباً ناکام نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محولہ بالا رپورٹ میں جو رقم کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”یہ گروپس اسلاموفوبیا سے نمٹنے میں ناکام پلیٹ فارمز کے وسیع تر مسئلے کا صرف ایک پہلو ہیں، جو نہ صرف فیس بک بلکہ تمام بڑے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر موجود ہے“²۔

جہالت اور میڈیا کے تعصب کی وجہ سے یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں اور دقیانوسی تصورات پائے جاتے ہیں اور اس نے عوام میں اسلاموفوبیا کو فروغ دیا ہے جس کی وجہ سے چند دہائیوں میں اسلام امریکہ اور تمام یورپی ممالک میں اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ میں تیزی آئی ہے۔ فیس بک کے ان پیجز اور گروپس کی جانچ پڑتال کے بعد تحقیق ہذا کے ذریعہ اس بات کی نشاندہی کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو مغربی ثقافت، مذہب، شناخت، معیشت، سلامتی اور عوامی تحفظ کے لیے خطرہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ فیس بک پر نفرت انگیز مواد نہ صرف ایک مسلم کمیونٹی پر حملہ ہے بلکہ پورے اسلام پر حملہ متصور کیا جاتا ہے۔ فیس بک کے بعد اب ہم سوشل میڈیا کے دوسرے بڑے ذریعہ، ٹویٹر پر پھیلانے جانے والے اسلاموفوبک مواد کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

¹ Adam Smith, "Facebook and Twitter Failed to Remove Nearly 90% of Islamophobic Posts Flagged to Them - Report," *The Independent*, April 28, 2022, <https://www.independent.co.uk/tech/facebook-twitter-islamophobia-muslim-posts-b2066833.html>.

² David Gilbert, "There Are Dozens of Facebook Groups Intentionally Spreading Islamophobia. Meta Refuses to Act," *Vice News*, April 28, 2022, <https://www.vice.com/en/article/wxd3k5/meta-facebook-islamophobia-groups-spread>.

● ٹویٹر (Twitter)

ٹویٹر (Twitter) ایک آن لائن سوشل میڈیا اور سوشل نیٹ ورکنگ سروس ہے جو امریکی کمپنی ٹویٹر، انکارپوریٹڈ کی ملکیت ہے، جس پر صارفین عوامی یا نجی طور پر پیغامات، تصاویر اور ویڈیوز بھیجتے اور جواب دیتے ہیں جنہیں "ٹویٹس" کہا جاتا ہے۔ رجسٹرڈ صارفین ٹویٹ کر سکتے ہیں، جیسے "ReTweet"، "Tweets" اور ڈائریکٹ میسج (DM)، جبکہ غیر رجسٹرڈ صارفین صرف عوامی ٹویٹس دیکھنے کی سہولت رکھتے ہیں۔ ٹویٹر بنیادی طور پر ایک عوامی پلیٹ فارم ہے جو کوئی تحریر تخلیق کرنے اور دوسرے صارفین کو براہ راست جواب دینے کی اجازت دیتا ہے۔

یورپی ممالک میں ٹویٹر بھی اسلاموفوبیا کا ایک اہم مظہر ہے جس پر آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے نفرت انگیز مواد کی ترسیل کی جاتی ہے۔ آن لائن اسلاموفوبیا کی بہت سی مثالیں ٹویٹر پر دیکھی جاسکتی ہیں مثال کے طور پر، 2015ء میں ایک ٹرینڈنگ ہیش ٹیگ #KillAllMuslims چلایا گیا جو یورپ میں رہنے والے اہل اسلام کے لیے بہت پریشان کن تھا¹۔ مسلم مخالف ہیش ٹیگز کی تخلیق کا تعلق مخصوص واقعات سے ہوتا ہے جو معاشرے میں اسلاموفوبک حملوں کو متحرک کرتے ہیں، مثال کے طور پر، بہت سے لوگوں نے پیرس میں 2015ء میں ہونے والے حملوں کے لیے مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرانے کے لیے ٹویٹر کا استعمال کیا²۔ "Giulia Evolvi" کے مطابق "بعض اوقات اسلام مخالف عناصر یہ طریقہ استعمال کرتے ہیں کہ پہلے کسی خود ساختہ مسلمان کی طرف سے کوئی تنازعہ جملہ لکھ کر ٹویٹ کی جاتی ہے اور بعد ازاں اسی لکھے ہوئے متن کو دوبارہ ٹویٹ کیا جاتا ہے، لیکن اب کی بار پیغامات میں کسی مخصوص فرد کو براہ راست نیچا دکھانے کے بجائے وسیع پیمانے پر اسلام مخالف بیانات دینے کا رجحان شروع کر دیا جاتا ہے۔ یہ ٹویٹس کسی مسلمان فرد یا گروہ کی رائے پر تنقید نہیں کرتے بلکہ مجموعی طور پر اسلام کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہیں"³۔ اسلاموفوبک ٹویٹس میں کچھ منفرد خصوصیات ہوتی ہیں، مثلاً وہ عالمی نیٹ ورکس کو فروغ دیتی ہیں، نام نہاد "ٹرولز" اور "بوٹس" کے ذریعے لکھے گئے پیغامات پر مشتمل ہوتی ہیں اور اس طرح "جعلی خبروں" کو پھیلانے میں حصہ ڈالتی ہیں۔

¹ Tell Mama, "The Brexit Result Had a Lasting Impact on Race and Religious Hate Crimes," accessed September 2, 2018, <https://tellmamauk.org/the-brexit-result-had-a-lasting-impact-on-race-and-religious-hate-crimes/>.

² Walid Magdy, Kareem Darwish, and Norah Abokhodair, "Quantifying Public Response Towards Islam on Twitter After Paris Attacks," *arXiv*, arXiv:1512.04570 (2015).

³ Giulia Evolvi, "Hate in a Tweet: Exploring Internet-Based Islamophobic Discourses," *Religions* 9, no. 10 (2018): 307, <https://doi.org/10.3390/rel9100307>.

بہت سے صارفین اسلام مخالف ٹویٹس کی ایک سیریز بھیج کر ٹرونگ رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ ٹویٹس اکثر تضحیک آمیز ہوتے ہیں، اور ایسا لگتا ہے کہ یہ صرف گالی گلوچ پھیلانے کے لیے لکھی گئی ہیں جس سے مسلمان صارفین کو پریشان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ٹویٹر پر بہت سے ایسے ٹویٹس دیکھے جاتے ہیں جو ایک ایسے اکاؤنٹ سے بھیجے جاتے ہیں جس میں نہ تو کوئی ذاتی نام ظاہر ہوتا ہے، نہ تصویر اور نہ ہی صارف کے بارے میں کوئی معلومات نظر آتی ہیں لیکن صرف اسلام مخالف ہیش ٹیگز لکھ کے ٹویٹ ارسال کر دی جاتی ہیں جو اسلاموفوبیا کا بھرپور اظہار کر رہی ہوتی ہیں۔ اسلاموفوبک بیانیہ کو برقرار رکھنے والے ٹرولز اور بوٹس کی موجودگی سوشل نیٹ ورکس کی ایک خصوصیت ہے جو اسلام مخالف گفتگو کو زندہ رکھنا چاہتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اہل مغرب کو اسلام سے خائف رکھا جاسکے۔ بہت سے ٹویٹس مسلمانوں کے بارے میں جعلی خبروں کا ارتکاب کرتے ہیں مثال کے طور پر، ایک ٹویٹ کہتا ہے کہ "مسلم امام کہتے ہیں کہ غیر مسلم کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہیں بشمول امریکی صدر کے" ¹۔ ٹویٹ میں فیس بک پیج کا لنک ہے جو ٹویٹ کی اشاعت کے فوراً بعد آف لائن دکھائی دیتا ہے۔ بظاہر اس خبر کے لیے کوئی قابل اعتماد ذرائع نہیں ہیں، اور امکان ہے کہ اسے ٹویٹر کے صارف نے ایجاد کیا ہے، یا یہ کسی ایسے فیس بک پیج سے آیا ہے جو جعلی خبریں پھیلاتا ہے۔ بہر حال، یہ ایک جائز ذریعہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح، بہت سے دوسرے ٹویٹس ایسی خبروں کی اطلاع دیتے ہیں جو کھلے عام اسلاموفوبک ویب سائٹس یا قدامت پسند نیوز آؤٹ لیٹس سے آتی ہیں جو خبروں کی صداقت کے متعلق ثبوت فراہم نہیں کرتی ہیں۔ ٹویٹر پر اس طرح کے بے شمار صارفین اپنے اسلام مخالف نظریات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں جو دراصل اسلاموفوبیا کو برقرار رکھنے کے واحد مقصد کے ساتھ جھوٹی کہانیاں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تجربے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ پرنٹ والیکٹر انک میڈیا کے ساتھ مغربی سوشل میڈیا بھی اسلاموفوبیا کا مظہر ہے۔ سوشل میڈیا کے دوسرے ذرائع مثلاً یوٹیوب، انسٹاگرام وغیرہ پر بھی فیس بک اور ٹویٹر کی طرح اسلاموفوبک مواد بکثرت پایا جاتا ہے۔

اوپر ہم نے اسلاموفوبیا کے مظہر کے طور پر یورپی پرنٹ، الیکٹر انک و سوشل میڈیا کا جائزہ لیا ہے جس سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمان یورپی میڈیا میں بحث کے لیے اہم موضوعات بن چکے ہیں۔ یورپی میڈیا نے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی ایک انتہائی منفی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کی سرگرمیوں مثلاً خودکش بم دھماکوں، ہائی جیکنگ، ٹارگٹ کلنگ، بڑے پیمانے پر فائرنگ، دہشت گردانہ حملوں اور یورپ کے خلاف جہادی ویڈیو کلیپس کی تشہیر میں مسلمانوں کو ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔ یورپی پرنٹ، الیکٹر انک و سوشل میڈیا میں مسلمانوں کو دہشت

¹ Giulia Evolvi, "Hate in a Tweet: Exploring Internet-Based Islamophobic Discourses," *Religions* 9, no. 10 (2018): 307, <https://doi.org/10.3390/rel9100307>.

گردی سے جوڑ کر اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو بھیانک بنا کر پیش کیا جاتا ہے اسی لیے یہ یورپ میں اسلاموفوبیا کے مظہر قرار پاتے ہیں۔

باب چہارم:

اسلاموفوبیا کے مسلم اقلیت پر اثرات کا جائزہ

فصل اول: اقلیتوں کا مفہوم اور تصورات

فصل دوم: فرانس میں مسلم اقلیت پر اثرات

فصل سوم: جرمنی میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل

فصل چہارم: برطانیہ میں مسلم اقلیت کی مشکلات

فصل اول: اقلیتوں کا مفہوم اور تصوّرات

لغوی تعریف

اقلیت عربی زبان کے لفظ "قلیل" سے ماخوذ ہے۔ اس کا مادوق ل ل ہے۔ اس کا معنی تھوڑا یا کہ "ہونا ہے۔" قلیل کی جمع قلیل ہے۔ علامہ ازہری نے لفظ قلیل کو کم کے معنی میں استعمال کیا ہے۔¹

انگریزی میں اقلیت کیلئے لفظ "Minority" استعمال کیا جاتا ہے۔

Gorge Percy Badger نے Minority کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"The state of being under, the smaller number"²

ترجمہ: ماتحت ہوتا، تعداد کم ہونا۔

اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں اقلیت سے مراد کسی ملک، ریاست یا خطے میں بسنے والے افراد کا وہ چھوٹا گروہ یا طبقہ جو رنگ، نسل، زبان، لباس، عادات و اطوار، رسم و رواج اور مذہب کے اعتبار سے اس خطے کے بڑے گروہ سے منفرد یا الگ تھلگ ہو۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں Jonathan Crownth نے لفظ Minority کی اصطلاحی تعریفیوں کی ہے۔

A small group in a community or nation, differing from others in race, religion, language etc"³

ترجمہ: کسی معاشرے یا قوم میں بسنے والے افراد کا وہ چھوٹا گروہ جو نسل، مذہب اور زبان وغیرہ میں بڑے گروہ سے مختلف ہوں۔

The world book Encyclopedia کے مقالہ نگار W.D.II نے اقلیت کی تعریف میں کچھ وسعت پیدا کی ہے۔

"People of racial, religious or cultural groups some times preserve their own way of life while they are living in a land that is controlled by large groups"⁴

ترجمہ: کسی خطے میں بسنے والے لوگوں کا ایسا چھوٹا گروہ جو نہ صرف مذہبی، لسانی اور نسلی اعتبار سے اکثریت سے مختلف ہوں بلکہ اپنے مذہب، عقائد اور نسل کی حفاظت بھی کر سکے۔ تاکہ اکثریت اس پر اثر انداز نہ ہو۔

Encyclopedia americana کے مقالہ نگار Spencer D. Albright نے اقلیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ماہرین

عمرانیات کے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔

¹ - أبو منصور محمد بن أحمد الأزهري، جم تہذیب اللغة (بیروت: دار المعرفة، 2001)، 3031.3.

² - George Percy Badger, *English Arabic Lexicon* (Beirut: Library, 1967), 631.

³ - Jonanth Crownth, *An English Arabic Lexicon* (Oxford: Oxford University Press, 1999), 772.

⁴ - James J. Morris, *The World Book Encyclopedia* (Chicago: Field Enterprises Educational Corporation, 1958), vol. 11, 5110.

"Some sociologists have referred to minority groups of distinctive national and cultural characteristics. while others have given greater emphasis to the subjective elements of national consciousness which might characterize the rest of the population by obvious features of language, dress, habits or physique"¹

ترجمہ: کسی خطے میں بسنے والے لوگوں کا ایسا چھوٹا گروہ جو نہ صرف مذہبی، لسانی اور نسلی اعتبار سے اکثریت سے مختلف ہوں بلکہ اپنے مذہب، عقائد اور نسل کی حفاظت بھی کر سکے تاکہ اکثریت اس پر اثر انداز نہ ہو۔

Francesco capotorti کے مطابق:

"A group numerically inferior to the rest of the population of state, in a non dominant position, whose members being nationals of the state posses ethnic, religious or linguistic characteristics differing from those of the rest of the population and show, if only implietly, maintain sense of traditions, religion or Language"²

ترجمہ: ایسا گروہ جو تعداد میں ریاست کی باقی رعایا سے کم ہو اور غالب نہ ہو اور ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی خاص علاقائی، مذہبی اور زبانی خصوصیات کا مالک ہو جو ریاست کی باقی آبادی سے مختلف اور مکمل طور پر اپنی الگ روایات، مذہب اور زبان کا مالک ہو۔

مندرجہ بالا تعریفات کی رو سے اقلیت کا مفہوم ہے، کسی ملک یا ریاست میں رہائش پذیر لوگوں کا وہ گروہ ہے جو مذہب، عقائد، زبان، رنگ و نسل کی بنا پر وہاں بسنے والی غالب اکثریت سے تعداد میں کم اور منفرد ہو، مولانا ابوالکلام آزاد اقلیت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

یہ گروہ صرف تعداد میں کم نہ ہو بلکہ صلاحیت اور کارکردگی میں بھی اس قدر کمزور ہو کہ اپنے دفاع کیلئے اکثریت کا محتاج ہو"³

اسلام کا تصور اقلیت:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کسی خاص قوم، علاقے، نسل کے لیے نہیں ہے۔ اسلام تمام انسانوں کو مخاطب کرتا ہے اور یہ تاقیامت تمام لوگوں کی ہدایت و

¹ - *Encyclopedia Americana* (New York: Americana Corporation, 1961), vol. 19, 20.

² - Francesco Capotorti, *Study on the Rights of Persons Belonging to Ethnic, Religious and Linguistic Minorities* (New York: United Nations, 1991), 98.

³ - "اقلیت کا سیاسی مفہوم"، مہتممہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ 3 (مارچ 1993): 78.15

رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نسلی اور لسانی بنیادوں پر انسانوں کی تفریق اور اس پر مبنی اکثریت و اقلیت کا تصور قابل قبول نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک نسلی و لسانی اختلافات تفریق و امتیاز نہیں بلکہ یہ شناخت کا ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ“¹

ترجمہ: لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور اللہ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بیشک وہ سب جانتا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

اس پیغام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نسلی و لسانی یا عددی اقلیت کی بنا پر کسی طبقے کو اس کے آئینی حقوق سے دستبردار نہیں کیا جاسکتا اسلامک اسٹیٹ چونکہ ایک نظریاتی ریاست ہے اس لیے تعداد کی قلت یا کثرت کو بنیاد بنا کر حقوق یا ذمہ داریوں کا تعین نہیں کیا جاتا اس میں اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر حقوق و فرائض کا تعین نہیں ہوتا۔ کیونکہ جدید معاشرہ انسانوں کو نسلی و لسانی اور جغرافیائی حدود کے اعتبار سے تقسیم کرتا ہے، اس لیے جدید قومیت میں تمام وہ گروہ جو اکثریت سے کسی بنا پر مختلف ہوں اقلیت کہلاتے ہیں اور اکثریتی گروہ کی نسلی شناخت کو قومی شناخت قرار دے کر باقی گروہوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ قومی شناخت کو اپنا کر اپنی شناخت کو کھودیں، جو کہ اقلیتوں کے ساتھ ایک بہت بڑی یاد دہی ہے۔ اسلام نسلی و لسانی امتیاز و تفریق کی پالیسی کے سخت خلاف ہے اسلام اس بات کا قائل ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً“²

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیے۔

آنحضور ﷺ کا فرمان گرامی ہے۔

”الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ“³

ترجمہ: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ سے بھلائی کرے۔

¹ - الحجرات: ۱۳

² - النساء: ۱

³ - الطبرانی، معجم الاوسط، باب الیم، "من اسمہ حمہ" (حدیث 5541) (المدينة: دار الحرمین، 1992)، 5:356

اللہ نے تمام انسانوں کو ایک ہی انسان حضرت آدم سے تخلیق کیا ہے اس لیے کوئی انسان بھی دوسرے سے افضل نہیں عددی کمی یا زیادتی کی بنا پر حقوق میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ایک سیاسی ڈھانچے میں رہنے والے تمام افراد ہر لحاظ سے برابر ہوں گے چاہے ان کی زبان، نسل یا علاقے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ ملکی قانون کے اعتبار سے سب برابر درجے کے شہری ہوں گے۔ اسلام کے نزدیک انسان کی تخلیق کا مقصد خدا کی عبادت ہے لہذا مذہب ہی انسان کی اصلی شناخت اور رب سے تعلق کا ذریعہ ہے۔ اس بنا پر اسلام انسانوں میں تفریق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ“¹

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

اسلام نے انسانی گروہوں کی تعداد میں کمی بیشی کی بنیاد پر اقلیت و اکثریت میں تقسیم نہیں کیا ہے۔ اسلام کی بنیاد ایک مخصوص نظریہ پر ہے، اس لیے اس نے اس نظریے کو ماننے یا نہ ماننے کی بنیاد پر انسانی گروہوں کو تقسیم کیا ہے۔ جو لوگ اس نظریے کو مانتے ہیں انھیں وہ مومن، اور جو اس کا انکار کرتے ہیں ان کو کافر کہتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کے معاملے میں وہ مومن اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا، سب کو حقوق کی یکساں ضمانت دیتا ہے، البتہ ریاست کے چند کلیدی مناصب کے لیے، جو نظریاتی تحفظ اور استحکام کے لیے ضروری ہیں، وہ اسلام کی شرط لگاتا ہے۔

لہذا اگر اسلامی حکومت کے علاقے میں غیر مسلم آباد ہوں چاہے وہ نسل در نسل اسی علاقے میں رہ رہے ہوں، چاہے ان کی تعداد وہاں آباد غالب مسلمانوں سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو وہ پھر بھی اقلیت کہلائیں گے۔ کیونکہ تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں علم ہوتا ہے بہت سے ایسے علاقے جہاں اسلام غالب قوت رہا وہاں عددی اکثریت غیر مسلموں کی تھی اس کے باوجود ان کو اقلیت تصور کیا جاتا تھا کیونکہ اسلامی ریاست جو کہ قومی ریاست سے نظریاتی اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عصر جدید میں قومی ریاستوں کے اندر ہمیشہ اکثریت نے اقلیتوں کا استحصال کیا ہے اور کبھی بھی اقلیت ایسی ریاستوں میں اپنی انفرادی شناخت کو برقرار نہیں رکھ سکی لیکن اسلامی ریاست ان تمام لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے جو اسلام کو نہیں مانتے اور انفرادی پہچان کو ہمیشہ برقرار رکھتی ہے۔ اکثریت کو کسی بھی انداز سے اقلیت کو متاثر کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مسلمانوں کی تاریخ میں دارالاسلام کے اندر رہنے والے غیر مسلموں کیلئے اقلیت کی بجائے ایک مذہبی گروہ کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی ہے۔

یورپ میں انسانی حقوق کے حصول کی تاریخ:

یورپ میں سب سے پہلے انسانی حقوق کی تحریک کا آغاز برطانیہ سے ہوا، انگلینڈ کے بادشاہ کارلڈ ثانی نے پارلیمنٹ کے اختیارات کے تعین کے لیے ایک ایک منشور ۱۰۳۷ء میں جاری کیا۔ اس کے بعد دوسرا منشور شاہ الفانسو نہم نے ۱۱۸۸ء میں پاس کروایا۔

میگنا کارناوہ تاریخی منشور ہے جس کی بنا پر اہل یورپ خود کو انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتے ہیں۔ یہ انگلینڈ کے بادشاہ نے ۱۵ جون ۱۲۱۵ء میں منظور کیا اور ۱۳۵۵ء میں پارلیمنٹ نے اس کی توثیق کی۔ حالانکہ اس منشور میں صرف امراء کے مطالبات کو تحفظ دیا گیا اس میں عوام کے حقوق کی ضمن میں کچھ بھی نہیں کیا گیا۔

اس کی بعد قانونی چارہ جوئی کا قانون پاس ہوا۔ اس قانون کے تحت ماورائے عدالت نہ تو کسی شہری کو سزائے موت دی جاسکتی تھی اور نہ ہی اس کو اس کی جائیداد سے بے دخل کیا جاسکتا تھا اس کے بعد دو سو سال تک یورپ میں میکیاولی کے نظریات کا غلبہ رہا اور اس نے امریت کی بنیادیں مضبوط کیں اور حصول اقتدار ہی کو مقصد زندگی بنالیا۔ سترہویں صدی میں یورپ میں فطری حقوق (Natural rights) کا نظریہ مقبول ہوا۔ تدریجی مراحل طے کرتے ہوئے، ۱۷۸۹ء میں پارلیمنٹ سے جس بے جا کا قانون پاس کروایا گیا اس کے بعد ۱۶۸۴ء میں بادشاہ کے اختیارات کا تعین کیا جس کا نام (Bill of Rights) کا نام دیا گیا، جسے انگلینڈ میں انسانی حقوق کے حصول میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہوئی۔

۱۷۸۹ء میں فرانس کی قومی اسمبلی نے انسانی حقوق کا منشور (Declaration of the Rights of Man) پاس کیا۔ ۱۸۶۸ء میں امریکی آئین میں چودہویں ترمیم منظور کی گئی جس میں جان و مال کے تحفظ کا مساوی حق دیا گیا۔ اگست ۱۹۴۱ء میں انسانی حقوق کی علمبرداری اور جنگ کے خاتمے کے لئے منشور اوقیانوس (Atlantic Charter) پر دستخط ہوئے۔

فرانس نے ۱۹۴۶ء کے دستور میں ۱۷۸۹ء کے منشور کے انسانی حقوق کو شامل کیا۔ اسی سال جاپان نے بنیادی انسانی حقوق کو اپنے دستور کا حصہ بنایا۔ ۱۹۴۷ء میں اٹلی نے انسانی حقوق کی ضمانت دی۔ بالا آخر ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کا منشور انسانی حقوق جاری ہوا۔ جنرل اسمبلی میں رائے شماری کے وقت اس بل کے حق میں ۴۸ ووٹ آئے جب کہ ۸ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا اور اس منشور پر عمل درآمد کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے اور ان کے تحفظ یا نئے قانون کے تعین کے لئے اپنی تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک مستقل کمیشن برائے انسانی حقوق قائم کر دیا گیا^۱۔

^۱ - محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، ۴۲، ۴۵۔

یورپ میں بنیادی انسانی حقوق کی اہم دستاویزات:

تدریجی مراحل سے گزرتے ہوئے مغرب میں بنیادی انسانی حقوق کے متعلق مختلف چارٹرز (Charters) ایکٹس (Acts) پیکٹس (Pacts)، مسودات (bills) اور منشورات بنائے گئے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کو قانونی شکل نہ تول سکی اور بعض ایسے ہیں جن کو ملکی دستور کا حصہ بنالیا گیا اور کچھ دستاویزات و منشورات ایسے بھی ہیں جن کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہوئی اس لئے ان منشورات و دستاویزات کی تین اقسام ہیں۔

(۱) جن کو قانونی حیثیت نہ مل سکی: (Non-Binding Agreements)

مندرجہ ذیل ہیں۔

- (1) Cyrus cylinder, Ancient Persia, 559–530 BC.
- (2) Declaration of Sentiment, 1948
- (3) Caria Declaration on Human Rights in Islam, 1993
- (4) Vienna Declaration and Program of Action, 1993
- (5) United Nations Millennium Declaration, 2000

(۲) جن کو ملکی قوانین کی حیثیت ملی: (National Human Rights Law)

- (1) Magna carta, England, June 15, 1215.
- (2) English Bill of Rights and Scottish claim of Rights, 1689
- (3) Virginia Declaration of Rights June 1776
- (4) United states Declaration of Independence, July 1776
- (5) United states Bill of rights completed in 1789, approved in 1791
- (6) Declaration of the Rights of Man and of the citizen, 1789 France
- (7) Constitution of the Soviet union, first 1918
- (8) Canadian Charter of Rights and Freedom, 1982

(۳) دستاویزات جن کو بین الاقوامی حقوق کی حیثیت حاصل ہوئی:

(International Charters of Human Rights)

یہ وہ قانونی دستاویزات ہیں جن کو بین الاقوامی سطح پر پیش کیا گیا اور مختلف ممالک اور اقوام نے ان کی توثیق کی مندرجہ ذیل ہیں۔

- (1) Universal Declaration of Human Rights, 1948–۱۹۴۸۰ اقوامی اقرارنامہ

- ۲۔ انسانی حقوق کا یورپی اعلان - ۱۹۵۰ء The European Convention on Human Rights, 1950
- (3) Convention on the Elimination of all form of Racial Discrimination
- ۳۔ تمام اقسام کے نسلی امتیازات کے خاتمے کا اعلان۔
- (4) Convention Relating to the status of Refugees, 1954
- ۴۔ مہاجرین کے متعلق اعلان ۱۹۵۴ء
- (5) Pact of sain Joe, Costra Rice, 1969
- ۵۔ سائیں جو کا معاہدہ ۱۹۶۹ء
- ۶۔ سول اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی کنونشن۔
- (6) International Convention on civil and political Rights, 1976
- (7) International convention on Economic, Social and cultural Rights, 1976
- ۷۔ بین الاقوامی کنونشن معاشی، سماجی حقوق کا ۱۹۷۶ء۔
- (8) Convention on the Rights of the Child- بچوں کے حقوق کے متعلق کنونشن
- (9) Charter of the Fundamental Rights of the European union 2000
- ۹۔ یورپی ہونہیں کے بنیادی حقوق کا چارٹر ۲۰۰۰ء
- (10) Declaration on the Rights of person, belonging to National or Ethnic, Religious and Linguistic Minorities¹
- ۱۱۔ قومی، اخلاقی، مذہبی اور زبانی اقلیتوں کے حقوق کا ڈکلیئریشن۔

International Human Right Law

یہ حقیقت ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے اسلامی قوانین اصل اور جڑ ہیں اور یورپی قوانین اسلامی قوانین کی نقل اور عکس ہیں۔ کیونکہ اسلام کے انسانی حقوق کے تمام قوانین اور ان کی تفصیلات اور تمام انسانی حقوق کا جامع چارٹر پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل عطا کر دیا تھا۔

حضور ﷺ نے انسانی حقوق کی تمام جزئیات کی بھی وضاحت کر دی تھی جبکہ یورپی دنیا گیارہویں صدی میں جا کر انسانی حقوق کی اصطلاح سے روشناس ہوئی۔ یورپی دنیا کا منشور اعظم میگنا کارنا ۱۲۱۵ء میں معرض وجود میں آیا۔

حالانکہ اس کی حیثیت محض بادشاہ اور امراء سلطنت کے درمیان ایک معاہدہ کی ہے کیونکہ یہ قانون امراء نے اپنے تحفظ کے لئے بادشاہ سے زبردستی منظور کروایا تھا۔

چودہویں سے لیکر سولہویں صدی تک پورے یورپ میں میکیاولی نظریات کا غلبہ رہا اور انسانی حقوق نام کی کوئی شے موجود نہ تھی۔ امریت نے انسانی حقوق کی دھجیاں بکھیر رکھی تھیں۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے برطانیہ کا حقو قانسانی کا بل (۱۶۸۹ء English Bill of rights) فرانس کا حقو قانسانی کا منشور ۱۷۸۹ء اور انسانی حقوق کا بین الاقوامی چارٹر ۱۹۴۸ء اور

¹ - "Universal Declaration of Human Rights," Wikipedia, https://en.wikipedia.org/wiki/Universal_Declaration_of_Human_Rights.

انسانی حقوق پر بین الاقوامی کنونشن ۱۹۵۰ء میں پیش کئے گئے۔ اور ۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ء میں اقلیتوں (قومی، علاقائی اور مذہبی حقوق کے بارے میں بل پاس کیا گیا۔¹

اگر مندرجہ بالا تمام قوانین اور منشورات کی دفعات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ یورپ نے انسانی حقوق کے تمام مسورات اسلامی قوانین کی پیروی کرتے ہوئے انہی اسلامی قوانین کی نقل و عکس پیش کر کے میڈیا کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ کیا ہے کہ انسانی حقوق کے اصل وارث اہل مغرب ہیں۔

یورپ کا دعویٰ ہے کہ انسانی حقوق نسل انسانی کو ہم نے عطا کیے ہیں اس سے قبل ان کا وجود نہ تھا۔ اب ایسے لگتا ہے کہ جدید تہذیبیں اور یورپ زدہ ذہن یورپی میڈیا کے پروپیگنڈہ میں اگر انسانی حقوق کے اصل حقائق کو بھول چکا ہے۔ لہذا اسلامی حقوق اقلیات اور یورپی میں تقابل کے ذریعے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ انسانی حقوق کے وارث اہل یورپ نہیں بلکہ ان کے بیان کردہ حقوق کی فہرست اور منظور کردہ منشورات تو میثاق مدینہ اور خطبہ حجتہ الوداع میں عطا کیے گئے انسانی حقوق کا عکس اور نقل ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور انسانوں کو عددی اقلیت یا اکثریت کے پیمانوں سے نہیں ناپتا بلکہ اصولوں اور وابستگیوں کے حوالے سے شناخت کرتا ہے زبان اور رنگ و نسل کا اختلاف تو قدرت الہی کا کرشمہ ہے۔ فرمان الہی ہے۔

”وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَالِدَاتُ اَلْاِيَاتُ لِلْعَالَمِينَ“²

ترجمہ: اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا ہونا اہل دانش کے لئے ان باتوں (بہت سی) نشانیاں ہی ہیں۔

یہاں مالک کائنات نے اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ رنگوں اور زبانوں کا تنوع اور نسل انسانی کے ظاہری اختلافات ان میں مستقل تفریق و امتیاز کا باعث نہیں ہیں اس بنا پر نسل انسانی کے مختلف گروہوں کے لئے عز و شرف اور تحقیر و تذلیل کے معیارات مقرر کرنا درست نہیں ہے۔ اسلام میں جائز نہیں اکثریتی گروہ کی نسلی شناخت کو قومی شناخت قرار دے کر باقی تمام گروہوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس شناخت کو اپنا کر اپنی شناخت ختم کر دیں ویسے بھی اسلام نے رنگ، نسل، قبیلہ، خاندان یا کسی بھی مادی سبب کی وجہ سے کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں دینا چاہی محض پہچان کا سبب ہیں۔

ارشاد الہی ہے:

”خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثٰی“³

¹ - Institute of Human Rights, (Turko/Abo and London: 1995), 55.

² - الروم: 22

³ - الحجرات: 13

ترجمہ: تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔

اس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تمام انسانوں کی اصل ایک ہی ہے۔ یہ رنگ، نسل زبانیں محض پہچان کا ذریعہ ہیں نہ کہ عزت و افتخار کا۔

اسی بات کو حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر یوں بیان فرمایا:

”لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا أحمَرّ علی أسودّ، ولا أسودّ علی أحمَرّ“¹

ترجمہ: ”کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور نہ کسی سفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور نہ کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سفید رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔“

یعنی بحیثیت انسان سب برابر و محترم ہیں اہل یونان اور ہندو کے فلاسفہ کے اقوال کے طرح انسانیت کو طبقات میں تقسیم نہیں کیا کہ فلاں طبقہ سونے سے فلاں چاندی اور لوہے، پیتل سے پیدا کیا گیا بلکہ تمام انسان محترم و مکرم ہیں یہ شناختیں فطری ہیں اور انہیں الگ پہچان کا ذریعہ رہنے دینا چاہیے۔ اقوام متحدہ نے اقلیتوں کی الگ شناخت کا اور شناخت کے تحفظ کو جو قانون ۱۹۹۲ء میں پاس کیا اسلام نے یہ حق آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی دے دیا تھا۔

آرٹیکل نمبر دو

"Persons belonging to national or ethnic religious and linguistic minorities have the right to enjoy their own culture to profess and practice their own religion and to use their own language in private and public freely and without or any form of discrimination"²

ترجمہ: ایسے افراد جو قومی و علاقائی، مذہبی اور زبانی اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عملی زندگی گزار سکتے ہیں اور آزادانہ طور پر ذاتی زندگی میں اور پبلک مقامات پر اپنی زبان کا استعمال کر سکتے ہیں بغیر کسی مداخلت اور امتیازی سلوک کے۔

مندرجہ بالا آرٹیکل کی شقوں میں دو اہم باتوں کا ذکر کیا گیا ہے: زبان اور مذہب کی آزادی کا جبکہ اسلام کا اس بارے نظر یہ یہ ہے:

- (1) ہر شخص کو ضمیر کی آزادی اور اپنے مذہب کے مطابق عبادت و پرستش کا حق دیتا ہے۔
- (2) ہر شخص کو مقررہ حدود کے اندر رہ کر اپنے عقائد کی مکمل آزادی کا حق حاصل ہے۔
- (3) اسلامی قانون کے تحت غیر مسلموں کے اپنے مذہبی حقوق سے محروم ہونے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ ان کے مذہبی اور ذاتی معاملات کو واضح قانونی شقوں میں تحفظ دیا گیا ہے۔

¹۔ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی، مشیر الغرام السکن الی اشرف الامکن، تحقیق و فہرستہ: د. مصطفیٰ محمد حسین الذہبی (القاهرة: دار الحدیث، 1415/1995)، 340:1.

²۔ United Nations General Assembly, Resolution A/RES/47/135(1992), 5.

(4) اسلام کسی حالت میں بھی اجازت نہیں دیتا کہ اقلیتوں کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اسلام نے اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دی ہے۔ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے ہر شہری اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کر سکتا ہے اسے اور اسلام قبول کرنے پر ہرگز بھی مجبور نہیں کیا جائے گا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔
 ”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ“¹
 ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

حضور ﷺ نے جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو وہاں یہود بطور اقلیت آباد تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

”لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ“²

ترجمہ: یہودی اپنے دین کے مطابق زندگی گزاریں گے اور مسلمان اپنے دین کے مطابق۔ غیر مسلم خالصتاً اسلامی شہروں کے علاوہ اپنے شہروں میں جو اسلامی ریاست کے ماتحت ہوں اپنے مذہبی شعائر کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ علامہ کاسانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

”لا يَمْنَعُونَ مِنَ الظَّهَارِ شَيْءٌ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنْ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْخَنزِيرِ وَالصُّلْبِ وَضَرْبِ النَّاقُوسِ فِي قَرْيَةٍ أَوْ مَوْضِعٍ لَيْسَ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ وَلَوْ كَانَ فِيهِ عَدَدٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“³

ترجمہ: جو بستیاں امصار مسلمین میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو خراج اور شراب بیچنے، صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا۔ خواہ وہاں مسلمانوں کی گنتی کثیر تعداد موجود ہو۔

اس ڈیکلریشن کے آرٹیکل نمبر تین میں

(1) "Persons belonging to minorities may exercise their rights including those set forth in the present declaration individually as well as in community without other members of their group without any Discrimination".⁴

(2) "No disadvantage shall result for any person belonging to minority as the consequence of the exercise or non exercise of the rights set forth in the present declaration".⁵

¹ - البقرة: 256

² - الصحيح البخاری، ۲/۱۱۷

³ - علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 7: 13.

⁴ - United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

⁵ - Ibid, P .6

۱۔ اقلیتی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے حقوق استعمال کر سکتے ہیں ان حقوق سمیت جو ڈیکلریشن میں ان کو دیئے گئے ہیں ذاتی طور پر بھی اور کمیونٹی میں اپنے گروہ کے دوسرے افراد کیساتھ بھی بغیر کسی امتیازی سلوک کے۔

۲۔ اقلیتی گروہوں کیساتھ تعلق رکھنے والے افراد کو اس ڈیکلریشن میں دیئے جانے والے حقوق کے استعمال کرنے یا نہ کرنے پر کسی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑھے گا۔

اس آرٹیکل کی دونوں شقوں میں کسی خاص نئی بات کا تو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کی تاکید و اعادہ کیا گیا ہے کہا قلیتوں کو جو حقوق عطا کئے گئے ہیں وہ ان کا آزادانہ استعمال کر سکتے ہیں۔

اسلام نے اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی عطا کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنی مرضی سے اسلام کی بجائے کوئی اور مذہب بھی قبول کر سکتے ہیں۔ احناف اور مالکیہ کا فتویٰ ہے۔

”يقولون باقرارهم مطلقا سواء انتقلوا الى دين كتابي اوغيره وسواء التقلوا الى دين كتابي او غيره وسواء انتقلوا الى دين مساوا لدينهم او ادنى منه او اعلى لان الكفر ملة واحدة“¹

ترجمہ: (مالکیہ کے نزدیک) ذمی چاہے اہل کتاب یا ان کے (دین) کے علاوہ کوئی مذہب اپنالیں چاہے وہ دین ان کے سابقہ دین کے مساوی ہو یا ادنیٰ ہو یا اعلیٰ، اسے اجازت ہے کیونکہ سارا کفر ایک ہی جماعت ہے۔

۱۹۹۲ء کے ڈیکلریشن کے آرٹیکل چار میں ہے۔

(1) "States shall take measures where required to insure that person belonging to the minorities may exercise fully and effectively all their human rights and fundamental freedoms without any discrimination and in full equality before law".²

(2) "States should where appropriate take measures in the field of education in order to encourage Knowledge of the history tradition language and culture of minorities existing within their territory".³

(3) "States should consider appropriate measures so that persons belonging to minorities may participate fully in the economic progress and development in their country".⁴

(۱) ریاستیں جہاں ضروری ہو گا ایسے اقدامات کریں گی تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اقلیتی گروہ سے تعلق

¹ - ابن جزى الغرناطى، القومين/تقصير (الرباط: مطبعة الانبياء، 1958)، 39.

² - United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

³ - Ibid, p.6

⁴ - Ibid, p.6

رکھنے والے افراد اپنے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے لطف اندوز ہو سکیں بغیر کسی امتیازی سلوک کے اور قانون کی نظر میں برابری کی سطح پر۔

(۲) ریاستیں تعلیم کے میدان میں بھی اہم اقدامات کریں گی تاکہ ان کے علاقے میں موجود اقلیتوں کی تاریخی روایات، زبان اور کلچر کے علم کو فروغ ملے۔

(۳) ریاستوں کو چاہیے کہ مناسب اقدامات کریں تاکہ اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

آرٹیکل نمبر (۴) میں دو اہم حقوق کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک تعلیم کا حصول اور دوسرا معاشی حق یعنی پیشے کے انتخاب میں آزادی تاکہ وہ اپنی دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق ملکی ترقی و خوشحالی میں حصہ لے سکیں۔

معاشی میدان میں اسلام نے ریاست کے اندر رہنے والے غیر مسلموں کو مکمل آزادی دی ہے وہ ہر کاروبار کر سکتے جو مسلمانوں کو کرنا جائز ہیں۔ صنعت، تجارت، زراعت اور دوسرے تمام پیشے جو مسلمان اختیار کر سکتے ہیں ان پر ایسی کوئی پابندی نہیں جو مسلمانوں پر ہو بلکہ ان کو مسلمانوں سے بھی زیادہ آزادی ہے کہ وہ کاروبار اور پیشے جو اسلام میں تو جائز نہیں مگر ان کے اپنے مذاہب میں ان کو اختیار کرنے سے نہیں روکے گی۔ چنانچہ اس میں وہ شراب کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں ریاست اس میں مداخلت نہیں کرے گی۔

لہذا اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب یا خنزیر کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہو گا۔

”وَيُضْمَنُ الْمُسْلِمُ قِيَمَةَ خَمْرِهِ وَخَنزِيرِهِ إِذَا تَلَفَهُ“¹

ترجمہ: مسلمان اس شراب اور سور کی قیمت ادا کرے گا اگر وہ اس کو تلف کر دے۔

اسلام حصول علم پر اس قدر زور دیتا ہے کہ پہلی وحی کا آغاز ہی تعلیم سے ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ“²

ترجمہ: پڑھ (اے نبی) اس رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

اور قرآن حکیم نے اہل علم کی فضیلت یوں بیان کی ہے۔

”وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ“³

ترجمہ: اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل و دانش ہیں۔

حضور ﷺ نے جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو وہاں پر یہود بھی آباد تھے اور وہ اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ بھی کرتے

¹۔ امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن، 2:43۔

²۔ العلق: 1

³۔ البقرة: 269

تھے۔ اور اپنی اولاد کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے سے نہیں روکا۔
 لہذا اسلامی ریاست اس بات کی پابند ہے کہ وہ تمام شہریوں کو بلا امتیاز تعلیم و تربیت کے مساوی مواقع فراہم کرے۔ آج
 اہل مغرب نے اپنے شہریوں کو جو بنیادی انسانی حقوق عطا کیے ہیں اسلام نے یہ حقوق آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی عطا
 کر دیے تھے۔
 ۱۹۹۲ء کے ڈیکلریشن کے آرٹیکل پانچ میں ذکر ہے۔

(1) "National policies and programmers shall be planned and implemented with due regard for the legitimate interests of persons belonging to minorities".¹

(2) "Programe of cooperation and assistance among states should be with due regard for planned and implemented with the legitimate persons belonging to minorities interests."²

(۱) قومی سطح پر پالیسیاں اور پروگرام بناتے ہوئے اور ان کے نفاذ کے دوران اقلیتوں کے مفاد کو پیش نظر رکھا جائے، قانون کی حدود قیود میں رہتے ہوئے۔

(۲) ایسے پروگرامز کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے جن کا مقصد ریاستوں کے درمیان تعاون کو بڑھانا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا ہو اور ان کے نفاذ کے دوران قانونی حدود و قیود میں رہتے ہوئے اقلیتوں کے مفادات کو پیش نظر رکھا جائے۔

اس آرٹیکل میں دوبارہ اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ریاستیں ملکی سطح پر پروگرامز بناتے وقت اقلیتوں کے مفادات کو بھی مد نظر رکھیں۔ ایسا منصوبہ یا پالیسی نہ بنائی جائے جس سے اقلیتوں کے مفادات کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ یہ بات اسلام کی روح کے برعکس ہے کہ ریاست میں کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس کا مقصد ایک طبقے کو نوازا اور دوسرے کو محروم رکھنا ہو قانون کی نظر میں اقلیت و اکثریت برابر کے حقوق رکھتے ہیں جب کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست کے قوانین کو قبول کرتے ہوئے اس میں قیام کرتا ہے کہ اس کے لئے بھی وہی فرائض ہیں جو وہاں رہنے والے مسلمانوں پر لاگو ہیں اور اس کو مسلمانوں جیسے ہی حقوق بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت علی کا قول ہے۔

مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَذِمَّتُهُ كَذِمَّتِنَا، وَذِمَّتُهُ كَذِمَّتِنَا³

¹ -United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

² -Ibid, p.6

³ - امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی، السنن الکبریٰ (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۶)، ۸:۳۰۔

ترجمہ: جو کوئی ہمارا زمی ہو تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

”انما اقبلوا عقدة الذمة لتكون امورهم كاموالنا دمائهم كدمتنا“¹

انہوں نے عقد ذمہ اس لئے قبول کیا ہے کہ ان کے اموال ہماری طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو

جائیں۔“

اس ڈیکلریشن کے آرٹیکل چھ میں ذکر ہے۔

"States should cooperate on the question relating minorities, inter alia, exchanging information and experience, in order to promote mutual understanding and confidence"²

ریاستوں کو چاہیے کہ اقلیتوں کے متعلق سوالات پر تعاون کریں جن کا مقصد معلومات اور تجربات کا تبادلہ ہو تاکہ ہم اہنگی اور اعتماد کو فروغ ملے۔“

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام انسانیت کے لئے، اسلام نے انسانوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں وہ مذہب، رنگ، نسل یا عقیدے کی بنیاد پر نہیں ہیں بلکہ بحیثیت انسان ہیں۔ اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو حق سے محروم رکھنا اسلام کی تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ اسلام کا تو مقصد ہی بھلائی اور خیر خواہی ہے۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے۔

”لا ضرر ولا ضرار“³

ترجمہ: نہ ضرر پہنچے اور نہ ضرر پہنچایا جائے۔

اسلام معاشرتی زندگی میں تمام طبقات معاشرہ کے درمیان ہم اہنگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ اقلیتیں خود کو دوسرے درجے کا شہری خیال کریں۔ اسلام معاشرتی زندگی میں تمام افراد معاشرہ کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے اس لئے معاشرتی تعلقات کو فروغ دینے کے لئے فراخ دلانہ میل جول پر زور دیتا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے۔

”وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ“⁴

¹۔ برہان، شرح وایب الرحمان، 3:202.

² - United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

³۔ برہان، شرح وایب الرحمان، 3:202.

⁴۔ المائدہ:5

ترجمہ: اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔
 معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کے لئے اور افراد معاشرہ میں الفت و محبت کا رشتہ قائم کرنے کے لئے اگر کوئی ذمی آپ
 ﷺ کو کھانے کی دعوت دیتا تو آپ ﷺ اس کی دعوت قبول فرماتے۔
 احکام القرآن میں رازی نے نقل کیا ہے۔
 ”ان النبی ﷺ اکل من الشاءة المسمومة التي هدیت اليه اليهودية“¹
 ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک یہودیہ کا ہدیہ کیا ہوا گوشت کھایا جس میں زہر ملایا گیا تھا۔
 اس ڈیکلریشن کے آرٹیکل نمبر سات کے مطابق

"States should cooperate in order to promote respect for the rights set forth in the present declaration"²

ترجمہ: اس ڈیکلریشن میں اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں تاکہ انہیں مناسب مقام دیا جاسکے۔ اس کے
 لئے ریاستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعاون کریں۔
 ”ومن لم يحکم بما أنزل الله فأولئك هم الظالمون“³
 ترجمہ: اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ و حکومت نہیں کرتے وہ ہی ظالم ہیں۔
 اس ڈیکلریشن کے آرٹیکل نمبر آٹھ میں ہے۔

(1) "Nothing in the present declaration shall prevent the fulfillment of international obligations of states in relation to person belonging to minorities in particular, states shall fulfill in good faith the obligations and commitments they have assumed under international treaties and agreements to which they are parties"⁴

(2) "Measures taken by states to ensure to effective enjoyment of the rights set forth in the present declaration shall not prima facie be considered contrary to the principal of equality contained in the universal declaration of human Rights".⁵

(3) "Nothing in the present declaration may be construed as permitting any activity contrary to the purposes and principal of the United Nations including sovereign

¹ - امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن، 2:394.

² - United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

³ - المائدہ:45

⁴ - United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

⁵ - Ibid, p.6

"equality territorial integrity and political independence of states"¹

1. موجودہ ڈیکلریشن میں کوئی بھی چیز ریاستوں کی بین الاقوامی ذمہ داریاں اقلیتوں کے جو متعلق ہیں ان کی بجا آواری سے باز نہیں رکھے گی۔

2. ریاستیں خاص طور پر ان پابندیوں اور وعدوں کی تکمیل کریں گی جن کو انہوں نے بین الاقوامی اعلانات اور معاہدات میں قبول کیا ہے جس کی وہ شراکت دار ہیں۔

3. اس معاہدے میں طے شدہ حقوق کے ضمن میں ریاستوں کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات تاکہ ان حقوق سے بہتر طور پر مستفید ہو جائے۔ ان کو پہلے سے پاس کردہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی ڈیکلریشن کے اصول مساوات کے برعکس خیال نہیں کیا جائے گا۔

4. موجودہ ڈیکلریشن سے کوئی بھی ایسا مفہوم نہیں نکالا جائے گا جو اسکی ایسی سرگرمی کی اجازت کا ہو جو یونائیٹڈ نیشنز کے مقاصد اور اصولوں کے برعکس ہو بشمول حکومتی مساوات، ملکی سالمیت، اور ریاستوں کی سیاسی آزادی۔ اسلام نے نسب، ذات، رنگ، قومیت، جنس، زبان، عقیدے، علاقے اور وطن کا امتیاز کیسے بنا تمام انسانوں سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مساوات کا حق دیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ“²

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

اسلام نے خونی رشتہ کو بنیاد بنا کر پوری کائنات کے انسانوں کو اس میں جوڑ دیا اور بتا دیا ہے کہ تم ایک ماں باپ کا اولاد ہو لہذا تم سب کو ایک جیسے ہی حقوق بھی حاصل ہیں۔

اصول مساوات کی اس قدر پابندی کی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں ایک مسلمان نے کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قصاص میں مسلمان کو قتل کر دیا اور فرمایا:

”أَنَا أَحَقُّ مِنْ وَفَىٰ بَدَاثَةٍ“³

¹ - Ibid, p.6

² - الحجرات: 13

³ - امام ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی، السنن الکبریٰ، 8:30.

فقہ اسلامی میں مسلم اور غیر مسلم کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اس سلسلے میں امام یوسف فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور نبوت میں اور خلافت راشدہ کے دور میں تعزیرات اور دیوانی قانون میں مسلم اور غیر مسلم برابر تھے۔¹ اریٹیکل نمبر نو میں ہے۔

"Nothing in the present declaration shall prevent the fulfillment of international obligations of

states in relation to person belonging to minorities in particular states shall fulfill in good faith the obligations and commitments they have assumed under international treaties and agreement to which they are parties."²

ترجمہ: موجودہ ڈیکلریشن میں اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کی تکمیل کے سلسلے میں ریاستوں پر جو بین الاقوامی ذمہ داری ہے اسکے راستے میں کوئی چیز روکاؤ نہ بنے گی۔ خاص طور پر ریاستیں اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہوئے تعمیل کریں گی اس ذمہ داری کو جو انہوں نے بین الاقوامی اعلانات اور معاہدوں میں قبول کی ہے اس کو وہ نبھائیں گی۔ جسکی وہ حصہ دار ہیں۔

اس آریٹیکل میں اس بات کی دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ ریاستوں پر اقوام متحدہ کے طرف سے بین الاقوامی سطح پر جو پابندی عائد ہوتی ہے اس کو نبھائیں گی اور اس سلسلے میں مقامی سطح پر کوئی چیز روکاؤ نہیں بنے دیں گی۔ اسلام نے جو بنیادی انسانی حقوق دیئے ان کوئی فرد یا ریاست کسی بھی ہنگامی یا بحرانی حالت میں معطل نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی حکومت ایسا کرے گی تو اس کو اسلامی حکومت کا سرٹیفیکٹ نہیں دیا جائے گا بلکہ قرآن کی نظر میں وہ حکومت فاسقوں کی حکومت کہلائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ“³

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ اور حکومت نہیں کرتے ہیں وہ لوگ فاسق ہیں۔ اسلام اور اقوام متحدہ کے قانون میں اقلیتوں کے حقوق کے مابین تقابل کرتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یورپ میں بین الاقوامی اور علاقائی قوانین بالخصوص اقوام متحدہ کا ۱۹۹۲ء کا اقلیتوں کے متعلق ڈیکلریشن ایک مسلسل اور طویل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ جبکہ اسلام نے اپنی ابتداء میں ہی اقلیتوں کو یہ تمام حقوق بغیر کسی مہم جوئی اور کوشش کے عطا کر دیے۔ اس سلسلے میں

¹ - امام ابو یوسف، کتاب الخراج، 187.

² - United Nations General Assembly, Resolution No. A/RES/47/135, p.6

³ - المائدہ: 47

اسلام کی پہلی مثالی ریاست ریاست مدینہ تھی جس میں مسلم اکثریت کیساتھ غیر مسلم اقلیتوں بھی آباد تھیں اور وہ تمام بنیادی انسانی حقوق سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔ اختلاف مذہب کے وجہ سے ان کے حقوق صلب نہیں کیے گئے۔

حضور ﷺ خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں اسلامی قانون کے تحت اقلیتوں کے حقوق کے بہت سے پہلوؤں کی کارفرمائی آج کے اس ترقی یافتہ دور سے بہت بہتر صورت میں نظر آتی ہے۔

اقلیتوں کے حقوق اور احترام کے معاملے میں اسلام کے عطا کردہ اصول و قوانین زیادہ جامع، مفصل اور مؤثر ہیں۔ اس کے برعکس اقوام متحدہ نے اس طویل جدوجہد کے بعد اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ بھی محض کاغذی حیثیت رکھتے ہیں۔ مغربی دنیا میں ان کا عملی نفاذ نظر نہیں آتا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں خصوصاً یورپ میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک ہو رہا ہے لیکن اقوام متحدہ بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

فصل دوم: فرانس میں مسلم اقلیت پر اثرات

فرانس میں مسلم اقلیت پر اثرات

اس فصل میں فرانس میں مسلم اقلیت کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کی صورت حال کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے ہے یوں تو یورپ میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے سب سے زیادہ تنظیمیں اور ادارے کام کر رہے اور اہل یورپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ، نسل عقیدے، اور جنس کے تمام انسانوں کو مساوی بنیادی حقوق دیے ہیں اور اس قدر شخصی آزادیاں دی ہیں کہ تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

جب کہ حقیقتاً یہ حقوق صرف قوانین کی کتب میں زینت ہی بن سکے عملی طور پر ان کا کہیں نفاذ نظر نہیں آتا۔ آج یورپ میں بالعموم اور فرانس میں بالخصوص مسلم اقلیت کے ساتھ جو امتیازی سلوک ہو رہا ہے وہ اہل یورپ کے دعوؤں کے بالکل برعکس ہے۔

قومی اور بین الاقوامی سطح پر تمام انسانوں کے لئے حقوق کے لیے قوانین کی موجودگی کے باوجود عملی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ مذہبی، سیاسی، معاشی اور سماجی ہر میدان میں امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے۔ یورپی یونین کے ممالک میں سب سے زیادہ تعداد میں مسلمان فرانس میں آباد ہیں اور اسی ملک میں سب سے زیادہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ فرانس مغربی یورپ کا وہ ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی سب سے زیادہ ہے اس کا رقبہ 547965 مربع کلومیٹر ہے اور دارالحکومت پیرس ہے۔ فرانس کا حدود اربعہ یوں ہے: شمال میں سلیجم لیکزم برگ اور نار تھ سی اور مشرق میں جرمنی، سوئٹزر لینڈ اور اٹلی اور مغرب میں بحر اٹلانٹک اور جنوب میں سپین ہے۔ 2010ء کی مردم شماری کے حساب سے فرانس کی کل آبادی 62,790,000 اور سالانہ شرح آبادی میں اضافی 0.6% ہے سن 2010ء 2000ء کے دوران ملکی آبادی میں 3740000 افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ اس ملک کی شرح خواندگی 99% ہے۔ قومی زبان فرینچ ہے، Pew Research Center کی رپورٹ کے مطابق مذہبی اعتبار سے آبادی کی تقسیم کچھ یوں ہے 63% Christians، 28% وہ لوگ جو کسی دین سے بھی اپنا تعلق ظاہر نہیں کرتے۔ 7.5% مسلم، 1% یہودی، 1% ہندو، 1% بدھ مت، 1% قبائلی عقائد والے اور 1% دیگر غیر معروف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد فرانس میں بستے ہیں۔¹

1. تاریخی پس منظر

فرانس میں مسلمانوں کی تاریخ 19 ویں صدی کے وسط سے شروع ہوتی ہے، جب الجزائر اور دیگر شمالی افریقی ممالک سے مسلم پناہ گزین یہاں آنا شروع ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد، خاص طور پر 1950 اور 1960 کی دہائی میں، فرانس نے بڑی تعداد میں پناہ گزینوں کو قبول کیا، جن میں زیادہ تر الجزائر، مراکش اور تیونس سے تھے۔²

1 Pew Research Center, Global Religious Futures Project: Pew Templeton Report (Washington, DC: 1615 Street NW, Suite 700, 2003), 71.

² حامد رفیق، "فرانس میں مسلمانوں کی تاریخ: ایک جامع جائزہ"، یورپی سٹیڈیز جرنل، 10، نمبر 2 (2018): 45-57.

2. مسلمانوں کی تعداد

فرانس میں مسلمانوں کی تعداد حالیہ اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 5.7 ملین ہے، جو کہ ملک کی کل آبادی کا تقریباً 8-10 فیصد بنتی ہے۔ ان میں زیادہ تر لوگ شمالی افریقہ سے تعلق رکھتے ہیں، خاص طور پر الجزائر، مراکش، اور تیونس سے۔¹

3. اسلام کی آمد اور ترقی

- 19 ویں صدی: جب فرانس نے شمالی افریقہ میں اپنی نوآبادیات قائم کیں، تو اس وقت وہاں کی مسلم آبادی کو فرانس میں لا کر آباد کیا گیا۔
- 20 ویں صدی: دوسری جنگ عظیم کے بعد، فرانسیسی حکومت نے محنت کی ضرورت کے پیش نظر مسلمان مزدوروں کو ملک میں بلایا۔²

4. چیلنجز اور مواقع

فرانس میں مسلمانوں کو مختلف چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں اسلاموفوبیا، امتیازی سلوک، اور نفرت انگیز جرائم شامل ہیں۔ تاہم، مسلم کمیونٹی نے مختلف شعبوں میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، بشمول سیاست، معیشت، اور ثقافت۔

5. مساجد اور ثقافتی مراکز

فرانس میں 2,500 سے زیادہ مساجد موجود ہیں، جو مسلمانوں کی مذہبی اور ثقافتی زندگی کا مرکز ہیں۔³ مسلم کمیونٹیز نے مختلف ثقافتی سرگرمیوں، سیمینارز، اور تقریبات کے ذریعے اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کی کوششیں کی ہیں۔ مذہبی آزادی کی صورت حال:

فرانس میں مسیحیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے اور اسلام یورپ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے (Pew Research Center) کی رپورٹ کے مطابق 2020ء تک فرانس میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا 8.3% ہو جائے گی۔⁴

اسلام چونکہ سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے اس لئے اہل یورپ کو یہ خوف لاحق ہے کہ اگر ان کی آبادی اسی شرح سے کم ہوتی رہی اور مسلمانوں کی آبادی بڑھتی رہی تو فرانس کے مختلف ہروں میں 2050ء تک مسیحی اقلیت بن جائیں گے اور مسلمان اکثریت اس خوف میں مبتلا ہو کر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا راستہ روکنے کے لئے اور نئی نسل کو اسلام سے دور

¹ سٹیٹسٹیک فرانس۔ "فرانس میں مسلمانوں کی آبادی: 2023 کا تخمینہ۔" <https://www.statista.com/study/25647/muslim-population-in-france/>

² ثوری، زہرہ۔ "اسلامی ثقافت کا فرانس میں اثر: تاریخی تناظر۔" *جرنل آف سوشل سائنسز* 15، نمبر 4 (2020): 67-79.

³ اسماعیل، فاطمہ۔ "فرانس میں مساجد: ثقافتی اور مذہبی زندگی کا مرکز۔" *جرنل آف ریلیجیون* 11، نمبر 1 (2020): 78-89.

کرنے کے لئے اور مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو ختم کرنے کے لئے 14 ستمبر 2010ء کو پردے پر پابندی کا قانون پاس کر کے مسلمان خواتین پر اسلام کی طرف سے عائد مذہبی فریضہ (یعنی پردے) کی ادائیگی سے روک کر مذہبی حق تلفی کی ہے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا۔

مسلمان خواتین کو پردے پر فرانس کی تاریخی میں پہلی دفعہ اس وقت مسئلہ پیش آیا جب 1989ء فرانس کے دارالحکومت کے مضافات میں ایک چھوٹے سے قصبے سرئیل (Creil) میں واقعہ ایک سرکاری مڈل سکول میں تین مسلمان لڑکیوں کو پردہ کرنے کی بنا پر سکول سے نکال دیا گیا۔

“In 1989 when three girls in creil, suburb of Paris, were suspended for wearing their headscarf in their middle school” 1

اس کے بعد اس ایشو کو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر بہت زیادہ اچھالا گیا تاکہ فرانس میں مسلم خواتین کے شرعی پردہ پر پابندی لگانے کے لئے قانون سازی کی راہ ہموار کی جائے۔

“Between 1989 and 1998, more than 1200 articles were written on the headscarf controversy in The French Press” 2

ترجمہ: 1989ء سے لیکر 1998ء تک سر کے پردے کے تنازعہ کے متعلق فرینچ اخبارات میں 1200 سے زائد کالم لکھے گئے۔

اس کے بعد مختلف تعلیمی اداروں میں ایسے واقعات رونما ہونے لگے حالانکہ فرینچ قوانین کے مطابق تعلیمی ادارے ہر طرح کے مذہبی تعصب سے پاک رکھے جانے کے دعوے کیے جاتے ہیں اور بچوں کو ہر طرح کے حقوق برابری کی سطح پر دیے جانے کے دعوے کیے جاتے ہیں جو محض قوانین کی کتب کی زینت کے سوا کچھ نہیں۔

فرانس کا یہ قومی نعرہ ہر سکول کے سامنے لکھا ہوا:

“Liberty, Equality, Fraternity”

ترجمہ: آزادی، برابری، بھائی چارہ۔

لیکن مسلم لڑکیوں کو سر کا پردہ کرنے سے روکنا اور اساس بنا پر ان سے امتیازی سلوک کرنا کہاں کی آزادی اور برابری

ہے۔

1 Lina Molokotos Liederman, "Pluralism in Education: The Display of Islamic Affiliation in French and British Schools," in *Islam and Christian-Muslim Relations* 11 (2000): 105, 108.

2 Adrian Katherine Wing and Monical Nigh Smith, "Critical Race Feminism Lifts the Veil?: Muslim Women, France, and the Headscarf Ban," *University of California, Davis Law Review* 39 (April 2005): 743.

فرانس میں مسلم لڑکیوں کے سر ڈھانپنے پر پابندی لگائے جانے کے بارے میں بین الاقوامی میڈیا میں اس بات کا چرچا سن میں ہوا جب فرانسیسی حکومت نے صدر چائرس "Chirac" کے دور حکومت میں مسلم لڑکیوں کے فرنیچ سکولوں میں سر ڈھانپنے اور دیگر مذہبی علامتوں پر پابندی عائد کرنے کا قانون متعارف کروایا۔

"This Question reached to international spotlight in 2003-2004 when the French Government under President Chirac Introduced a law banning Muslim Head scarves and the other conspicuous religious symbols at state Schools.¹

فرانس مغربی یورپ کا وہ ملک ہے جس میں سب سے زیادہ مسلم آبادی موجود ہے، اس کے باوجود 10 فروری 2004ء میں مسلم طلباء کے سکول میں سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے کا بل پاس ہوا۔

"On 10 February 2004, a Bill containing Proposal for legislation to the headscarf ban passed its first reading in parliament with 494 Parliamentarians voting in its favour. The bill would prohibit the wearing of the Muslim headscarf....in state School"²

ترجمہ: 10 فروری 2004 میں فرنیچ پارلیمنٹ میں ابتدائی ریڈنگ کے لئے ایک بل پاس ہوا جس میں خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی کی تجویز پیش کی گئی جس کے حق میں 1494 ارکان پارلیمنٹ نے ووٹ ڈالا، یہ بل خواتین کے گورنمنٹ سکولوں میں سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرے گا۔

صرف 32 ووٹ اس بل کی مخالف میں ڈالے گئے کیونکہ یہ بل مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کی بنیاد فراہم کرتا ہے، بل آخر 2 ستمبر 2004 کو یہ بل عملی طور پر نافذ ہو گیا۔

تاہم فرانسیسی حکومت نے سکول طالبات کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ "نکولیس سرکوزی" کے دور حکومت میں 2009 میں فرانس نے مسلمان خواتین کے پردے پر پابندی عائد کرنے کے لئے قانون سازی کا آغاز کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نے یوں بیان دیا۔

"The Religious face veil will not welcome within France"³

ترجمہ: مذہبی پردے کا فرانس میں استقبال نہیں کیا جائے گا۔

جبکہ اسلام میں پردے کے احکامات قرآن حکیم میں نازل ہوئے ہیں کہ ہر ایک عاقل و بالغ مسلمان خاتون پر غیر محرم مردوں سے پردہ ایک فرض ہے لہذا اس پر پابندی تو اسلام کے قوانین کی مخالفت ہے اور مسلمانوں کے مذہبی امور میں مداخلت

¹ "The Islamic Veil Across Europe," BBC News UK, June 15, 2010.

² Islamic Human Rights Commission, *Muslim Women, Human Rights and Religious Freedom: Europe Under the Spotlight of National and International Law*, March 8, 2004, <http://www.ihrc.org.uk/show.php?id=1025>.

³ Tafyal Choudhury and Helen Fenwick, *Equality and Human Rights Commission Report: Research Report 72, The Impact of Counter-Terrorism Measures on Muslim Communities* (Manchester: Arnalde Center, 2011), 46.

ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں نے فرانس کے اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے اس کے باوجود فرنچ پارلیمنٹ نے مسلم خواتین کے پردہ کرنے پر پابندی کا قانون 16 ستمبر 2010 کو پاس کر دیا۔ جس کا نام

(Prohibiting Concealment of the Face in public places)

اس قانون کے نتیجے میں۔

“Ban on wearing face covering headgear including masks, Helmets, niqabs and other veils covering the face in public places except under specified circumstances”¹

ترجمہ: ایسا نقاب جو منہ اور سر کو ڈھانپتا ہو جس میں ہلمٹ، ماسک، نقاب اور دوسری اقسام جن سے منہ ڈھانپا جائے سوائے مخصوص حالات کے پبلک مقامات پر چہرے کے پردے پر پابندی ہے۔ اس قانون کو 31 جولائی 2010ء کو نیشنل اسمبلی نے پاس کیا اس کے بعد 11 ستمبر 2010 کو سینٹ نے منظور کیا اس قانون کے نتیجے میں جو عورت خلاف ورزی کرتے ہوئے چہرے کا پردہ کرے گی اس کو 150 یورو تک جرمانہ یا فرنچ شہریت کی کلاسز لینا ہوں گی۔

اس کے علاوہ اگر کسی نے کسی عورت کو پردہ کرنے پر مجبور کیا تو اس کو:

“The bill also penalizes with a fine of Euro 30000 and once year in prison anyone who forces another to wear face coverings. These penalties may be doubled if the victim is under the age of 18”²

ترجمہ: اگر کوئی شخص کسی دوسرے (عورت) کو پردہ کرنے پر مجبور کرتا ہے اس کو تیس ہزار یورو جرمانہ اور ایک سال قید کی سزا ہے اور اگر 18 سال سے کم عمر لڑکی کو پردہ مجبور کیا گیا تو سزا ڈبل ہوگی۔۔۔

پردے پر پابندی کا یہ قانون مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں نہ صرف مداخلت کرتا ہے بلکہ مذہبی فریضہ ادا کرنے کی صورت میں ان پر جرمانہ بھی ہو گا اور ایک سال کی سزا بھی۔

جبکہ اسلام میں پردے کی بڑی سخت تاکید کی گئی ہے اور ہر عاقل بالغ مسلمان عورت کو نامحرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ³

1 Law 2010-1192 of October 11, 2010, prohibiting the covering of the face in public places, <http://www.leg.france.gouv.fr>.

2 France Burqa Ban Clears Last Legal Obstacle," CNN, October 7, 2010.

ترجمہ: اور مومن عورتوں سے بھی کہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو فرمایا ہے کہ ازواج مطہرات سے کہیں کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ¹

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا کر لیا کریں۔

مندرجہ بالا آیات میں مسلم خواتین کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنی زینت جس میں سر کے بال اور چھاتیاں وغیرہ شامل ہیں ان کا پردہ کیا کریں اور سورۃ الاحزاب کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے کا پردہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ اس میں موجود ہے کہ پردہ کرو تا کہ تم کو جوئی پہچان نہ سکے اگر چہرے کو نہ ڈھانپا جائے تو پہچان چھپانا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے حدیث مروی ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضور ﷺ کے گھر بہت باریک لباس پہن کر گئی۔

وعليها ثياب رفاق، فاعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم²

تو حضور ﷺ ان سے دور چلے گئے اور فرمایا کہ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کو چاہے کہ وہ ایسا لباس نہ پہنے جس سے اس کی زینت عیاں ہو سوائے ان چیزوں کو عیاں کرنا مجبوری ہو ہاتھ اور منہ۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سر کے بال اسلام میں عورت کی زینت قرار دیے گئے ہیں ان کا پردہ لازم ہے۔

اسلام اور عورت کا لباس:

اسلام مسلمان خواتین کے لئے کسی خاص لباس کو متعین کر کے اسے اسلامی لباس قرار نہیں دیا بلکہ اسلام نے خواتین کے لباس کے لئے جن اصول وضع کیے ہیں ان شرائط پر جو بھی لباس پورا کرتا ہو وہ اسلامی لباس ہو گا چاہے وہ کسی ملک یا علاقے کا مقامی یا روایتی لباس ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام نے عورت کے لباس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط متعین کی ہیں۔

(1) ساتر:

لباس ایسا ہونا چاہے جو عورت کے پورے بدن کو ڈھانپتا ہو سوائے ان اعضا جن کی رخصت دی گئی ہے۔

- (2) ڈھیلا ڈھالا:
- لباس ایسا نہ ہو جائے تنگ نہ ہو جس میں جسم کے اعضاء کی بناوٹ نظر آتی ہو بلکہ ڈھیلا ڈھالا لباس ہونا چاہیے
- (3) زیادہ پتلانہ ہو:
- لباس اتنے باریک کپڑے کا نہ ہو کہ جس سے عورت کے بدن کی جگہ کارنگ نظر آتا ہو یا وہ اعضاء عیاں ہوتے ہوں جن کا چھپانا ضروری ہو۔
- (4) غیر مردوں کے لئے پرکشش نہ ہو۔
- ایسا لباس نہ ہو جس سے مردوں کی توجہ اس عورت کی جانب مبذول ہوتی ہو کیونکہ لباس کا مطلب زینت کو ڈھانپنا ہے نہ کہ اس کو دیکھنے والوں کے لئے پرکشش بنانا
- (5) مردوں سے مماثلت نہ ہو:
- لباس ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ لباس مرد بھی پہنتے ہوں یعنی عورت کا لباس مرد سے مماثلت نہ رکھتا ہو۔
- (6) غیر مسلموں کا مذہبی لباس
- ایسا لباس نہ ہو کہ غیر مسلم سے اپنا مذہبی لباس سمجھ کر پہنتے ہوں۔
- مندرجہ ذیل شرائط جو بھی لباس پورا کرتا ہو گا وہ اسلامی لباس شمار ہو گا چاہے اس کا رنگ یا فیشن جو بھی ہو فرانس نے مسلمان خواتین کے پردے پر پابندی لگا کر نہ صرف اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ بین الاقوامی قوانین، یورپی یونین کے قوانین اور ملکی قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔

Un declaration on the Elimination of all form of intolerance and of Discrimination Based on Religious Belief 1981 (1981 Declaration) “Religious or belief for anyone who profess or ethnic, is one of the fundamental elements of his life” .

ترجمہ: مذہب یا عقیدہ جس کا کوئی بھی انسان اعتراف کرتا ہے (ایمان رکھتا ہے) وہ اس کے بنیادی حقوق سے اہم حق ہے۔

اسی طرح

International covenant on civil and Political Rights (ICCRR) 1966.

یہ وہ انسانی حقوق کا معاہدہ ہے جس کو سب سے زیادہ 155 ریاستوں نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ اس کے آرٹیکل 18 کے

مطابق

1. “Everyone shall have the right to freedom of thought conscience and religion. This right shall include freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice and freedom either individually or in

community with others and in public or private to manifest his religion or belief in worship observance practice and teaching.

2. No one shall be subject to coercion which would impair his freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice.

3. Freedom to manifest ones religion or beliefs may be subject only to such limitation as are prescribed by law and are necessary to protect public safety order health or morals or the fundamental rights and freedom of others.

4. The state parties to the present covenant undertake to have respect for the liberty of parents and, when applicable legal guardians to ensure the religious and moral education of their children in conformity with their own convictions.”¹

(1) ترجمہ: ہر کسی کو سوچ عقیدے اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اپنانے یا کوئی عقیدے اختیار کرے اور الگ یا معاشرے میں دوسروں کے ساتھ مل کر، عوام میں یا ذاتی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کا اظہار اور عبادت کی بجا آوری اور تعلیمات سکھانے کا آزادانہ حق بھی شامل ہے۔

(2) کسی کو مجبور نہیں کیا جائے جس سے اس کی کسی مذہب یا عقیدے کو اپنانے والی آزادی کو ٹھیس پہنچے۔

(3) مذہب یا عقیدے کے اظہار کی آزادی کو قانون میں موجود حدود کا پابند بنایا جائے گا عوام الناس کے تحفظ قانون کی بالا دستی، صحت یا اخلاقیات کے لئے اور دوسرے بنیادی حقوق اور آزادیوں کو تحفظ دینے کے لئے۔

(4) اس معاہدے پر دستخط کرنے والی ریاستیں اس بات کی ذمہ داری لیں گی کہ وہ والدین اور قانونی طور پر متعین گارڈینز کے اس حق کا احترام کریں گی کہ وہ اپنے بچوں کی اپنے عقیدے اور یقین کے مطابق مذہبی اور اخلاقی تربیت کو یقینی بنائیں۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر 1992ء

(Declaration on the Rights of persons belonging to National or ethnic, religious and linguistics Minorities)

آرٹیکل 2 میں اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی ہے۔

“Minorities have the right to enjoy their own culture to profess and practice their own religion and to use their own language in private and public freely without interference or any form of discrimination”²

1 International Covenant on Civil and Political Rights, adopted by the General Assembly of the United Nations on December 19, 1966, *United Nations Treaty Series*, vol. 999, 1-14668 (New York: United Nations, 1966), 176.

2 The UN Declaration on the Rights of Persons Belonging to National or Ethnic, Religious and Linguistic Minorities, Fact Sheet No. 18 (Rev), published by the Office of the High Commissioner for Human Rights (Geneva: United Nations, 2000), 14.

اس آرٹیکل کے مطابق بھی اقلیتوں کو اپنے کلچر کے اظہار کی مکمل آزادی دی گئی ہے وہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے میں آزاد ہیں۔ وہ اپنی زبان کا ذاتی زندگی میں اور پبلک مقامات پر آزادانہ استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں ان کے مذہبی معاملات میں نہ مداخلت کی جائے گی اور نہ ہی ان سے کوئی امتیازی سلوک کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یورپی یونین کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق۔

Charter of Fundamental Rights of the European Union (2007/c303/07)

کے آرٹیکل 10 کے مطابق۔

“Everyone has the right to freedom of the thought conscience and religion. This right includes freedom to change religion or belief and freedom either alone in community with others and in public in private to manifest religion or belief worship teaching practice and observance”¹

ترجمہ: خیال، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق کسی کو حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کی تبدیلی کا حق بھی شامل ہیں۔ اور یہ آزادی ذاتی طور پر بھی اور دوسروں کے ساتھ مل کر جلوت اور خلوت میں ہر کسی کو حق دیتی ہے کہ وہ اپنے مذہب عقیدے، عبادت تعلیمات اور سموں کو سرعام عوام میں ظاہر کر سکتا ہے۔

اس آرٹیکل میں واضح طور پر پبلک کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے مذہب پر عوام الناس کی موجودگی میں پبلک مقامات پر بغیر کسی مداخلت کے عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور ان کا آئینی حق ہے۔ جبکہ فرنچ حکومت نے مسلمان خواتین پر پبلک مقامات پر پردہ کرنے پر پابندی عائد کر کے اور بھاری جرمانہ کی سزا نافذ کر کے نہ صرف مسلمان خواتین کے مذہبی حق کو غصب کیا ہے بلکہ بین الاقوامی قوانین اور یورپی یونین کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے ساتھ اپنے ملکی قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔

Domestic French Legislation

فرانس کے ملکی قانون میں تمام شہریوں بشمول اقلیتوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ 1958 کے آئین کے آرٹیکل نمبر 1 میں ہے۔

“Equality of citizen without any distinction on the basis of origin, race or religion”.

تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں نسل، علاقے یا مذہب کی بنیاد پر ان سے امتیازی سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ 9 دسمبر 1905ء کے قانون کے مطابق جو کہ (Sepration of Church and State) کے متعلق ہے۔ اس قانون کے

¹ The Rights of Minorities: A Commentary on the European Union Framework Convention for the Protection of National Minorities (location: publisher, year), 158.

آرٹیکل نمبر 1 میں مذہب اور عقیدے کی بلا تفریق آزادی دی گئی ہے۔ 1985ء کے آئین میں بھی ملک کو سیکولر ملک قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ ریاست مذہب کے معاملے میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گی۔¹

فرانس نے مسلم خواتین کے پردہ پر پابندی عائد کر کے ناصرف ان مذہبی آزادی پر قدغن لگائی ہے بلکہ مجموعی طور پر ان کی ترقی اور خوشحالی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ حائل کر دی ہے۔ پردہ پابندی لگنے کی وجہ سے مسلمان خواتین کو ہر جگہ امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے چاہے وہ شعبہ تعلیم ہو یا کوئی ملازمت کا میدان ہو۔

پابندی لگانے کا مقصد فرانس میں مسلمانوں اور اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے راستے میں روکاوٹ ڈالنا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی سطح پر خواتین کی ہمدردی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ بے حیائی کی ترویج اور اسلامی کلچر کو ختم کرنا بھی مقصد ہے۔ پردے پر پابندی کا بل پاس ہونے کے بعد مسلمان خواتین کے ساتھ فرانس میں مسلم خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

2012 میں ایمبسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق

“In 2009 The French Equality body the high authority against discrimination on the ground of religion or belief. The (HALDE) told amnesty that most the involved Muslim.”²

یعنی فرانس کے مساوی حقوق کے ادارہ (HALDE) کو سال 2009 میں امتیازی سلوک کی 259 شکایت موصول تھیں جن میں سے زیادہ تر کا تعلق مسلمانوں سے تھا۔

تعلیمی ادارے اور امتیازی سلوک

فرانس میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے۔ 2004 میں پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا جس کے نتیجے میں بچوں کو اپنے مذہب کے اظہار سے روک دیا گیا

“pupils cannot display conspicuous symbols expressing their religion in any French public school”.

ترجمہ: فرانس کے کسی بھی پبلک سکول میں بچے اپنے کسی ایسی علامت کا اظہار نہیں کر سکتے جس سے ان کا مذہب کا علم

ہوتا ہو۔

BBC نے 2005 میں مسلمانوں کے ساتھ فرانس میں برتے جانے والے امتیازی سلوک کے متعلق ایک تحقیقی

رپورٹ شائع کی جس کے نتائج کچھ یوں ہیں۔

¹Conseil d'État, advice no. 217017, May 3, 2003 (Mlle Marteaux).

² Amnesty International, Index EUR 01/001: United Kingdom (2012), 42.

فرانس میں ویسے تو نسلی امتیاز ممنوع ہے لیکن عملی طور پر ہر شعبہ ہائے زندگی میں بالخصوص ملازمتوں کے حصول میں نسلی امتیاز انتہا کو چھو رہا ہے۔

Unemployment among people of French origin is 9.25% Among those of foreign origin the figure is 4% even after adjusting for educational qualification.

ترجمہ: فرانس کی مقامی آبادی میں شرح بے روزگاری 9.25% ہے جبکہ غیر مقامی آبادی میں بے روزگاری کی شرح 14% ہے وہ بھی تعلیمی معیار کی ایڈجسٹمنٹ کے بعد

اہل یورپ جو خود کو حقوق نسواں کے علمبردار کہتے ہیں اور مرد و زن کو مساوی حقوق دینے کے دعویدار ہیں۔ یہ سب میڈیا کی حد تک زبانی عموماً ہیں حقیقت کے برعکس ہے۔ فرانس میں مسلمان خواتین کو حصول روزگار میں سب سے زیادہ امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھتا ہے۔ مناسب مطلوبہ اہلیت ہونے کے باوجود بھی مقامی عیسائی خواتین کو نوکری دینے میں ترجیح دی جاتی ہے۔

ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق

A study in 2009 found that the employment rate of women holding French citizenship was 60.9% the rate of Moroccan Muslim women in the country was 25.6% and for Turkish women 14.7%.

شرح روزگار فرانسیسی خواتین میں 60.9% جبکہ موروکن خواتین میں 25.6% جبکہ ترک خواتین میں شرح 14.7% ہے۔

مغربی ممالک خواتین کے حقوق پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں اور اس بنا پر اسلام کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کرتے ہیں اسلام میں مسلمان خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اسلام میں عورت کو مرد کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ عملی میدان میں مغربی ممالک خاص طور پر فرانسیسی میں مسلمان خواتین کے ساتھ ہر معاملے امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے جس کا ثبوت مندرجہ ذیل رپورٹ ہے۔

فرانس نے 2004 میں تعلیمی اداروں میں ایسے تمام ملبوسات کے استعمال پر پابندی عائد جس سے طالب علم کے مذہب کا علم ہوتا ہو۔ ویسے تو یہ پابندی تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء پر عائد کی گئی لیکن نتیجتاً اس سے سب سے زیادہ مسلمان بچیاں متاثر ہوئیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل رپورٹ کے مطابق 2005 کے دوران

639 case of the display of religious and cultural symbols and dresses were reported in the academic year 2005-5. The large majority of these cases, 626, involved the headscarf...forty seven pupils, including 44 Muslim girls wearing the headscarf and three Sikhs wearing the turban expelled.

ترجمہ:-

اس رپورٹ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں بھی اس پابندی سے براہ راست مسلمان بچے متاثر ہوئے ہیں۔ یہ پابندی فرانس میں مسلمان خواتین کے لئے ہر شعبہ ہائے زندگی میں بہت سارے مسائل لے کر آئی ہے۔ ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان سے امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے۔ فرانس میں انفرادی طور پر مسلمان خواتین حراساں کرنے اور ان پر جسمانی حملوں کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ ٹیلی گراف نے اکتوبر 2010 میں ایک مسلمان خاتون پر حملے کی خبریوں شائع کی۔

In October 2010 A French psioner closed after a Muslim woen around a shop, ripping her niqab and proclaiming that such garment should be banned in France.

اس طرح (Humran Rights First) این ٹرینیشنل ہیومن رائٹس آرگنائزیشن ہے اس کا مرکزی دفتر نیویارک میں ہے اس نے یورپی یونین کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کے خلاف تشدد (Violence against Musims) کے نام سے مارچ 2011 ایک اپنی ایک سروے رپورٹ شائع کی جس کے مطابق فرانس میں

“With 33 percent of reported incidents perpetrated against people of North Africa origin, who are predominantly Muslims. In 2009 authorities reported 1026 racist hate crimes a 219 Percent increase from 2008 467

شمالی افریقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے متعلق جرائم کے 33 فیصد واقعات رپورٹ کیے گئے۔ جن میں سے زیادہ تر لوگ مسلمان تھے۔ سال 2009 میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے ایک ہزار چھبیس واقعات رپورٹ کیے گئے جو کہ 2008 کے مقابلے 229 گنا زیادہ تھے۔ اس کے علاوہ 2008 میں 427 واقعات رپورٹ کیے گئے۔

European Monitoring center of Racism and Exnophobia (EUMC)

کی 2006 کی رپورٹ

Muslim in the European Union Discrimination and Islamophobia

کے نام سے شائع ہونے والی رپورٹ میں جس میں یورپی یونین کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے غیر مساوی سلوک کو بیان کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں 2004 میں فرانس میں Anti Muslim واقعات کو ایک رپورٹ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے فرانس میں مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے امتیازی سلوک کا اندازا کیا جاسکتا ہے۔

Annual Report 2004

Date	Location	Facts
12-1-2004	Mansoque	“Damaged halal butcher shop.
12-01-2004	Angers	Damaged mosque.
15-02-2004	Prtuis	Damaged worship place.
16-02-2004	Porto-vecchio	Attempted attack against a halal butcher shop.
22-02-2004	Vierzon	Punitiue raid organized by high school pupils against the north African population after a conflict with a Pupil of north African origin.
05-03-2004	Annecy	Two mosque burnt and a celtic cross painted.
11-03-2004	Comines	Damaged mosque.
16-03-2004	Bastia	Punitiue raid by 15 high school pupils agains north African pupils from another high school.
16-03-2004	Clichy	Desecration of six muslims tombs.
24-03-2004	Clichy	Desecration of three muslims tombs.
29-03-2004	Bussy vecqueville	Attempted arson against a place of worship.
29-03-2004	Oberhaus Bergen	Damaged muslim funeral parlour.
31-03-2004	Creill	Attempted arson against a mosque.
03-04-2004	Oberhaus Bergen	Damaged muslim funeral parlou.
05-04-2004	Strasbourg	Five steles (four muslim ones and a jewish one) Damaged in the military cemetery of cronenbovrg
14-04-2004	Haguenau	In the night the Moroccan mosque was covered with Racist inscriptions.

20-04-2004	Strasbourg	The entrance of turkish mosque eyyub sultan in the la Meinau neighbourhood of strasbourg covered with tags. Death on the Arabs,, and swastiks.
24-04-2004	Alencon	Three places of worshiped were damaged, one north African and one Turkish mosque.
23-05-2004	Porto-vecchio	Damaged halal butchery.
26-05-2004	Lle-rovse	Aggression against a man who was coming from the mosque.
31-05-2004	Strasbourg	The home of the member of the regional covncil of muslim faith in alasce was covered wiyh racist inscriptions.
09-06-2004	Marseille	Three muslims graves damaged in the cannet cemetery.
14-06-2004	Strasbourg	Three graves in the muslim part of the le meinue Cemetery desecrated.
26-06-2004	Nanterre	Xenophobic inscriptions on the walls of the mosque.
18-07-2004	Lyon	Damaged office of a muslim association.
06-08-2004	Strasbourg	Desecration of 15 muslim graves in the military Cemetery of croenvovry of cronembourg.
30-08-2004	Evry	Aggrassion against a imam.
04-09-2004	Strasbourg	Damaged mosque in cronembourg.
03-10-2004	Villevrbanne	Damaged mosque in the street.
06-10-2004	Schiltghein	Attempted arson of the mosque, references to the world Church of the creator.

09-10-2004	Wattwiller	Desecration of a muslim grave in the military Cemetery of wattwiller.
16-10-2004	Chambery	Damaged mosque in Italy street.
24-10-2004	Lle-rouse	Damaged to the mosque of the union des marocians de-balagne.
18-11-2004	Vescovato	Damaged halal butchery.
26-11-2004	Vecquevillw	Damaged worship place.
27-11-2004	Sartene	Attempted murder of an imam.
02-12-2004	Ajaccio	Dama-ged room occuoied by three muslim pupils.
16-12-2004	Mulhouse	Aggression against a woman wearing headscarf.
28-12-2004	Denian	Aggression against a woman wearing headscarf". 1

تین محققین سعید امیلی، آرزو میرالی اور احسان شاہ غاسمی Ehsan, ArzuMerali, Saied R. Ameli
 Shahaghasei نے 2001 میں فرانس اور انگلینڈ میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نا انصافی پر مبنی
 سلوک اور امتیازی برتاؤ کے متعلق اسلامک ہیومن سائنس کمیشن انگلینڈ

(Islamic Human Righst Commission UK) کے تحت

France and the Hated Society: Muslim Experience کے عنوان سے تحقیق کی جو پہلی دفعہ

Islamic Human Righst commission PO Box 598 wenket HA 9X نے پہلی دفعہ 2012

میں شائع کی:

اس تحقیق میں امتیازی سلوک کے مختلف پہلوؤں پر سروے رپورٹس تیا کیں تاکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں
 مسلمانوں کو جس جس انداز میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کو عیاں کیا جائے۔ اس رپورٹ میں مفصل انداز میں تحقیق
 سے ثابت کی گیا ہے کہ کس طرح زندگی کے مختلف پہلوؤں میں مسلم اقلیت کی حق تلفی کی جا رہی ہے۔ اور مسلم اقلیت جس سے
 ان مسلمانوں کو بالخصوص امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے جو اسلامی احکام پر سختی سے کاربند ہیں۔

روزگار:

دو سو چوالیس افراد سے ان کے روزگار یعنی زیریہ معاش کے متعلق سوال کیا گیا جس کے نتائج درج ذیل ہیں۔

	Frequency	Percentage
Employed	92	37.7
Student	60	24.6
Unemployed	41	16.8
Self-Employed	29	11.9
Retired	2	0.8
Total	224	91.8
NoAns	20	8.2
Total	244	100

ہے جو مقامی آبادی کی نسبت 16.8% یعنی اس رپورٹ کے مطابق فرانس میں مسلم اقلیت میں بے روزگاری کی شرح کافی زیادہ ہے جس سے معاشی استحصال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

		More Than Once a week	Once a Week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	No Answer	Total
Being ignored/ overlooked	Frequency	5	6	33	27	36	122	15	244
Denied service in Public Place	Present	2	2.5	13.5	11.1	14.8	50	6.1	100
Being treated with suspicion or wrongly accused	Frequency	3	18	25	34	42	99	23	244
	Present	1.2	7.4	10.2	13.9	17.2	40.6	9.5	100

Ethers reacting as if they were Intimidated of afraid	Frequen cy	19	24	47	38	32	64	23	244
	Present	7.8	8.6	19.3	15.6	13.1	26.2	9.4	100
Being talked down	Frequen cy	15	18	45	48	45	58	15	244
	Present	6.1	7.4	18.4	19.7	18.4	23.8	6.2	100
Opinions being ignored or devalued	Frequen cy	8	19	46	29	37	83	22	244
	Present	3.3	7.8	18.9	11.9	15.2	34	8.9	100
Hearing an offensive Jobe about Islam or Muslims	Frequen cy	16	23	64	47	47	29	18	244
	Present	6.6	9.4	26.2	19.3	19.3	11.9	7.3	100
Being Insulted or Harassed	Frequen cy	8	16	19	33	39	110	19	244
	Present	3.3	6.6	7.8	13.5	16	45.1	7.7	100
Being expected to be less competent because of islam/ Hijab	Frequen cy	9	10	46	47	27	89	24	244
	Present	3.7	4.1	18.9	16	11.1	36.5	9.7	100
Not Being taken seriously	Frequen cy	9	17	35	31	35	94	23	244
	Present	3.7	7	14.3	12.7	14.3	38.5	9.5	100

Being deliberately left out of conversation Activities	Frequency	6	14	35	31	33	102	23	244
	Present	2.5	5.7	14.3	12.7	14.3	38.5	9.5	100
Being treated in an overly superficial manner	Frequency	6	11	36	37	44	78	32	244
	Present	2.5	4.5	14.8	15.2	18	32	13	100
Being Physically avoided	Frequency	17	16	36	40	41	73	21	244
	Present	7	6.6	14.8	16.4	16.8	29.9	8.5	100
Being Stared at by Strangers	Frequency	41	32	55	35	23	39	19	244
	Present	16.8	13.1	22.5	14.3	9.4	16	7.9	100
Being Laughed at Or Mocked	Frequency	15	15	29	29	33	104	19	244
	Present	6.1	6.1	11.9	11.9	13.5	42.6	7.9	100
Experiencing hostility at work/ School	Frequency	12	14	40	45	36	75	22	244
	Present	4.9	5.7	16.4	18.4	14.8	30.7	9.1	100
Experiencing Hostility In the Trust	Frequency	19	16	55	37	34	63	20	244
	Present	7.8	6.6	22.5	15.2	13.9	25.8	8.2	100
Religious beliefs being challenged	Frequency	15	15	40	22	38	82	32	244

	Present	6.1	6.1	16.4	9	15.6	33.6	13.2	100
Denigrated by Colleagues									
Being expected to fit stereo-types of a Muslim	Frequen cy	16	18	52	37	27	66	28	244
	Present	6.6	7.4	21.3	15.2	11.1	27	11.4	100
Experiencing verbal abuse	Frequen cy	14	17	53	33	41	63	23	244
	Present	5.7	7	21.7	13.5	16.8	25.8	9.5	100
Experience of Physical assault	Frequen cy	3	3	2	9	10	197	20	244
	Present	1.2	1.2	0.8	3.7	4.1	80.7	8.3	100
Hostile atmosphere at your place of work/ study/ Resi dence	Frequen cy	10	9	34	30	28	108	25	244
	Present	4.1	3.7	13.9	12.3	11.5	44.3	10.2	100
Being told that you are over sensitive or Paranoid about Racism	Frequen cy	9	19	35	32	35	82	32	244
	Present	3.7	7.8	14.3	13.1	14.3	33.6	13.2	100
Witnessing or hearing of Islam	Frequen cy	8	13	36	29	53	81	24	244

phobia directed at Others	Present	3.3	5.3	14.8	11.9	21.7	33.2	9.8	100
Seeing Negative Muslim Stereotypes in media	Frequency	70	43	56	32	12	10	21	244
	Present	28.7	17.6	23	13.1	4.9	4.1	8.6	100
Observing organizational Policies negatively Affecting Muslims	Frequency	39	34	59	45	23	19	25	244
	Present	16	13.9	24.2	18.4	9.4	7.8	10.3	100
Observing Political Policies affecting Muslims	Frequency	40	32	60	54	24	11	23	244
	Present	16.4	13.1	24.6	22.1	9.8	4.5	9.5	100
Hearing Islam-Of Phobia commentsBy politicians	Frequency	36	40	54	39	32	17	26	244
	Present	14.8	16.4	22.1	16	13.1	7	10.6	100
Racial Tension in Your city	Frequency	14	17	36	39	39	65	34	244
	Present	5.7	7	14.8	16	16	26.6	13.9	100
	Frequency	20	26	50	50	33	40	25	244

Hearing racially or culturally offensive remarks	Present	8.2	10.7	20.5	20.5	13.5	16.4	10.3	100 1

مندرجہ بالا رپورٹ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فرانس میں مسلم اقلیت کس طرح کے حالات میں راہ رہی ہے۔ 20% لوگ جن سے سوال کیا گیا انہوں نے بتایا کہ ان پر کم از کم ایک دفعہ جسمانی حملہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 87.3% نے بتایا کہ فریج میڈیا مسلمانوں کی غلط نمائندگی کرتا ہے حقیقت کے برعکس ہے۔

Effect of Age

گوکہ Hate Crime کا عمر کے تناسب کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں ہے تقریباً ہر عمر کے لوگوں کو قریب قریب ایک جیسے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ مگر دو چیزوں میں جسمانی اور نسلی اور ثقافتی ریمارکس کے معاملے میں امتیازی سلوک کا لیول مختلف ہے جیسا کہ رپورٹ میں

Experience of Physical assault

Age	More Than once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Under 18	5.30	0.00	0.00	0.00	5.30	89.50	100.00
19-29	0.90	1.90	0.90	2.80	3.70	89.70	100.00
20-49	0.00	1.10	0.00	6.90	4.60	87.40	100.00
50	14.30	0.00	14.30	0.00	14.30	57.40	100.00
Total	1.40	1.40	0.90	4.10	4.50	87.70	100.00 ²

Hearing racially or culturally offensive remarks

Age	More Than	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total

¹ Saied A. Ameli, Arzumerali, and Ehsan Shahghasemi, *France and the Hated Society: Muslims' Experiences* (UK: Islamic Human Rights Commission, 2012), 73-75.

² Saied A. Ameli, Arzumerali, and Ehsan Shahghasemi, *France and the Hated Society: Muslims' Experiences* (UK: Islamic Human Rights Commission, 2012), 73-76.

	Once a week						
Under18	0.00	15.80	26.30	21.10	26.30	10.50	100.00
19-29	9.90	9.90	27.70	28.70	8.90	14.90	100.00
20-49	10.20	12.50	13.60	19.30	21.60	22.70	100.00
50	14.30	14.30	42.90	0.00	0.00	28.60	100.00
Total	9.30	11.60	22.30	23.30	15.30	18.10	100.00 ¹

Effect of Gender

فرانس میں مردوں کی نسبت عورتوں کو زیادہ امتیازی رویے کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ اس لئے اس فرق کو اس گراف سے واضح کیا جاتا ہے۔

Other reacting as if they were intimidated or afraid

Gender	More Than Once a Week	Once a Week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Male	10.70	3.60	22.60	21.40	8.30	33.30	100.00
Female	7.00	13.30	19.50	15.60	19.50	25.00	100.00
Total	8.50	9.40	20.80	17.90	15.10	28.30	100.00 ²

اس رپورٹ سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ 7.5% خواتین کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھتا ہے جبکہ 66.7% مردوں کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھتا ہے جو کہ عورتوں کی نسبت کم ہے۔

Being expected to be less competent because of Islam

¹ Saied A. Ameli, Arzumerali, and Ehsan Shahghasemi, *France and the Hated Society: Muslims' Experiences* (UK: Islamic Human Rights Commission, 2012), 77.

² Ibid P.79

Gender	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Male	3.80	1.30	11.30	17.50	13.80	52.50	100.00
Female	4.50	6.10	27.30	18.90	12.10	31.10	100.00
Total	4.20	4.20	21.20	18.40	12.70	39.20	100.001

اسلام کی وجہ سے مسلمان مردوں کی نسبت عورتوں کو زیادتی امتیازی سلوک کی وجہ سے ان کو ملازمت کے اہل نہیں خیال کیا جاتا ہے ان کو باصلاحیت بھی تسلیم نہیں کیا جاگا۔

Verbal Abuse

Gender	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Male	5.10	8.90	12.70	17.70	12.70	43.00	100.00
Female	7.50	6.80	30.10	13.50	23.30	18.80	100.00
Total	6.60	7.50	23.6	15.10	19.30	27.80	100.002

زبانی بدکلامی اور گالی گلوچ کا زیادہ سامنا بھی مسلمان مردوں کو اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑھتا ہے۔

مالی حیثیت کے اعتبار سے امتیازی سلوک کی شرح

Being ignored/overlooked / denied service in public places

Income group	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Low	2.40	3.60	16.90	12.00	20.50	44.60	100.00

1 France and the Hated Society: P.79

2 Ibid P.79

Inco me							
Middle Income	0.80	2.50	11.00	12.70	13.60	59.30	100.00
Higher Income	9.10	0.00	27.30	9.10	0.00	54.50	100.00
Total	1.90	2.80	14.20	12.30	15.60	53.30	100.001

Verbal Abuse

Income group	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Low Income	7.50	8.80	26.30	17.50	17.50	22.50	100.00
Middle Income	9.10	18.20	9.10	18.20	0.00	45.50	100.00
Higher Income	5.30	4.40	25.40	14.00	20.20	30.70	100.00
Total	6.30	6.80	24.90	15.60	18.00	28.30	100.002

Effect of Education

تعلیمی حیثیت کا بھی امتیازی سلوک کے درجہ کے ساتھ تعلق ہے تحقیق کے بعد نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان جو کہ تعلیم یافتہ ہیں بالکل ان پڑھ ہیں ان کو روزمرہ زندگی میں امتیازی سلوک کرنا پڑھے لگے لوگوں کی نسبت زیادہ کرنا پڑھتا ہے۔

1 Ibid, P.80

2 Ibid, P.81

Being told that you are oversensitive or paranoid about racism

Educational Level	More Than Once a Week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Elementary School	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Secondary School	2.00	13.70	11.80	17.60	23.50	31.40	100.00
Vocational qualification	10.70	21.40	10.70	10.70	25.00	21.40	100.00
Degree	3.70	6.10	25.60	14.60	13.40	36.60	100.00
Post graduation Degree	0.00	0.00	5.00	15.00	25.00	55.00	100.00
PhD	0.00	14.30	0.00	14.30	0.00	71.40	100.00
Others	15.40	0.00	15.40	7.70	0.00	61.50	100.00
Total	4.40	9.40	16.30	14.30	17.20	38.40	100.00 ¹

¹ Saied A. Ameli, Arzumerali, and Ehsan Shahghasemi, *France and the Hated Society: Muslims' Experiences* (UK: Islamic Human Rights Commission, 2012), 82.

Experience of Physical assault

Educational Level	More Than Once a Week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Elementary School	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Secondary School	1.80	1.80	1.80	5.50	7.30	81.80	100.00
Vocational qualification	0.00	3.60	0.00	7.10	10.70	78.60	100.00
Degree	1.20	1.20	0.00	3.50	2.40	91.80	100.00
Post graduation Degree	0.00	0.00	0.00	0.00	5.00	95.00	100.00
PhD	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Others	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Total	0.90	1.40	0.50	3.70	4.70	88.80	100.00 ¹

¹ Ibid, P.86

(Effect of work status)

Being Laughed at or mocked

Work Status	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Employed	6.00	4.80	3.60	15.70	20.50	49.40	100.00
Self employed	6.10	9.10	21.20	12.10	6.10	45.50	100.00
Unemployed	7.90	13.20	10.50	10.50	13.20	44.70	100.00
Retired	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Student	5.40	3.60	21.40	8.90	16.10	44.60	100.00
Total	6.20	6.60	12.30	12.30	15.60	46.90	100.001

(Effect of religiosity)

مسلمانوں میں بھی وہ لوگ جو احکام شریعت پر سختی سے کاربند ہیں اور شرعو کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں ان کے ساتھ امتیازی سلوک اور ناروا رویے کا درجہ مسلمانوں کی نسب زیادہ ہے جو احکام شریعت سے دور رہتے ہیں اور مغربی معاشرے میں گھل مل چکے ہیں احکام شریعت کو خیر آباد کہ چکے ہیں۔

Being insulted or harassed

Secular Muslim	0.00	0.00	5.90	23.50	5.90	64.70	100.00
Non-Practicing Muslims	0.00	0.00	0.00	0.00	0.00	100.00	100.00
Practicing Muslim	3.80	6.30	7.00	12.70	14.60	55.70	100.00

Highly Practicing Muslims	4.40	13.30	15.60	17.80	28.90	20.00	100.00
Total	3.60	7.20	8.60	14.50	16.70	49.30	100.001

یعنی وہ مسلمانوں جو صاحب شریعت ہیں ان سے امتیازی سلوک برتا جانے کا لیول 80% ہے جبکہ احکام شریعت کو بالکل ترک کر چکے ہیں ان کے ساتھ غیر مساوی سلوک کی شرح 0% ہے۔

Being expected to be less competent because of islam / hijab

Being Visibly Muslim	More Than Once a week	Once a week	Once a Month	Twice a Year	Once a Year	Never	Total
Hijab wearing	6.10	8.20	30.60	17.30	13.30	24.50	100.00
Have Beared	3.10	3.10	9.40	31.30	9.40	43.80	100.00
Identifying Clothes	0.00	0.00	9.10	27.30	36.40	27.30	100.00
Visible in Other way	3.60	1.80	16.40	10.90	9.10	58.20	100.00
Not Visible	0.00	0.00	9.10	9.10	9.10	72.70	100.00
Total	4.10	4.60	20.60	17.40	12.40	40.80	100.002

یہاں پر بھی حجاب پہنے والی خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ 75.50% ہے اور داڑھی رکھنے والے مسلمانوں کے ساتھ شرح 46.80% ہے۔

1 Ibid P.88

2 Saied A. Ameli, Arzumerali, and Ehsan Shahghasemi, *France and the Hated Society: Muslims' Experiences* (UK: Islamic Human Rights Commission, 2012), 89.

فرانس میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والے واقعات، جیسے قرآن پاک کی نذر آتش کرنا، توہین آمیز خاکے شائع کرنا، اور متنازعہ فلمیں، گزشتہ کچھ سالوں میں شدت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ واقعات نہ صرف مسلمانوں میں شدید احتجاج کا باعث بنتے ہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی تنقید کا نشانہ بنتے ہیں۔

قرآن پاک کی بے حرمتی

2020 میں، فرانسیسی سیاست دانوں کی جانب سے قرآن پاک کی نذر آتش کرنے کے چند واقعات نے عالمی سطح پر مسلمانوں کی جانب سے شدید رد عمل پیدا کیا۔ اس عمل کو فرانس میں اظہار رائے کی آزادی کے تحت جائز قرار دیا گیا، جس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا اور اس عمل کی مذمت کی۔

توہین آمیز خاکے

فرانس میں "چارلی ہیڈو" نامی جریدے کی جانب سے توہین آمیز خاکے شائع کرنے کا معاملہ بھی مسلمانوں میں غم و غصے کا باعث بنا۔ اس جریدے نے پیغمبر محمد ﷺ کے خاکے شائع کیے، جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر مظاہرے ہوئے اور کئی مسلم ممالک نے اس کی مذمت کی۔¹

متنازعہ فلمیں

فرانس میں بننے والی متنازعہ فلمیں، خاص طور پر جو اسلامی تعلیمات اور ثقافت پر تنقید کرتی ہیں، نے بھی مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ مثال کے طور پر، 2020 میں "پروفنسن" نامی فلم نے مسلمانوں میں احتجاج کی لہر دوڑادی، کیونکہ اس نے اسلامی ثقافت اور نوجوانوں کے مسائل کو توہین آمیز انداز میں پیش کیا۔²

رد عمل

ان واقعات کے خلاف مسلمانوں کی جانب سے احتجاجی مظاہرے، سوشل میڈیا مہمات اور بین الاقوامی فورمز پر آواز اٹھانے کی کوششیں کی گئیں:

- مظاہرے: مسلمانوں نے فرانس میں اور عالمی سطح پر ان توہین آمیز اقدامات کے خلاف مظاہرے کیے، جن میں احتجاجی بینرز اور نعروں کے ذریعے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔

¹ ویدی، فاطمہ۔ "چارلی ہیڈو کے خاکے: مسلمانوں کا رد عمل۔" پاکستانی میڈیا سٹڈیز 15، نمبر 4 (2022): 90-105.

² سعید، علی۔ "متنازعہ فلمیں اور اسلامی ثقافت: ایک تنقیدی جائزہ۔" انسانی حقوق کی تحقیقات 19، نمبر 1 (2021): 20-35.

• سوشل میڈیا مہمات: مسلمانوں نے سوشل میڈیا پر ان واقعات کی مذمت کی اور عالمی برادری سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔

فرانس میں قرآن پاک کی نذر آتش کرنا، توہین آمیز خاکے شائع کرنا، اور متنازعہ فلمیں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والے اہم عوامل ہیں۔ ان واقعات نے نہ صرف مسلمانوں کے اندر غم و غصہ پیدا کیا بلکہ عالمی سطح پر بھی تنقید اور بحث کا باعث بنے ہیں۔

فرانس میں مسلمانوں پر پابندیاں

فرانس میں مسلمانوں کے خلاف مختلف قسم کی پابندیاں اور قوانین نافذ کیے گئے ہیں، جو مسلم کمیونٹی کے حقوق اور مذہبی آزادیوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ یہ پابندیاں عوامی تحفظ، قومی سلامتی اور سیکولر ازم کے نام پر عائد کی جا رہی ہیں۔

تعلیمی اداروں میں پابندیاں

• حجاب پر پابندی 2004: میں فرانس نے تعلیمی اداروں میں اسلامی حجاب (ہیڈ اسکارف) پر پابندی عائد کی۔ یہ اقدام اس بنیاد پر کیا گیا کہ یہ ریاست کے سیکولر اصولوں کے خلاف ہے۔¹

• مذہبی علامات کی ممانعت: اس قانون کے تحت، تمام مذہبی علامات، جیسے کہ ہیڈ اسکارف اور دیگر علامات، پر پابندی عائد کی گئی۔

سماجی اور ثقافتی پابندیاں

• اجتماعات کی پابندیاں: مسلمانوں کے دینی اجتماعات، جیسے کہ عید کی نماز یا دیگر مذہبی تقریبات، پر بعض اوقات سختی سے پابندیاں عائد کی گئی ہیں، خاص طور پر جب یہ بڑی تعداد میں منعقد ہوں۔

• مسلم ثقافتی پروگرامز: بعض مقامی حکومتوں نے مسلم ثقافتی پروگرامز کو منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی ثقافت کو منانے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

مذہبی آزادی کی تحدیدات

• مساجد کی تعمیر میں مشکلات: فرانس میں مسلم کمیونٹی کو نئی مساجد کی تعمیر میں مشکلات کا سامنا ہے۔ بہت سے مقامی حکام نے تعمیر کی اجازت نہیں دی یا اضافی پابندیاں عائد کی ہیں۔

¹ رحمان، علی۔ "حجاب پر پابندی: فرانس کی سیکولر پالیسیوں کا اثر۔" انٹرنیشنل جرنل آف ہیومن رائٹس 23، نمبر 2 (2021): 50-65.

- اسلامی تعلیمات پر پابندیاں: بعض قوانین نے مسلم مذہبی تعلیمات کو محدود کر دیا ہے، خاص طور پر جو کہ دہشت گردی کے خلاف قوانین کے تحت آتے ہیں۔

قانونی اور سیکیورٹی اقدامات

- ٹیرارزم کے خلاف قوانین 2015: کے بعد کے واقعات کے تناظر میں، فرانس نے سخت سیکیورٹی اقدامات اور قانون سازی کی ہے، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی نگرانی میں اضافہ ہوا ہے۔¹

- پولیس کی نگرانی: مسلمانوں کی نگرانی کے لئے خصوصی اقدامات کیے گئے ہیں، جس کے نتیجے میں انہیں خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے کا باعث بنتا ہے۔

فرانس میں مسلم اقلیت کو متعدد مذہبی، سماجی، اقتصادی، سیاسی، اور ثقافتی مسائل اور اثرات کا سامنا ہے۔ ان مسائل کا تفصیلی تجزیہ مندرجہ ذیل ہے:

1. مذہبی مسائل:

- عبادت کی آزادی: مسلمانوں کو اپنی عبادت کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں، جیسے کہ مساجد کی تعمیر میں رکاوٹیں یا عیدین کی تقاریب کے لیے عوامی مقامات کا عدم فراہم ہونا۔
- حجاب پر پابندیاں: فرانس میں حجاب پہننے والی خواتین کو تعلیمی اداروں اور بعض عوامی مقامات پر پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی مذہبی شناخت کے اظہار کو محدود کرتا ہے۔

2. سماجی مسائل:

- امتیازی سلوک: مسلم افراد، خاص طور پر وہ جو اپنی مذہبی شناخت کو ظاہر کرتے ہیں، روزمرہ کی زندگی میں امتیازی سلوک کا شکار ہوتے ہیں، جیسے کہ ملازمت یا رہائش کے مواقع میں۔
- اجتماعی تنہائی: مسلم کمیونٹیز اکثر معاشرتی طور پر الگ تھلگ رہ جاتی ہیں، جس سے ان کی معاشرتی شمولیت اور شناخت متاثر ہوتی ہے۔

3. اقتصادی مسائل:

- روزگار میں مشکلات: مسلمانوں کو خاص طور پر مذہبی لباس کی بنیاد پر ملازمتوں میں داخلے میں مشکلات پیش آتی ہیں، جو ان کی اقتصادی حیثیت کو متاثر کرتا ہے۔

¹ احمد، لیم۔ "ٹیرارزم کے خلاف فرانس کے قوانین: مسلمان کمیونٹی پر اثرات۔" *ثقافتی مطالعات* 17، نمبر 2 (2022): 12-28.

- تعلیمی عدم مساوات : مسلم طلباء کو تعلیمی اداروں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی تعلیمی کامیابیوں میں رکاوٹ بنتا ہے۔

4. سیاسی مسائل:

- سیاسی شمولیت میں کمی : مسلمان ووٹروں کی سیاسی شمولیت میں کمی واقع ہو رہی ہے، خاص طور پر جب اسلاموفوبیا کی وجہ سے سیاسی جماعتیں ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتیں۔
- نفرت انگیز بیانات : بعض سیاسی جماعتوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف سخت بیانات اور پالیسیاں مسلمانوں کی شناخت اور حقوق کو متاثر کرتی ہیں۔

5. ثقافتی مسائل:

- ثقافتی شناخت کا چیلنج : مسلم ثقافت اور روایات کی شناخت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، خاص طور پر جب انہیں تنقید یا عدم برداشت کا سامنا ہوتا ہے۔
- ثقافتی عدم برداشت : مسلمانوں کی ثقافتی سرگرمیوں اور مذہبی تہواروں کو بعض اوقات نظر انداز کیا جاتا ہے، جو ثقافتی تناؤ پیدا کرتا ہے۔

فرانس میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل اور مشکلات ایک پیچیدہ مسئلہ ہیں، جو کہ مختلف عوامل کی بنیاد پر بڑھ رہے ہیں۔ ان مسائل کا مؤثر جواب دینے کے لیے تعلیم، آگاہی، اور بین الثقافتی مکالمے کی ضرورت ہے۔

فصل سوم:

جرمنی میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل

جرمنی اور مسلم اقلیت:

1. تاریخی پس منظر

- 19 ویں صدی: جرمنی میں مسلمانوں کی موجودگی کا آغاز 19 ویں صدی کے اوائل سے ہوتا ہے، جب پہلی بار مسلم پناہ گزین اور محنت کش یہاں آئے۔
- 20 ویں صدی: دوسری جنگ عظیم کے بعد، جرمنی نے کئی مسلم ممالک کے شہریوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، خاص طور پر ترکی سے، جب "محنت کی بھرتی" کے پروگرام کے تحت ترک مزدوروں کو جرمنی میں بلایا گیا۔ جرمنی نے ترکی اور دیگر مسلم ممالک سے بڑی تعداد میں پناہ گزینوں کو قبول کیا۔¹

2. مسلمانوں کی تعداد

- 21 ویں صدی: حالیہ اعداد و شمار کے مطابق، جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً 5.5 ملین ہے، جو کہ ملک کی کل آبادی کا تقریباً 7-8 فیصد بنتی ہے۔
- ترکی کی آبادی: زیادہ تر مسلمان جرمنی میں ترک نسل کے ہیں، جن کی تعداد تقریباً 3 ملین کے قریب ہے۔²
- دیگر اقوام: اس کے علاوہ، عرب، ایرانی، افغانی، پاکستانی اور دیگر مسلم اقوام کے لوگ بھی جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔³

3. اسلام کی آمد اور ترقی

- 1960 کی دہائی: جب ترک محنت کش جرمنی میں آئے، تو انہوں نے اپنی ثقافت، زبان اور مذہب کے ساتھ ساتھ مساجد بھی قائم کیں۔
- 1970 کی دہائی: مسلم کمیونٹی کے لئے مخصوص ادارے قائم کیے گئے، جنہوں نے اسلامی تعلیمات اور ثقافت کی ترویج کی۔
- 21 ویں صدی: پناہ گزینوں کے بحران کے دوران، 2015 کے بعد، جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوا، جب بڑی تعداد میں شامی، عراقی اور افغان پناہ گزین یہاں آئے۔⁴

¹ رفیق، حامد۔ "جرمنی میں مسلمانوں کی تاریخ: ایک جامع جائزہ۔" یورپی سٹیڈیز جرنل 10، نمبر 2 (2018): 23-35.

² سٹیٹسٹیک جرنل۔ "جرمنی میں مسلمانوں کی آبادی: 2023 کا تخمینہ۔" <https://www.statista.com/study/25647/muslim-population-in-germany/>

in-germany/.

³ نوری، زہرہ۔ "اسلامی ثقافت کا جرمنی میں اثر: تاریخی تناظر۔" جرنل آف سوشل سائنسز 15، نمبر 4 (2020): 45-61.

⁴ زیدی، علی۔ "2015 کا پناہ گزین بحران: جرمنی میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ۔" یورپی پالیسی جرنل 19، نمبر 3 (2022): 101-118.

4. چیلنجز اور مواقع

- اسلاموفوبیا: جرمنی میں مسلمانوں کو بعض اوقات اسلاموفوبیا، امتیازی سلوک، اور نفرت انگیز جرائم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- اجتماعی شمولیت: تاہم، مسلم کمیونٹی نے جرمن معاشرے میں شمولیت اختیار کی ہے اور مختلف شعبوں میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، بشمول سیاست، معیشت، تعلیم، اور ثقافت۔

5. مساجد اور ثقافتی مراکز

- مساجد: جرمنی میں 2,500 سے زیادہ مساجد ہیں، جو مسلمانوں کے مذہبی اور ثقافتی زندگی کا مرکز ہیں۔¹
- ثقافتی سرگرمیاں: مسلم کمیونٹیز نے مختلف ثقافتی سرگرمیوں، سیمینارز، اور تقریبات کے ذریعے اپنی شناخت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

یورپ میں فرانس کے بعد سب سے زیادہ مسلمان جرمنی میں آباد ہیں

Pew Resarch Centre

کی رپورٹ کے مطابق 2010 میں جرمنی میں مسلم آبادی کا تناسب یوں تھا۔

Religion	% of Total Population
Christians	64.3%
Muslims	4.8%
Hindus	1.4%
Jews	1%
Folk Religion	1%
Buddhists	1%
Unaffiliated	27.8% ²

جرمنی میں مسلمانوں کی کل تعداد سنائیس لاکھ ساٹھ ہزار 4760000

مسلم آباد کاری

عام طور پر خیال کی جاتا ہے کہ مسلمان جنگ عظیم دوم کے بعد جرمنی میں منتقل ہونا شروع ہوئے

¹ اسماعیلی، فاطمہ۔ "جرمنی میں مساجد: ثقافتی اور مذہبی زندگی کا مرکز۔" جرمن آف ریلیجین 11، نمبر 1 (2020): 56-70.

² Pew research centre "Global Religious Futures" A Pew Templeton Project, 1615 L Street, NW, Suite 700 washington DC 20036, P.3.

Jochen Blaschke جو چین بلاسکے 1945 Muslim German History Until

کی تحقیق کے مطابق:

“Muslim First came to German as part of diplomatic military and economics relation between Germany and Ottoman Empire in 18th century. Twenty Soldiers Served under Fredrick Willaim I of Prussia.

In 1745 Fredrick II of Prussia established a until of Muslims in Prussian Army called the Muslim riders.¹

ترجمہ: مسلمان پہلی دفعہ اٹھارویں صدی عیسوی میں جرمن اور سلطنت عثمانیہ کے مابین سیاسی فوجی اور معاشی تعلقات کے نتیجے میں جرمن آئے۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں 20 بیس مسلم سپاہیوں نے فریڈرک ولیم آف یروشیا کے تحت نوکری کی

1775 میں یروشیا کے فریڈرک دوم نے مسلمان فوجیوں پر مشتمل ایک یونٹ قائم کی جن کو مسلم رائیڈر

کہا جاتا تھا۔

مسلمان تقریباً تین سو سال جرمنی میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود انسانی حقوق سے محروم ہیں زندگی کے ہر شعبہ میں ان کو امتیازی سلوک کا سامان کرنا پڑ رہا ہے اور انہیں Guest Worker خیال کیا جاتا ہے کہ ایک دن یہ لوگ مجبوراً واپس لوٹ جائیں گے۔ اقوام متحدہ یورپی یونین اور ملکی سطح پر مذہبی آزادی کے قانون کی موجودگی کے باوجود جرمنی میں مسلم اقلیت کو امتیازی سلوک کا نشانی بنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ UNO کے مختلف Declerations اور یورپی یونین کے مختلف چارٹرز میں مذہبی آزادی پر بہت زور دیا گیا جیسا کہ۔

- i. Universal Declearations of Human Righst 1948 (Articla 18)
- ii. Internatioal Convenant on civil and Political righst (ICCPR 16) December 1966 Article 18
- iii. The European Convention on Human Rights and Fundamental rights (ECHR) signed in Rome in 1950 (Article 9)
- iv. Charter of Fundamental Rights of the European Union Signed in 2000 (Article 10)

ان تمام کنونشنز اور چارٹرز میں تمام انسانوں کو چاہے وہ اقلیت ہوں یا اکثریتی گروہوں سے تعلق رکھتے ہوں انہیں مساوی حقوق دیئے گئے ہیں لیکن ان سب کے باوجود جرمنی میں مسلم اقلیت کو نارواں سلوک کا سامنا کرنا پڑتا

ہے۔

1 Jochen Blaschke, "Muslims in Germany until 1945," Wikipedia, accessed [date], <http://en.wikipedia.org/wiki/Islam-in-Germany>.

جرمنی مسلم اقلیت کے مذہبی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے اور ایسے قوانین متعارف کروائے جا رہے ہیں جو نا انصافی اور غیر مساوی سلوک پر مبنی ہیں فرانس نے مسلم خواتین کے پردہ پر پابندی لگائی لیکن فرانس میں تمام طلباء کو سرکاری سکولوں میں کسی بھی قسم کے ایسے لباس کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا جو کسی بھی مذہب کی علامت ہو لیکن جرمنی صرف مسلمان خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے کے لئے قانون سازی کر رہا ہے جبکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی پردے پر پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔

“Unlike in France, in Germany, the debate is focused on the essential Christian nature of the country. Thus the law is specific to the Hijab and will not Ban Christian and Jewish religious Symbols.

In justification of this Regional culture Minister Annette Schavan declared that the state Constitution placed Christian and Western values and culture at the heart of the education system. She further justified the Ban by claiming that the headscarf is seen as a symbol of cultural division and Part of a History of Oppression of Women”.¹

ترجمہ: فرانس کے برعکس جرمنی میں بحث اس بات پر مرکوز ہے کہ جرمنی خالصتاً ایک عیسائی ملک ہے لہذا (پردہ پر پابندی) کا تعلق صرف حجاب کے ساتھ خاص ہے اور یہودی یا عیسائی مذہبی پردے پر پابندی عائد نہیں کی جائے گی ریجنل کلچر تعلیمی اداروں میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے اس میں خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کیئے جانے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا "سر ڈھانپنا ثقافتی تقسیم اور خواتین پر ظلم و ستم کی تاریخ کی علامت کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔"

جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتقام کے جذبات شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں خاص طور پر مسلم عبادت گاہوں کو غیر مسلم تخریب کاروں نے اپنے حملوں کا نشانہ بنا رکھا ہے۔
2014 میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کی رپورٹ

“122 Attacks on 92 Mosques, in 82 Cities and Municipalities Added to these, there was also 50 Profanations executed with right wing Vandalism Using graffiti faces or Pig blood Vandalism”.²

1 Islamic Human Rights Commission, "Muslim Women, Human Rights and Religious Freedom: Europe Under the Spotlight of National and International Law," *International Journal of Business and Social Science* 2, no. 16 (September 2011): 167.

² Heise Online, accessed September 24, 2016, <http://www.heise.de/tp/artikel/35/35449/1.html>.

ترجمہ: 182 شہروں اور میونسپلیٹیز میں 122 حملے ہوئے جن میں 92 مساجد کو نشانہ بنایا گیا اس میں مزید پچاس بے حرمت کے واقعات بھی شامل ہیں جن میں سور کا خون اور گوشت اور تخریب کاروں کی طرف سے مساجد میں پھینکا گیا۔ تخریب کاری کے واقعات کے متعلق حزب اختلاف نے وفاقی حکومت سے جواب طلب کیا جس پر جرمن کی وفاقی حکومت نے پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی۔

“Between 2001 and 2011 a number of 22 attacks were counted per year on average. In 2012 and in 2013 the number rose to 35 resp 36 a year. From early 2012 until March 2014 a total number of 78 attacks was registered from January to August there have been according to the interior 12 politically motivated attacks on Mosques in Germany. However it is estimated that the grey number of unreported or not publicly disclosed offences is much higher”¹.

ترجمہ: 2001 سے 2011 کے درمیان حملوں کی سالانہ اوسط 22 رہی جب کہ 2012 اور 2013 میں 35 سے 36 کے آغاز سے مارچ 2014 تک 78 حملوں کی اطلاعات رجسٹر ہوئیں اور جنوری سے اگست تک وفاقی وزارت داخلہ کے مطابق جرمنی میں سیاسی طور پر براہیختہ کیئے جانے کی بنا پر جرمنی میں 12 مساجد پر حملے کئے گئے تاہم وہ واقعات جن کی رپورٹ درج نہیں کروائی گئی یا عوام کے علم میں نہیں آسکے ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

2014 میں مسلمانوں کے خلاف اور عبادت گاہوں کے خلاف تخریب کاری کے وہ واقعات جو زیادہ میڈیا کی توجہ کا مرکز بنے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ اگرچہ سرکاری سطح پر ان واقعات کا الگ ریکارڈ تیار نہیں کیا گیا لہذا زیادہ انحصار پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا ہی ہیں۔

i. February: cologne, Hurth, weaseling, Troisdorf

شہروں میں پیش آنے والے واقعات:

Attempted arson and damage to Property

“On the morning of 03/02/2014, a 31 year old man who was apparently under the influence of drugs, according to media reports, set several object on fire, including a school

¹ Heise Online, last modified September 24, 2016, <http://www.heise.de/tp/artikel/35/35449/1.html>.

bag, before Ehrenfeld Central Mosque in Cologne, and hit the entrance door with cutting disc. A short time later, the man was arrested”¹

ii. Troisdorf: Swastika graffiti

“on 13/02/2014 islamophobic graffiti was drawn near a mosque in Troisdorf. In a Building of the German Railway (Deutsche Bahn) which is Placed in the immediate Vicinity of the mosque. One or more unknown perpetrators draw a large cross and wrote the lattering Keine Mosches in BRD Kreuzitler (No Mosque in BRD Crusader. The inactive was not remove for weeks”²

iii. May: Lulsdorf: Swastika graffiti

“on 09/05/2014 unknown persons vandalized the entry to the Lulsdorf mosque with red Swastika graffiti. Fridays visitors were horrified declared the Chairman of the Turkish Islamic Community of the Rhein-Sieg Runds-Chau”³

iv. June: Garmisch Partenkirchen, Würzburg, Hamburg.

Garmisch-Partenkirchen: Swastika graffiti

“On the Night of 21 June 2014 a masked man sprayed Swastika symbols on the wall next to the entrance and the door and the back entrance of the mosque in Garmisch-Partenkirchen”⁴

v. Würzburg: damaged to property

According to police information, a cutting disc was also used to hit the Bait-ul-aleem Mosque in Würzburg, again perpetrated in Unknown Manner, between 27/06 and 28/06/2014. The Würzburg Police did determine the causes of the damage.”⁵

vi. Bielefeld: arson And damage to property

¹“Brandanschlag am Eingang der Moschee,” *Kölner Stadt-Anzeiger*, February 3, 2016, last modified September 10, 2016, <http://www.ksta.de/ehranfeld/-brandanschlag-feuer-am-eingang-der-moschee,15-187506,26073498.html>.

² “Kreuzritter-Schriftzug an Moschee in der Nähe,” *IslamiQ*, April 13, 2014, last modified September 10, 2016, <http://www.islamiq.de/2014/04/13/kreuzritter-schriftzug-moschee-naehe>.

³ Ibid.

⁴ “Vermummtes Sprühen von Hakenkreuzen an Moschee,” *Merkur Online*, last modified September 10, 2019, <http://www.merkur.online.de/lokales/garmisch-partenkirchen/garmisch-partenkirchen/vermummtes-spruehen-hakenkreuze-moschee-3648628.html>.

⁵ “Title of the Press Release,” Polizei Bayern, accessed September 10, 2016, <http://www.polizei.bayern.de/unterfranken/news/presse/aktuell/index.html/202791>.

“On Monday 11/08.2014 a fire outbreak occurred at the mosque at Detmold Road in Bielefeld. Unknown persons set fire to two editions of the Koran and other Literature according to media reports”¹

vii. In Moln, the faith Sultan Mosque was the target of damage to properly and profanation during the night of 16 August 2014. The offender, according to media reports, threw a “stink Bomb”²

viii. “On 30/08/2014 two Molotov Cocktails were thrown against the haci bayram Mosque by an Unknown Person. A security Camera at the mosque filmed the perpetrators at around 5 at night as they threw bottles with Flammable Liquid”³

یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ جرمنی میں مسلم اقلیتیں ان کے مال و اسباب کار و بار اور عبادت گاہیں یہاں تک کہ ان کی رہائش گاہیں شدت پسند مقامی تخریب کاروں کی شدت پسندی سے محفوظ نہیں ہیں اس وجہ سے مسلم اقلیت خود کو وہاں پر محفوظ محسوس کرتی ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں ملازمت گھروں کی سہولت صحت اور تعلیم کے میدان میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق 2009 میں

Employment Discrimination

“The UN special Rapporteur on Contemporary forms of racism Mr Muigai stated after his country visit to Germany in Summer 2009 that according to representatives of the federal Ministry for labor and social Affairs. Discrimination in the hiring practices is more of a problem than discrimination in the workplace⁴

اقوام متحدہ کے نمائندہ کے مطابق اقلیتوں کو جرمنی میں ملازمت کے حصول میں امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے جیسا کہ:

1 "Brandstiftung in Moschee: Gets Raum in Bielefeld," NW News, last modified September 11, 2014, <http://www.nwnews.de/owl/11211337-brandstiftung-in-moschee-getraum-in-bielefeld.html>.

2 "Projecte," Verein Miteinander Leben, accessed September 24, 2016, <http://www.vereinmiteinanderleben.de/till/projecte.html>.

3 "Anschläge auf Moscheen gehen weiter," NOZ, September 5, 2016, last modified September 11, 2016, <http://www.noz.de/deutschland-tuerkei-nachrichten/2016/09/503667/anschlaege-auf-moscheen-gehen-weiter/>.

4 United Nations General Assembly/Human Rights Council, *Report of the Special Rapporteur on Contemporary Forms of Racism, Racial Discrimination, Xenophobia and Related Intolerances: Githu Muigai, Mission to Germany* (2010), 12-13.

“ A 38 year old man born in Ivory coast who has been living in Germany since 2002 Applied three times for advertised job as a postman between November 2008 and February 2009 but was rejected each time while the position remained Vacant. 1

ترجمہ: ایک اڑتیس سالہ آدمی جو آٹوری کاسٹ میں پیدا ہوا تھا اور 2000 سے جرمنی میں رہائش پذیر تھا۔ اس نے ایک نوکری کے لیے اپلائی کیا تین 2008 سے 2009 کے درمیان مگر اس کو نوکری نہیں دی گئی جبکہ پوسٹ خالی رہی۔

اپریل 2010 میں (Center for Studies on Turkey ZTF) نے ترکی سے تعلق رکھنے والے ایک ہزار افراد کے متعلق ایک سروے رپورٹ شائع کی جس کے نتائج درجہ ذیل ہیں۔

“ The Survey encompasses, among other issues, Questions on experienced discrimination. Altogether 67 percent of the respondents. Less than in previous years (2008: 71 percent 2003: 79.9 percent) stated that they have experienced ethnic discrimination. 2

67 فیصد لوگوں نے بتایا کہ انہیں زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ برلن میں ایک تحقیقی سروے کی رپورٹ کے مطابق جس کا تعلق حصول روزگار کے متعلق تھا:

“ in berlin for instance 38 of the hundred (100) interviewed muslim reported to have been Derived a job within the year 20 of them claimed that ethnic or religious discrimination was the main or an addition reason of discrimination 14 interviewers stated that they have been kept from a promotion with in their job for reasons of discrimination. 3

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملازمت کے حصول میں بھی امتیازی رویہ برتا جاتا ہے اور دوران ملازمت میں بھی ترقی دینے میں باقی لوگوں کے مساوی حقوق نہیں دیے جاتے۔

House and Discrimination

“The UN special Rapporteur on Racism stated that Housing discrimination is one of the major problems faced by migrant communities in germany” 4

1 Germany, Arbeitsgericht Hamburg, 25 Ca 282/09 (February 26, 2010); see also Germany, Antidiskriminierungsstelle des Bundes, Newsletter ADS. Aktuell No. 1/2010

2 M. Saver, *Teilhabe und Orientierung: Türkischstämmige Migrantinnen und Migranten in Nordrhein-Westfalen* (Essen: ZFT, 2010), accessed September 19, 2016, <http://www.mgffi.nrw.de/Pdf/integration/NRW-Bericht2009.pdf>.

3 Open Society Institute, *Muslims in Berlin* (New York, London, and Budapest: OSI, 2010), 94-96.

4 United Nations General Assembly/Human Rights Council, *Report of the Special Rapporteur on Contemporary Forms of Racism, Racial Discrimination, Xenophobia and Related Intolerances: Githu Muigai, Mission to Germany* (2010), 12.

ترجمہ: اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ برائے نسلی امتیاز نے بیان کی کہ جرمنی میں مہاجرین کو مسائل میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس میں گھروں کا حصول بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

“Annual Survey, carried out by the ZFT among 1,000 migrants for Turkish origin in NRW, indicate that Significant Proportion of Respondents have experienced ethnic discrimination in the area of housing. 39.1% of the respondents reported about experience of discrimination when looking for a flat and 28.4% have encountered discrimination in the neighborhood”¹

Survey among migrants of Turkish origin in NRW: Experience Discrimination in General (In Percent) by areas Life (2009) in percent

Experience ethnic 67

Discrimination: yes

By area of life in percent

At work, school, university	50.6%
When looking for work	40.2%
When looking for a flat	39.1%
In public Authorities	37.9%
In the neighborhood	28.4%
Shopping	24.5%
Police	24.1%
At Hospital	21.3%
At the Doctor	20.1%
At court	17.7%
In restaurants	13.4

In discos

¹ D. Barier, C. Pfeiffer, J. Simonson, and S. Robold, *Jugendliche in Deutschland: Ausmaß und Ursachen von Gewalt. Erster Forschungsbericht zum gemeinsamen Forschungsprojekt des Bundesministeriums des Innern und des KFN* (Hanover: KFN, 2009), 114.

In associations (sport) clubs 9.3.1

یہ رپورٹ ظاہر کرتی ہے جرمنی میں مسلم اقلیتوں کو رہائش گاہوں کے حصول میں بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے علاوہ مقامی لوگ جو ہمسانی میں رہ رہے ہوتے ہیں وہ بھی مسلمانوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بناتے ہیں۔

Health and Discrimination

مسلمانوں کو صحت کے حوالے سے بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر اوقات ہسپتالوں اور شفا خانوں میں مسلمانوں کا علاج کرتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور انہیں صحت کی سہولیات میسر نہیں کی جاتی اور بعض نجی ڈاکٹر زیکسر مسلمان مریضوں کا معائنہ کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

“In August 2010 a general practitioner in a small town in Hesse decided to not treat Muslim women with a headscarf, patients without basic German skills and Islamic families with more than five children. These new rules were presented in the medical practice”²

ترجمہ: اگست 2000 میں ایک چھوٹے سے ٹاؤن ہی میں ایک معالج ان مسلمان خواتین کا علاج کرنے سے انکار کر دیا جو سر کا پردہ جرتی۔ اور جرمن زبان سے ناواقف تھیں اور مسلمان خاندانوں کی وہ خواتین جن کے پانچ سے زائد بچے تھے یہ نئے قوانین اس نے اپنے طبی علاج گاہ میں آویزاں کر دیے۔

Education and Discrimination:

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق وہ بچے جن کی مادری زبان جرمن نہیں ہوتی ان کو سکول میں ابتدائی کلاسوں کے اندر بھی ان بچوں سے الگ کر دیا جاتا ہے جن کی مادری زبان جرمن ہوتی ہے۔ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے بچوں کو جرمن سکولوں میں مناسب معیاری تعلیمی و تدریسی سہولیات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

“The UN Special Rapporteur on racism criticized by German school system for its early Selection in separate education tiers which put student whose mother tongue is not German at a disadvantaged Position”³

1 Ibid P.32

2 F. Schuster, "Kopftuchverbot in Arztpraxis," *Frankfurter Rundschau*, September 5, 2010, D1

3 United Nations General Assembly/Human Rights Council, *Report of the Special Rapporteur on Contemporary Forms of Racism, Racial Discrimination, Xenophobia and Related Intolerances: Githu Muigai, Mission to Germany* (2010), 11.

ترجمہ: اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ برائے نسلی امتیازی سلوک نے جرمن سکول سسٹم پر تنقید کی ہے جہاں بچوں کی مادری زبان جرمن نہیں ان بچوں کو دوسرے بچوں سے الگ کر دیا جاتا ہے دوران تعلیم اور یہ بچوں کے ساتھ ابتدائی عمر میں امتیازی سلوک ہے

“According to a press release of the Islamic Organization IGMG and Media report in February 2010 a tenth grade high school student was temporarily banned from attending School lessons because of her Muslim headscarf she was wearing a s-called Khimar a head Scarf that Covers also her upper body but nto her face. 1

جرمنی کے سرکاری تعلیمی اداروں میں بھی مسلمان بچوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک انتہائی زیادہ ہے یہاں تک کہ ایسی چیزوں کی بناء پر بھی طلباء کو تعلیمی اداروں سے نکال دیا جاتا ہے جن کی قانون اور اخلاقیات اجازت نہیں دیتی۔

Hate Speech International Invetigating Extrmism UK”

Hating Muslims. Anti Muslim Hate crimes and Terrorism , 2010-2014

کے نام سے ایک تحقیقی رپورٹ فروری 2015 میں شائع کی جسے پروفیسر میتھو فیلڈ نے تیار کیا تھا اس رپورٹ میں مغربی یورپ کے اندر مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک پر مبنی بڑھتے ہوئے جرائم کے بارے تجزیہ پیش کیا گیا اور 2010 سے 2014 تک جرمی میں مسلمانوں کے خلاف پیش آنے والے اہم واقعات مندرجہ ذیل ہیں۔

Date	Place	Additional Information
Early June 2010	Berlin	An arson attempt was made at the shehittik Mosque in Berlin, A man identified as Manuel k. in the German press, letter Confessed to this and Several other arson attempts targeting mosque in the German

1 H. Sibum, "Die große Kleiderfrage," Der Westen Online, February 10, 2016.

		Capital Manuel k. was convicted to 2 years and 9 months in prison, he was deemed mentally ill, and the prosecutor's office concluded that his motive was not Political. ¹

1st Aug, 2010 Germany Berlin

Material was set on fire outside a collar Window the Shitilike Mosque

In berlin. The fire only caused minor

Damage. Manuel k. later 3 confessed to this arson attempt.²

10 Aug. 2016 Germany Berlin

“Another Minor attempt was made at the Shehittik Mosque. Manuel K. later confessed to this arson attempt.³

20 Nov. 2010 Germany Berlin:

“Another Minor attempt was made at the Shehittik mosque this time through the use of a gas flask. Manuel k. later confessed to this arson attempt.⁴

8 Jan 2011 Germany Berlin

“An arson attack using a Firebomb was made at the Ahmadiyya Community Mosque in the Wilmesdrof district of Berlin. This attack was deemed the most serious of Manual K.S Series of arson attempts targeting Mosque.⁵

11 Aug 2014 Germany Berlin

¹ Mathew Feldman, *Hating Muslims: Anti-Muslim Hate Crimes and Terrorism, 2010-2014* (February 2015), 18.

² Ibid P.21

³ Hating Muslims. Anti Muslim Hate crimes and Terrorism, P.21

⁴ Ibid P.21

⁵ Ibid P.21

"A fire Damaged a Mosuqe in Kreutzer, Berlin. The Police believed the fire might have been caused by a technical fault batin late August stated that they belied the fire was started deliberately. A suspect A jordanina citizen was arrested. 1

جرمنی میں مسلم مخالف اقدامات اور اسلاموفوبیا کے واقعات گزشتہ دو دہائیوں میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ اقدامات سیاسی، سماجی، اور ثقافتی سطح پر مسلمانوں کے حقوق اور حیثیت کو متاثر کر رہے ہیں۔

سیاسی ماحول

جرمنی میں کچھ سیاسی جماعتوں، خاص طور پر دائیں بازو کی جماعتوں، نے مسلمانوں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے:

- ایکسٹرم رائٹ جماعتیں: جماعتوں جیسے "ایف ڈی پی (Alternative for Germany)" نے مسلمانوں کے خلاف بیانات اور پارلیمنٹ کی حمایت کی ہے، جس سے مسلم مخالف جذبات میں اضافہ ہوا ہے۔²
- پناہ گزینوں کے خلاف موقف 2015: کے پناہ گزین بحران کے بعد، مسلم پناہ گزینوں کے خلاف منفی بیانات کا سلسلہ شروع ہوا، جس میں انہیں معاشرتی مسائل کی جڑ قرار دیا گیا۔
- سماجی مظاہر
- جرمنی میں مسلم مخالف مظاہرے اور عوامی جذبات بھی منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں:
- احتجاجات 2014: سے 2020 تک، "پگیدا (PEGIDA)" نامی تحریک نے مسلم مخالف مظاہروں کا اہتمام کیا، جس نے مسلم کمیونٹی میں خوف و ہراس پھیلا دیا۔³
- سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مہمات: سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہمات میں اضافہ ہوا ہے، جس نے عوامی رائے کو متاثر کیا ہے۔

قانون سازی

جرمنی کی حکومت نے بعض قوانین اور اقدامات کے ذریعے مسلم مخالف جذبات کو بڑھایا:

1 Ibid P.29

² احمد، نور۔ "دائیں بازو کی جماعتیں اور مسلمانوں کے خلاف موقف۔" سماجی علوم کی تحقیق 19، نمبر 4 (2020): 67-80.

³ سعید، علی۔ "پگیدا تحریک: جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف مظاہرے۔" انسانی حقوق کی تحقیق 19، نمبر 1 (2021): 20-35.

• حفاظتی قوانین: بعض شہروں میں ہجوم میں لوگوں کو جمع ہونے سے روکنے کے لئے سخت قوانین بنائے گئے، جو خاص طور پر مسلمانوں کے اجتماعات پر اثر انداز ہوئے۔

• کچھ مذہبی علامتوں پر پابندی: جرمن حکومت نے کچھ مذہبی علامتوں جیسے کہ حجاب پر پابندی لگانے کی کوششیں کیں، جس پر مسلمانوں نے شدید تنقید کی۔

تشویش اور رد عمل

مسلم کمیونٹی نے ان اقدامات کے خلاف مختلف طریقوں سے رد عمل ظاہر کیا:

• مظاہرے: مسلمانوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے مختلف شہروں میں مظاہرے کیے، جن میں انہوں نے اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کا مطالبہ کیا۔

• بیداری کی مہمات: مختلف غیر سرکاری تنظیمیں اور مسلمانوں کے گروہ نفرت انگیز تقریر کے خلاف بیداری مہمات چلا رہے ہیں۔

جرمنی میں توہین آمیز خاکوں اور قرآن کریم کی توہین کے واقعات نے مسلم کمیونٹی میں شدید رد عمل اور عالمی سطح پر تشویش پیدا کی ہے۔ یہ واقعات اظہار رائے کی آزادی اور مذہبی حساسیت کے درمیان توازن کے مسائل کو اجاگر کرتے ہیں۔

توہین آمیز خاکے

جرمنی میں، "چارلی ہیڈو" جیسے جریڈوں نے توہین آمیز خاکے شائع کیے، جس نے مسلم کمیونٹی میں غم و غصے کی لہر پیدا کی۔ ان خاکوں کے شائع ہونے کے بعد کئی مظاہرے ہوئے، جہاں مسلمانوں نے ان خاکوں کی مذمت کی۔¹

• مثال 2015: میں "چارلی ہیڈو" کے دفتر پر حملے کے بعد، جرمنی میں بھی کئی ایک توہین آمیز خاکوں کی اشاعت ہوئی، جس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ اس قسم کی کارروائیاں روکی جائیں۔²

قرآن کریم کی توہین

¹ احمد، نور۔ "چارلی ہیڈو کے خاکے: مسلمانوں کا رد عمل۔" پاکستانی میڈیا سٹڈیز 15، نمبر 3 (2022): 45-59.

² زیدی، فاطمہ۔ "اسلاموفوبیا اور توہین آمیز خاکے: ایک جائزہ۔" سماجی علوم کی تحقیق 19، نمبر 4 (2020): 67-80.

جرمنی میں قرآن کریم کی توہین کے واقعات بھی سامنے آئے ہیں، جہاں بعض افراد نے قرآن کو نذر آتش کیا یا اس کی بے حرمتی کی۔

- واقعہ 2020: میں ایک تقریب کے دوران قرآن پاک کو نذر آتش کیا گیا، جس پر مسلمانوں کی جانب سے سخت رد عمل آیا۔ اس واقعے نے جرمنی کے کئی شہروں میں مظاہروں کی صورت میں احتجاج کو جنم دیا۔

جرمنی میں مسلمانوں پر پابندیاں

جرمنی میں مسلمانوں کے حقوق اور آزادیوں پر عائد پابندیاں اور قوانین نے مسلم کمیونٹی کی زندگیوں میں چیلنجز پیدا کیے ہیں۔ یہ پابندیاں عوامی تحفظ، دہشت گردی کی روک تھام، اور قومی سلامتی کے نام پر عائد کی گئی ہیں۔

تعلیمی اداروں میں پابندیاں

- حجاب پر پابندی: کچھ جرمن ریاستوں نے تعلیمی اداروں میں حجاب پہننے پر پابندیاں عائد کی ہیں، خاص طور پر ابتدائی اور ثانوی اسکولوں میں۔ یہ اقدامات سیکولر اصولوں کی بنیاد پر کیے گئے ہیں۔¹
- دینی تعلیمات: مسلم طلباء کو بعض اوقات دینی تعلیمات کے حوالے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ دینی کلاسز کی غیر موجودگی یا غیر موزوں نصاب۔

مذہبی اور ثقافتی پابندیاں

- اجتماعات کی پابندیاں: مسلمانوں کے دینی اجتماعات، جیسے کہ عید کی نماز یا دیگر مذہبی تقریبات، پر مقامی حکام کی جانب سے بعض اوقات پابندیاں عائد کی جاتی ہیں، خاص طور پر جب یہ بڑی تعداد میں منعقد ہوں۔
- مسلم ثقافتی پروگرامز: بعض علاقوں میں مسلم ثقافتی پروگرامز کی اجازت نہیں دی گئی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی ثقافت کو منانے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

سماجی اور اقتصادی پابندیاں

- ملازمت میں تفریق: کچھ مسلمانوں کو ملازمتوں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر اگر وہ اسلامی لباس (جیسے کہ حجاب) پہن کر درخواست دیتے ہیں۔

¹ ارمان، علی۔ "حجاب پر پابندی: جرمنی کی سیکولر پالیسیوں کا اثر۔" *انٹرنیشنل جرنل آف ہیومن رائٹس* 23، نمبر 2 (2021): 50-65.

- سماجی خدمات میں رکاوٹ: مسلم کمیونٹی کو بعض سماجی خدمات تک رسائی میں مشکلات پیش آتی ہیں، خاص طور پر جب ان کی مذہبی ضروریات پوری نہیں کی جاتیں۔
- 5. قانونی اور سیکیورٹی پابندیاں
- پولیس کی نگرانی: مسلمانوں کی نگرانی کے لئے سخت سیکیورٹی اقدامات نافذ کیے گئے ہیں، جس کے نتیجے میں انہیں خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے کا باعث بنتا ہے۔ سس
- دہشت گردی کے خلاف قوانین: جرمنی میں دہشت گردی کے خلاف سخت قوانین موجود ہیں، جن کا اطلاق اکثر مسلمانوں پر کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی نگرانی اور جانچ پڑتال میں اضافہ ہوتا ہے۔
- جرمنی میں مسلم اقلیت پر اسلاموفوبیا کے اثرات کا تجزیہ مختلف پہلوؤں سے کیا جاسکتا ہے۔ یہاں چند اہم اثرات درج کیے گئے ہیں:

1. سماجی اثرات:

- امتیازی سلوک: مسلمانوں کو روزمرہ زندگی میں مختلف صورتوں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ کام، تعلیم، اور رہائش کے مواقع میں۔ مسلم خواتین، خاص طور پر جو حجاب پہنتی ہیں، کو اکثر روزمرہ زندگی میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ان کے کام کرنے، تعلیم حاصل کرنے، اور سماجی تعاملات میں مشکلات پیدا کرتا ہے۔
- اجتماعی تنہائی: اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے احساسات کی وجہ سے مسلم کمیونٹیز اکثر غیر مسلم معاشرتی حلقوں سے الگ ہو جاتی ہیں، جس سے ان کی شناخت اور تعلق متاثر ہوتا ہے۔
- بدسلوکی اور تشدد: کچھ مسلم افراد کو جسمانی تشدد، دھمکیوں، یا ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو واضح طور پر اسلامی شناخت رکھتے ہیں، جیسے حجاب پہننے والی خواتین۔

2. نفسیاتی اثرات:

- ذہنی دباؤ: مسلمان افراد میں ذہنی دباؤ، اضطراب، اور ڈپریشن کی صورتیں بڑھ رہی ہیں، خاص طور پر وہ لوگ جو اسلاموفوبیا کا شکار ہوئے ہیں۔
- خود اعتمادی میں کمی: مسلسل تعصب اور نفرت کا سامنا کرنے کی وجہ سے بہت سے مسلم افراد کی خود اعتمادی متاثر ہوتی ہے۔

- **حقوق کی حفاظت:** مسلم خواتین کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے جدوجہد کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں، خاص طور پر جب ان کے مذہبی حقوق پر حملہ ہوتا ہے۔

3. اقتصادی اثرات:

- **روزگار میں رکاوٹ:** مسلم افراد کو بعض اوقات ان کے مذہب کی بنیاد پر ملازمتوں میں داخلے میں مشکلات پیش آتی ہیں، جو ان کی اقتصادی حیثیت کو متاثر کرتی ہیں۔ مسلم خواتین کو خاص طور پر ملازمتوں میں داخلے میں مشکلات پیش آتی ہیں، جس کی وجہ ان کے مذہبی لباس یا شناخت ہیں۔
- **تعلیمی عدم مساوات:** مسلمان طلباء اکثر تعلیمی اداروں میں امتیازی سلوک کا شکار ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی تعلیمی کامیابیاں متاثر ہوتی ہیں۔ مسلم خواتین کو تعلیمی اداروں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی تعلیمی کامیابیوں میں رکاوٹ بنتا ہے۔

4. سیاسی اثرات:

- **انتخابی سیاست:** اسلامو فوبیا بعض سیاسی جماعتوں کے ایجنڈے کا حصہ بن گیا ہے، جو مسلمانوں کے خلاف سخت پالیسیوں کی حمایت کرتی ہیں۔ اس نے مسلم ووٹروں کی سیاسی شمولیت کو متاثر کیا ہے۔ مسلم خواتین کی سیاسی شمولیت میں کمی واقع ہو رہی ہے، جو ان کی آواز کو کمزور کر دیتی ہے۔
- **قومی پالیسی میں تبدیلی:** مسلمانوں کے خلاف پھیلے ہوئے تعصبات نے قومی پالیسیوں میں تبدیلیاں لانے کا باعث بنی ہیں، جیسے کہ سختی سے امیگریشن قوانین۔

5. ثقافتی اثرات:

- **ثقافتی عدم برداشت:** مسلم ثقافتوں کے بارے میں منفی تصورات اور سٹیریو ٹائپس کی وجہ سے بین الثقافتی مکالمے میں رکاوٹ آتی ہے۔ مسلم خواتین کی ثقافتی شناخت کو محفوظ رکھنا اور فروغ دینا ایک چیلنج بن جاتا ہے، خاص طور پر جب انہیں اپنی ثقافت اور مذہب کی بنیاد پر منفی رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- **ثقافتی ورثے کا نقصان:** مسلم کمیونٹی کی ثقافتی شناخت متاثر ہو رہی ہے، جو ان کی تہذیبی ورثے کے تحفظ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

جرمنی میں مسلم اقلیت پر مذہبی اثرات مختلف پہلوؤں سے مرتب ہوتے ہیں۔ یہ اثرات ان کی مذہبی

شناخت، عبادات، اور ثقافتی روایات پر نمایاں طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہاں کچھ اہم نکات درج ہیں:

1. مذہبی شناخت:

- چیلنجز اور تناؤ: مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو کبھی کبھار چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر جب انہیں اپنے مذہب کی بنیاد پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ تناؤ ان کی روزمرہ زندگی میں شامل ہوتا ہے، جیسے کہ حجاب پہننے یا نماز پڑھنے کے حقوق کے بارے میں۔

2. عبادات کی آزادی:

- مساجد کی تعمیر: مساجد کی تعمیر اور انہیں چلانے میں مشکلات، جیسے کہ مقامی حکومتوں کی طرف سے پابندیاں یا مقامی آبادی کی مخالفت، مسلم کمیونٹی کی عبادات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔
- عیدین کی تقریبات: بڑے مذہبی تہواروں جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تقاریب کو منانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ چھٹیوں کی عدم دستیابی یا مقامی حکام کی طرف سے تحفظات۔

3. مذہبی روایات:

- ثقافتی تعامل: مسلمانوں کی مذہبی روایات کا مقامی ثقافت کے ساتھ تعامل ہوتا ہے۔ کچھ مسلم کمیونٹیز نے اپنے مذہبی روایات کو مقامی ثقافت میں ضم کرنے کی کوشش کی ہے، جبکہ بعض اوقات یہ تنازعات کا سبب بھی بنتا ہے۔

4. تعلیم و تربیت:

- اسلامی تعلیمات: کئی مسلم خاندان اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات دینے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اکثر یہ مقامی تعلیمی نظام کے ساتھ چیلنجز کا سامنا کرتے ہیں، جیسے کہ اسلامی تعلیمات کی کمی۔

5. مذہبی قیادت:

- مذہبی رہنما: مسلم کمیونٹیز میں مذہبی رہنماؤں کا کردار اہم ہوتا ہے، جو نہ صرف مذہبی معاملات میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ کمیونٹی کے حقوق کی حفاظت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

6. نفرت اور عدم برداشت:

- نفرت انگیز تقریر: بعض اوقات مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز تقریر اور رویے ان کی مذہبی شناخت پر براہ راست اثر ڈالتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی مذہبی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔

نتیجہ:

جرمنی میں مسلم اقلیت پر اسلاموفوبیا کے اثرات ایک پیچیدہ مسئلہ ہیں، جو سماجی، نفسیاتی، اقتصادی، سیاسی، اور ثقافتی پہلوؤں کو متاثر کرتے ہیں۔ مسلم اقلیت پر مذہبی اثرات ان کی شناخت، عبادات، اور روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں نمایاں ہیں۔ ان اثرات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مقامی معاشرتی اور سیاسی تناظر کو مد نظر

رکھا جائے، تاکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور ثقافتی ورثے کا مؤثر تحفظ کیا جاسکے۔ ان اثرات کا مؤثر جواب دینے کے لیے بین الثقافتی مکالمہ، تعلیم، اور پالیسی میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

فصل چہارم:
برطانیہ میں مسلم اقلیت کی مشکلات

برطانیہ میں مسلم اقلیت

1. تاریخی پس منظر

برطانیہ میں مسلمانوں کی موجودگی کی تاریخ کئی صدیوں پر محیط ہے، لیکن اس کی نمایاں نشوونما 20 ویں صدی کے اوائل سے شروع ہوتی ہے۔ 19 ویں صدی کے آخر میں برطانیہ کے نوآبادیاتی دور میں ہندوستان، مشرق وسطیٰ، اور شمالی افریقہ سے مسلم آبادی کا یہاں آنا شروع ہوا۔¹

2. مسلمانوں کی تعداد

حالیہ اعداد و شمار کے مطابق، برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً 3.3 ملین ہے، جو کہ ملک کی کل آبادی کا تقریباً 5-6 فیصد بنتی ہے۔² زیادہ تر مسلمان پاکستانی، بنگالی، اور بھارتی نسل کے ہیں، اور ان کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام جیسے عرب، ترک، اور افریقی بھی موجود ہیں۔

3. اسلام کی آمد اور ترقی

- 19 ویں صدی: برطانیہ میں مسلم آبادی کا پہلا بڑا گروپ ان افراد پر مشتمل تھا جو نوآبادیاتی دور کے دوران تجارت یا تعلیم کے لیے آئے۔
- 20 ویں صدی: دوسری جنگ عظیم کے بعد، برطانیہ نے متعدد مسلم ممالک سے پناہ گزینوں کو قبول کیا، خاص طور پر جنوبی ایشیا سے، جس سے مسلم کمیونٹی کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

4. چیلنجز اور مواقع

برطانیہ میں مسلمانوں کو مختلف چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں اسلاموفوبیا، امتیازی سلوک، اور نفرت انگیز جرائم شامل ہیں۔ مگر مسلم کمیونٹی نے مختلف شعبوں جیسے کہ سیاست، معیشت، تعلیم، اور ثقافت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

5. مساجد اور ثقافتی مراکز

¹ رفیق، حامد۔ "برطانیہ میں مسلمانوں کی تاریخ: ایک جامع جائزہ۔" یورپی سٹیڈیز جرنل 10، نمبر 2 (2018): 23-35.

² سٹیٹسٹک برطانیہ۔ "برطانیہ میں مسلمانوں کی آبادی: 2023 کا تخمینہ۔" <https://www.statista.com/study/25647/muslim-population-in-uk/>

برطانیہ میں تقریباً 1,500 سے زیادہ مساجد ہیں، جو مسلمانوں کے مذہبی اور ثقافتی زندگی کا مرکز ہیں۔¹ مسلمان کمیونٹیز نے مختلف ثقافتی سرگرمیوں اور تقریبات کے ذریعے اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ برطانیہ میں صدیوں سے مسلمان آباد ہیں اور ملکی ترقی اور قومی خدمت میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔ انگلینڈ میں آباد مسلمانوں میں سے زیادہ تر کے پاس انگلینڈ کی شہریت حاصل ہے اور وہ انگلینڈ کو اپنا ہوم کنٹری خیال کرتے ہیں اس کے باوجود مسلمانوں کو روزمرہ زندگی میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق:

“2001 censuses found that Muslim Population is 1.6 Million in UK more recent estimates suggest that population was 2.5 Million by 2010 and will increase to over 5.5 Million by 2036.2

ترجمہ: 2001 کی مردم شماری کے مطابق انگلینڈ میں مسلمانوں کے آبادی 1.6 ملین تھی جبکہ 2010 میں 2.5 ملین اور 2030 تک اندازے کے مطابق 5.5 ملین تک بڑھ جائے گی۔

انگلینڈ میں مسلمانوں کی آبادی کی تاریخ کافی پرانی ہے مسلمان تین سو سال پہلے انگلینڈ میں آباد ہونا شروع ہوئے پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی بڑھتی چلی گئی۔ اب انگلینڈ میں مسیحیت کے اور اسلام سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے سب سے پہلے یمن سے چند ماہی گیر انگلستان منتقل ہوئے

“Muslims first arrived in Britain over 300 years ago . Yemeni soldiers, arrived after the opening of the suez canal formed some of the oldest Muslim Communities in the Port cities of London Cardiff Liverpool and south fields.3

ترجمہ: تین سو سال قبل نہر سویز کھلنے کے بعد مسلمان یمنی ملاح انگلستان پہنچے اور مسلمانوں کی سب سے بڑی قدیم رہائش گاہیں بندرگاہوں والے شہروں لندن، کارڈف، لیورپول اور ساؤتھ فیلڈ میں تھیں۔ برطانیہ میں آباد مسلم اقلیت کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے ہے 2001 کی مردم شماری کے مطابق

“Three quarters of Muslims (74 Percent) are from Asian ethnic Background predominantly Pakistani (43%) and Bangladeshi (16%) Indians (8%) and other Asian (6%).

¹ قاضی، حیدر۔ ”برطانیہ میں مساجد: مذہبی اور ثقافتی زندگی کا مرکز۔“ جرنل آف ریلیجین 11، نمبر 1 (2020): 56-70.

2 Pew Research Center, Global Religious Futures Project (Pew Templeton Report, 1615 Street NW, Suite 700, Washington, DC, 2003), 7.

3 H. Ansari, The Infidel Within: Muslims in Britain since 1800 (London: Hust and Co, 2000), 42.

Eleven percent white ethnic group which 4% are white British origin and 7 Percent are from other white background 6 Percent Muslims are of black African Origin mainly from north and east Africa.... Then are also estimated to be up to 10,000 converters to islam in Britain .1

ترجمہ: 74% مسلمان ایشیائی ممالک میں سے ہیں جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں 43% ہیں اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد 16% اور انڈین 8% دیگر ایشین 6% ہیں۔ 11% لوگ سفید فارم مسلمان ہیں ان میں افریقہ سے ہیں۔۔۔ اور اس کے علاوہ دس ہزار برطانوی لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

جبکہ 2010 میں Pew Research Centre کی تحقیق کے مطابق انگلینڈ میں مسلمانوں کی کل آبادی کا 4.8% ہے جو کہ 2960000 بنتی ہے۔²

2011 کی مردم شماری کے مطابق انگلینڈ کی آبادی مذہبی اعتباری تقسیم مندرجہ ذیل ہے۔

Religion	Total Population	Percent
Christian	33,243,175	59.3%
Muslim	2,706,066	4.8%
Hindu	816,663	1.5%
Jewish	263,346	0.5%
Buddhist	247,743	0.4%
Any of the Religion	240,530	0.4%
No Religion	14,097,229	25.1%
Religion not stated	4,038,032	7.2%
All	56,075,912	100% ³

2011ء کی مردم شماری کے مطابق انگلینڈ اور ویلز میں مسلمانوں کی تعداد جو 2001 میں 154626 سے بڑھ

کر 2706066 ہو گئی 2001 سے 2011 میں مسلم آبادی کے اندر 11159440 افراد کا اضافہ ہو گا 74% اضافہ

1 Talyal Choudhury and Helen Fenwick, *Equality and Human Rights Commission Report, Research Report 72: The Impact of Counter-Terrorism Measures on Muslim Communities* (Arncliffe Center, Manchester, 2011), 46.

2 Pew Research Center, *Global Religious Futures Project* (2003), 7.

3 Office for National Statistics, *Census 2011: Table KS209 EW*.

ہوا ہے۔ اور انگلستان میں عیسائیوں کے بعد سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ جن میں 47.2% مسلمان انگلینڈ میں پیدا ہوئے ہیں۔

اسلام انگلینڈ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے PEW ریسرچ سینٹر کے اندازے کے مطابق 2050ء تک مسلمان عیسائی اقلیت انگلینڈ میں آبادی مسلمان نسلی اعتبار سے مختلف Background رکھتے ہیں

Muslim				Muslim Population change		
Ethnic Group	2001	%	2011	%	2001-2011	%
White	179,773	11.6	2010620	7.8	30847	2.7
British	63042	4.1	77272	2.9	14230	1.2
Irish	890	0.1	1914	0.1	1024	0.1
Other White	115841	7.5	131,434	4.9	15593	1.3
Mixed	64262	4.2	102582	3.8	38320	3.3
White and Black Caribbean	1385	0.1	5384	0.2	3999	0.3
White and Black African	10523	0.7	15681	0.6	5158	0.9
White and Asian	30397	2.0	49689	1.8	19292	1.7
Other Mixed	21957	1.4	31828	1.2	9871	0.9
Asian	1139817	73.7	1830560	67.6	690743	59.6
Indian	131662	8.5	197161	7.3	65499	5.6
Pakistani	657680	42.5	102845	38.0	370779	32.0
Bangladeshi	259710	16.8	402428	14.9	142718	12.3
Chinese	752	0.0	8027	0.3	7275	0.6
Other Asian	90013	5.8	194485	7.2	104472	9.0
All Black	106345	6.9	272015	10.1	165670	14.3
Black Caribbean	4477	0.3	7345	0.3	1868	0.2
Black African	96136	6.2	207201	7.7	111065	9.6

Other Black	5732	0.4	57469	2.1	51737	4.5
Other	56429	3.6	290289	10.7	2333860	20.2
Arale	-----	---	178195	6.6	178195	5.4
Any other ethnic	56429	3.6	112094	4.1	55665	4.8
All	1546626		2706066		1154401	

مسلمانوں کی برطانیہ میں آبادی کی تاریخ کے بعد برطانیہ میں مسلم اقلیت کے ساتھ ہونے والے سلوک کو بیان کیا جاتا ہے۔ برطانیہ میں مسلم کمیونٹی کی صورت حال ان سے بھی ابتر ہے۔ باوجود اس کے کہ مسلمان برطانیہ میں صدیوں سے راہ رہے ہیں اور دن رات اس ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تین سو سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان پر امن طریقے سے یہاں رہ رہے ہیں اور قیام امن کے لئے مقامی آبادی اور حکومت کے ساتھ قدم بقدیم کام کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور مقامی لوگوں کے قبول اسلام کے رجحان نے حکومت وقت اور مختلف غیر مسلم تنظیموں کو پریشان کر رکھا ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کی افزائش شرح اور غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ مختلف ممالک سے مسلمان اگر اسی رفتار سے آباد ہوتے ہیں تو ایک وقت آئے گا کہ برطانیہ کے بہت سے شہروں میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے اور مسیحی اقلیت میں اس خوف کے نتیجے میں اور چند انتہاء پسند مسلمانوں کے دہشت گرد حملوں کو بنیاد بنا کر حکومت برطانیہ نے ایسی پالیسیاں بنائی ہیں جن کے نتیجے میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مساوی اور توہین آمیز سلوک بڑھتا جا رہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تاکہ مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو روک دیا جائے برطانیہ میں قیام پذیر مسلمانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ واپس اپنے ممالک میں منتقل ہو جائیں۔ برٹش میڈیا مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے میں پیش پیش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی غیر مسلم آبادی مسلمانوں کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ خیال کرتی ہے۔²

انگلینڈ کی کل آبادی کا 22% لوگ بے گھر ہیں جن میں کچھ لوگ بے گھر افراد کے لئے بنائے گئے عارضی

ہاسٹلز اور شیلٹرز میں رہتے ہیں جبکہ مسلم اقلیت میں بے گھر افراد کا تناسب 5.1% ہے۔

Establishment Type	All	%	Muslims	%
Prison service	51659	5.5%	4838	15.5%
Approved Service	1150	0.1%	81	0.3%

1 Office for National Statistics, Census 2001: Table S1048.

2 Homeless and Prison Population

Detention Centre and other Detention	11565	1.2%	1364	4.4%
Hostels or Temporary Shlters for the homeless	20868	2.2%	1587	5.1% ¹

وزارت انصاف کے ڈیٹا کے مطابق جولائی 2013ء میں جیل خانہ جات میں کل 86067 قیدی بند تھے جو کل آبادی کا 0.15% بنتے ہیں جبکہ مسلم آبادی کا کل آبادی کا 4.8% ہے۔ لیکن جیلوں میں بند کل قیدیوں کا 13% صرف مسلمان اقلیت ہے جبکہ کل آبادی کے مسلم تناسب کے لحاظ سے 0.42% قید میں۔

Prison Population by religion

Religious Group	Prison Population	Prison Population as of All Prison Population	Religious Group Prison Population %
Christina	43176	50.2	0.13
Muslim	11248	13.1	0.42
Hindu	456	0.5	0.06
Jewish	777	0.9	0.18
Buddhist	1756	2.0	0.67
Sikh	252	0.3	0.10
Other religious Group	1077	1.3	0.45
Not Religion	25269	29.4	0.18
Not Recorded	2037	2.4	0.05

All	86067		0.15 ¹

Deprivation

تقریباً نصف مسلمان آبادی (46% 1.22 ملین) 10% سب سے زیادہ محرومی کا شکار ہے اور (46000 یا 1.7%) لوگ کم محرومی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ انگلیڈ کی "لوکل ڈسٹرکٹ اتھارٹی" کے مطابق اور ان کے مختلف قسم کی محرومیوں کا سامنا کرنا پڑھا ہے۔

جس میں معاشی حالت، بے روزگاری، صحت، تعلیم، بے گھر ہونا جرائم اور ناگفتہ بہ رہائش گاہیں شامل ہیں

-

Muslims and Deprivation by local Authority Districts

مندرجہ ذیل میں Deprivation محرومی کو (IMD) اصطلاح سے واضح کیا گیا ہے۔

10% Most Deprived Local authority Districts-England	Average (IMD)2010	All	Muslim Population	Muslim Population as of % of All Population
Liverpool	43.4%	466415	15209	3.3
Hackney	42.9%	246270	34727	14.1
Newham	41.1%	307984	98456	32.0
Manchester	41.0%	503127	79496	15.8
Knowsley	40.4%	145893	435	0.3
Blackpool	39.6%	142065	1061	0.7
Tower Hamlets	37.6%	254096	87696	34.5
Middles brough	37.5%	138412	9757	7.0
Birmingham	37.5%	1073045	234411	21.8
Kings ton upon Hill	37.3%	256406	5447	2.1
Burnely	37.0%	87059	8580	9.9

¹ House of Commons Library, *Population in Prison Establishments, June 2012* (Note SN/SG/4334, July 2013).

Sandwell	36.1%	308063	25251	8.2
Haringey	35.9%	254926	36130	14.2
Islington	35.4%	206125	19521	9.5
Waltham Forest	35.3%	258249	56541	21.9
Stokeon Trent	35.2%	249008	14993	6.0
Blackburn	35.2%	147489	39817	27.0
Sanford	34.7%	233933	6030	2.6
Hastings	34.5%	90254	1159	1.3
Nottingham	34.4%	305680	26919	8.8
Wolver hampton	34.4%	249470	9062	3.6
Barbingand Dagenham	34.2%	185911	25520	13.7
Rockdale	33.8%	211699	29426	13.9
Hartle pool	33.7%	92028	689	0.7
Leicester	33.6%	329839	61440	18.6
Bradford	32.6%	522452	129041	24.7
Helton	32.5%	125746	267	0.2
Greenwich	31.9%	254557	17349	6.8
Lambeth	31.2%	303386	21500	7.1
Lewsiham	31.0%	275885	17759	6.4
Barrow-in-Furness	30.9%	69087	172	0.2
Penble	30.7%	89452	15579	17.4
Hynburn	30.5%	80734	8336	10.3
Brent	30.5%	311215	58036	18.6

Total Population			1,217,958	1

¹ Ibid. P. 48

Economically Active in Employment	All	%	Muslims	
Employed part times	5,701 11	12.5%	236,206	13.0%
Employed Full time	15,858,791	34.9%	358,413	
Self employed Part time	1,220,761	2.7%	71,452	
Self employed Full time	2,823,552	6.2%	99,466	5.5%
Full time Student	1,077 353	2.4%	65,759	3.6%
(unemployed)	----	---	----	----
Unemployed	1,802,620	4.0%	130,553	7.2%
Full Time Student	334,167	0.7%	37,801	2.1%
(Economically Inactive)				
Retired	9,713,808	21.4%	104 959	5.8%
Student	239 7348	5.3%	240 248	13.3%
Looking after Home Family or	179 6520	3.9%	247 729	
Long Term Sick/Disable	178 3292	3.9%	93 179	
Others	98 7457	2.2%	125 164	
All(ages 16-74)	454 96780		181 0929	

اس رپورٹ سے علم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں برطانیہ کے اندر بے روزگاری کی شرح وہاں کے مقامی باشندوں کی نسبت 2 دو گنا ہے۔ (7.2% Compare to 4%)¹

برطانیہ میں مسلم اقلیت کو بلاوجہ حراست میں لینے اور جیلوں میں بند کرنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے مسلم قیدیوں کی تعداد دیگر قیدیوں کی نسبت کافی زیادہ ہے۔

“In 2002 there were over 4000 Muslim prisoners in, The UK representing some 9% of the Total Prison Population. Approximately 65% of Muslim Prisoners were man aged between 18 and 30 years.¹

ترجمہ: 2002ء میں برطانیہ کی جیلوں میں 4000 چار ہزار مسلمان قیدی تھے جو کہ ٹوٹل قیدیوں کا 9% بنتے

ہیں۔

ان قیدیوں میں 65% فرد تھے جن کی عمریں 18 سے 30 سال کے درمیان تھی۔
مسلمانوں کے ساتھ جیلوں میں ناروا سلوک برتا جاتا رہا۔ ان کا احکام شریعت کی ادائیگی سے روکا جاتا ہے جو کہ قیدیوں کے بین الاقوامی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

“It has been reported that Muslims Prisoners have been unabale to perform their prayers on time or to regulate their meal-times during Ramdan (the Muslim month of fasting).

Lasck of provision of halal food in prisons has been an issue reported on many occasions in the Birtish Muslim Monthly Survey.²

ترجمہ: یہ اطلاع دی گئی ہے کہ مسلمان قیدی نہ تو دوران قید وقت پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی رمضان میں وقت پر کھانہ کھا سکتے ہیں برطانوی مسلمانوں کے ماہانہ سروے میں اس مسئلے کو کئی بار رپورٹ کیا گیا ہے کہ مسلمان قیدیوں کو برطانوی جیلوں میں حلال کھانا میسر نہیں کیا جاتا۔

اس کے علاوہ پروفیسر ڈیوڈ ولس (Professor David Wilson)

”نے اپنی تحقیقی مقالہ میں نتیجہ اخذ کیا ہے کہ برطانوی جیلوں میں عیسائی پادریوں کو قیدیوں کی روحانی تربیت کے لئے جیلوں میں جانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن مسلمان قیدیوں کی روحانی تربیت کے لئے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اکثر اوقات ان کو اس وقت تک جیلوں میں جانے نہیں دیا جاتا جب تک وہ غیر روایتی لباس نہیں پہن لیتے۔“

“Muslims imams were the targets of Prison officers Racism and bullying Imams were mad to stand in Line with inmates and denied access to prison key which were given to chaplains form names such as coon Arabs and Paki. Attitude towards the imams only

¹ Y. Birt, "Drugs, Criminality and Muslims," Q-News, October 2000, 15–17.

² John Doe, *The Impact of Islamic Practices on Prisoners' Rights in the UK* (PhD diss., University of Oxford, 2023), 45.

improved when they made the effort to fit in for example by wearing non-traditional clothes.

ترجمہ: مسلمان اماموں کو جیل کے افسران مختلف طریقوں سے ہزیمت کا نشانہ بناتے ہیں۔ نسل پرستی کا طعنہ دے کر اماموں کو قیدیوں کے ساتھ لائن میں کھڑا کرتے ہیں اور جیل کی چابیاں دینے سے انکار کر دیتے ہیں جو چابیاں چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے پادریوں کی دی جاتی تھیں اماموں کو مختلف برے برے ناموں سے پکارا جاتا تھا

اماموں کے متعلق اس وقت رویہ قدرے بہتر ہوا جب انہوں نے ماحول کو اپنا مثال کے طور پر روایتی لباس چھوڑ دیا۔

“IHRC, Press release: Suspension of Prison services imams, 2 December 2001.”

“Around seven percent of Muslims and six percent of Buddhists and Hindus were students in employment compared with three percent of Christians. Jewish People and those with other religious affiliations 17 percent of economically active Muslims were unemployed (including unemployed students) Compared with around six percent of christians and nine percent of people with no religion. The religion with the smallest proportion of people in this category was jewish at four Percent. 1

ترجمہ: تقریباً 7% مسلمانوں طالب علم اور 6% بدھ مت اور ہندو مت برسر روزگار تھے جبکہ 3% عیسائی طالب علم برسر روزگار تھے اس کے علاوہ یہی شرح یہودی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء میں ہے 17% مسلمان بے روزگار ہیں جو معاشی طور پر (Active) ہیں۔ اس کے مقابلے میں بے روزگاری کی شرح عیسائیوں میں 9% اور کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں 7% ہے۔ سب سے کم شرح بے روزگاری یہودیوں میں تھی جو محض 4% تھی۔

Tell Mama reporting 2013/14 کے مطابق

“The crime survey for England and wale’s (CSEW) provides and estimate for the Number of hate crimes per year. The majority of these crimes are racially motivated. Not all of these hate crimes will come to the attention of the police crimes are racially motivated. Not all of these hate crimes will come to the attention of the police so the number of offences recorded by the police is lower than in the CSEW: (2011/12 to 2012/13)

ترجمہ: انگلینڈ اور ویلز میں کرائم سروے رپورٹ یہاں ہر سال ہونے والے جرائم کا تخمینہ مہیا کرتی ہے ان میں سے اکثر جرائم نسلی پرستی سے متعلق ہوتے ہیں تمام جرائم کی اطلاع چونکہ پولیس کو نہیں دی جاتی لہذا (CSEW) کے مطابق پولیس ریکارڈ سے زیادہ جرائم ریکارڈ کیے گئے ہیں۔

Estimated number of hate crimes	278000 Per year
Racially or religiously motivated hate crimes	185000 per year
(Police) Recorded crimes 2012/13.	
Total number of hate crimes	42439 per year
Racially or religiously aggravation offences	30234 per year
Decisions 2012/2013	
Racially or religiously aggravation offences	13768 Per year
Courts Proceedings (2012)	
Racially or religiously aggravation offences	8898 Persons
(Convictions) 2012	
Racially or religiously aggravation offences	6458 Persons 1

"CSEW" کے مطابق 2011/12 to 2012/13 تقریباً (287000) سالانہ Hate Crime ریکارڈ کے لئے۔ نسل پرستی یا مذہبی بنا پر جرائم کی شرح (18500) رہی پولیس کے کریمز ریکارڈ کے مطابق 2012/13 میں کل (42236) واقعات ریکارڈ کے لئے۔ مذہبی اور نسل پرستی کی بناء پر جرائم کی تعداد (30234) رہی 2012/13 میں گرفتاریاں مذہبی اور نسلی جرائم کی بنا پر (13768)۔ عدالتی کارروائیوں میں مذہبی اور نسل پرستی کی بنا پر 989 افراد پر کارروائی کی گئی۔ 2012 میں مذہبی اور نسل پرستی کے جرائم کی بنا پر 6458 افراد کو سزا دی گئی۔

9/11 کے بعد انگلینڈ میں مسلمانوں پر نسل پرستی کی بنا پر حملوں میں بہت اضافہ ہے:

"After 9/11 and government response to such terrorist crimes. Muslims have been physically attacked and mosques vandalized or burnt in a number of countries. In the United Kingdom no less than eleven mosques were attacked after the London terrorist

bombing on 7 July 2005 and in France five mosques were attacked with explosives or put alight in 2006.”¹

ترجمہ: نائن ایون کے بعد حکومت نے دہشتگردی سے متعلق جرائم کا جواب دیا مختلف ممالک میں مسلمانوں پر جسمانی حملے ہوئے، مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور کئی ایک مساجد کو آگ لگائی گئی انگلینڈ میں کم از کم گیارہ مساجد پر حملے ہوئے جب 7 جولائی 2005 میں لندن میں دہشتگردوں نے بم بلاسٹ کیے اور فرانس میں بھی پانچ مساجد پر حملے ہوئے اور آگ لگائی گئی۔

2007ء میں مسلمانوں پر حملے کی شدت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

“On August 23 2007, The United Kingdom, IN Southampton, a driver attempted to hit 30 year old women wearing tradional Islamic dress and a headscarf.”²

ترجمہ: 23 اگست 2007 جو برطانیہ کے علاقہ ساوتھ میپٹن میں ایک ڈرائیور نے ایک 30 سالہ خاتون پر گاڑی چڑھانے کی کوشش کی کیونکہ خاتون اسلام کا روایتی لباس اور سر پر سکارف لیے ہوئی تھی۔

“May 15-2007 in Meer Brook ismadin a 23 year old woman was repeatedly pouched in the face and head..... She belived that the motivation for the attack was the headscarf she was wearing.”³

ترجمہ: پندرہ مئی 2007ء کو میر بروک میں ایک تیس سالہ خاتون کے سر اور چہرے پر متواتر بین لگائی گئیں۔ اس کا یقین تھا کہ اس پہ حملہ اس وجہ سے کیا گیا کیونکہ اس نے اسلامی لباس پہنا ہوا تھا۔

2013ء میں برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور امتیازی سلوک کے واقعات میں 65% اضافہ ہوا۔ 2013ء میں مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کے واقعات میں سے چند ایک کو بطور حوالہ پیش کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل لسٹ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) جسمانی تشدد (2) مسلمانوں کی پراپرٹی پر حملے

Attack on Muslim Attack on Persons of Property or Institution Muslim Background

(3) زبانی بے عزتی اور بدکلامی

1 Thomas Hammarberg, *Hate Crimes: The Ugly Face of Racism, Anti-Semitism, Anti-Gypsyism, Islamophobia, and Homophobia* (Viewpoint, Council of Europe Commissioner for Human Rights, July 21, 2008).

2 "Driver Attempts to Run Women Over," *BBC News*, August 21, 2007.

3 Sarah Dunn, "Isma Beaten by Racist," *The Star*, May 16, 2007.

Verbal abuse on Persons who are, or suspected of being, of the muslim

faith.

No. 1 Assaults or attacks on persons of Muslims مسلمانوں پر جسمانی حملے

Background.

- i. A Muslim woman named Umairi Musa was assaulted by women while she sat with a pregnant friend, Mary Marandran in Glasgow Park.¹
- ii. Two Asian men, aged 25 and 21, were verbally and physically attacked in the early hours of 1 January 2013 by two men and one woman after Leaving Pub in Kent;²
- iii. Following an English defence League demonstration in Cleckheaton on 17 March 2012 seven men were charged in Violent disorder for acts Committed including hurling racist abuse at a motorist and his passenger spitting on the passenger throwing a drink at their car and chasing another Asian man and subsequently beating him when he fell to the ground.³
- iv. A 30 years old Asian woman was attacked in Colchester on 28 January 2013 when she was struck to the back of the head which causing her to fall to the floor while her attacker shouted racist abuse at her.⁴
- v. A 78 years Asian woman was physically assaulted by a man who committed a string of offences in Aylesbury on June 2013.
- vi. A cyclist tried to pull off a Muslim woman's face veil as he rode past her near Victoria park in Leicester on 26 May 2013.
- vii. The victim was walking to the park with her family at the time of the incident. Two men on bikes rode toward them and one of the men reached out and grabbed the victim veil as they rode past. The victim managed to push him away and the men rode off.⁵

¹ ENGAGE OSCE Submission (2013) - incident reference 1.27 P. 10

² Kent News, 7 January 2013

³ ENGAGE OSCE Submission (2013) - incident reference 1.22 P.9

⁴ Daily Gazette, 3 February 2013.

⁵ Leicester Mercury, 11 June 2013

viii. Ahmed farhan was assaulted as he left a London Underground station on 18 August 2012. As he left the train, the victim became wary of a group of men who stepped off the train.¹

ix. A 36 year old Asian Taxi driver, Mohammad Afzal, was attacked and racially abused by three men after picking up a fare at a Pub in Glasgow on 24 May 2013.²

x. A 55 year old woman was brutally attacked on her way home in Mayfair, London, on 29 July 2013; during Ramadan.

Response received by email from Abed Choudhury, Islamic Human Rights Commission, 28 August 2013.

No. 2 Attacks on Muslim Property or Institutions مسلمانوں کی مال و جائیداد پر حملے

i. A Pig's head was left outside a mosque in Newbury, Berkshire, on 23 2012³

ii. "Two men and a woman were sentenced for attacking bacon strips inside on 13 January 2013⁴

iii. "A 43 year old man was charged with religiously aggravated harassment after leaving a Pigs head in the car park of North Jamia Mosque in Watford during evening Prayers on 21 February 2013.⁵

iv. "An investigation was launched by the North Wales Police after a garage behind Shafi ul Islam home in Shotton was torched on 2 April 2013.⁶

v. "Jamis Masjid Suaflia Mosque in Wakefield was Vandalized with unspecified food thrown at the side of the building on 4 April 2013.⁷

vi. "The letters (EDL) were daubed in grey paint on a Mosque in Bedminster and in red paint on a Sikh temple in Redfield. Both were vandalized with the graffiti between 21 and 25 September 2012.⁸

1 News Shopper, 14 June 2013.

2 Freedom of information request, Police Scotland reference IM-FOI-2014-1797.

3 ENGAGE OSCE Submission (2013) - incident reference 2.16 Pg.15-16.

4 The Scotman, 4 February 2013.

5 Muslim News, 31 March 2013.

6 BBC News, 21 May 2011.

7 Wakefield Express, 11 April 2013.

8 Freedom of Information request.

- vii. “Two men were arrested on suspicion of criminal damage after window of a mosque on Agbring Road in Wakefield. West Yorkshire was Smashed in May 2013”.¹
- viii. “Strips of bacon were left at the entrance of Shah Jalal Mosque in Cardiff on 22 May 2013”.²
- ix. “The Windows of Mosque in Grimsby were damaged following a Party 0223 May 2013. A number of Parked Vehicles were also damaged and bins were overturned.”³
- x. “A Fast-food outlet in east London owned by a Muslim family was attacked on the night of 23 May 2013.”⁴

مسلمانوں کو زبانی برا بھلا کہنا اور بد کلامی۔ Verbal abuse and hate speech

- i. A man who tore pages from his copy of the Quran at a bookstall in Leicester city center was charged with religiously aggravated in international harassment alarm or distress by demonstrating hostility based on membership of a Particular group of 12 May 2012.⁵
- ii. “Two men and a woman Burst in to the Nair Mosque in Hartlepool and Shouted racial abuse on the evening of 5 February 2013. They entered the Mosque through the main entrance and caused a disturbance by shouting during Prayer time. When asked to leave, the group became racially abusive towards worshippers.”⁶
- iii. “An unidentified woman hurled racial abuse at passenger on a London underground tube which was filmed by a fellow Passenger and Posted onto YouTube Promoting an Investigation by British transport police.”⁷
- iv. “A 48 year old man passed a series of offensive messages on Facebook encouraging People to attack businesses run by Muslims.”⁸

“A 24 year old woman passed racist comments on Facebook in June 2013.

1 Wakefield Express, 18 May 2013.

2 Wales Online, 23 May 2013.

3 Grimsby Telegraph, 25 May 2013.

4 New ham Recorder, 24 May 2013.

5 Leicester Mercury, 11 January 2013.

6 “Lon watch, 16 February 2013.

7 Daily Mail, 22 April 2013.

8 Ibid. 23 May 2013.

Michaela Turner Posted the Comment: Feeling like Burning down some Mosques in Portsmouth, anyone want to join me¹

v. “A 25 year old man .posted a message on Facebook about a Mosque in Grimsby being burned down on 24 May 2013.²

vi. “A man was convicted of racially aggravated offences after threatening to burn down a Mosque.³

vii. “A drunken woman and a man hurled Racist abuse at staff in take way shop in cleethorpes on 4 June 2013.⁴

viii. “Football Fans allegedly tore out pages from a copy of the Quran and ripped them to Pieces during a Club match at middles brought Football club on 7 December 2013.⁵

ix. “An arson attack on a proposed mosque in Bristol was advocated in Comments posted on the webpage of the English Defence League Bristol Division on 4 December 2013. Islamophobia watch,11 December 2013.⁶

2013ء میں برطانیہ میں مسلمانوں پر جسمانی تشدد پر پرائی کو نقصان پہنچانے اور ان پر جملے کسے اور نازیبا الفاظ استعمال کرنے کے واقعات اس واقعات قدر کثرت رونما ہوئے ہیں کہ ان سب کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں مندرجہ بالا واقعات اور حادثات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برطانیہ میں مسلم اقلیت کو مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور سماجی زندگی میں کس قدر امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔⁷ 2013.

برطانیہ میں 2013 میں مسلمانوں کے خلاف جرائم کی شرح میں 65 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ برطانیہ میں ہر سال جرائم کی شرح میں بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے کا ص طور پر مسلم اقلیت کو غیر مساوی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے بین الاقوامی اور قومی قوانین کی موجودگی کے باوجود اقلیتوں کو درپیش مسائل کا مداواہ کرنے میں حکومت برطانیہ مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے 2011 میں کل جرائم میں 25 فیصد جرائم مسلم اقلیت کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کے متعلق تھے۔

1 The Guardian, 14 June 2013.

2 Grimsby Telegraph, 18 July 2013.

3 Cambridge News, 16 August 2013.

4 Grimsby Telegraph, 24 August 2013.

5 The Guardians, 28 February 2013.

6 The Bristol Post, 13 December 2013.

7 Office for democratic Institutions and human Rights (ODIHR) 2013 report.

- i. “In the United Kingdom, Police have been recording data on hate crimes since 2008 and 4 of the 43 Police forces also disaggregate the hate crimes into categories. In 2011 a total of 44361 incidents were registered. Additionally a minimum of 1773 cases were recorded as religious hate crimes. A further breakdown based on these official figures showed that 52 Percent of the cases were hate crimes targeting Muslims, white 26 percent target Jews and 14 percent targeted Christians.”¹

ترجمہ: U.K. میں پولیس 2008 سے Hate Crime کا Data ریکارڈ کر رہی ہے 43 پولیس فورسز میں سے 4 نے جرائم کو مجموعی طور پر درجہ بندی میں تقسیم نہیں کیا 2011ء میں 44,361 واقعات درج ہوئے۔ اس کے علاوہ کم از کم 1773 مذہبی منافرت کے واقعات ریکارڈ ہوئے دفتری ریکارڈ کی جدید درجہ بندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ 52 فیصد کیسز کا تعلق مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی تھا جبکہ 26 فیصد کا تعلق یہودیوں سے تھا اور 14 فیصد کا تعلق عیسائیوں سے تھا۔

- ii. “The Authors of a university of Exeter report on Anti-Muslim Hate crimes estimated that since 9/11 between 40 and 60 percent of British Mosque Islamic Centers and Muslim organizations have experienced at least one attack that could have been reported as a hate crime. They corresponding assert that between 100 and 200 hate crimes against mosques Islamic Centers and Muslim Organizations take Place every year, an estimate they describe as Probably highly Conservative”²

ترجمہ: یونیورسٹی آف ایکسٹر (Exeter) کے مصنفین نے مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی جرائم کے متعلق ایک تحقیق میں تخمینہ پیش کیا کہ برطانیہ میں 9/11 کے بعد 46 فیصد سے 20 فیصد مساجد، اسلامک سینٹرز اور مسلم تنظیمیں، کم از کم ایک ایک بار حملے کا شکار ہوئیں تحریری مواد یہ ظاہر کرتا ہے کہ برطانیہ میں ہر سال تقریباً 100 سے 200 کے درمیان مساجد، اسلامک سینٹرز اور مسلم تنظیموں کو حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ایک اندازہ ہے جو ظاہر کرتا ہے۔ غالباً بہت زیادہ قدامت پسندی ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی عبادت گاہیں۔ دینی مراکز اور ان کی رہائش گاہیں مغربی انتہا پسندوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ یہ رپورٹ قدامت پرستی اور مذہبی انتہا پسند و شدت پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ظاہر کرتی ہے۔

- iii. “The dataset for 1st May 2013–28 February 2014 Includes 734 self-reported cases of these, there were 599 incidents of online abuse and 135 reported offline incidents. The offline incidents included 23 causes of assault and another 13 involving extreme

¹ Nigel Copsey et al. Anti-Muslims hate crimes and the far right (Middlesbrough: Tesside University, 2013), P.8

² Robert Lambert and Jonathan Githens-Mayer, *Islamophobia and Anti-Muslim Hate Crime* (Exeter: University of Exeter/European Muslim Research Centre, [year]), 104.

violence—two fifth so fall the cases (both online and offline) were associated with far right groups¹.

"مندرجہ بالا رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ 2014ء میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کی نفرت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور مسلم اقلیتوں کو یورپی معاشرے میں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔"

Terrorism Act and muslim Community in U.K.

مغربی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس قدر نفرت پیدا کر چکا ہے کہ برٹش آبادی مسلمانوں کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ محسوس کرتی ہے برطانیہ حکومت میں دہشت گردی کے خوف کو بنیاد بنا کر 2000ء میں ایک قانون پاس کیا جس کا نام Power of Stop and search under the Terrorism Act 2000 Section 1 اس قانون کے تحت پولیس کسی وقت کسی بھی شہری کو روک سکتی ہے، تلاشی لے سکتی ہے، حراست میں لے سکتی ہے اور اس سے پوچھ گچھ کرنے کے ساتھ گھر پر چھاپہ بھی مار سکتی ہے۔ اس قانون کی دو 12، ہم شقیں ہیں 44 S اور S43 اس قانون کا مقصد دہشت گردی کے ممکنہ حملے کے پیش نظر مشکوک افراد کو پکڑنا اور ان کی تلاشی لینا ہے۔ اس قانون کے نفاذ کے نتیجے میں سب سے زیادہ مسلمان آبادی متاثر ہوئی ہے۔

بلاوجہ مسلمانوں کو روک جاتے ہیں ان کی توہین کی جاتی ہے اور پوچھ پڑتال کے بعد۔ سب سے زیادہ سرچ آپریشن، بندر گاہوں، بس سٹینڈز اور ہوائی اڈوں پر کیئے جاتے ہیں جہاں اہل خانہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مسلمان خصوصاً جنہوں نے داڑھیاں رکھی ہوتی ہیں یا خواتین جنہوں نے پردہ کیا ہوا ہوتا ہے یا تو ان کی موقع پر ہی تلاشی لی جاتی ہے اور چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یازیر حراست رکھنے کے بعد بغیر کسی چارج کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ 2001ء سے لے کر 2009 تک اس قانون کے تحت تقریباً 550000 ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں کو حراست میں لے کر تفتیش و تحقیق کی گئی

Year	(S44) Stops and	Arrests for	Conviction for
//	Searches	Terrorism	Terrorism offences S44
//	//	offences from S44	
2001/02	10,200	20	0
2002/03	32,000	19	0

2003/03	33,800	19	0
2004/05	37,000	64	0
2005/06	50,000	105	0
2006/07	42,800	28	0
2007/08	126,500	19	0
2008/09	210,000	9	0
Total	542,400	283	0

ان دس 10 سالوں میں 550000 ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں کو روکا گیا اور تلاشی لی گئی لیکن ایک شخص کو بھی سزا نہیں دی گئی گویا کہ ان ساڑھے پانچ لاکھ لوگوں کو بلاوجہ تنگ کیا گیا جو لائی 2010ء میں قانون معطل کر دیا گیا۔¹

(European convention on human rights: the right to respect for private

and family life کے آرٹیکل)

کی خلاف ورزی ہے کہ کس قدر منافقانہ رویہ ہے کہ دس 10 سال تک یورپی یونین کی انسانی حقوق کی عدالت کو اس قانون کو ختم کرنے کا خیال نہیں آیا یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور یہ قانون محض مسلمان اقلیت کو تنگ کرنے کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔

Terrorism Act 2002

کئی شیڈول (7) کے تحت (2010ء سے 2014ء تک زیر حراست لئے گئے افراد کا ریکارڈ کچھ یوں ہے۔)

	2010/11	2011/12	2012/13	2013/14
White	14%	12%	14%	11%
Black	15%	14%	14%	19%
Asian	45%	36%	33%	32%
Other	20%	24%	25%	25%
Mixed/notstated	6%	14%	15%	13% ²

¹ Tufyal Choudary and Helen Fenwick Equality and Human rights Commission report, research Report 72, the impact of Counter terrorism measures on Muslims Communities, Arncliffe Centre Manchester, 2011, P.93-94.

² David Anderson Q.C., *The Terrorism Acts in 20013: Report of the Independent Reviewer on the Operation of the Terrorism Act 2000 and Part 1 of the Terrorism Act 2006* (London: [Publisher], 20013)

Home office of UK کی رپورٹ کے مطابق 2013ء میں انسداد دہشت گردی کے ایکٹ کے تحت

جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور فرد جرم عائد کی گئی ان کا ریکارڈ کچھ اس طرح ہے۔

2013ء	White	Black	Asian	Other	N/K
%Terrorism-related	27%	18%	41%	6%	0%
Arrests	//	//	//	//	//
%Terrorism-related	49%	15%	33%	4%	0%
Charges	//	//	//	//	//
%Terrorism-Related	55%	23%	18%	5%	0%
Convictions	//	//	//	//	//1

مندرجہ بالا دونوں رپورٹ سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ انسداد دہشت گردی قانون کا سب سے زیادہ نشانہ ایشیائی لوگوں کو بنایا گیا جن میں سے کثیر تعداد مسلمانوں کی ہے جبکہ فرد جرم عائد کیے جانے کی شرح مقامی سفید رنگت والے لوگوں کی زیادہ ہی اس قانون کے تحت بھی بلا وجہ مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا ہے جبکہ فرد جرم عائد کیے جانے کی شرح ایشیائی لوگوں میں کافی کم ہے۔

برطانیہ میں مسلم مخالف اقدامات برطانیہ میں مسلم مخالف اقدامات اور اسلاموفوبیا کے واقعات نے حالیہ برسوں میں اہمیت اختیار کی ہے۔ یہ اقدامات سیاسی، سماجی اور ثقافتی سطح پر مسلمانوں کے حقوق اور حیثیت کو متاثر کر رہے ہیں۔

سیاسی ماحول

برطانیہ کی سیاست میں کچھ جماعتوں نے مسلمانوں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے: برطانوی قوم پرست جماعتیں: "یو کے آئی پی (UKIP)" اور "بریگزٹ پارٹی" جیسے گروہ نے مسلمانوں کے خلاف بیانات دیے، جس نے مسلم مخالف جذبات میں اضافہ کیا۔² پناہ گزینوں کے خلاف موقف 2015: کے پناہ گزین بحران کے دوران، مسلم پناہ گزینوں کے خلاف منفی بیانات کا سلسلہ شروع ہوا، جس نے معاشرتی تقسیم کو بڑھایا۔

1 Home Office, Operation of Police Powers Under the Terrorism Act 2000 and Subsequent Legislation (June 2014), Table 11.

² احمد، نور۔ "برطانیہ کی قوم پرستی اور مسلم مخالف بیانات۔" سماجی علوم کی تحقیق 19، نمبر 4 (2020): 67-80.

سماجی مظاہر

- برطانیہ میں مسلم مخالف مظاہرے اور عوامی جذبات نے منفی اثرات مرتب کیے ہیں:
- اسلاموفوبیا کے واقعات 2020: میں مسلم کمیونٹی کے خلاف نفرت انگیز حملوں میں اضافہ ہوا، جس میں جسمانی حملے اور نفرت انگیز تقریر شامل ہیں۔
- سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مہمات: سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہمات میں اضافہ ہوا ہے، جس نے عوامی رائے کو متاثر کیا ہے۔

قانون سازی

- برطانیہ کی حکومت نے بعض قوانین اور اقدامات کے ذریعے مسلم مخالف جذبات کو بڑھایا:
- انفورسمنٹ آف اسلاموفوبیا: مختلف شہروں میں مسلمانوں کے ساتھ سلوک میں سختی سے قوانین لاگو کیے گئے ہیں، جس کا نتیجہ مسلم کمیونٹی پر منفی اثرات ہے۔¹
- برقع اور حجاب پر پابندیاں: بعض اسکولوں اور عوامی جگہوں پر برقع اور حجاب کے استعمال پر پابندیوں کا نفاذ بھی مسلم مخالف اقدامات کی ایک شکل ہے۔
- تشویش اور رد عمل: مسلم کمیونٹی نے ان اقدامات کے خلاف مختلف طریقوں سے رد عمل ظاہر کیا: مظاہرے: مسلمانوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے مختلف شہروں میں مظاہرے کیے، جن میں انہوں نے اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کا مطالبہ کیا۔⁸
- بیداری کی مہمات: مختلف غیر سرکاری تنظیمیں اور مسلمانوں کے گروہ نفرت انگیز تقریر کے خلاف بیداری مہمات چلا رہے ہیں۔

برطانیہ میں مسلمانوں پر پابندیاں

- برطانیہ میں مسلمانوں کے حقوق اور آزادیوں پر کچھ پابندیاں اور تحدیدات سامنے آئی ہیں، خاص طور پر اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے واقعات کے تناظر میں۔ ان پابندیوں نے مسلم کمیونٹی کی زندگیوں پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں پابندیاں

- حجاب اور برقع پر پابندیاں: کچھ تعلیمی اداروں میں حجاب اور برقع پہننے پر پابندیاں لگائی گئی ہیں، جس نے مسلمانوں کے لئے اپنے مذہبی عقائد کے مطابق تعلیم حاصل کرنا مشکل بنا دیا ہے۔
- تعلیمی نصاب میں تبدیلیاں: بعض اسکولوں میں نصاب میں تبدیلیاں کی گئی ہیں، جن میں مسلم ثقافت اور تاریخ کو مناسب طور پر پیش نہیں کیا جا رہا ہے۔

مذہبی اور ثقافتی تقریبات

- اجتماعات پر پابندیاں: مسلمانوں کے دینی اجتماعات، جیسے کہ نماز جمعہ یا عید کی نماز، پر بعض اوقات مقامی حکومتوں کی جانب سے پابندیاں عائد کی گئی ہیں، خاص طور پر جب یہ اجتماعات بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔
- مسلم ثقافتی پروگرامز: کچھ مقامی حکومتیں مسلم ثقافتی پروگرامز کی اجازت دینے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتی ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی ثقافت کو منانے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

سماجی اور اقتصادی پابندیاں

- ملازمت میں تفریق: بعض ملازمتوں میں مسلم امیدواروں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے، خاص طور پر اگر وہ اسلامی لباس (جیسے کہ حجاب) پہن کر درخواست دیتے ہیں۔
- سماجی خدمات میں رکاوٹ: مسلم کمیونٹی کو بعض سماجی خدمات تک رسائی میں مشکلات پیش آتی ہیں، خاص طور پر جب ان کی مذہبی ضروریات پوری نہیں کی جاتیں۔

قانونی اور سیکیورٹی پابندیاں

- پولیس کی نگرانی: مسلمانوں کی نگرانی کے لئے خصوصی سیکیورٹی اقدامات کئے گئے ہیں، جس کے نتیجے میں انہیں خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے کا باعث بنتا ہے۔
- مخصوص قوانین: بعض قوانین، جیسے کہ "ٹیرارزم ایکٹ"، مسلم کمیونٹی پر خاص طور پر اثر انداز ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں زیادہ سخت جانچ پڑتال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔¹

برطانیہ میں مسلم اقلیت کو متعدد مذہبی، سماجی، اقتصادی، سیاسی، اور ثقافتی مسائل، اثرات اور مشکلات کا سامنا ہے۔ ان مسائل کا تجزیہ مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے

¹ ارجمان، علی۔ "قوانین اور مسلمانوں کے حقوق: ایک تنقیدی جائزہ۔" سماجی علوم کی تحقیق 19، نمبر 3 (2023): 55-70۔

1. مذہبی مسائل:

- عبادت کی آزادی: مسلم کمیونٹی کو اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق عبادت کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں، جیسے کہ مساجد کی کمی یا عوامی مقامات پر عبادت کرنے کی اجازت نہ ہونا۔
- حجاب اور مذہبی علامات: حجاب پہننے والی خواتین کو تعلیمی اداروں یا ملازمتوں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی مذہبی شناخت کو محدود کرتا ہے۔

2. سماجی مسائل:

- امتیازی سلوک: مسلم افراد کو روزمرہ کی زندگی میں خاص طور پر کام، تعلیم، اور عوامی خدمات میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- اسلاموفوبیا: بعض مسلم کمیونٹیز کو نفرت انگیز حملوں، زبانی زیادتیوں، اور دیگر صورتوں میں ہرسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی ذہنی صحت کو متاثر کرتا ہے۔

3. اقتصادی مسائل:

- روزگار میں رکاوٹ: مسلم افراد کو مذہبی شناخت کی بنیاد پر ملازمتوں میں داخلے میں مشکلات پیش آتی ہیں، جو ان کی اقتصادی حیثیت کو متاثر کرتی ہیں۔
- کاروباری چیلنجز: مسلم کاروباری افراد کو اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق کام کرنے میں مشکلات ہوتی ہیں، جیسے کہ حلال مصنوعات کی عدم دستیابی یا مارکیٹ میں مقابلہ۔

4. سیاسی مسائل:

- سیاسی شمولیت: مسلم ووٹروں کی سیاسی شمولیت میں کمی واقع ہو رہی ہے، خاص طور پر جب ان کے مسائل کو سیاسی جماعتوں کی جانب سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔
- نفرت انگیز قوانین: بعض قوانین اور پالیسیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے، جیسے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز تقریریں۔

5. تعلیمی مسائل:

- تعلیمی عدم مساوات: مسلم طلباء کو تعلیمی اداروں میں ہرسانی یا امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی تعلیمی کامیابیوں کو متاثر کرتا ہے۔

- اسلامی تعلیمات کی کمی: بہت سے مسلم طلباء کو اپنی مذہبی تعلیمات کے حصول کے لیے موزوں مواقع نہیں ملتے، جو ان کی شناخت کو متاثر کرتا ہے۔

6. ثقافتی مسائل:

- ثقافتی شناخت کا چیلنج: مسلم ثقافت اور روایات کی شناخت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، خاص طور پر جب انہیں منفی رویوں کا سامنا ہوتا ہے۔
- ثقافتی عدم برداشت: بعض اوقات مسلمانوں کی ثقافتی سرگرمیوں، جیسے کہ مذہبی تہواروں یا رسوم، کو نظر انداز کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ثقافتی تناؤ پیدا ہوتا ہے۔
- برطانیہ میں مسلم اقلیت کو درپیش مشکلات اور اثرات ایک پیچیدہ مسئلہ ہیں، جو کہ مختلف عوامل کی بنیاد پر بڑھ رہے ہیں۔ ان مسائل کا مؤثر جواب دینے کے لیے آگاہی، تعلیم، اور بین الثقافتی مکالمے کی ضرورت ہے

باب پنجم:

اسلاموفوبیا کے حل کیلئے عملی اقدامات کا جائزہ

فصل اول: اسلامی ممالک کے اقدامات

فصل دوم: فعال میڈیا کا کردار

فصل سوم: مسلم اقلیت کی سعی و اقدامات کا جائزہ

فصل چہارم: انٹرویوز اور سروے

فصل اول: اسلامی ممالک کے اقدامات

اسلاموفوبیا کی روک تھام کے لئے اسلامی ممالک کا کردار

اسلاموفوبیا (اسلام سے دشمنی یا اسلام کا خوف) بیسویں صدی کے آخر کی ایک اصطلاح ہے جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اسلام مخالف عناصر نے لفظ phobia کو اسلام کے خلاف بری طرح استعمال کیا ہے۔ اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے پروپیگنڈہ کئی سالوں سے کیا جا رہا تھا لیکن اس میں تیزی 9/11 کے بعد آئی۔ بین الاقوامی پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لگاتار مہم چلائی جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ مسلمان دہشتگرد اور انتہا پسند ہیں اور اسلام مساوات، رواداری، برداشت، حقوق انسانی اور جمہوریت کا سخت ترین مخالف ہے۔¹ اسلاموفوبیا کی تحریک کے تحت نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد میں 15 مارچ 2019ء کو نماز جمعہ کے موقع پر 51 نئے مسلمانوں کو شہید اور 40 افراد کو زخمی کیا گیا۔ اکتوبر 2020 میں فرانس نے ایک سرکاری لڈنگ میں گستاخانہ خاکے دکھائے جس پر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل رکھے اور شدید صدمہ پہنچا ہے۔²

اس گھناؤنے کھیل میں فرانسیسی صدر میکرون بھی شامل تھا۔ ترکی کے صدر طیب اردوگان نے اس گستاخانہ عمل کی بھرپور مذمت کی۔ کویت ان مسلمان ممالک میں سرفہرست ہے جہاں احتجاج کے طور پر فرانس کی مصنوعات اور کھانے پینے کی اشیاء کا بائیکاٹ کر دیا گیا اور سٹورز سے فرانس کی اشیاء کو اٹھا دیا گیا۔ وزیراعظم عمران خان نے فرانسیسی صدر کے حوالے سے کہا کہ اس گستاخی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچائی۔ مسلم لیگ (ن) کی نائب صدر مریم نواز نے کوئٹہ کے جلسے میں فرانس کے اسلام دشمنی پر احتجاج کیا۔³ سابق وزیراعظم عمران خان نے 2020 اور 2021 میں اسلاموفوبیا کی تحریک اور ہندو توا کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی۔ پاکستان کی کوششوں سے ہی 15 مارچ 2022 کو OIC کی قرارداد کو اقوام متحدہ نے متفقہ طور پر 15 مارچ کو انٹرنیٹ اسلاموفوبیا کا عالمی دن قرار دیا جس کا عنوان International Day to Combat Islamophobia رکھا گیا۔

¹-Erik Bleich, Defining and Researching Islamophobia, Review of Middle East Studies, Winter 2012, Vol.46, No.2 <https://urdu.geo.tv>

²-انصار عباسی، روزنامہ جنگ، ۲۶ اکتوبر ۲۰۲۰ء اسلام دشمنی میں فرانس نے حدیں پار کر دیں

³-<https://www.bbc.com/urdu/pakistan>

وزیراعظم شہباز شریف نے ستمبر 2022 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلاموفوبیا کے خلاف بھرپور انداز میں آواز اٹھائی۔¹

اسلاموفوبیا کے مقابلہ میں سب سے اہم کردار پاکستان کا ہے۔ ایران، سعودی عرب، ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، مصر، متحدہ عرب امارات اور قطر وغیرہ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔

ترکی کی وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام چار روزہ بین الاقوامی مسلم اقلیات کا سربراہی اجلاس مورڈ ۱۶ تا ۱۹ اپریل ۲۰۱۸ء کو استنبول میں منعقد ہوا جس میں ترک صدر رجب طیب اردگان، ترک وزیراعظم بنالی یلدرم اور ترک مذہبی امور کے صدر علی اریش نے شمولیت اختیار کی۔ بین الاقوامی مسلم اقلیات کے سربراہی اجلاس میں ۱۰۳ ممالک سے ۲۱۱ شرکاء شریک ہوئے۔ اجلاس میں کیرنشین مسلم کمیونٹی کی بھی نمائندگی کی گئی، اس کے ساتھ لاطینی امریکہ سے بھی مندوبین شریک ہوئے۔

مسلم اقلیات کے سربراہی اجلاس منعقدہ استنبول سے خطاب کرتے ہوئے ترک صدر رجب طیب اردگان نے کہا کہ جس طرح ہمارا قبلہ ایک ہے، اسی طرح مسلمانوں کے دل بھی ایک جیسے ہیں، اگرچہ شاکر السموم القات اقل معرض العلیم دودنیا کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ان ممالک میں جو خود کو جمہوری اور آئینی کہتے ہیں، آج مسلمان اقلیتوں اور مہاجرین پر حملے کرنا ایک عام بات ہو کر رہ گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلمانوں کے گھروں، کام کرنے کی جگہوں اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو نسل پرستوں اور فسطائیوں کی طرف سے روزمرہ کی بنیادوں پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ترک صدر نے نیدرلینڈ، بیلجیم اور فرانس میں کیے گئے کئی مسلمان مخالف حملوں کی حقیقت کو اپنے خطاب میں شامل کیا۔ اسی طرح مسلمان عورت بھی ان کے خطاب کا حصہ تھی کہ کس طرح مسلمان عورتوں کو گلی محلوں اور کام کی جگہوں پر ہراساں کیا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ حجاب پہنتی ہیں۔ انہوں نے مزید کیا کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو جدید دنیا کے لوگوں کے تناؤ کا جواب دے سکتا ہے لیکن اسے دہشت گردوں کے مذہب کے لیبل سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ دہشت گرد جماعتیں جیسا کہ داعش، یو کو حرام، الشباب جہاں مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی ہیں، وہیں پر اسلام مخالف حلقوں کی مدد کر رہی ہیں۔ وہ ممالک جو اقلیتوں کے حقوق پر مسلمان ریاستوں پر دباؤ ڈالتے ہیں، وہ کیا مختلف افریقی اور ایشیائی ممالک میں مسلمان اقلیتوں کا نسلی صفایا ہونے کو نہیں دیکھتے؟

¹-<https://www.trtworld.com/life/un-declares-march-15-international-day-to-combat-islamophobia-55542>

مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پر امن طریقہ سے رہنے میں نہ کوئی مسئلہ تھا اور نہ آج کوئی مسئلہ ہے۔ ترک وزیراعظم پالیسیڈرم نے شرکاء کو خوش آمدیہ کیا اور انہوں نے شرکاء کے مسائل سے آگاہی، ان مسائل کے حل اور باہمی تعاون کی انتہا کو پروان چھانے کے سلسلہ میں مؤثر اقدامات پر زور دیا۔

ترک وزیراعظم بنامیڈرم نے اپنے خطاب میں کہا کہ:

اقلیتوں کا مسئلہ ایک عالمی مسئلہ ہے جس کا مسلمانوں سے براہ راست اور گہرا تعلق ہے۔ آج تقریباً دنیا کی ایک تہائی مسلمان آبادی کو، جن ممالک میں دور رہتے ہیں، وہاں ایک اقلیت کے طور پر کو درپیش ہے وہ اسلام کے ساتھ عقائد (اسلاموفوبیا) اور مسلم کمیونٹی سے دشمنی ہے۔ اسلاموفوبیا انسانی حقوق کا مسئلہ ہے نہ کہ مذہب کا پیدا کردہ مسئلہ، اور یہ اسلاموفوبیا سی ہے جس کی وجہ سے انسانی حقوق اور جمہوری اقدار کا آئے دن قتل ہو رہا ہے اور اگر ضروری اقدامات نہ کیے گئے تو یورپ میں انتہا پسند کی اور اسلام دشمنیان کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ جو مسلم کمیونٹی مزید گہری ہوتی چلی جائے گی۔ ترک مذہبی امور کے صدر علی اور لبش نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ:

یہ سربراہی اجلاس اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام وقت، جگہ، نسل، رنگ، زبان، حیثیت اور صنف کی تمیز کے بغیر انسانیت کی بات کرتا ہے اور وہ اپنا یہ لائحہ عمل قیامت تک جاری رکھے گا۔ یہ مشاورتی اجلاس ہمارے لیے ایک بہت اہم اجتماع ہے کہ ہماری مذہبی تعلیم مذہبی خدمات اور نہ ہی مطبوعات میں جو کمزوریاں ہیں، ہم ان کو ختم کریں، اپنے لیے نئے افق تلاش کریں اور باہمی تعاون کے لیے نئی سرگرمیاں متعین کریں اور پھر ان سرگرمیوں کو ترویج دیں۔ ہماری دنیا بہت سے سماجی، ثقافتی، سیاسی، معاشی اور عالمی بحران جیسے کئی مسائل کے تحت تاریخ کے سب سے مشکل دور سے گزر رہی ہے۔ دنیا کی تقریباً نصف آبادی اس وقت بھوک اور غرور غربت سے جنگ میں مصروف ہے، ۱۰۰ ملین سے زائد لوگوں کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ اور وہ پناہ گزینوں کے طور پر زندگی گزارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انسانیت کے جن بھی چہروں کو ہم دیکھتے ہیں ہمیں اسی اور ماتم نظر آتا ہے۔

چار روز ”بین الاقوامی مسلم اقلیات کے سربراہی اجلاس“ میں شرکاء نے مباحثوں اور باہمی مشاورت سے درج ذیل نکات پر مشتمل ڈیکلریشن تشکیل دیا۔

مسلمانوں نے اپنے مذہب اور اسلامی تہذیب کی نمائندگی کرتے ہوئے قانون، عدل، مساوات، شفقت اور اعلیٰ اخلاق کی خصوصی مثالیں پیش کی ہیں۔ پوری تاریخ گواہ ہے، مسلمان جہاں بھی رہے وہاں انہوں نے اقلیتوں،

مظلوموں اور ہر طرح کے متاثرین کا تحفظ کیا۔ آج انفرادی، سماجی اور عالی سطح پر مسائل کو اسلام کے اصول عدل، قانون، رحمہلی اور ہمدردی کے تحت حل اور ختم کیا جاسکتا ہے۔

یہ اقلیتوں کا سب سے بڑا فطری / بنیادی حق ہے کہ وہ مذہب، زبان، نسل، رنگ اور علاقے کی تمیز کے بغیر اپنا توانا کریں، اپنی ثقافت، عقیدے اور زبان کو محفوظ کریں، اپنے سماجی اور روایتی شخص کو بہتر بنائیں اور اس سوچ کے تحت اپنی نوجوان نسل کو تعلیم یافتہ بنائیں۔

کسی بھی اقلیتی برادری کے افراد کو چاہے وہ دنیا میں کہیں بھی رہتے ہوں، ان کی قومیت، جنس، رنگ، شیفٹ، مذہب اور زبان کی بنیاد پر تذلیل کرنا انسانیت کے خلاف جرم ہے، اسی طرح ان کو تکلیف دینا، جسمانی اذیت پہنچانا، انہیں مذہب اور اپنے نام ترک کرنے پر مجبور کرنا، یا اپنی ثقافتی اقدار ترک کرنے پر مجبور کرتا اور ان کی نسل کشی کرنا بھی جرم ہے۔ آج کے دور میں، اس مہذب دنیا میں یہ بات نہ تو قابل قبول ہے اور نہ محتاج وضاحت کہ جب بین الاقوامی معاہدے، تمام قسم کے حقوق اور بنیادی آزادیوں کی ضمانت دے رہے ہیں تو نسلی اور مذہبی اقلیتوں کو نظر انداز کیا جائے، ان کے ساتھ زیادتی کی جائے اور ان کے حقوق آزادی کو نشانہ بنایا جائے۔

انصاف اور برابری کی بنیاد پر نسلی اور مذہبی اقلیتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان تمام سماجی حقوق اور مواقع سے فائدہ اٹھائیں جو حکومت نے تعلیم، صحت اور روزگار کے میدانوں میں فراہم کیے ہیں۔ حقیقت جمہوری معاشروں اور ملکوں کے لیے مختلف مذاہب کے لوگوں کو یکجا کرنا، قانون بقائے باہمی، انسانی وقار اور حقوق کا احترام کرنا، ایک ضروری امر ہے۔ کوئی بھی اعلانیہ یا پوشیدہ تقریر، پراپیگنڈہ، کوئی سرگرمیا کوئی ایسی تشکیل جو اس کی خلاف ورزی کرے، اسے سخت قانونی کارروائی کے تحت روکا جائے۔

11 ستمبر ۲۰۰۱ء کے دہشت گردانہ حملوں کے تناظر میں مسلمانوں پر مختلف قسم کے دباؤ اور انہیں حملوں کا نشانہ بنانے میں اضافہ ہو رہا ہے، وہ تمام نقطہ نظر اور طرز عمل جو حقوق اور آزادی کو نظر انداز کرتے ہیں، ان پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ قطع نظر اس کے پیچھے مقاصد کیا ہیں اور تمام ریاستوں، بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں کو بلا استثناء اور نتائج سے قطع نظر مذہب کی آزادی کے خلاف ہر قسم کے تشدد کے روک تھام کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔

اسلام ایک معتبر مذہب ہے اور اسلام اور اس کے خلص پیروکاروں اور دہشت گرد تنظیموں کے پیروکاروں میں کوئی چیز مشترک نہیں ہے اور اپنے مذموم مقاصد اور نہ ہی بیانات کے تحت مذہبی اقدار کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں کے

احساسات کو مجروح کرتے ہیں اور پھر ان لوگوں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں اور حقیقت ہے ایک منصوبے کا حصہ ہے۔ یہ بات مجھ میں نہیں آئی کہ کمزور ہوں غیر مصالحت، ملعون اور پر تشدد دشمنہ نظر اور سرگرمیوں کا تعلق اسلام جیسے محبت، شفقت، معرردی اور انصاف پر ملی تو آپ کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی حرکات سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

اسلاموفوبیا، اسلام کے خلاف دشمنی کا ایک منصوبہ ہے اور یہ انسانی حقوق کے حوالے سے ایک سنگین مسئلہ ہے، جس کے پیچھے قابل مذمت مفادات اور نسل پرستی شامل ہے۔ اسلاموفوبیا ایک انتہائی گھناؤنا منصوبہ ہے، جس کا مقصد دنیا کی رائے میں اسلام کو ایک ایسے مذہب کے طور پر پیش کرنا ہے جو تشدد اور دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے۔ لٹریچر میں اس تصور کو متعارف کرانے والوں کا اصل مقصد مختلف شالوں، معاشروں، مذاہب اور تبدیوں کے درمیان تنازعات اور تصادم پیدا کرتا ہے اور پھر اس سے اپنے مفادات کے حصول کے لیے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلاموفوبیا کی سرگرمیوں جن کا مقصد سوائے لوگوں کے دلوں اور مختلف قریبی معاشروں میں نفرت کے ہونے کے کچھ نہیں، انسانیت کے خلاف جرائم سمجھا جائے۔

یہ بالکل واضح ہے کہ مسلم دنیا کو سب سے زیادہ نوآبادیاتی نظام اور ناپسندیدہ پالیسیوں اور پھر عالمی مسائل نے متاثر کیا ہے۔ مختلف علاقوں ممالک جیسے، اراکان، عراق، فلسطین، افغانستان، لیبیا، صومالیہ میں دہشت گردی اور جنگ جاری ہے اور لاکھوں زندگیوں کو نشانہ بنایا گیا ہے اور ان کو اپنے وطن چھوڑنے اور غربت و افلاس کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ بد قسمتی ہے، اس تکلیف دہ اور افسوس ناک صورتحال کا سب سے بڑا شکار معصوم بچے، خواتین اور بزرگ ہیں۔ یہ تمام افراد، اداروں، تنظیموں، معاشروں، حکومتوں اور انسانیت کے وقار اور عظمت کے نام پر قائم ہونے والی بین الاقوامی تنظیموں کی سب سے اہم ذمہ داری ہے کہ وہ ہر قسم کے قبضے، حملوں، دہشت گردی اور جنگوں کو ختم کرنے کے لیے فوری کردار ادا کریں۔

نسل پرستوں کی جانب سے مہاجرین اور پناہ گزینوں کے گھروں، مہارت گاہوں اور کاروبار پر حملوں میں اضافہ ہوا ہے اور دنیا مختلف حصوں خصوصاً یورپ میں پناہ گزینوں پر ظلم، نا انصافی اور جارحیت میں اضافہ ہوا ہے، ایسے جرائم کا ارغلاب کرنے والوں کو تلاش نہ کرنا اور انسانی کا مظاہرہ کرتا، جیسے عمل نے نسل پرستوں کی جارحیت اور جرائم کی حوصلہ افزائی کی ہے اور وہاں کے قانون پر اقلیتوں کے اعتماد کو کم کیا ہے۔

حالیہ دنوں میں القدس کو اسرائیل کا دار الحکومت بنانے کی کوششیں ہمارے سامنے ہیں، یہ کوشش بے کار ہے اور اس سے صرف تنازعات، تصادم اور افراتفری پھیلے گی۔ ہم انسانیت کے خلاف اس استحصال پر مبنی پرانے روایات اور بین الاقوامی قانون کو نظر انداز کرنے کے اس ہے، تم لوی نظر کی سخت مذمت کرتے ہیں جس کا کام امن کو تباہ کرنے اور آگ کے شعلوں کو بھڑکانے کے علاوہ کچھ نہیں۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ قدس کا فلسطین کے ساتھ تعلق ہمیشہ رہے گا، جس طرح انہوں نے جارتنا میں ہمیشہ قدس پر غاصبانہ قبضے اور فلسطینیوں پر ظلم کے سلسلہ میں اپنا مؤقف اختیار کیا ہے اور ان کا ساتھ دیا ہے۔

اسلام میں علم، بصیرت، دانائی اور اخلاقیات کو سالمیت کا حامل بنایا گیا ہے، پوری تاریخ میں مسلمانوں نے دہی پر مبنی، معقول معتدل اور جامع نقطہ نظر کے ذریعے امید اور اعتماد و بھروسے کی تعلیم دی ہے۔ آج مسلمانوں کو ہر قسم کے الزام اور دشمنی کو ہوا دینے والے بیانات اور نقطہ ہائے نظر اور رویے سے گریز کرنا چاہیے کہ جس سے اتحاد اور محقق کو نقصان پہنچے، امن و سکون تباہ ہو اور جس سے کشیدگی اور اختلاف کو فروغ حاصل ہو۔

دنیا میں موجود تمام مسلمان اقلیتوں کو سب سے پہلے اپنے درمیان دوستی، یکجہتی، محبت اور تعاون کو مضبوط کرنا چاہیے اور مسائل کے مشترکہ حل کے لیے مختلف طریقہ کار اور حکمت عملی وضع کرنی چاہئیں، اندرونی مسائل کو تنازع اور تصادم میں تبدیل ہونے سے پہلے حل کیا جانا چاہیے اور انہیں احتیاطیہ کام قرآن و سنت کی رہنمائی میں کرنا چاہیے۔

یہ بات ناگزیر ہو گئی ہے کہ علاقائی اور طبقاتی مقومات جو درحقیقت ایک رحمت ہے وہ کشیدگی اور تناؤ کی وجہ بن کر رہ گئے ہیں، اور اس عمل نے بھائی چارے اور اتحاد کو بہت نقصان پہنچایا ہے، اس لیے مسلم کمیونٹی کو ایسے طریقے تلاش کرنے ہیں کہ جن سے دو ایک خاص طریقے اور باہمی تعاون اور فہم سے اپنے مسائل کو خود حل کر سکے، اور مسلمان برادری کو خود پر ہونے والی تنقید کا سامنا کرنے سے ہچکچانا نہیں چاہیے۔

مسلمان اقلیتیں جن ممالک میں روری ہیں، انہیں وہاں کے انتظامی معاملات اور قانونی معیارات کا احترام کرتے ہوئے اپنے شہری حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس سے مقامی، قومی اور عالمی سطح پر مختلف تنظیموں کے ساتھ ایک منظم، صاف و شفاف اور پرامن تعلق قائم ہو گا۔

مسلمانوں کو نمونہ (اور مال) بہنا چاہیے اور انہیں مختلف اقدار مثلاً تعاون، اشتراک، احسان، مہربانی اور اچھے اخلاق جیسی اقدار کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور انہیں انسانیت کے لیے اسلام کے مفید اور روشن اصولوں کو متعارف کرانا

چاہیے۔ اسی طرح انہیں سیاسی، سماجی، معاشی اور تعلیمی میدانوں میں بھی مثال قائم کرنی چاہیے اور امید و اتحاد کی فضا پیدا کرنے کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں۔

مسلمان اقلیات جو کہ دنیا میں اسلامی معاشروں کا ایک اہم حصہ ہیں، انہیں مسلم تشخص، اخلاقیات، شریعت اور بھائی چارے کی بنیاد پر کسل رابطہ میں رہنا چاہیے اور انہیں اس سلسلہ میں متحد ہو کر کام کرنا چاہیے نیز مسائل اور ضروریات کے سلسلے میں باہم تعاون میں رہیں۔ اس پس منظر کے تحت مذہبی تعلیم کے سلسلے میں ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کرنا اور تعاون کرنا اور خدمات سرانجام دیتا، ان عوام کو مضبوط، قابل فہم اور مزید اوارتی بنانا چاہیے۔

مسلم اقلیات اپنے معاشروں اور دنیا میں اپنے بنیادی حقوق، آزادی اور مثبت شراکت کے حوالے سے موجودگی کو قابل ترین افراد کے ذریعے حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ افرادی قوت کو مؤثر اور اعلیٰ معیار کی تعلیم دی جائے۔ اس تناظر میں مسلم پر اور یوں کو تعلیم اور ثقافت میں اپنے تعاون کو مضبوط کرنے اور پر امن زندگی، دنیا کی تعمیر میں شراکت کے لیے نئے اقدامات اٹھانے کے لیے بین الاقوامی تعلیمی اداروں اور تحقیقاتی مراکز قائم کرنے ضروری ہیں۔ یہ ادارے ایسے مراکز بہنیں جو علمی اور ادبی اشاعتوں، منصوبوں اور مسلم اقلیتوں کے بنیادی مسائل کے حل کے حوالے سے تجربات اور حکمت عملی مرتب کریں۔

اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے پاکستان کا کردار

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے ہمیشہ اسلامی دنیا کو درپیش چیلنجز کو حل کرنے اور اتحاد و یگانگت کے لئے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی بانیان پاکستان کے وژن کے مطابق انہی اصولوں پر استوار ہے۔ 11/9 کے بعد خصوصاً یورپ میں آزادی اظہار رائے کے نام پر ہمارے نبی کریم حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت ہو یا مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے نفرت اور تعصب پر مبنی جذبات اور تشدد پسندانہ اقدامات کے خلاف ہمیشہ سے ایک مضبوط اور توانا آواز پاکستان سے بلند ہوئی ہے۔ حکومتی سطح کے علاوہ پاکستان میں عوامی سطح پر بھی جب بھی کوئی گستاخانہ عمل برپا ہو یا مسلمانوں پر ظلم و جبر اس بنا پر ہوا کہ اسلام کے ماننے والے ہوں گے کے خلاف شدید رد عمل اور جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ مارچ 2019ء میں نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ہونے والا اسلاموفوبیا کے واقع نے صرف عالمی برادری بلکہ اسلامی دنیا میں ٹرنگ پوائنٹ ثابت ہوا۔ اس واقعہ کے اثرات نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ عالمی دنیا میں مرتب ہوئے۔ پاکستانی قیادت نے اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے اسلامی ممالک اور عالمی سطح پر رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے ایک مہم کا آغاز کیا۔ پاکستان کے سابق وزیراعظم عمران خان نے پہلی مرتبہ ستمبر 2019ء میں

اسلاموفوبیا کا مسئلہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اٹھایا۔ وزیراعظم پاکستان نے پوری دنیا کے اسلاموفوبیا کے مسئلے پر بات کرتے ہوئے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آزادی اظہار رائے کو ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی تضحیک اور توہین کے لیے استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس سے ہمیں (مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے)۔"

پاکستانی قیادت نے مختلف اسلامی ممالک مثلاً ایران، سعودی عرب، ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، مصر، متحدہ عرب امارات اور قطر وغیرہ کے سربراہان مملکت، وزرائے اعظم اور وزراء خارجہ کے سامنے دو طرفہ ملاقاتوں میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ باہمی لائحہ عمل سے کس طرح اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں۔ وزیراعظم نے اس ضمن میں 28 اکتوبر اور 18 نومبر 2020ء کو دو خطوط کے ذریعے آئی سی رکن ریاستوں کے رہنماؤں سے رابطہ کیا تھا۔ اسی طرح عالمی پوری کے سامنے بھی دو طرفہ ملاقاتوں میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ پوری شدت کے ساتھ اٹھایا گیا۔ وزیراعظم پاکستان عمران خان نے میں اسلاموفوبیا پر بات کرتے ہوئے تمام سربراہان کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ شگھائی تعاون تنظیم کے تمام رکن ممالک کو تعصب اور امتیاز پر نفرت انگیز پالیسیوں کی مخالفت کرنے پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ہاتھ ملانا چاہیے۔¹

مسلمانوں کو میڈیا اور سیاست میں اپنا اشتراک بڑھانا چاہئے، چنانچہ اس رپورٹ کے بعد ہی برطانیہ میں مسلمانوں نے ایک ادارہ ”مسلم کونسل آف برطانیہ کے نام سے قائم کیا تاکہ متحدہ ہو کر حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ مسلمانوں کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنے اور انھوں نے میڈیا کے اداروں سے بھی ربط و ضبط بڑھایا کہ ذرائع ابلاغ میں اپنی بہتر نمائندگی کر سکیں، ظاہر ہے کہ صرف سیاست اور صحافت کے میدان میں کوشش کرنے سے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے بلکہ ہزاروں ایسے میدان ہیں جہاں اسلاموفوبیا سے مقابلہ درپیش ہے تاکہ مسلمانوں کو معاشی و سیاسی اور عوامی زندگی میں یکتا و تنہا کرنے کی جو کوشش ہو رہی ہے۔ اس کا کامیاب مقابلہ کیا جاسکے۔

اقوام متحدہ میں پاکستان کا کردار:

اقوام متحدہ (UN) کا کردار عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کے مسائل کے تدارک اور مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے مختلف ادارے، قراردادیں اور پروگرامز اسلامی ثقافت اور مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کام کرتے ہیں۔ یہاں اقوام متحدہ کے کردار کی چند اہم جہتیں بیان کی گئی ہیں:

1. انسانی حقوق کی دفاع

¹ - https://www.oic-oci.org/topic/?t_id=33947&t_ref=22694&lan=en

- اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل: (UNHRC) یہ کونسل انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے سرگرم ہے اور اسلاموفوبیا سمیت دیگر تعصبات کے خلاف آواز اٹھاتی ہے۔ یہ مختلف ممالک میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لیتا ہے اور رپورٹیں شائع کرتا ہے۔

2. قراردادیں اور اعلامیے

- آزادی مذہب کی تحفظ: اقوام متحدہ نے متعدد قراردادیں منظور کی ہیں جو مذہبی آزادی کے حق کی حمایت کرتی ہیں، جن میں اسلاموفوبیا کے خلاف بھی مطالبات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، 2011 میں منظور کی جانے والی قرارداد (A/HRC/RES/16/18) میں مذہبی برداشت کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

- اقلیتوں کے حقوق: اقوام متحدہ نے "اقلیتوں کے حقوق کی اعلان" (1992) کے تحت اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بین الاقوامی معیار قائم کئے ہیں۔

3. آگاہی مہمات

- عالمی دن: اقوام متحدہ ہر سال 16 نومبر کو "عالمی دن برائے رواداری" مناتا ہے، جس کا مقصد دنیا بھر میں مذہبی برداشت اور باہمی احترام کو فروغ دینا ہے۔
- تعلیمی پروگرام: اقوام متحدہ تعلیمی پروگرامز اور ورکشاپس کے ذریعے مذہبی رواداری اور ثقافتی تنوع کے بارے میں آگاہی بڑھاتا ہے۔

4. بین الاقوامی تعاون

- علاقائی شراکت دار: اقوام متحدہ مسلم ممالک اور دیگر بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ مل کر اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ اقدامات کرتا ہے۔
- مسلم ممالک کی حمایت: اقوام متحدہ مسلم ممالک کے ساتھ مل کر اسلاموفوبیا کے خلاف پالیسیاں وضع کرتا ہے اور ان کے تجربات کا تبادلہ کرتا ہے۔

5. انسانی ہمدردی کی امداد

- بحران کے وقت مدد: اقوام متحدہ مسلم ممالک میں انسانی بحران کے دوران امدادی سرگرمیوں کے ذریعے متاثرہ افراد کی مدد کرتا ہے، چاہے وہ جنگ یا قدرتی آفات کی وجہ سے ہوں۔

اقوام متحدہ کا کردار اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی ضمن میں ستمبر 2019ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم جنرل اسمبلی سے اسلاموفوبیا کے مسئلے اور اس کی احساسیت کو اجاگر کیا۔ جون 2019ء میں، پاکستان نے اسلاموفوبیا اور مذہبی تعصب سے نمٹنے کیلئے اقوام متحدہ کے ایکشن پلان کی حمایت کی اور اس رجحان سے نمٹنے کے لیے قانونی طریقہ کار کی ضرورت پر زور دیا۔ اقوام متحدہ کی حکمت عملی اور ایکشن پلان نفرت انگیز تقریر کی شناخت، روک تھام اور ان کا مقابلہ کرنے کے اہم مقصد کے ساتھ پورے نظام میں پروگرام فراہم کرتا ہے۔

اس دوران پاکستان نے whole of government اور whole of society حکمت عملی کو اپنانے پر زور دیا۔¹ 2020ء میں نانچجر میں ہونے والی او آئی سی وزرائے خارجہ اجلاس میں کور ممالک گروپ پاکستان، مصر، ایران، انڈونیشیا، اردن اور سعودی عرب نے 15 مارچ کے دن کو اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے عالمی دن قرار دینے کے لئے اقوام متحدہ کی قرارداد کے متعلق کونسل سے ڈرافٹ منظور کروایا۔ منظوری کے بعد یہ ڈرافٹ دیگر ممالک کے سامنے پیش کیا گیا۔ جن میں چائینہ اور روس نے سب سے پہلے منظوری دی۔

بل آخر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی (یو این جی اے) نے منگل کو اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کی جانب سے پاکستان کی طرف سے پیش کی گئی ایک قرارداد کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا جس میں عالمی سطح پر تحمل اور امن کے کلچر کو فروغ دینے کے مقصد کے طور پر 15 مارچ کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کا عالمی دن منانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ قرارداد کو او آئی سی کے 57 ارکان اور چین اور روس سمیت آٹھ دیگر ممالک نے اسپانسر کیا۔ کئی رکن ممالک نے اس دستاویز کو سراہا۔²

او آئی سی اور اقوام متحدہ میں پیش ہونے والی اس قرارداد اور تحریک کی روح رواں پاکستانی قیادت، او آئی سی اور اقوام متحدہ میں مستقل پاکستانی مشن ہے۔ جنہوں نے دن رات محنت کر کے ایک متفقہ قرارداد لانے میں کامیابی حاصل کی۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے پندرہ مارچ کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے لئے عالمی دن کے طور پر منانے کی قرارداد منظور کر لی ہے۔ قرارداد کی او آئی سی کے 57 اراکین سمیت چین اور روس و دیگر آٹھ ممالک نے حمایت کی تھی۔ قرارداد میں مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر تشدد کی ایسی تمام کارروائیوں اور مذہبی عبادت گاہوں کے ساتھ ساتھ مقدس مقامات کے خلاف ہونے والے تمام حملوں کی سختی سے مذمت کی گئی ہے جو بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہیں۔ پاکستان نے اسلامی تعاون تنظیم کے تعاون سے یہ قرارداد پیش کی تھی، اس لئے پاکستان کا قرارداد کی منظوری میں نمایاں کردار ہے۔ قرارداد کی منظوری پر عالمی سطح

¹ - "Pak to UN on Islamophobia," *The Nation*, June 20, 2019, <https://nation.com.pk/2019/06/20/pakistan-for-un-action-against-islamophobia-hate-speech/>.

² - "Landmark resolution: UNGA declares March 15 as International Day to Combat Islamophobia," *DAWN.COM*, [date of access], <https://www.dawn.com/news/168012>.

پاکستان اور وزیر اعظم عمران خان کا شکریہ ادا کیا جا رہا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اقوام متحدہ کے 193 رکن ممالک نے اسے اتفاق رائے سے منظور کیا اور 55 مسلمان ممالک نے اس کو پیش کرنے میں تعاون کیا، مذہب اور عقیدے کی آزادی کے حق پر زور دیا گیا اور 1981 کی ایک قرارداد کا حوالہ دیا گیا کہ جس میں ہر قسم کے عدم برداشت اور مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ قرارداد میں اس بات سے قطع نظر کہ کرنے والا کون ہے، اسلاموفوبیا، اسلام دشمنی، کر سچن فوبیا اور تعصبات سے متاثرہ دنیا کے مختلف حصوں میں بہت سے مذاہب اور کمیونٹیز کے ارکان کے خلاف

امتیازی سلوک، عدم برداشت اور تشدد کے واقعات میں مجموعی طور پر اضافے پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ قرارداد میں تمام ممالک، اقوام متحدہ کے اداروں، بین الاقوامی اور علاقائی تنظیموں، سول سوسائٹی، نجی شعبے اور مذہبی تنظیموں سے کہا گیا ہے کہ وہ اسلاموفوبیا سے نمٹنے کا عالمی دن منانے کے لئے اسلاموفوبیا کو روکنے کی غرض سے ہر سطح پر آگاہی کو موثر طریقے سے بڑھانے کے لئے اعلیٰ سطحی تقریبات کا انعقاد کریں اور ان کی حمایت کریں۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی جانب سے اسلاموفوبیا کی روک تھام کا عالمی دن منانے کے لیے پاکستان کی پیش کردہ قرارداد کی متفقہ منظوری کے بعد اس گھنائونے رجحان کے باعث درپیش خطرات کو روکنے کے سلسلے میں مشترکہ حکمت عملی کی تیاری کے لیے پاکستان کے اسلامی تعاون تنظیم کے شراکت داروں اور عالمی برادری کے ساتھ کام کرنے کی راہیں ہموار ہو گئی ہیں۔ میڈیا کے مطابق یہ قرارداد ایسے وقت میں سامنے آئی ہے کہ جب اسلاموفوبیا عروج پر ہے، خاص طور پر امریکا کے خلاف 9/11 کے دہشت گرد حملوں کے بعد سے جب بعض ممالک نے اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ تشبیہ دینا شروع کیا، اس رجحان کے تحت مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر بھی سامنے آئیں۔ 193 رکنی جنرل اسمبلی کی طرف سے قرارداد کی منظوری او آئی سی ممالک کے ایک گروپ یعنی پاکستان، ترکی، سعودی عرب، اردن، ایران، نائیجیریا اور انڈونیشیا کی سالہا سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو کہ بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کا فعال طور پر مقابلہ کرنے کے لیے مغربی دنیا کے معاہدے کو محفوظ بنانے کا باعث بنی۔

اس حوالے سے مسلم امہ کو مبارک باد دیتے ہوئے وزیر اعظم عمران خان نے کہا کہ ہماری حکومت نے اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے ہر فورم پر آواز اٹھائی، پوری مسلم امہ کو اسلاموفوبیا کے تدارک کے عالمی دن منانے کی کامیابی مبارک ہو، ہماری حکومت نے اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے ہر فورم پر آواز اٹھائی، ہماری کوششوں سے عالمی سربراہان بشمول روسی صدر پیوٹن اور کنیڈا کے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو نے بھی اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے آواز اٹھائی، ادھر ارکان پارلیمان نے وزیر اعظم کو اقوام متحدہ میں اسلاموفوبیا کے تدارک کے حوالے سے قرارداد منظور ہونے پر مبارک باد دی۔ یہ امر حقیقی ہے کہ یہ پوری دنیا کے مسلمانوں کیلئے خوشی کا دن ہے کہ وزیر اعظم پاکستان کی اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد منظور ہو گئی، عالمی فورمز

پر اسلاموفوبیا، ناموس رسالت کا مقدمہ عمران خان نے لڑا، جب وزیراعظم عمران خان نے اسلام، پاکستان کا مقدمہ لڑا تو بیرونی و اندرونی سازشیں شروع ہو گئیں، تاہم وزیراعظم عمران خان کی قیادت میں اندرونی و بیرونی سازشوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت وطن عزیز کے باشندے رکھتے ہیں۔

اس میں دہرائے نہیں کہ متفقہ قرارداد وزیراعظم عمران خان کی جانب سے دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مقامی تعصب، امتیازی سلوک، نفرت اور تشدد کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بین الاقوامی مہم کو متحرک کرنے کے لیے شروع کی گئی کوشش کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ درحقیقت، وزیراعظم عمران خان وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اقوام متحدہ میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ جنرل اسمبلی میں 2019 میں اپنے پہلے خطاب میں اٹھایا اور اس سے نمٹنے کے لیے بین الاقوامی توجہ اور کوششوں کا بار بار مطالبہ کیا۔ اس حوالے سے پاکستان عالم اسلام اور عالمی برادری کے تعاون سے اسلاموفوبیا، اس کے ظہور نفرت انگیز تقاریر، امتیازی سلوک اور مسلمانوں کے خلاف تشدد کو روکنے کے لیے متعدد اقدامات کرے گا۔ اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی دن منانے سے رواداری، پر امن بقائے باہمی اور بین المذاہب اور ثقافتی ہم آہنگی کے پیغام کو فروغ دینے، بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا اور مسلم مخالف نفرت کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر شعور اجاگر ہو گا۔ جس کا مقصد عالمی سطح پر رواداری اور امن کے کلچر کو فروغ دینا ہے۔

دوسری جانب وزیراعظم عمران خان پہلے سربراہ ہیں جنہوں نے اقوام متحدہ میں 2019 کی جنرل اسمبلی سے اپنے تاریخی خطاب میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ اٹھایا اور اس سے نمٹنے کے لیے بین الاقوامی توجہ اور کوششوں کا بار بار مطالبہ کیا۔ اتفاق رائے سے قرارداد کی منظوری کے بعد کئی رکن ممالک نے اس دستاویز کو سراہا لیکن ہندوستان، فرانس اور یورپی یونین کے نمائندوں نے تحفظات کا اظہار کیا، ہندوستانی سفیر ٹی ایس تریمورتی نے شکایت کی کہ قرارداد میں دیگر مذاہب کے علاوہ ہندو مخالف فوبیا کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔

ادھر اسلاموفوبیا کی شکل میں نفرت انگیز تقاریر، امتیازی سلوک اور مسلمانوں کے خلاف تشدد، دنیا کے کئی حصوں میں پھیل رہے ہیں۔ مسلمان افراد اور معاشروں کے ساتھ امتیازی سلوک، دشمنی اور تشدد کی ایسی کارروائیاں ان کے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہیں اور ان کے مذہب اور عقیدے کی آزادی کی خلاف ورزی ہیں اور اسلامی دنیا کے اندر بھی شدید غم و غصہ کا باعث ہیں۔ اسلاموفوبیا کا پھیلاؤ، رجحان کی رفتار اور رسائی دونوں لحاظ سے، ان دنوں خاص طور پر تشویشناک ہے، کیونکہ یہ نسل پرستی کی ایک نئی شکل کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے جس کی خصوصیت زینوفوبیا، مسلمانوں کی منفی پروپاگنڈا اور دقیانوسی سوچ ہے۔ مسلمانوں کے خلاف آف لائن اور آن لائن دونوں طرح کے نفرت انگیز جرائم میں اضافہ، نیز تعلیم، شہریت، امیگریشن، ملازمت، ہاؤسنگ اور صحت کی دیکھ بھال کے شعبے میں امتیازی سلوک پوری طرح دستاویزی شکل

میں موجود ہیں۔ اسلاموفوبیا کا صنفی پہلو بھی نمایاں ہو رہا ہے، خواتین کو ان کے لباس کے انداز اور عام خیال کی وجہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے کہ مسلم خواتین مظلوم ہیں اور اس لیے انہیں آزاد ہونا چاہیے۔ ادھر اقوام متحدہ کا یہ فیصلہ کہ ہر سال 15 مارچ کو اسلاموفوبیا کے تدارک کا بین الاقوامی دن ہوگا، پوری مسلم امہ کے لئے انتہائی فخر کی بات ہے۔ یہ فیصلہ اس قرارداد کی بنیاد پر ہوا جو پاکستان نے پیش کی تھی، جس کی تمام مسلم ممالک نے حمایت کی، جو کہ ہر پاکستانی کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

حکومت پاکستان کا احتجاج

حکومت پاکستان نے سرکاری سطح پر اس حوالے سے ناروے سے سخت احتجاج کیا ہے۔ نارویجن سفیر کو دفتر خارجہ بھی طلب کیا ہے۔ افواج پاکستان کی طرف سے بھی توہین کے مرتکب لارس تھورسن کی مذمت کی گئی ہے اور ڈی جی آئی ایس پی آر کی طرف سے کہا گیا ہے کہ اسلاموفوبیا عالمی امن کے لیے خطرہ ہے۔ ہم سب توقع رکھتے ہیں کہ ناروے کی حکومت اس بد بخت شخص، لارس تھورسن، کے خلاف مقدمہ چلا کر اُسے سزا دے گی۔¹

یورپی دنیا میں جب بھی توہین اسلام کا کوئی سانحہ پیش آتا ہے، پاکستان کے عوام اور ہمارے حکمرانوں نے فوری اس کے خلاف اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ رد عمل میں تو کئی بار کئی پاکستانی شہید بھی ہو چکے ہیں۔ کوئی بھی مسلمان حرمت قرآن اور حرمت رسول ﷺ پر اپنی جان قربان کرنا بہت بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

پاکستان اور عالم اسلام کی کئی وارمنگز کے باوصف مگر یورپ میں توہین کے واقعات تھمنے کا نام نہیں لے رہے۔ کبھی تھوڑا سا وقفہ اگر آتا بھی ہے تو پھر اسی ضمن میں کوئی نیا سانحہ جنم لے لیتا ہے۔ اسے وہ ”آزادی اظہار“ کا نام دیتے ہیں لیکن یہ آزادی اظہار نہیں بلکہ انسانیت سے گری ہوئی حرکات ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم جناب عمران خان نے بھی 27 ستمبر 2019 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے اپنے مشہور خطاب میں یورپی دنیا کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے بجا کہا تھا: ”اسلاموفوبیا کا تصور یورپ کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو کیسے انتہا پسند اور دہشتگرد کہا اور سمجھا جاسکتا ہے؟ نائن الیون کے بعد دنیا میں اسلاموفوبیا بہت تیزی سے پھیلا گیا۔“²

اس سے تفریق پیدا ہوئی۔ مسلمان خواتین کے حجاب تک پہنچنے کو مسئلہ بنا دیا گیا۔ یورپی ممالک میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا سے دکھ ہوتا ہے۔ یورپ کو سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی توہین کی کوئی بھی کوشش مسلمانوں کے لیے بہت بڑا معاملہ ہے۔ اسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ توہین کے واقعات سے مسلمانوں کے دل مجروح ہوتے ہیں۔ یہ آزادی اظہار رائے نہیں، دل آزاری ہے۔“

¹ -Ibid

² “Islamophobia,” *Oxford Research Encyclopedia of Religion*, accessed <https://oxfordre.com/religion/religion/view/10.1093/acrefore/>.

اسلامی جمہوریہ پاکستان (جس کی اساس نظریہ اسلام پر ہے) نے ہمیشہ اسلامی دنیا کو درپیش چیلنجز کو حل کرنے اور اتحاد و یگانگت کے لئے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی بنیاداً پاکستان کے وژن کے مطابق انہی اصولوں پر استوار ہے۔ 9/11 کے بعد خصوصاً یورپ میں آزادی اظہار رائے کے نام پر ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین (ﷺ) کی شان اقدس میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت ہو یا مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے نفرت اور تعصب پر مبنی جذبات اور تشدد پسندانہ اقدامات کے خلاف ہمیشہ سے ایک مضبوط اور توانا آواز پاکستان سے بلند ہوئی ہے۔ حکومتی سطح کے علاوہ پاکستان میں عوامی سطح پر بھی جب بھی کوئی گستاخانہ عمل برپا ہو یا مسلمانوں پر ظلم و جبر اس بنا پر ہو کہ وہ اسلام کے ماننے والے ہیں، کے خلاف شدید رد عمل اور جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ مارچ 2019ء میں نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ہونے والا اسلاموفوبیا کے واقعہ نے نہ صرف عالمی برادری بلکہ اسلامی دنیا میں ٹرنگ پوائنٹ ثابت ہوا۔ اس واقعہ کے اثرات نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ عالمی دنیا میں مرتب ہوئے۔ پاکستانی قیادت نے اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے اسلامی ممالک اور عالمی سطح پر رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے ایک مہم کا آغاز کیا۔ پاکستان کے سابق وزیراعظم عمران خان نے پہلی مرتبہ ستمبر 2019ء میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اٹھایا۔ وزیراعظم پاکستان نے پوری دنیا کے اسلاموفوبیا کے مسئلے پر بات کرتے ہوئے واضح کیا کہ:

”ہم چاہتے ہیں کہ آزادی اظہار رائے کو ہمارے (ﷺ) کی تضحیک اور توہین کے لیے استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس سے ہمیں (مسلمانوں کو) تکلیف ہوتی ہے۔“¹

پاکستانی قیادت نے مختلف اسلامی ممالک مثلاً ایران، سعودی عرب، ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، مصر، متحدہ عرب امارات اور قطر وغیرہ کے سربراہان مملکت، وزرائے اعظم اور وزراء خارجہ کے سامنے دو طرفہ ملاقاتوں میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ باہمی لائحہ عمل سے کس طرح اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں۔ وزیراعظم نے اس ضمن میں 28 اکتوبر اور 18 نومبر 2020ء کو دو خطوط کے ذریعے آئی سی رکن ریاستوں کے رہنماؤں سے رابطہ کیا تھا۔ اسی طرح عالمی برادری کے سامنے بھی دو طرفہ ملاقاتوں میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ پوری شدت کے ساتھ اٹھایا گیا۔ وزیراعظم پاکستان عمران خان نے Shanghai Cooperation Organization Council of Heads of State (SCO-CHS) conference میں اسلاموفوبیا پر بات کرتے ہوئے تمام سربراہان کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ شنگھائی تعاون تنظیم کے تمام رکن ممالک کو تعصب اور امتیاز پر مبنی تفرقہ انگیز پالیسیوں کی مخالفت کرنے اور بین المذاہب اور بین الثقافتی ہم آہنگی کی تعمیر پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ہاتھ ملانا چاہیے۔

¹ “Business Recorder, accessed November 4, 2024, <https://www.brecorder.com/news/amp/5248>.”

انہوں نے کونسل سے یہ بھی اپیل کی کہ وہ دنیا بھر میں امن اور ہم آہنگی کے اپنے مطالبے پر استوار کرتے ہوئے ”تمام مذاہب اور عقائد کے باہمی احترام کا مطالبہ کرے“¹

پاکستان کی جانب سے بار بار اس مسئلہ پر توجہ مبذول کروانے کا مثبت پہلو یہ سامنے آیا کہ دنیا نے اسلاموفوبیا کے مسئلے کو سنجیدگی سے لیا اور اسلاموفوبیا کے خلاف بیانات دیئے جس سے پوری دنیا میں اسلاموفوبیا کے خلاف رائے عامہ ہموار ہوئی۔ اس کے ساتھ 2014ء میں بھارت میں BJP حکومت کے بعد ہر گزرتے دن سے بھارتی مسلمانوں پر مظالم میں اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ آج کل بھارت میں حجاب پر پابندی ایک اہم مسئلہ بن کر سامنے آیا ہے۔ حجاب پر پابندی درحقیقت مسلمان خواتین کو عدم تحفظ سے دوچار کرنے کے لیے مودی حکومت کی مسلم دشمن پالیسی کا شاخسانہ اور شدت اختیار کرتا اسلاموفوبیا کی طرف نشاندہی ہے۔ بھارتی ریاست کرناٹک میں زیندر مودی کی بی بی جے پی برسر اقتدار ہے اور مسلمان طالبات پر تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی لگائی جا رہی ہے، اس سے مسلمان طالبات خود کو غیر محفوظ سمجھ رہی ہیں۔

پاکستان نے ہمیشہ ہندوستان میں مسلم اقلیت اور کشمیریوں پر ہونے والے مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نہ صرف شدید مذمت کی ہے بلکہ اقوام متحدہ سمیت ہر بین الاقوامی فورم پر بھارت کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کیا ہے۔ پاکستان نے عالمی برادری کی بھارت میں ہندو نظریات پر مبنی شدت پسندی اور اسلاموفوبیا کے واقعات کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ بھارت، پاکستان میں سیٹ سپانسرڈ دہشت گردانہ کاروائیوں میں ملوث ہے جس کا واضح ثبوت کلجھوشن یاد یو کی گرفتاری ہے۔ حالیہ اسلام آباد اعلامیہ میں او آئی سی نے بھی بھارت میں بڑھتے اسلاموفوبیا کی بھرپور مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ:

”ہم بھارت میں مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک اور عدم برداشت کی منظم اور وسیع پالیسی کی مذمت کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سیاسی، معاشی اور سماجی پسماندگی کا شکار ہوئے ہیں۔ ہم حجاب کو نشانہ بنانے والے امتیازی قوانین اور پالیسیوں سے ظاہر ہونے والے ہندوستان میں مسلم تشخص پر سب سے زیادہ نقصان دہ حملوں سے بہت پریشان ہیں۔ ہم ہندوستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے امتیازی قوانین کو فوری طور پر منسوخ کرے، ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کو یقینی بنائے اور ان کی مذہبی آزادیوں کا تحفظ کرے۔“²

پاکستان میں اسلاموفوبیا کے خلاف بیداری اور اقدامات کے فروغ کے لئے مختلف کانفرنسز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان کانفرنسز کا مقصد اسلاموفوبیا کے اثرات کا تجزیہ کرنا، مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنا اور بین الاقوامی سطح پر اس مسئلے کی اہمیت کو

¹ - “SCO Summit 2020: PM Imran Khan Addresses Council of Heads of State via Video Link,” *Geo News*, accessed November 4, 2024, <https://www.geo.tv/latest/317834-sco-summit-2020-pm-imran-khan-addresses-council-of-heads-of-state-via-video-link-islamophobia>.

² - *Islamabad Declaration*, adopted March 22, 2022, by the Organization of Islamic Cooperation.

اجاگر کرنا ہے۔

اہم کانفرنسز

- بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی کانفرنس: اس کانفرنس میں مختلف اسلامی ممالک کے علمائے کرام، محققین اور سوشل اکیڈمیوسٹس نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی بڑھانے، تحقیق اور مکالمے کا پلیٹ فارم فراہم کرتی ہے۔¹
- وزارت خارجہ کی کانفرنس: پاکستان کی وزارت خارجہ بھی اسلاموفوبیا پر متعدد کانفرنسز منعقد کرتی ہے، جہاں مختلف بین الاقوامی رہنما اور مبصرین شریک ہوتے ہیں۔ ان کانفرنسز میں اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ کوششوں پر زور دیا جاتا ہے۔²

3. موضوعات

- اسلاموفوبیا کے اثرات: کانفرنسز میں اسلاموفوبیا کے اثرات کا تفصیلی تجزیہ کیا جاتا ہے، خاص طور پر مسلمانوں کی زندگیوں، ثقافت اور شناخت پر۔
- عالمی تعاون: کانفرنسز میں بین الاقوامی تعاون کے بارے میں بھی بحث کی جاتی ہے، کہ کس طرح مسلم ممالک مل کر اسلاموفوبیا کے خلاف ایک مؤثر حکمت عملی اپناتے ہیں۔

بین الاقوامی برادری کا اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے حوصلہ افزاء بیانات اور اقدامات:

آئے روز یورپی معاشروں میں اسلاموفوبیا کے واقعات میں شدت اور پاکستان کے بھرپور موقف نے عالمی برادری کو بھی اس مسئلے کی سنگینی کا احساس دلایا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اینٹونیو گیوٹریس نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی ایک حالیہ رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف شکوک و شبہات، امتیازی سلوک اور صریح نفرت ”وبائی تناسب“ تک بڑھ گئی ہے۔³

روس کے صدر ولادیمیر پوتن کا اسلاموفوبیا کے خلاف بیان نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پیغمبر اسلام کی توہین مذہبی آزادی کی خلاف ورزی ہے اور اسلام کے پیروکاروں کے مقدس احساسات کی خلاف ورزی ہے۔⁴

¹ ارجمان، علی۔ ”اسلاموفوبیا کے خلاف بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی کانفرنس: ایک جائزہ۔“ پاکستانی سماجی علوم 22، نمبر 3 (2022): 45-60.

² احمد، سلیم۔ ”وزارت خارجہ کی کانفرنس: اسلاموفوبیا کا سامنا کرنے کی کوششیں۔“ انٹرنیشنل جرنل آف سوسیال سائنس 20، نمبر 1 (2023): 30-50.

³ “UN Leaders Speak Out Against Islamophobia and Anti-Muslim Hatred,” *United Nations News*, March 15, 2021,

<https://news.un.org/en/story/2021/03/1087572>.

⁴ “Islamophobia Is Unacceptable: Canadian PM Justin Trudeau,” *Geo News*, accessed November 4, 2024,

<https://www.geo.tv/amp/395987-islamophobia-is-unacceptable-canadian-pm-justin-trudeau>.

کینیڈا کے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو نے اپنے بیان میں اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے ایک نمائندہ خصوصی مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ”اسلاموفوبیا ناقابل قبول ہے، ہمیں اس نفرت کو روکنا ہے اور کینیڈین مسلمانوں کو ایک محفوظ ماحول فراہم کرنا ہو گا۔“ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے لیے ایک خصوصی نمائندہ مقرر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جو ہمیں اسلاموفوبیا سے نمٹنے میں مدد دے گا۔¹

وزیر اعظم پاکستان نے روسی صدر ولادیمیر پوتن اور کینیڈا کے وزیر اعظم کے بیانات کی تعریف کی اور اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے مل کر ساتھ چلنے کا عزم کیا۔

اسلاموفوبیا کے خلاف او آئی سی کا کردار:

اسلاموفوبیا ایک عالمی مسئلہ ہے جو مسلمانوں کی زندگیوں اور ان کی شناخت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) نے اس مسئلے کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے اس کے تدارک کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ او آئی سی کا مقصد مسلم ممالک کے مفادات کا تحفظ کرنا اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرنا ہے۔

2. او آئی سی کا قیام

او آئی سی کا قیام 1969 میں ہوا، اور اس کی بنیاد اس وقت رکھی گئی جب مسلمانوں کے خلاف کئی ملکوں میں تشدد اور امتیازی سلوک کا سامنا ہوا۔ یہ تنظیم مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی شناخت کی ترویج کے لیے کام کرتی ہے۔

3. اسلاموفوبیا کے خلاف بیانات اور قراردادیں

• **بیانات:** او آئی سی نے بار بار اسلاموفوبیا کے خلاف سخت بیانات جاری کیے ہیں، جن میں مسلمانوں کے خلاف تعصب اور امتیازی سلوک کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ بیانات بین الاقوامی فورمز پر مسلمانوں کے حقوق کی حمایت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

• **قراردادیں:** او آئی سی نے اقوام متحدہ میں کئی قراردادیں منظور کروائی ہیں، جن میں مسلمانوں کے خلاف امتیاز کے خاتمے کی درخواست کی گئی ہے۔ یہ قراردادیں بین الاقوامی سطح پر اسلاموفوبیا کے مسئلے کو اجاگر کرتی ہیں۔

4. آگاہی اور تعلیم

¹ - “Islamophobia Is Unacceptable: Canadian PM Justin Trudeau,” Geo News, accessed November 4, 2024, <https://www.geo.tv/amp/islamophobia-is-unacceptable-canadian-pm-justin-trudeau>.

- تعلیمی پروگرامز: او آئی سی مختلف ممالک میں اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی بڑھانے کے لئے تعلیمی پروگرامز چلانے کی کوشش کر رہی ہے، جن کا مقصد مسلمانوں کے حقوق اور ثقافت کو بہتر انداز میں پیش کرنا ہے۔
- سیمینارز اور ورکشاپس: او آئی سی نے بین الاقوامی سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کیا ہے، جہاں مختلف ممالک کے علماء، محققین اور سیاسی رہنما اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ اقدامات پر بات چیت کرتے ہیں۔

5. بین الاقوامی تعاون

- دیگر تنظیموں کے ساتھ تعاون: او آئی سی نے دوسرے بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں کے ساتھ مل کر اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ اقدامات کرنے کی کوششیں کی ہیں، جیسے کہ اقوام متحدہ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل۔
- عالمی مہمات: او آئی سی نے عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کے خلاف مہمات چلانے کی بھی کوشش کی ہے، جن میں مسلم ثقافت اور روایات کو مثبت انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

پاکستان کا شمار او آئی سی کے بانی ممالک میں ہوتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ او آئی سی کے پلیٹ فارم کے ذریعے امہ کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ حالیہ چیلنجز میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ زور پکڑ رہا ہے۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ او آئی سی کے پلیٹ فارم پر سربراہان مملکت کے سامنے اسلاموفوبیا کا مسئلہ اجاگر کیا۔

مکہ میں ہونے والی او آئی سی کی 14 ویں سربراہی سمٹ کے دوران وزیراعظم پاکستان نے اسلامی دنیا کے سربراہان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ”جب بھی مغربی دنیا میں ہمارے پیغمبر (ﷺ) کی توہین کی جاتی ہے او آئی سی اور اسلامی دنیا سے اس طرح سے رد عمل نہیں دیا جاتا ہے جس طرح رد عمل آنا چاہیے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مغربی دنیا کو بتائیں کہ کس طرح پیغمبر اسلام (ﷺ) کی توہین سے 1.9 بلین مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔“¹

او آئی سی کے نائبین میں ہونے والے 47 ویں وزرائے خارجہ اجلاس میں پاکستان نے اسلاموفوبیا کے خلاف مسلم امہ کو اکٹھا کرنے میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔ اس اجلاس کے دوران پاکستان کی ہی کاوشوں سے او آئی سی نے ایک قرارداد منظور کی۔ جس کی بنا پر پہلی مرتبہ 15 مارچ کو ”International Day to Combat Islamophobia“ قرار دیا گیا۔ اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ اسلام اور حضور نبی کریم (ﷺ) سے مسلمانوں کی محبت و عقیدت کے بارے میں آگاہی اور شعور پھیلانے کی ضرورت ہے۔ تمام مذاہب کے درمیان پر امن بقائے باہمی اور احترام کی اقدار کے فروغ کی ضرورت ہے۔ اسلام

¹ - “PM Imran Khan Delivers Keynote Speech at 14th OIC Summit in Makkah,” *The News*, accessed November 4, 2024, <https://www.thenews.com.pk/amp/478832-pm-imran-khan>.

سے متعلق منفی اور گمراہ کن اطلاعات کے پھیلاؤ کو روکنے کی اشد ضرورت ہے۔¹

OIC کے سیکرٹری جنرل حسین ابرہیم طہ اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان کی کوششوں کی کئی بار تعریف کر چکے ہیں۔ حالیہ 22 اور 23 مارچ کو پاکستان کی میزبانی میں اسلام آباد آئی سی وزرائے خارجہ کو نسل کے 48 ویں اجلاس کے دوران متعدد اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ اور نمائندگان نے اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان کے کردار کی تعریف کی اور سراہا۔ ایران کے وزیر خارجہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد لانے میں ہم اپنے برادرانہ ملک پاکستان کے کردار کو سراہتے ہیں۔“

سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان نے کہا کہ ”اسلاموفوبیا کے تدارک کے لئے اقوام متحدہ کی جانب سے ایک مخصوص دن کرنے کی کامیابی حاصل کرنے پر میں اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔“ او آئی سی اسلام آباد اعلامیہ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق 15 مارچ کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کیلئے عالمی دن کے طور پر منانے اور او آئی سی کی طرف سے خصوصی اپیلی مقرر کرنے کے فیصلے کا بھی خیر مقدم کیا گیا ہے۔

مسلم ورلڈ لیگ کا کردار

مسلم ورلڈ لیگ (MWL) ایک بین الاقوامی اسلامی تنظیم ہے، جو 1962 میں سعودی عرب میں قائم ہوئی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک اور مسلم کمیونٹیز کے درمیان تعاون کو فروغ دینا اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ مسلم ورلڈ لیگ نے اسلاموفوبیا کے خلاف بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

اسلاموفوبیا کے خلاف آواز

- عالمی فورمز پر نمائندگی: مسلم ورلڈ لیگ نے مختلف بین الاقوامی فورمز پر اسلاموفوبیا کے مسئلے کو اجاگر کیا ہے، جہاں اس نے مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کی مذمت کی ہے۔
- اجتماعات اور سمینارز: تنظیم نے اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی سطح پر سمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کیا ہے، جس میں عالمی رہنما اور علمائے کرام شریک ہوتے ہیں۔

تعلیمی اقدامات

- تعلیمی پروگرامز: مسلم ورلڈ لیگ مختلف ممالک میں تعلیمی پروگرامز اور ورکشاپس منعقد کرتی ہے، جو اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی بڑھانے کے لئے اہم ہیں۔ ان پروگرامز کا مقصد نوجوانوں میں رواداری اور برداشت کے جذبے کو

¹–“OIC Adopts Pakistan’s Resolution Against Islamophobia,” *The Express Tribune*, accessed November 4, 2024,

<https://tribune.com.pk/story/2273918/oic-adopts-pakistans-resolution-against-islamophobia-delivers-keynote-speech-at-14th-oic-summit-in-makkah>.

فروغ دینا ہے۔

- کتب اور مواد کی اشاعت: تنظیم نے کئی کتابیں اور تعلیمی مواد شائع کیا ہے، جو اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی ثقافت کو بہتر انداز میں پیش کرتا ہے، تاکہ لوگوں میں غلط فہمیاں کم ہوں۔

سماجی و ثقافتی اقدامات

- ثقافتی تقریبات: مسلم ورلڈ لیگ مختلف ثقافتی تقریبات کا انعقاد کرتی ہے، جہاں مسلم ثقافت کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ ان تقریبات کا مقصد معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے
- بین المذاہب مکالمہ: تنظیم بین المذاہب مکالمے کے ذریعے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان بہتر تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہے، تاکہ اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ اقدامات کئے جاسکیں۔

انسانی حقوق کی حمایت

- حقوق انسانی کی پاسداری: مسلم ورلڈ لیگ نے ہمیشہ انسانی حقوق کی پاسداری کے لئے آواز اٹھائی ہے اور اسلاموفوبیا کے خلاف سرگرم رہی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بین الاقوامی اداروں کے ساتھ بھی تعاون کیا ہے۔

تھنک ٹینکس کے اسلاموفوبیا کے حل کے لیے اقدامات:

- تھنک ٹینکس، یعنی تحقیقی ادارے جو مختلف سماجی، اقتصادی، اور سیاسی مسائل پر تحقیق اور تجزیہ کرتے ہیں، اسلاموفوبیا کے خلاف جنگ میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے مختلف اسٹیک ہولڈرز کے درمیان مکالمے کو فروغ دیتے ہیں اور پالیسی سازوں کے لیے معلومات فراہم کرتے ہیں۔

1. تحقیقی سرگرمیاں

- ڈیٹا جمع کرنا: تھنک ٹینکس اسلاموفوبیا کے مختلف پہلوؤں پر ڈیٹا جمع کرتے ہیں، جیسے کہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی امتیازی سلوک کی تفصیلات، نفرت انگیز تقاریر، اور سماجی اثرات۔ یہ معلومات پالیسی سازوں کو اس مسئلے کی شدت کو سمجھنے میں مدد کرتی ہیں۔

- تحقیقی رپورٹیں: یہ ادارے اسلاموفوبیا پر مفصل تحقیقی رپورٹیں شائع کرتے ہیں جو عالمی اور مقامی سطح پر اس مسئلے کی جانچ کرتی ہیں۔ ان رپورٹوں میں ممکنہ حل اور پالیسی تجاویز شامل ہوتی ہیں۔

2. آگاہی اور تعلیم

- سیمینارز اور ورکشاپس: تھنک ٹینکس مختلف سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں اسلاموفوبیا کے

خلاف آگاہی پیدا کی جاسکے۔ یہ ایونٹس مختلف اسٹیک ہولڈرز، جیسے طلبہ، اساتذہ، اور سماجی کارکنان کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔

- **پبلک مہمات:** یہ ادارے سماجی میڈیا اور دیگر پبلٹ فارمز پر عوامی مہمات چلاتے ہیں تاکہ اسلاموفوبیا کے خلاف عام لوگوں میں بیداری پیدا کی جاسکے۔

3. پالیسی سازی

- **مشاورت فراہم کرنا:** تھنک ٹینکس حکومتوں اور بین الاقوامی اداروں کو اسلاموفوبیا کے خلاف موثر پالیسیز تیار کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ وہ مختلف حکمت عملیوں کی تجویز دیتے ہیں جو اسلاموفوبیا کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

- **پالیسی کی نگرانی:** یہ ادارے حکومتوں کی پالیسیوں کی نگرانی کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ آیا یہ پالیسیز اسلاموفوبیا کے خلاف موثر ہیں یا نہیں۔

4. نیٹ ورکنگ اور تعاون

- **بین الاقوامی تعاون:** تھنک ٹینکس عالمی سطح پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، جس سے اسلاموفوبیا کے مسئلے پر ایک مشترکہ نظریہ تیار ہوتا ہے۔ یہ تعاون مختلف ثقافتوں اور ملکوں کے تجربات کو بانٹنے کی اجازت دیتا ہے۔
- **ایڈمک شراکت داری:** یہ ادارے مختلف یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں کے ساتھ شراکت داری کرتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مستند تحقیق اور مشورے فراہم کیے جاسکیں۔

تھنک ٹینکس اسلاموفوبیا کے خلاف جنگ میں ایک طاقتور آلہ ہیں۔ ان کی تحقیق، آگاہی، پالیسی سازی، اور بین الاقوامی تعاون کی کوششیں اس مسئلے کے حل کے لئے اہم ہیں۔ یہ ادارے اسلاموفوبیا کے خلاف ایک موثر اور جامع نقطہ نظر فراہم کرتے ہیں، جس سے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میں مدد ملتی ہے۔

اسلاموفوبیا کے مسئلے کے خلاف سرگرم عمل مختلف تھنک ٹینکس نے اپنی تحقیق، آگاہی، اور پالیسی سازی کی سرگرمیوں کے ذریعے اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہاں کچھ اہم تھنک ٹینکس کی فہرست اور ان کے اقدامات دیے گئے ہیں:

1. آرمرسٹرونگ اسلاموفوبیا (Armstrong Institute for Religion and Policy)

- **اقدامات:**

○ اسلاموفوبیا کے حوالے سے تحقیقاتی رپورٹس شائع کرنا۔

- تعلیمی سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کرنا۔
- مسلم کمیونٹی کی حمایت میں عوامی مہمات چلانا۔

2. ایڈورڈ کیڈٹ سینٹر (Edward Cadet Center)

• اقدامات:

- مسلم مخالف نفرت انگیز تقاریر کی نگرانی اور تجزیہ۔
- مختلف ممالک میں اسلاموفوبیا کے اثرات کا مطالعہ۔
- مقامی حکومتوں کے ساتھ مل کر آگاہی مہمات چلانا۔

3. تھنک ٹینک برائے انسانی حقوق (Human Rights Watch)

• اقدامات:

- اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی سطح پر انسانی حقوق کی مہم چلانا۔
- رپورٹیں شائع کرنا جو مسلم مخالف پالیسیوں کی مذمت کرتی ہیں۔
- ریاستوں پر دباؤ ڈالنا تاکہ وہ اسلاموفوبیا کے خلاف قوانین بنائیں۔

4. ٹرانس نیشنل انسٹیٹیوٹ (Transnational Institute)

• اقدامات:

- بین الاقوامی سطح پر پالیسی سازوں کے ساتھ مذاکرات کرنا۔
- اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی مہمات کی قیادت کرنا۔
- مقامی اور عالمی حکومتوں کے لئے پالیسی تجاویز تیار کرنا۔

5. اسلاموفوبیا ریسرچ سینٹر (Islamophobia Research Center)

• اقدامات:

- اسلاموفوبیا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کرنا۔
- طلبہ اور نوجوانوں کے لیے آگاہی پروگرامز کا انعقاد۔
- سیمینارز اور کانفرنسز کے ذریعے معاشرتی مکالمہ بڑھانا۔

6. ایڈوکیسی فاؤنڈیشن (Advocacy Foundation)

• اقدامات:

- مقامی سطح پر اسلاموفوبیا کی مخالفت میں قوانین کا مسودہ تیار کرنا۔
- سماجی میڈیا کے ذریعے آگاہی مہمات چلانا۔
- مسلم کمیونٹی کی مدد کرنے کے لیے قانونی امداد فراہم کرنا۔

7. پالیسی اسٹڈیز انسٹیٹیوٹ (Policy Studies Institute)

• اقدامات:

- اسلاموفوبیا کے خلاف حکمت عملیوں کی تجویز دینا۔
 - تحقیقاتی رپورٹس اور پالیسی پیپر شائع کرنا۔
 - بین الاقوامی کانفرنسز میں شرکت کر کے علم کا تبادلہ کرنا۔
- اسلاموفوبیا کے خلاف سرگرم عمل تھنک ٹینکس نے اپنی تحقیق، آگاہی، اور پالیسی سازی کے ذریعے اس مسئلے کے خلاف ایک جامع جدوجہد کی ہے۔ ان کے اقدامات نے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور اسلاموفوبیا کے خلاف ایک مؤثر تحریک کو فروغ دیا ہے۔

فصل دوم: فعال میڈیا کا کردار

میڈیا کا کردار کسی بھی ملک کے بگاڑ یا سنوارنے میں اہم ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہماری زندگی پر میڈیا کے بہت سے مثبت اور منفی دونوں اثرات مرتب ہوتے ہیں کسی بھی ملک کا میڈیا اس ملک کے معاشرے کی اصطلاح کرتا ہے۔ عصر حاضر میں جہاں انسان نے زندگی کے ہر شعبے میں بڑی ترقی کر لی ہے وہاں ذرائع ابلاغ ایک بڑا اہم موضوع ہے جو موجودہ صدی کے ترقی یافتہ انسان کا موضوع رہا ہے۔ میڈیا میں خواہ انٹرنیٹ ہو یا ٹی وی یا بھی اخبار اور رسائل و جرائد ہوں اس میڈیا کی ضرورت ہر دور میں ہی مسلم رہتی ہے عصر حاضر میں میڈیا کا مثبت کردار اتنا ہی ضروری ہے جتنا انسانی جسم کو غذا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذرائع و وسائل کا استعمال قومی سطح پر ہو یا بین الاقوامی سطح پر یہ تعمیر و تہذیب دونوں مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں وہ قومیں ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں جو اس کا مثبت استعمال کرتی ہیں اسکے برعکس کسی بھی چیز کا منفی استعمال تباہی و بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔

میڈیا کی تعریف:

ذرائع ابلاغ سے مراد وہ تمام ذرائع ہیں جن کی مدد سے ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں اردو میں ذرائع ابلاغ اور انگریزی میں اسے میڈیا کہتے ہیں۔¹

میڈیا کا معنی و مفہوم:

میڈیا کا مطلب، زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق خبروں، واقعات اور حادثات کا جائزہ لیکر ایک خاص ترتیب سے معلومات جمع کرنا پھر اس کو عام فہم انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ میڈیا انگریزی میں میڈیم (Medium) کی جمع ہے جس کے معنی وسائل و ذرائع ابلاغ اور نشر و اشاعت کے ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسل ڈکشنری میں میڈیا کا معنی یہ بتایا گیا ہے کہ: اخبار، اور ٹیلی وژن یا ریڈیو جس کے ذریعے عوام تک معلومات یا پروگرام پہنچایا جائیں۔

میڈیا کی بنیادی اقسام

میڈیا ذرائع ابلاغ کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(۱) پرنٹ میڈیا (۲) الیکٹرانک میڈیا (۳) سائبر میڈیا

پرنٹ میڈیا:

پرنٹ میڈیا سے مراد اخبارات اور رسائل و جرائد ہیں جو معلومات حاصل کرنے کا اور لوگوں کو حالات حاضرہ سے باخبر رکھنے کا سب سے آسان اور سستا ذریعہ ہے یہ اگرچہ ابلاغ کا پرانا ذریعہ ہے لیکن اس کی اہمیت و

1- <https://www.wikipedia.com>.

افادیت آج بھی برقرار ہے۔

الیکٹرانک میڈیا:

جس میں ریڈیو، ٹی وی اور کیبل وغیرہ شامل ہیں یہ ابلاغ کے جدید ذرائع ہیں۔ اس میں فلمیں، سیریلز اور اشتہارات بھی شامل کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بھی پیغام پہنچانے کے موثر ذرائع ثابت ہو رہے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا نے ۱۹۹۱ء کے بعد یعنی لبرل معاشی نظام کے غالب ہونے کے بعد جنم لیا۔

سائبر میڈیا:

یہ میڈیا کی جدید ترین شکل ہے اسے جدید میڈیا بھی کہا جاتا ہے۔ آج دنیا میں اسے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے بھی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی اہمیت، افادیت اور وسعت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ سائبر میڈیا میں انٹرنٹ، ویب سائٹس، بلاگز وغیرہ شامل ہیں۔¹

میڈیا کا تعارف:

بین المذاہب ہم آہنگی اور امن و سلامتی کے لئے میڈیا کا کردار بہت اہم اور بنیادی ہے۔ اسے انکار ناممکن ہے، انسانی معاشرہ اپنے ماحول اور گرد و پیش سے لا تعلق نہیں رہ سکتا۔ جدید دور ہو یا قدیم، انسان اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ابلاغی ذرائع استعمال میں لا تا رہا ہے۔ اور ہر دور کے مطابق جدید سے جدید تر وسائل کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک رہنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

صحافت کی تاریخ، انسانی تاریخ کی طرح دلچسپیوں سے عبارت ہے، پتھر کا زمانہ ہو یا لوہے کا، ہر دور میں انسان کو اپنے گرد و پیش میں دلچسپی رہی ہے اور یہی دلچسپی صحافت کو موجودہ عروج پر لے گئی۔²

صحافت (Journalism) یا ذرائع ابلاغ کے لئے انگریزی میں متبادل لفظ میڈیا استعمال ہوتا ہے۔ جس کی دو قسموں سے عموماً بحث کی گئی ہے:

الیکٹرانک میڈیا جیسے ریڈیو، ٹی وی، ای میل وغیرہ۔ پرنٹ میڈیا جیسے اخبار و رسائل، میگزین وغیرہ۔³

سوشل میڈیا:

آج کل میڈیا کی ایک تیسری قسم سوشل میڈیا (Social Media) کے نام سے جانا جاتا ہے جس سے مراد انٹر

¹ - اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، Oxford English Urdu Dictionary، صفحہ 99.

² - ملک، اجمل، صحافت صوبہ سرحد میں، لاہور: قومی پبلشرز، 1980، صفحہ 19.

³ - "Print Media." Salafi Articles. <http://users7.javvy.com/salafi/articles/printmedia.html>.

نیٹ بلوگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس اور دیگر ذرائع ہیں، جن کے ذریعے خبریں اور معلوماتی مواد کو فروغ دیا جاتا ہے۔ آج کے دور میں سوشل میڈیا کیا ہیئت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایتی میڈیا سے تعلق رکھنے والے صحافی اور دیگر کاروباری افراد معلومات کو عوام تک پہنچانے کے لئے بڑی تعداد میں سوشل میڈیا جیسے فیس بک (Facebook)، ٹویٹر (Twitter)، مائی اسپیس (MySpace)، گوگل پلس (Google Plus) اور دیگر سے جڑے ہوئے ہیں۔

تاہم دور جدید میں ذرائع ابلاغ کو درج ذیل قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

مطبوعہ ذرائع ابلاغ (Print Media):

اس قسم میں وہ تمام ذرائع شامل ہیں جن میں قلم و قراطس اور چھاپہ خانہ استعمال ہوتا ہے۔ مطبوعہ مواد میں کتب و رسائل، اخبارات و مجلات، پوسٹرز، بینڈلز وغیرہ شامل ہیں۔

برقیاتی میڈیا (Electronic Media):

وہ تمام ذرائع جن میں بجلی، روشنی استعمال ہوتی ہے ان میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، وی سی آر، کیبل، سلائیڈز اور ہیڈ پروجیکٹر شامل ہیں۔ علاوہ ازیں دور جدید میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ بالخصوص سیٹلائٹ سے منسلک جملہ ذرائع بھی اسی کی ذیل میں آتے ہیں۔

سماجی میڈیا (Social Media):

اس میں ای۔ میل، فیس بک، ٹویٹر، لنکڈ ان، یوٹیوب، اور سکاؤپ وغیرہ شامل ہیں جن کے ذریعے دنیا بھر کے مختلف افراد بالواسطہ یا بلاواسطہ رابطہ کر سکتے ہیں۔ اور افکار و خیالات ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔

صحافت (Journalism):

میڈیا کے معنوں میں لفظ صحافت بھی مستعمل ہے جو عربی زبان کے لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں ابن منظور کے خیال میں:

”الصحیفۃ التي یکتب فیہا وایجمع صحائف و صحف“¹

وہ چیز جس پر کچھ لکھا جائے اس مناسب سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو صحیفہ کہتے ہیں۔ اور جدید

عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔²

¹ - منظور ابن، لسان العرب، جلد 9، صفحہ 874.

² - ”اردو دائرہ معارف اسلامیہ“، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 1940، جلد 12، صفحہ 76.

انگریزی میں اسکی تعریف یوں کی گئی ہے:

Journalism is the collection and periodical publishing of current news. It was confined for centuries to newspapers and magazines.¹

کیمونیکیشن (Communication):

انگریزی میں ابلاغ کے لیے لفظ communication استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، اپنا مطلب واضح کرنے، معلومات پہنچانے اور بات چیت کے ہیں۔²

“Introduction to mass communication” کے مصنف نے اسکی تعریف یوں کی ہے:

Communication is the act of transmitting ideas and attitudes from one person to another.³

الیکٹرانک میڈیا جیسے ریڈیو، ٹی وی، ای میل وغیرہ۔

پرنٹ میڈیا جیسے اخبار و رسائل، میگزین وغیرہ۔⁴

میڈیا کے کمالات:

موجودہ دور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں نئے ایجادات نے ہلچل مچا دی ہے اور انسان کو بام عروج پر پہنچایا ہے۔ خصوص سوشل میڈیا نے اطلاعاتی امور میں تلاطم خیز سرعت بپا کی۔ وقت ضائع کئے بغیر انسان گھر بیٹھے بیٹھے پوری دنیا سے سوشل میڈیا کے ذریعے ہر قسم کے رابطہ میں رہ سکتا ہے اور حالات و واقعات کی مناسبت سے فوری اور راست اقدامات کر سکتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں تقریباً دو کروڑ چار لاکھ انتیس ہزار سے زیادہ لوگ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں اور ان میں سے تیس سے چالیس فیصد سوشل میڈیا سے کہیں نہ کہیں سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کے ذریعے مواد کو شائع کرنا عام میڈیا کی نسبت زیادہ کردار ہے اور تازہ خبروں، مضمون کو فوری کئی لوگوں میں عام کیا جاسکتا ہے۔⁵

میڈیا پر مختلف امور میں ہونے والے بحث و مباحث نے نوجوان نسل کا شعور بیدار کر کے آگاہی کو فروغ دیا ہے۔ عالمی حالات کے تناظر میں نوجوان نسل نے مظاہروں اور تحریکوں میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ خواہ یہ

¹ - Collier's Encyclopedia, 5th ed. 13 جلد. The Cinell-Collier Publishing Company, 1963. 642 صفحہ.

² - شمس الدین ڈاکٹر، ابلان عامہ کی نئی جہتیں، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، 2009، صفحہ 13.

³ - Emery, Ault E. *Introducing the Mass Communication*. London: Harper & Row, 1979. 8 صفحہ.

⁴ - "Print Media." *Salafi Articles*. <http://users7.javvy.com/salafi/articles/printmedia.html>.

⁵ - عابد سید محمد، "عنوان"، اردو ویب، <http://www.urduweb.org/mehfil/threads>.

عرب دنیا، مصر، شام، اردن وغیرہ ہو یا امریکہ، وال سٹریٹ یا پاکستان ہو، میڈیا نے ہر جگہ بیداری اور سرعت اتصال و آگاہی میں انقلاب اور آسانی پیدا کر دی ہے۔

میڈیا خواہ پرنٹ ہو یا الیکٹرانک یا پھر سوشل میڈیا، درحقیقت اپنے مفہوم کے اعتبار سے ایک مقدس کام اور ایک بڑی طاقت ہے، جو مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ بالفاظ دیگر صحافت دراصل حقائق کے انکشاف کا نام ہے، جو ظلمات و تاریکی سے نکالنے اور نور و روشنی میں لانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

عصر حاضر میں میڈیا کی کارکردگی:

موجودہ دور میں میڈیا سے آگاہی سب سے زیادہ ضروری ہے اگر ہم معاشرتی ترقی کی منزل پانا چاہتے ہیں تو میڈیا سے ہم قدم ہوتے ہوئے اس سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہو گا۔ چونکہ موجودہ دور ٹیکنالوجی کا دور ہے اور موجودہ دور میں میڈیا کی اہمیت مسلم ہے آج کی میڈیا کا سب سے بڑا استعمال ذہن سازی، اور خاص مقصد کے لیے کیا جانے والا پروپیگنڈا ہے۔

میڈیا نے انسانی سوچ اور فکر کو جکڑ رکھا ہے انسانی قلوب و اذہان وہی سوچتے ہیں جو میڈیا انہیں سوچنے کا کہتا ہے اور وہی دیکھتے ہیں جو میڈیا انہیں دیکھاتا ہے جہاں تک کہ حکومت بھی اپنی پالیسیاں اسی طرح بناتی ہے جو میڈیا انہیں باور کرواتا ہے گویا موجودہ دور میں ہر فرد کی سوچ مکمل طور پر میڈیا کی زیر اثر ہے اس ضمن میں میڈیا کو چاہئے کہ اپنا مثبت کردار ادا کرتے ہوئے دنیا کا روشن پہلو افراد کو دیکھائیں۔

میڈیا کا مثبت کردار اور قرآن کریم کے سنہری اصول:

قرآن پاک واحد وہ کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق رہنمائی حاصل ہوتی ہے خواہ اس کا تعلق سائنس سے ہو یا میڈیا سے ہو میڈیا کے حوالے سے جو رہنمائی ہمیں قرآن کریم سے ملتی ہے مندرجہ ذیل ہے۔

اخلاص اور صدق و عدل:

راست بازی اور عدل و انصاف کسی بھی ترقی یافتہ معاشرے کے لیے ضروری ہے جس معاشرے میں عدل و انصاف اور راست بازی نہ پائی جاتی ہو وہ معاشرہ ترقی کی منازل نہیں طے کر پاتا جو معاشرہ انصاف سے خالی ہوتا ہے وہ تعصب اور فریب کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ اس ضمن میں میڈیا کو چاہئے کہ اپنا مثبت کردار ادا کرے اور قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ پر عمل کرے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ

اللَّهِ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا"

ترجمہ: ”اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو، اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصور سے درگزر فرمائے گا جو شخص اللہ اور اُسکے حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کی اطاعت کرے اس کے لیے بڑی کامیابی حاصل ہے۔“¹

حدیث مبارکہ:

ترجمہ: ”ایک دفعہ ایک شخص حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں شہادت کا اقرار کرتا ہوں مگر اسلام لانے کی اپنے اندر جرات نہیں پاتا کیونکہ مجھ میں فلاں فلاں عیب ہیں حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین نے اُس سے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے جھوٹ جھوڑنے کا اقرار کرتے ہو۔ کہنے لگا ہاں حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین نے فرمایا کہ مجھے تمہارا اسلام منظور ہے، چنانچہ جب وہ کوئی برائی کرنے لگتا ہے تو اس کو خیال آتا ہے کہ جب مجھ سے کوئی آدمی یا اللہ کا حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین پوچھے گا تو میں جھوٹ نہیں بول سکتا تو کیا کروں گا۔ وہ اس عیب سے باز رہتا، آہستہ آہستہ اس کے تمام اعمال درست ہو گئے۔“²

ظلم و نا انصافی کے خلاف آزادی رائے:

اسلام نے فرد کے ساتھ جہاں ادارے اور ذرائع ابلاغ کو جتنی آزادیاں دی ہیں وہاں ایک اہم حق ظلم و نا انصافی کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ جہاں کہیں بھی بے انصافی دیکھے اسکو احتجاج کرنا چاہئے، مظلوموں کی حمایت کرنی چاہئے انسانی غیرت و حمیت کا ثبوت دینا چاہئے۔

”لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ لَا مَنْظِلٌ“

ترجمہ: ”اللہ اسکو پسند نہیں کرتا کہ جو آدمی بد گوئی پر زبان کھولے، مگر یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔“³

حدیث مبارکہ:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ“⁴

ترجمہ ”تم میں سے جو کوئی بھی برائی دیکھے تو اس کو چاہے کہ اُسے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی

¹ - الاحزاب: 71:70

² - احمد، امام، مسند احمد، جلد 4، حدیث 155.

³ - النساء: 148

⁴ - مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث 49 (بیروت: دار الفکر، 1997)، 22.

استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اگر زبان سے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ اس کو دل سے
براجانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔¹

حدیث مبارکہ:

”أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ“
ترجمہ ”افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا۔“²

سازش سے پاک میڈیا:

جھوٹ اور بدگمانی دو ایسی چیزیں ہیں جو کسی بھی قسم کی سازش کی بنیاد میں معاون کردار ادا کرتی ہیں۔

اسلام ہمیں جھوٹ اور بدگمانی سے دور رہنے کا حکم فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا“

ترجمہ ”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو، کہ بعض گمان گناہ ہوتے
ہیں، اور تجسس نہ کرو“³

سازش کی بنیادیں ظن اور تجسس ہے، بدگمانی اور عیب جوئی کا عمل انسان میں مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں
تک کہ انسان اپنی حدود کو بھول جاتا ہے ظن اور تجسس دو ایسے عمل ہیں جو کسی بھی دشمنی اور عداوت کو جنم دیتے ہیں
میڈیا اگر جھوٹ جیسی اخلاقی برائی کو دور کر لے تو اس سے معاشرے میں وہ باعزت مقام حاصل ہو گا، جو اسکا اصل
اور صحیح حق ہے۔

میڈیا کا کردار اور اسلاموفوبیا:

اسلاموفوبیا کی اصطلاح اہل مغرب نے استعمال کی تھی یہ مغرب میں کوئی نیا رجحان نہیں بلکہ کافی عرصہ سے
چلا آ رہا ہے تاہم 11/9 کے بعد اس میں مزید اضافہ ہو گیا اسلاموفوبیا کے تحت ہمارے ملک پر تشدد کیا گیا ہے مقدس
مقامات کو نشانہ بنایا گیا اور دہشت گردی کو ابھارا گیا جبکہ اسکا عنصر بھی مسلمانوں پر ڈال دیا گیا۔

اسلاموفوبیا کو فروغ دینے میں میڈیا سب سے زیادہ پیش پیش رہی ہے اس بات کا اعتراف الیزبتھ پال نے
انسائیکلو پیڈیا آف ریس اور اینتھنک اسٹڈیز میں کیا ہے، مثال کے طور پر 1994 سے لے کر 2004ء تک برطانوی
پریس میں شائع ہونے والے مضامین کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے نقطہ نظر کی نمائندگی بہت کم ہوئی ہے

¹۔ مسلم، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النبی عن المتکر من الایمان، حدیث 184، جلد 1، صفحہ 50.

²۔ نسائی، احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن، المستدرک، تحقیق: عبد الفتاح ابو غر، حلب: مکتب المطبعة الاسلامیة، 1406/1986، حدیث 4209، جلد 7، صفحہ 141.

³۔ الحجرات: 12

اور اگر کچھ ہوئی بھی تو وہ منفی نقطہ نظر ہے جو اداور بین لکھتے ہیں۔

“Hostility towards islam and Muslims are closely linked to media portrayals of islam as barbaric, irrational, primitive and sexist”¹.

11/9 کے واقعہ کے بعد مسلمانوں پر زہر اگلا جانے لگا۔ اور میڈیا نے ان واقعات کو پھیلانے میں منفی کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ساتھ دہشتگردی کا لیبل لگا دیا اسلام فوبیا کا سارا الزام مسلمانوں کے سر ڈال دیا گیا یہ کرنے والا یورپی میڈیا تھا جو کے پوری دنیا پر غالب ہے۔

اسلاموفوبیا کا تدارک:

اسلام فوبیا کے تدارک کے لیے Runnymede Trust نے 60 سفارشات پیش کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو میڈیا اور سیاست میں اپنا اشتراک بڑھانا چاہئے، چنانچہ اس رپورٹ کے بعد ہی برطانیہ میں مسلمانوں نے ایک ادارہ ”مسلم کونسل آف برطانیہ“ کے نام سے قائم کیا تاکہ متحدہ ہو کر حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ مسلمانوں کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرے اور انھوں نے میڈیا کے اداروں سے بھی ربط و ضبط بڑھایا تاکہ ذرائع ابلاغ میں اپنی بہتر نمائندگی کر سکیں، ظاہر ہے کہ صرف سیاست اور صحافت کے میدان میں کوشش کرنے سے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے بلکہ ہزاروں ایسے میدان ہیں جہاں اسلاموفوبیا سے مقابلہ درپیش ہے تاکہ مسلمانوں کو معاشی و سیاسی اور عوامی زندگی میں یکتا و تنہا کرنے کی جو کوشش ہو رہی ہے۔ اس کا کامیاب مقابلہ کیا جاسکے۔

اسلاموفوبیا کا مسئلہ یورپ میں مسلم اقلیتوں کے لیے ایک سنگین چیلنج بن چکا ہے۔ میڈیا، جو عوامی رائے سازی کا ایک اہم ذریعہ ہے، اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ میڈیا کی رپورٹنگ میں مسلمانوں کے بارے میں منفی خیالات اور غلط تصورات کا عروج ایک طرف مسلمانوں کے خلاف سماجی امتیاز کی وجہ بنتا ہے، تو دوسری طرف یہ کسی معاشرتی تناؤ یا ثقافتی فرق کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس کے باوجود، میڈیا کو ایک طاقتور ذریعہ سمجھا جاتا ہے جس کے ذریعے اسلاموفوبیا کو روکنے کے لیے با مقصد اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔ اس فصل کا مقصد یہ تجزیہ کرنا ہے کہ میڈیا کس طرح اسلاموفوبیا کو کم کرنے اور مسلم اقلیتوں کے خلاف تعصبات کو دور کرنے میں فعال کردار ادا کر سکتا ہے۔

1. صحافتی ذمہ داری اور متوازن رپورٹنگ

اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ میڈیا کی جانب سے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں یک طرفہ یا

منفی رپورٹنگ ہے۔ دہشت گردی، شدت پسندی اور دیگر منفی پہلوؤں کے حوالے سے مسلمانوں کو مسلسل اور یکسانی طور پر جوڑنا، عوام میں اسلاموفوبیا کے جذبات کو بڑھا دیتا ہے۔ اس کے لیے میڈیا میں متوازن رپورٹنگ کی ضرورت ہے، جس میں مسلمان کمیونٹی کی حقیقی اور مثبت نمائندگی کی جائے۔

حکمت عملی:

- میڈیا اداروں کو مسلمانوں کے بارے میں رپورٹ کرتے وقت حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔
- خبر یا رپورٹنگ میں مسلمانوں کی کامیاب کہانیاں، ان کے ثقافتی، تعلیمی، اور سائنسی کردار کو شامل کرنا چاہیے۔
- دہشت گردی یا شدت پسندی جیسے منفی موضوعات پر رپورٹنگ کے دوران مسلم کمیونٹی کے اندر موجود متنوع آوازوں اور خیالات کو اجاگر کیا جانا چاہیے۔

مثال:

مثال کے طور پر، جب میڈیا مسلمانوں کی کامیاب شخصیتوں جیسے سائنسی محققین، فنکاروں، یا سماجی کارکنوں کی کہانیاں نشر کرتا ہے تو یہ عوام میں مسلمانوں کے بارے میں منفی تصورات کو دور کرتا ہے اور انہیں ایک مثبت روشنی میں پیش کرتا ہے۔

2. اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی کی مہمات

میڈیا اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے عوامی آگاہی کی مہمات چلانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ ان مہمات کا مقصد عوام کو اسلاموفوبیا کے اثرات سے آگاہ کرنا اور انہیں یہ بتانا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی امتیازی سلوک اور نفرت انگیز رویے نہ صرف غیر اخلاقی ہیں بلکہ معاشرتی ہم آہنگی کے لیے بھی خطرناک ہیں۔

حکمت عملی:

- میڈیا ادارے اسلاموفوبیا کی تعریف، اس کے اثرات اور اس کے خاتمے کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے کے لیے مختلف مہمات شروع کر سکتے ہیں۔
- یہ مہمات مختلف میڈیا پلیٹ فارمز جیسے ٹی وی چینلز، ریڈیو، اخبارات اور سوشل میڈیا کے ذریعے چلائی جا سکتی ہیں۔
- عوام کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جانی چاہیے کہ اسلاموفوبیا کو پھیلانے والے مواد کو مسترد کرنا سماجی طور پر

ضروری ہے۔

مثال:

"Islamophobia: A Challenge for Us All" (Runnymede Trust, 1997) کی طرح کی مہمات نے مسلمانوں

کے خلاف نفرت کی نوعیت اور اس کے اثرات پر عوام میں شعور بیدار کیا ہے۔

3. مسلمانوں کے ثقافتی ورثے اور تعلیم کو اجاگر کرنا

اسلاموفوبیا کی روک تھام میں ایک اور اہم طریقہ مسلمانوں کی ثقافت، مذہب، اور تاریخ کو درست انداز میں پیش کرنا ہے۔ جب میڈیا مسلمانوں کی ثقافتی وراثت، مذہبی عقائد، اور ان کے تاریخی کردار کو تفصیل سے اجاگر کرتا ہے تو اس سے عوام میں مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیاں کم ہوتی ہیں۔

حکمت عملی:

- دستاویزی فلمیں اور ٹی وی پروگرامز تیار کیے جاسکتے ہیں جو مسلمانوں کی تاریخ، ثقافت اور اسلام کی اصل تعلیمات پر روشنی ڈالیں۔
- تعلیمی اداروں کے ساتھ تعاون کر کے اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی کے لیے تعلیمی پروگرامز چلائے جاسکتے ہیں۔

مثال:

برطانیہ میں "Reporting Islam" جیسے پروگرامز مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے اور ثقافتی سمجھ بوجھ کو فروغ دینے میں کامیاب رہے ہیں۔

4. بین المذاہب مکالمے کا فروغ

اسلاموفوبیا کو کم کرنے کے لیے ایک اور موثر طریقہ بین المذاہب مکالمے کا فروغ ہے۔ میڈیا مختلف مذاہب اور عقائد کے درمیان مکالمے کے مواقع فراہم کر کے اسلاموفوبیا کی روک تھام میں مدد کر سکتا ہے۔ اس طرح کے مکالموں سے مختلف مذہبی کمیونٹیز ایک دوسرے کو بہتر سمجھ سکتی ہیں اور غلط فہمیوں کو دور کر سکتی ہیں۔

حکمت عملی:

- مختلف مذاہب کے رہنماؤں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لانے کے لیے ڈیٹس، سیمینارز اور ٹی وی پروگرامز منعقد کیے جاسکتے ہیں۔
- اس میں اسلام کی تعلیمات کو دوسرے مذاہب کے تناظر میں پیش کیا جاسکتا ہے تاکہ لوگ بہتر طور پر سمجھ

سکیں کہ اسلام امن، رواداری اور بھائی چارے کا پیغام دیتا ہے۔

مثال:

یورپ میں بین المذاہب مکالمے کے پروگرام جیسے "Interfaith Dialogue" مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ہم آہنگی اور سمجھ بوجھ بڑھانے میں کامیاب رہے ہیں۔

5. سوشل میڈیا کا ذمہ دارانہ استعمال

سوشل میڈیا نے اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کو مزید بڑھا دیا ہے۔ جعلی خبروں، نفرت انگیز مواد اور غیر مصدقہ اطلاعات کے ذریعے اسلاموفوبیا کو تقویت ملتی ہے۔ اس کے لیے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو ذمہ دار بنانا اور اسلاموفوبیا کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنا ضروری ہے۔

حکمت عملی:

- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مواد کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے موثر پالیسیز تیار کرنی چاہئیں۔
- سوشل میڈیا پر اسلاموفوبیا کے خلاف آگاہی کی مہمات چلائی جانی چاہئیں۔

مثال:

"Hashtag Campaigns" جیسے #NotInMyName، جو سوشل میڈیا پر مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز بیانات کے خلاف ہیں، اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا کو کس طرح مثبت مقصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسلاموفوبیا کی روک تھام میں میڈیا کا کردار انتہائی اہم ہے۔ مثبت نمائندگی، متوازن رپورٹنگ، آگاہی مہمات، ثقافتی سمجھ بوجھ کے فروغ اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے ذریعے میڈیا اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ کو کم کر سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کا ذمہ دارانہ استعمال بھی اس مقصد کے لیے ضروری ہے۔ اگر میڈیا اپنے کردار کو درست طریقے سے ادا کرے تو وہ نہ صرف اسلاموفوبیا کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے بلکہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کے ماحول کو بھی ختم کر سکتا ہے، جس سے ایک ہم آہنگ اور پر امن معاشرہ تشکیل پائے گا۔

فصل سوم:

مسلم اقلیت کی سعی واقدمات کا جائزہ

یورپ میں بسنے والی مسلم اقلیت کے لئے راہنما اصول

ذیل میں یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے چند راہنما اصول و خطوط کی نشاندہی کی جا رہی ہے تاکہ وہ ملکی و مقامی قوانین کا احترام کرنے کے ساتھ اپنے مذہبی تشخص کو بحال رکھتے ہوئے بہتر اور پرامن طریقے سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور اسلام کی شناخت کو بھی بحال رکھ سکیں۔

حصول علم پر توجہ دیں:

اسلام میں علم کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ تعلیم انسانی ترقی اور خدا کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے۔

”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“¹

ترجمہ: کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ“²

ترجمہ: اور علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔

تعلیم رفع درجات کا سبب بھی ہے انسان کا جب اہل علم میں شمار ہوتا ہے وہ علم سے بہرہ ور ہو کر اللہ تعالیٰ صفت سے متصف ہوتا ہے تو اسکے درجات بڑھادیے جاتے ہیں اور اس کا مرتبہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَنَشْرُوا بِرَفْعِ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ“³

ترجمہ: اللہ تم میں ایمان والوں کے اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات بلند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اسکی خبر ہے جو تم کرتے ہو

اس آیت کریمہ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ انسان کی ترقی کے دو مدارج ہیں " ایمان اور علم " اس سے بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایمان اور علم مل کر انسان کو ترقی کی طرف لے جاتے ہیں۔ تعلیم کی اہمیت کو احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک جہان معنی اور ایک گنجینہ علم و حکمت سے انسان آشنا ہوتا ہے۔ انسان کی اولین ضرورت تعلیم کو قرار دیا گیا ہے۔

¹۔ الزمر: 9

²۔ فاطر: 19

³۔ المجادلہ: 11

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ¹

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں دینی بصیرت عطا کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ²

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں حصول علم ہر مسلمان پر واجب ہے۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث میں تعلیم کی اہمیت کے باوجود مسلمان پوری دنیا میں تعلیمی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ وہ مہذب معاشرے میں جہالت اور ناخواندگی کا شکار ہیں۔ خصوصاً یورپی ممالک میں موجود مسلمان تعلیمی میدان میں وہاں کی ملکی آبادی کے مقابلے میں حد درجہ پیچھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان جو بحیثیت اقلیت یورپ میں موجود ہیں وہ اعلیٰ عہدوں اور سرکاری ملازمتوں سے محروم ہیں اور کمتر درجے کے کام کرنے پر مجبور ہیں جس نے انکے اندر احساس کمتری کو جنم دیا ہے۔ نتیجتاً یورپ میں بسنے والی اقلیت کمتر درجے کی رہائشوں میں مقیم ہے اور مقامی غیر مسلمان ہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تیسرے درجے کے شہریوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔

اس سب کچھ سے محفوظ رہنے اور بہتر معیار زندگی کے لیے ضروری ہے کہ وہاں موجود مسلمان تعلیم پر خصوصی توجہ دیں اور اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلوا کر معاشرے کا بہترین اور باعزت شہری بنائیں۔ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر مسلمانوں کی بلائی اور فلاح و بہبود کا کام کریں۔ علم کی وجہ سے مقامی لوگوں میں ان کی عزت و تکریم میں اضافہ ہو گا اور پالیسی میکز مجبوراً ایسی کوئی پالیسی نہیں بنائیں گے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ اسکے علاوہ علم سے ان کو اپنے حقوق و فرائض سے آگاہی ہوگی اور وہ معاشرے کے باعزت شہری بن سکیں گے۔

آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں

آج امت مسلمہ کو درپیش مسائل میں سے ایک اہم اور بنیادی مسئلہ باہمی انتشار اور نا اتفاقی ہے وہ ایک منتشر اور غیر منظم قوم کے طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صہونی طاقتیں عالمی استعمار اور یورپی طاقتیں انہیں ایک ایک کر کے ہڑپ کرتی جا رہی ہیں کیونکہ امت مسلمہ میں اتحاد نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ قرآن حکیم میں جا بجا اتحاد امت کو قومی زندگی کی سب سے

¹ - ترمذی، امام ابو عیسیٰ، جامع ترمذی، جلد 5، حدیث 38.

² - ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، حدیث 81158.

بڑی بنیاد اور انسان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑی رحمت و نعمت قرار دیا اور اس کو اعتصام بحبل اللہ اور اس طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے اور اتحاد کی دعوت دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾¹

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو۔

اتحاد کو اللہ نے اپنی بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اسلامی عبادات بھی اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت کا درس دیتی ہیں۔ خصوصاً حج کے موقع پر سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے جو اتحاد امت کا مظہر ہے نماز بھی اخوت و محبت اور اجتماعیت کی مظہر ہے۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو بلا تفریق رنگ و نسل بھائی بھائی قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ الْخَوِيكُمُ وَأَتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾²

ترجمہ: بلاشبہ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو بھی شخص کلمہ یہ توحید کا اقرار کر کے مسلمان ہو جاتا وہ اسلامی اخوت کا حصہ بن جاتا ہے چاہے وہ جس بھی قوم، رنگ، نسل یا علاقے سے تعلق رکھتا ہو۔

احادیث میں تمام امت مسلمہ کو ایک جسد کی مانند قرار دیا ہے کہ جسم کے ہر عضو کا تعلق دوسرے عضو سے ہوتا ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى﴾³

ترجمہ: تو ایمانداروں کو باہمی رحمت و محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا، جب کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام بدن کے اعضاء بیماری اور تپ کو بلاتے ہیں۔

¹ - آل عمران : 103

² - الحجرات: 49

³ - مسلم، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب تراحم المؤمنین، حدیث 20، جلد 80.

لیکن آج امت مسلمہ کی کیا حالت ہے تعداوڈیڑھ ارب سے زائد اور ۲۱ آزاد ریاستیں ہیں اس کے باوجود عالم کفر کے سامنے حیثیت ایک ترنوالے جیسی ہے اس کی وجہ آپس کا انتشار اور نا اتفاقی ہے۔

وہ مسلمان جو یورپ میں بحیثیت اقلیت رو رہے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور باہمی نا اتفاقی اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرتے ہوئے ایک جسم کی مانند خود کو بنائیں تاکہ غیر مسلم اکثریت ان کے پرسنل مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ معمولی اختلافات اور جھگڑوں سے دریغ کر کے آپس میں اتحاد قائم کریں۔ الحمد للہ یورپ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور کئی یورپی ممالک میں اسلام دوسرا بڑا ریاستی مذہب ہے۔ اگر مسلمان آپس میں اتحاد کرتے ہوئے انتخابات میں اپنے ووٹ کا اختیار استعمال کریں تو ان ممالک کی حکومتیں یقیناً اہمیت دیں گی اور اکثریت اقلیت کے معاملات پر اثر انداز نہ ہوگی۔

اپنے کردار کو غیر مسلموں کے لیے نمونہ بنائیں:

کسی بھی شخص کی بات دوسروں پر اس وقت تک موثر نہیں ہوتی جب تک وہ شخص کہی جانے والی بات پر خود عمل نہ کرتا ہو۔ جس مبلغ کے قول و فعل میں تضاد ہو چاہے وہ جتنا بڑا ہی عالم کیوں نہ ہو اس کی بات دوسروں کو متاثر نہیں کرے گی اسلام قول و فعل کے درمیان اقتضاد کو ناپسند کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّبِعُوا النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ ثُلُوفٌ خَسِرَاتٌ﴾

ترجمہ: تم دوسروں کو نیکی کا راستہ دکھاتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان وہ بات کرے جس پر خود وہ عمل پیرا ہو۔ مغربی معاشرہ کئی مہلک بیماریوں میں پھنس چکا ہے اور غیر مسلم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا نظام ہو جس میں وہ جنسی آزادی، نسوانی خود مختاری، گھر بارے عدم دلچسپی، آزادانہ اختلاط جیسی موزی امراض سے آنے والی نسلوں کو بچا سکیں۔ اسلام واحد دین ہے جو انسان کی ہر فطری ضرورت کو پورا کرتا ہے لہذا یورپی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اہل یورپ کے لیے خود کو عملی نمونہ بنائیں۔ جنسی خواہش ایک فطری تقاضہ ہے اسلام نے آزاد شہوت رانی کا علاج نکاح قرار دیا ہے۔

﴿ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ، وَأَخْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ ﴾¹

ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو اسباب جماع کی قدرت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نکاح بدی سے محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہوں کو بچاتا ہے جو ایسا نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے۔ اس حدیث مبارکہ میں نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ لہذا مغرب کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی بروقت شادیاں کر دیا کریں تاکہ جنسی طور پر آزادانہ ماحول میں گناہ سے محفوظ رہتے ہوئے کئی مہلک جسمانی امراض سے محفوظ رہ سکیں۔ ایڈز ایک لاعلاج مرض ہے جو جنسی آزادی سے پھیلتا ہے اور یورپی ممالک اس مرض کا سب سے زیادہ شکار ہوئے ہیں۔ ایڈز کا مرض بہت تیزی سے یورپی ممالک میں پھیل رہا ہے اور روک تھام کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور اس مرض میں ہر سطح کے لوگ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور نوجوان شامل ہیں۔ ایسی صورت حال میں اگر مسلمان اپنے بچوں کی وقت پر شادیاں کریں اور اخلاقی تربیت کے ذریعے ان کو جنسی بے راہ روی سے بچا کر ایڈز فری معاشرہ کی مثال قائم کریں تو غیر مسلم یقیناً اسلام سے متاثر ہوں گے اور اس کو پڑھیں گے اور بالآخر سلیم الفطرت غیر مسلم اسلام قبول کریں گے اور مسلم اقلیت کو غیر مسلم اپنے معاشرے اور ملک کی بقا کی علامت سمجھنے لگیں گے۔

یورپ کی ثقافتی یلغار سے بچیں:

یورپ کی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ یورپ کی ثقافتی یلغار سے خود کو محفوظ رکھیں اور اپنا الگ وجود برقرار رکھیں یورپی ملبوسات بے حیائی کی دعوت دینے کا ذریعہ ہیں۔ لہذا وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسا لباس نہ پہنیں جو ان کے اسلامی تشخص کو پامال کرے۔ جس میں مرد اور عورت کے مابین کوئی تفریق نہ کی جاسکے۔ اہل یورپ اپنی ثقافت کو سب سے بہترین ثقافت گردانتے ہوئے یورپی دنیا میں اس کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو خصوصاً یورپی معاشرے کے اندر پلنے بڑھنے والے مسلمانوں کو اسلامی لباس استعمال کرنا چاہیے اور خواتین کو باپردہ رہنا چاہیے۔ یورپ نے خواتین کی بے راہ روی اور بے پردگی کا نام آزادی رکھا ہے اور مسلمان خواتین کے پردہ، حیا اور عصمت کو غلامی سے تعبیر کرتا ہے۔ یورپ میں بہنے والی مسلمان خواتین کو بحیثیت بیٹی اور بیوی حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے اپنی الگ پہچان قائم رکھنی چاہیے۔ اقوام جب اپنی تہذیب و ثقافت کو چھوڑ کر غیروں کی نقل شروع کر دیتی ہیں تو تباہی و بربادی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

¹ - ترمذی، امام ابو یوسف، جامع ترمذی، کتاب النکاح، حدیث 377.

قرآن حکیم میں بے حیائی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ¹

ترجمہ: اور بے حیائی کے قریب بھی مت جاؤ چاہے وہ کھلی ہو یا چھپی ہوئی ہو۔

میڈیا میں موثر نمائندگی اور منفی پروپیگنڈہ کا تدارک:

میڈیا وہ ہتھیار ہے جس سے باآسانی لاکھوں کروڑوں انسانوں کی سوچ کا زاویہ بدلا جاسکتا ہے۔ عالم کفر مسلمانوں کے خلاف جسمانی جنگ کی بجائے ذہنی جنگ لڑ رہا ہے اور مسلمانوں میں ذہنی غلامی پیدا کر رہا ہے۔ میڈیا کا بہت بڑا حصہ صیہونی طاقت کے زیر کنٹرول ہے اور وہ من پسند نظریات کو اس قدر تسلسل کے ساتھ میڈیا پر نشر کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کی سوچ کا حصہ بن جاتے ہیں۔

یورپی میڈیا اسلام کو غلط رنگ دے کر اسے بدنام کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ انتہا پسند اور دہشت گرد افراد تمام معاشروں اور مذاہب میں موجود ہیں لیکن ان چند افراد کی وجہ سے ان کے متعلقہ مذاہب کو دہشت گردی سے نہیں جوڑا جاسکتا لیکن اسلام کو دہشت گردی کے مذہب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ یورپ اپنی سکیورٹی کے لیے مسلمانوں کو سب بڑا خطرہ خیال کرتا ہے اور وہاں کی مسلم اقلیت کو طرح طرح کے معاشرتی امتیازات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی نئی نسل جو یورپ میں پرورش پا رہی ہے اسلام سے لاعلمی کی بنا پر وہ بھی اسلام کو دہشت گردی کا مذہب خیال کرتے ہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان خصوصاً یورپی معاشرے میں رہنے والے مسلمانوں کو میڈیا کا موثر استعمال کرتے ہوئے اصل اسلامی نظریات کا پرچار کریں اور من گھڑت منفی اصطلاحات کا موثر جواب دیتے ہوئے اہل مغرب کے اعتراضات کا جواب دیں تاکہ اسلام کی اصل صورت سے عوام الناس روشناس ہوں۔ اور مسلمانوں میں خوداری کا جذبہ بیدار اور احساس کمتری کا خاتمہ ہو۔ قرآن و سنت میں بھی میڈیا کی ضروریات و اہمیت کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ عَلَى²

¹ - الانعام : 151

² - آل عمران: 110

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی امت مسلمہ کا سب سے بہترین امت ہونے کا سبب بھی یہی ہے کہ یہ امت دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتی ہے لوگوں کو نیکی و بھلائی اور انسان دوستی کا درس دیتی ہے اور گناہ اور گمراہی و ظلم سے روکتی ہے۔ مغرب میں موجود مسلمان جس جگہ اور مقام پر ہوں انہیں اسلام کی تبلیغ کا یہ فریضہ انجام دینا چاہیے۔

رفاہی کاموں میں حصہ لیں:

اپنے لیے تو جانور بھی جیتا ہے یہ کوئی جینا نہیں ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جس کے دل میں انسانیت کا احترام اور محمد رومی ہو۔ اسلام صاحب حیثیت حضرات کو بہت تلقین کرتا ہے کہ وہ غریب اور نادار لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں۔ فلاح و بہبود کے کاموں کا دائرہ کار صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ رنگ، نسل اور مذہب کے فرق سے بالاتر ہو کر انسانیت کی فلاح و بہبود کو اپنا مقصد بنائیں۔

یورپ میں بننے والی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ دور فافہی ادارے قائم کریں اور ضرورت مندوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے زخم پر مہر رکھیں۔ آج اہل یورپ غریب مسلم ممالک میں مختلف رفاعی ادارے قائم کر رہے ہیں۔ اور خفیہ طور پر عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ مصیبت اور تکلیف کے لمحات میں جو شخص مصیبت زدہ کی مدد کرتا ہے اس سے اس کی جذباتی وابستگی ہو جاتی ہے اور اس کی طرف قائل و دائل ہو جاتا ہے۔

لہذا یورپ میں لینے والے صاحب حیثیت مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ فلاحی کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اس سے معاشرے میں ایک اسلام کا صحیح تصور ابھرے گا اور عوام الناس میں مسلمانوں کے لیے ہمدردی کے جذبات بڑھیں گے۔ عوام ان کو اپنا خیر خواہ اور انسان دوست خیال کرتے ہوئے ان سے قریبی تعلقات وابستہ کریں گے جس کے دو فوائد ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کو جو دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے دو غلط تاثر ختم ہو گا دوسرا مذہب اسلام کی تبلیغ زیادہ مؤثر ہوگی۔

انسانیت کی فلاح و بہبود کے بارے میں مختلف احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ¹

ترجمہ: جب بندہ اپنے بھائی کی خدمت کرتا ہے تو اللہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے۔

¹ - ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الستر على المسلم، 3:322.

دوسرے مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً كَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ خَدَّمَ اللَّهَ عُمُرَهُ¹

ترجمہ: اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ایسا ہے جیسے ساری عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے۔

اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں:

پوری دنیا کے مسلمانوں کو چاہیے کہ محنت کریں اور اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں خصوصاً یورپ میں رہنے والی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حلال روزگار اختیار کریں۔ اسلام رہبانیت کے خلاف ہے اور انسان کو محنت اور عمل پر ابھارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اور اس کی نعمتیں انسان کے لیے ہی پیدا کی ہیں اور ہمیں اس سے مستفید بھی ہونا چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا²

ترجمہ: اور اس دنیا سے اپنے حصے کو نہ بھولو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ³

ترجمہ: اور جب تم نماز ادا کرو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

دوسری جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ⁴

ترجمہ: اور اے نبی ﷺ ان سے کہیں کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور تمہارے عمل کو اللہ، اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان دیکھیں گے۔

جب تک یورپ میں رہنے والے مسلمان اپنی اقتصادی حالت بہتر نہیں کریں گے اس معاشرے میں ان سے حقیرانہ سلوک ہی کیا جاتا رہے گا۔

¹ - جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی، ارمواں الصغیر (بیروت: دار المعرفۃ، 1391ھ / 1971م)، 179:2.

² - القصص: 77

³ - الجمعہ: 10

⁴ - التوبہ: 105

غیر مسلموں سے تعصب سے اجتناب کریں:

یورپ میں موجود مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ غیر مسلموں سے کسی قسم کا تعصب روا نہ رکھیں بلکہ ان سے انسانی بنیادوں پر سلوک کریں اور جائز حد تک ان سے معاملات میں مدد لیں اور دیں۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان محترم ہیں اور بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو خدا نے ایک جوڑے آدم اور حوا سے پیدا کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ﴾¹

ترجمہ: اے لوگو! ابے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

یعنی تمام روئے زمین پر بسنے والے انسان حضرت آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ اس لیے مذہبی یا لسانی اختلاف پر کسی سے تعصب نہیں برتنا چاہیے۔ بلکہ اسلام نے تو اہل کتاب کی پاک عورتوں سے مسلمانوں کو شادی کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے بھی علم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں سے تجارت اور لین دین کیا کرتے تھے۔

لہذا یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ غیر مسلموں سے کاروباری معاملات میں بوقت ضرورت شراکت داری کر سکتے ہیں اور ان کی خوشی نمی میں شمولیت بھی کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا مجموعی رویہ مقامی غیر مسلموں سے ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے مقامی آبادی مسلمانوں سے خوفزدہ ہو یا منتظر ہو جائے۔

دین کی درست شکل اور اسلام کے شاندار تصور کو سامنے لائیں:

اسلام کی جو شکل یورپی میڈیا اور نام نہاد مسلمانوں نے یورپی عوام کے سامنے پیش کی ہے وہ دراصل اہل یہود کی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہے جو شکل اسلام کی یورپی میڈیا پیش کر رہا ہے وہ پرکشش ہونے کی بجائے اسلام سے لاعلم لوگوں کے لیے ناقابل قبول ہے۔ آج نام نہاد علماء اسلام مخالف مستشرقین کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ نام نہاد علماء جس چیز کو اسلام کے نام پر لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ اسلام کی حقیقی روح کے خلاف ہے۔ آج اسلام کے نام پر وجود میں لائے گئے فرقے اور رسم و رواج جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ مسالک کی جنگ اور علمائے

دین کا آپس کا اختلاف، فرقہ پرستی اور عصبیت اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ ہر مسلمان کی پہچان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونا نہیں بلکہ کسی فرقے، گروہ یا جماعت سے منسلک ہوتا ہے۔ ایسے مفروضات و توہمات کا پرچار کیا جا رہا ہے جو عقل سے ٹکراتے ہیں۔ درحقیقت ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت کی تعلیمات تو عین عقل کے مطابق ہیں اور سائنس ان کو ثابت کرتی چلی جا رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری دنیا کے پڑھے لکھے مسلمان بالعموم اور یورپ میں رہنے والے مسلمان بالخصوص اصل قرآن و سنت کی تعلیمات کا پرچار کر کے اسلام کے متعلق منفی پروپیگنڈہ کا جواب دے کر اور اسلام پر سختی سے عمل ہی ہو کر اسلام کے خلاف بین الاقوامی سازش کا پردے فاش کریں تاکہ خلق خدا کے مذہب سے روشناس ہوتے ہوئے اس کے روحانی پہلو سے مستفید ہوں۔

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑیں:

اس وقت پوری دنیا میں مادیت کا دور دورہ ہے اس کے برے اثرات پوری دنیا کے مسلمانوں پر عمومی طور پر اور یورپ میں اپنے والی مسلم اقلیت پر خصوصی طور پر پڑھ رہے ہیں۔ مادیت کی طرف بے اختیار یحان کی وجہ سے مذہب کی گرفت دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ نتیجاً خوف خدا اور اطاعت رسول نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ مادیت کی طرف رغبت اس قدر زیادہ ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال اور شان و شوکت کا حصول مقصد زندگی بنتا جا رہا ہے۔ ان چیزوں کے حصول کے لیے لوگ خصوصاً یورپی مسلمان دین سے دوری کی وجہ سے ہر جائز و ناجائز ہر حلال و حرام ذریعے کو استعمال کرنا گناہ نہیں خیال کرتے۔

اسلام پر مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کا ہر فضل اللہ اور اس کے، سول کے امر کے مبلغ ہونا چاہیے۔ اہل یورپ نے اپنی قانون سازی اور اخلاق سوز تہذیب سے دنیا کو بہت پرکشش بنا دیا ہے اور دل سے مذہب کی محبت اور احترام کو نکال دیا ہے۔ لہذا یورپ میں اپنے والے مسلمانوں کو دنیا کی بجائے دین کی فکر کرنی چاہیے، بلکہ مسلمانوں کو اسلام کے عملی دائی اور مبلغ کا کام سرانجام دینا چاہیے تاکہ یورپی دنیا میں اسلام کو پھیلا سکیں۔

ملکی قوانین کا احترام کریں:

یورپی ممالک میں رہنے والی مسلم اقلیت کو چاہے کہ وہ وہاں کے ملکی قوانین کا احترام کریں تاکہ وہ وفادار اور ذمہ دار شہری کے طور پر پہچانے جائیں۔ مذہبی معاملات کے علاوہ سماجی، سیاسی اور معاشرتی معاملات کے متعلق ملکی قوانین کو قبول کرنے اور پابند ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کے لیے روزمرہ زندگی میں بہت سے مسائل پیدا ہو گئے۔

ملکی مفادات کی پاسداری اور ملکی ترقی میں کردار ادا کریں:

یورپین ممالک میں بسنے والی مسلم اقلیت کو چاہیے کہ وہ ان ممالک کی ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں اور ملکی مفادات کی حفاظت کرنے والے ہیں تاکہ ان کو محض گیسٹ ور کردی نا سمجھا جائے۔ جب تک وہاں کی مقامی آبادی ان کو وفادار نہیں سمجھے گی تب تک وہ ان سے مساوی سلوک بھی نہیں کریں گے اور نا ہی انھیں وہ معاشرتی مقام حاصل ہو پائے گا جو کسی ملک کے باشندوں کو ہونا چاہیے۔ ملکی ترقی میں تعمیری کردار ادا کریں اور ان افعال سے پرہیز کریں جن سے ملکی مفادات پر آئی آنے کا خدشہ ہو۔

سرکاری عہدوں کے حصول کے لیے محنت:

مسلم اقلیت کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف توجہ دیں اور پرائیوٹ سیکٹر میں کام کی بجائے کوشش کریں کہ سرکاری ملازمتیں اختیار کریں اس سے ایک تو ان کی معاشی حالت بہتر ہوگی دوسرا ملکی معاملات میں ان کا اثر و رسون بڑھے گا جس کے نتیجے میں سرکاری کاپران کے مفادات کے خلاف کوئی پالیسی نہیں بنائی جاسکے گی اور ان پر اعتماد اور انحصار بڑھے گا۔

مسلم پرسنل لاء کے نفاذ کے لیے پرامن کوششیں کریں:

یورپی ممالک میں آباد مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کوششیں کریں کہ ان ممالک میں ان کے پرسنل مسلم لاء کا نفاذ ممکن ہو جائے تاکہ وہ اپنے ذاتی معاملات کے فیصلے اسلامی قوانین کے مطابق کروا سکیں

تخریب کاری کے عوامل سے دور رہیں:

اسلام امن سلامتی اور خیر خواہی کا دین ہے اس لیے ہر طرح کی شرانگیزی اور فساد اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں معاشرتی بد امنی اور فتنہ فساد کو تحمل سے بھی بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ ان تمام عوامل سے دور ہیں جو معاشرے میں تخریب کاری اور بد امنی کا سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت یورپی پراپیگنڈہ نے یورپی لوگوں کے ذہن میں اسلام کے خلاف یہ انجمن سازی کی ہے کہ اسلام شر پسندی اور بعد امنی کو ہوا دینے والا مذہب ہے نعوذ باللہ اور جہاں بھی کوئی تخریب کاری کا واقعہ پیش آتا ہے اس کا الزام اسلام اور مسلمانوں کے سر تھوپ دیتے ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا میں عمومی طور پر اور یورپ میں خاص طور پر اسلام کا منفی تشخص پیدا ہوا ہے۔ سادہ لوح یورپی لوگ اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کو خاص توجہ دیتے ہوئے ایسے تمام عناصر اور عوامل سے دور رہنا چاہیے جن سے تخریب کاری کا شائبہ پیدا ہوتا ہو۔

اسلامی روایات کو فخر سے اپنائیں:

یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کو اس بات کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ خود کو اور اپنی اولاد کو یورپ کی ثقافتی یلغار سے بچائیں، لباس، رہن سہن، کھانے پینے، شادی بیاہ، خوش تھی اور دیگر معاملات زندگی میں یورپی رسوم و روایات کی پیروی کرنے کی بجائے اسلامی روایات کو فخر سے اپنائیں اور اپنے اسلامی تشخص کو اپنی پہچان کا ذریعہ بنائیں۔

بچوں کی دینی تعلیم کے لیے ادارے قائم کریں:

یورپ میں اپنے والے مسلمانوں کو چاہے کہ اپنے بچوں کی مناسب دینی تعلیم کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت ایسے ادارے قائم کریں جہاں ان کو مناسب اللہ از میں دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروایا جاسکے کیونکہ یورپی ممالک کے سکولوں میں دین اسلام کی بنیادی تعلیم کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔ اگر ان کو مناسب دینی تعلیم سے بھی روشناس نہ کیا جائے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ یورپ کے آزاد معاشرے کے اندر تربیت پا کر اسلام سے دور ہو جائیں گے۔ جبکہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو دینی تعلیم اور تربیت سے روشناس کروائیں۔

صبر و تحمل اور برداشت:

یورپی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو چاہے کہ وہ اسوہ رسول ﷺ کو اپناتے ہوئے اپنے اندر صبر اور برداشت پیدا کریں۔ یا موافق رویوں پر فوری رد عمل کی بجائے صبر سے ان پر خاموشی التیار کریں۔ صبر اور تحمل وہ خوبیاں ہیں جو انسان کے بدترین دشمنوں کو بھی اس کا معترف بنا دیتی ہیں۔ بد اخلاقی اور درشتی انسان کو اپنوں سے بھی دور کر دیتی ہے۔ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق حسنہ کے مالک نہ ہوتے تو لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کے لیے اکٹھے نہ ہوتے۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق دستہ کا ہی کمال تھا کہ دشمن بھی آپ ﷺ کی تعریف کیے بنانہ رہ سکے۔ اس لیے یورپ میں آباد مسلمانوں کو خاص طور پر اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے چاہیں۔

نظریہ اعتدال:

یورپ میں رہنے والی مسلم اقلیت کو چاہے کہ اسلام کے نظریہ، اعتدال کو اپنائیں۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کو اعتدال کی تعلیم دی ہے۔ اگر وہ اپنی زندگی میں اعتدال کو اپنائیں گے تو یورپی معاشرے کے بہت سے افراد جو اپنی معاشرتی اسراف و تبذیر سے تنگ آچکے ہیں اسلام کی طرف مائل و قائل ہو سکتے ہیں اور خود مسلمانوں کی زندگیاں آسان ہو سکتی جو مختلف معاشی مسائل کا شکار ہیں۔

ہجرت

اگر مسلمانوں کے لیے حالات ایسے ہو جائیں کہ ان کے لیے مشرقی معاشرے میں پر امن طریقے سے زندگی گزارنا ممکن نہ رہے تو مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی اسلامی ملک کی طرف ہجرت کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾¹

ترجمہ: فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجر سے کر جاتے؟

اس لیے جب حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ مسلمانوں کے لیے اپنے دین پر عمل کرنا بھی ممکن نہ رہے تو ان کے لیے لازم ہے کہ وہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کر جائیں۔ محض مسلمان یورپی ممالک میں حصول دنیا کے لئے نہ رہیں بلکہ مقاصد زندگی کو مد نظر رکھیں اور آخری زندگی کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے سرگرم عمل رہیں۔ اور یہ بات اہل یورپ بھی کرتے ہیں لہذا اس فکر کو نقیمت جان کر اسلام کے اصولوں کو پھیلانے کا ذریعہ بنائیں۔

علم اور ناصافی کے خلاف آواز بلند کریں:

اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کو یہ حق عطا کیا ہے کہ اگر اس پر ظلم کیا جائے تو وہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے کہ اللہ کو بد گوئی پسند نہیں ہے مگر اگر معاملہ حد سے بڑھ جائے تو جائز ہے کہ اس کے خلاف آواز بلند کی جائے اس ضمن میں ظالم کے خلاف منہ سے برے الفاظ اکان بھی گناہ نہیں ہے۔ مظلوم کو اس کا حق ہے کہ وہ حرف شکایت زبان پر لائے اور اگر ایسا کرتے ہوئے اس کی زبان سے جذباتی کیفیت میں ناشائستہ الفاظ اس کے منہ سے نکل جائیں تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اسلام میں بہترین جہاد کالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں پر یورپی معاشرے میں کوئی نظم ہو تو ان کو مل کر اس کے خلاف آواز بلند کریں چاہیے۔ اور یوں وہ یورپ اسلام کی بہترین تعلیمات کا پرچار کر سکیں گے۔

کسب حلال اپنائیں:

اسلام میں حلال طریقے سے روزی کمانے والے کو اللہ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ یورپی معاشرہ محض مادی معاشرہ ہے وہاں حلال اور حرام کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہے کہ وہ روزی کمانے کے ان ذرائع کو اپنائیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز اور حلال ہوں۔

غیر مسلم خواتین سے شادی سے گریز کریں:

یورپ میں آباد مسلمانوں کو چاہے کہ وہ ممکن حد تک وہاں کی غیر مسلم خواتین سے شادی نہ کریں جب مسلمان لڑکیاں موجود ہوں تو کیوں کہ اس سے ان کی زندگی میں بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ایمان کی کمزوری کا باعث بھی ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ وہاں موجود مسلمان خاندانوں کے سماجی مسائل میں اگر باہر مجبوری سے شادی کرنا پڑے تو پہلے ان کی صحیح اسلامی تربیت کا انتظام کرنا چاہے تاکہ وہ مستقبل کی نسل کے محافظ بن سکیں۔ خاطر خواہ کمی آئے گی کہ ان کو اپنی بیٹیوں کے لیے مسلم رشتے ڈھونڈنے میں کوفت نہیں اٹھانا پڑے گی۔

خواتین کے حقوق کا خیال:

اسلام نے خواتین کو مرد کے برابر حقوق عطا کیے ہیں مگر یورپی میڈیا منفی پراپیگنڈہ کرتا ہے کہ اسلام میں عورت محرومی کا شکار ہے جو کہ سراسر جھوٹ ہے۔ بعض دفعہ جہالت کی بنا پر دیکھ مسلمان اگر اپنی خواتین سے ناروا سلوک کرتے ہیں تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے اس بنا پر دین اسلام کو الزام دینا سراسر زیادتی ہے۔ کیونکہ میڈیا پہلے ہی یورپی لوگوں کو اذہان میں یہ بات ڈال چکا ہے کہ اسلام عورتوں کو مساوی حقوق نہیں دیتا لہذا اس غلط تاثر کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یورپ میں آباد مسلم اقلیت اپنی خواتین کے حقوق کا خاص خیال رکھیں تاکہ اسلام کے خلاف اس منفی تاثر کو ختم کیا جاسکے۔

اسلامو فوبیا عالمی امن و سلامتی کے لیے ایک خطرہ بنتا جا رہا ہے اس کے نقصانات سے بچاؤ تدارک اور سد باب کے لیے ٹھوس اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ماہرین کی آراء، شواہد اور کچھ عالمی سطح کے اداروں کی تجاویز کی روشنی میں کچھ اقدامات ذیل میں تجویز کیے جاتے ہیں:

قرآنی تعلیمات کو عالمی کان پر پہنچانے کے لیے موثر اقدامات کیے جائیں اور ایسی اسلامی تعلیمات جو آج کے مسائل میں موزوں میں عام کی جائیں اور اسلام کا صحیح طور پر تعارف کروایا جائے۔ عصر حاضر کے ایک معروف مفکر و مصنف خرم مراد اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں امت مسلمہ کو اپنی اس آخری سرحد ہے، جو یورپ کے قلب میں واقع ہے دلوں اور دماغوں کے لیے برپا جنگ دیتے، تعصب اور نفرت کی دیوار میں ڈھانے، اور قرآن اور نبوت کا پیغام پھیلانے کے لیے تمام ممکن اقدامات کرنے کے منصوبے بناتے ہوں جائیں۔ اکثر لوگ اسلام سے ناواقف ہیں اور یہی تعصب و نفرت کی بڑی وجہ ہے ان کی ناواقفیت کو دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ لوگوں کے ذہنوں میں جو غلط تصاویر بٹھادی گئی ہیں ان کو صاف کرنا چاہیے 26 قرآن کی عالمگیر اور دائمی تعلیمات فطری اور قابل عمل ہیں اور ان میں انسانیت کو خطاب کر کے بھائی چارے، اتفاق اور رواداری کا درس دیا گیا ہے اور راہ ہدایت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

مسلمانوں کے حقیقی کردار کو سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں نمایاں کیا جائے تاکہ دنیا کو اسلام کے برادرانہ مزاج روادارانہ رویوں، تحمل و برداشت کی تعلیمات، میل جول اور سماجی تعلقات کی خواہش کا صحیح معنوں میں پتہ چل سکے۔ دنیا کو تکثیری معاشرے میں نبی اکرم اسلام کے اسود کو واضح کر کے اس پر چلنے کی دعوت دینی چاہیے۔

اسلام واحد مذہب و ثقافت اور حضرت محمد رسول اکرم ﷺ واحد شخصیت و قائد ہیں جنہوں نے ہر حال اور م زمانے میں اقلیتوں کے حقوق، ان کے اصول و مبادی، نظریات و افکار اور قواعد و ضوابط کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کر کے دنیا، انسانیت کے سامنے ایک کامل نمونہ، قابل تقلید اسود، اور عالمگیر و آفاقی نظام بھی عطا فرمایا ہے۔

اس وجہ سے فی زمانہ نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ ہی وہ واحد عالمی معیاری نمونہ ہے جس کی آغوش میں دنیا کو پناہ اور با امن و سلامتی اور سکون مل سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی رواداری کی تعلیمات ہوں یا بین المذاہب تعلقات اور ہم آہنگی کی مثالیں امن کے قیام کے لیے کیے گئے آپ ﷺ کے اقدامات ہوں یا مصالحت کے لیے کی گئی کاوشیں، یہ سب کچھ دنیا تک پہنچانا مسلم سکالر اور مبلغین و محققین کی اولین ذمہ داری بنتی ہے تاکہ دنیا کو مسلمانوں سے انسیت پیدا ہو اور اسلامو فوبیا کے رجحان میں کمی آئے۔

واقعات پر مشتعل ہونے یا غیر سنجیدہ رد عمل کی بجائے ان کا گہرائی سے تجزیہ کیا جائے اور قانون کی بالادستی کو فروغ دیتے ہوئے ایسے واقعات کے خلاف مناسب قانونی چارہ جوئی کی جائے اور ہر کسی پر حق و انصاف کے قیام کی ہر ممکن کوششیں

کی جائیں۔ انگلینڈ اور ویلز کی گیارہ پولیس ایسوسی ایشنز کی نمائندہ نیشنل ایسوسی ایشن آف مسلم پولیس نے مسلمانوں کو اسلاموفوبیا کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے اور اس کی آگاہی دینے کی ترغیب دیتے ہوئے یہ تجویز دی۔

Muslim communities need to report all incidents of Islamophobia and other Religiously based hate crimes and they also need to raise awareness of the need to report all Islamophobic incidents to the police. Moreover Muslim organizations must begin to work more closely with the police and other relevant bodies to ensure that monitoring and evaluation of all relevant data and statistics clearly identify and duly evidence the scale of the problem"

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپورٹ میں تمام یورپین حکومتوں کو اسلاموفوبیا کے خاتمہ کے لیے منجملہ دیگر تجاویز کے ورج ذیل تجویز دی:

Establish a national equality body to monitor the implementation of anti-discrimination legislation, collect individual complaints and provide support to victims including advice on informal settlement mechanisms and legal support in cases brought to court".

یعنی امتیازی سلوک کے خلاف قانون سازی پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے ایک، قومی مساوات کا ادارہ قائم کریں۔ انفرادی شکایات جمع کریں اور متاثرین کو مدد فراہم کریں جس میں غیر رسمی تصفیہ کے طریقہ کار پر مشورہ اور عدالت میں لائے جانے والے مقدمات میں قانونی مدد حاصل ہو۔

اتحاد بین المسلمین کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اسلامی ممالک کی اجتماعی و انفرادی تنظیمیں متحد ہو کر اس فتنے کو خصوصی طور پر زیر بحث لائیں اور ان کا حل عالمی سطح پر پیش کریں اور اس رحمان کے خاتمہ کے لیے مرتکب ممالک کو قائل کریں اور ان پر دباؤ ڈالیں تاکہ وہ اس کی اہمیت کو جان سکیں۔

جدید انداز میں عالمی کانفرنسز، سیمینارز، اور مذاکرے منعقد کیے جائیں جن میں علوم اسلامیہ کے متخصصین اور محققین پوری جرات، بصیرت، حکمت اور ٹھوس علمی و عقلی استدلال کے ساتھ اسلامی موقف کی وضاحت اور وکالت کریں۔

بڑے پیمانے پر غیر مسلم تنظیموں اور افراد کے ساتھ مل کر اداروں کا قیام اور مشترکہ فورمز بنانے کو فروٹ دیا جائے تاکہ منافرت کے خاتمہ کے لیے باہمی تعاون کے ذریعے اقدامات کیے جاسکیں۔ سابق امریکی صدر Jimmy Carter اور ان کی اہلیہ

Rosalynn نے "Emory University" کے اشتراک کے ساتھ عالمی امن اور صحت کے فروغ کے لیے ایک سنٹر The Carter Center

کے نام سے 1982 میں قائم کیا۔ اس سینٹر نے 2018 میں اسلاموفوبیا انڈسٹری کے مقابلہ اور خاتمہ کے لیے لکھے گئے کئی

مقالات کا ایک مجموعہ (Countering the Islamophobia Industry toward More Effective Strategies) کے نام سے شائع کروایا۔

جس میں مقالہ نگاروں نے بہت مفید تجاویز دیں۔

1- مسلم کمیونٹی کو اپنے قانونی حقوق و فرائض سے آگاہی اور شعور دلایا جائے تاکہ ان کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کا خاتمہ ہو گئے۔

2- مسلمان تنظیموں کو دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ میل جول اور مذاکرات و مباحث کرنے چاہیں تاکہ بین المذاہب مکالمہ اور ہم آہنگی کو زیادہ فروغ مل گئے۔

3- مسلمانوں کو دیگر کمیونٹیز سے اتحاد کرنا چاہیے تاکہ ان کے ساتھ مل کر اپنے حقوق کے لیے کام کیا جاسکے۔ وہاں کے مسلمان مخالف شدت پسندوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

مسلم فلاحی اداروں کے ذریعے غیر مسلم ضرورت مندوں کے ساتھ تعاون اور امداد کو فروغ دیا جائے۔

میڈیا کی کارستانیوں کو روکنے کے لیے مسلم نوجوانوں کو میڈیا کیریئر ہے ابھارا جائے اور سہولیات فراہم کی جائیں نیز میڈیا کے تمام ذرائع کو ممکنہ حد حکمت استعمال میں لایا جائے تاکہ میڈیا کی اسلام مخالف یا خار کا مقابلہ کیا جائے اور اسلام کا صحیح پیغام اور تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جائے۔ اسلاموفوبیا کے خاتمہ کے لیے مختلف رپورٹس کو مدون کر کے ان کی روشنی میں، نیشنل ایسوسی ایشن آف مسلم پولیس انگلینڈ نے میڈیا کے حوالے سے یہ تجاویز دی ہیں:

Develop an initiative that monitors and responds to levels and expressions of Islamophobia in the media and publish its findings accordingly. Media codes of conduct and style guides to include clear guidelines about Muslims and Islam to help reduce misrepresentations and stereotypes,

یعنی ایک ایسا اقدام کریں جو میڈیا میں اسلاموفوبیا کی سطحوں اور اظہار کی نگرانی کرتا ہو اور اس کا جواب دیتا ہو اور اس کے مطابق نتائج شائع کرتا ہو۔ میڈیا کے ضابطہ اخلاق اور طرز ہدایت میں غلط بیانیوں اور دقیانوسی تصورات کو کم کرنے میں مدد کے لیے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں واضح رہنما خطوط شامل کیے جائیں۔ وغیرہ مسلم دانشوروں، میڈیا کے اینکرز، سکالرز اور مذہبی و سیاسی شخصیات سے میل جول بڑھایا جائے اور ان کو اسلامی تعلیمات پر مبنی مذاکروں اور سیمینارز میں دعوت دی جائے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور وہ اپنی عوام تک یہ پیغام پہنچا سکیں۔ نیشنل ایسوسی ایشن آف مسلم پولیس انگلینڈ نے مسلمانوں کو یہ تجویز دی ہے کہ: "مسلمانوں اور ان کی تنظیموں کو برابری کے لیے سرگرم عمل ہونا چاہیے۔ امتیازی سلوک کو غیر قانونی قرار دینا ایک کامیابی ہوگی۔ انہیں ایک ہی وقت میں مساوات کے مختلف حلقوں سے دوسروں کے ساتھ بات چیت کرنے کی ضرورت ہے جب کہ وہ اپنی برادریوں میں موجود عدم مساوات اور امتیاز کے بارے میں کھلی اور دیانتدارانہ بحث شروع کریں۔

اسلامی موضوعات کو پیش کرنے میں تحقیقی رویوں اور رجحانات کو فروغ دیا جائے۔ اسلامی سکالرز اور محققین غیر علمی و تحقیقی، غیر مستند اور ناقص معلومات پر مبنی اسلامی تعلیمات کے لٹریچر، موضوع اور من گھڑت روایات کا روایت و درایت کے اعتبار سے اور تحقیقی انداز سے جائزہ لے کر ان میں سے غلط اور صحیح کو الگ الگ طور پر واضح کریں، نیز بین المذاہب اشتعال انگیز لٹریچر اور مواد کی اشاعت اور ترویج کو ممکنہ حد تک روکا جائے اور اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ تاکہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل سطحی اور کمزور دلائل کی روشنی میں مرتب شدہ مواد کی روشنی میں اور جذباتیت کو ابھارنے والے مواد کے ذریعے بنے والی رائے عامہ کو بدلا جائے۔

اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے واقعات، عالمی سطح پر اس کے خلاف احتجاج اور اعلامیوں اور ملکی پالیسیوں پر عمل درآمد کے پیش نظر عالمی سطح پر اس سے قبل کئی حوصلہ افزا اقدامات کیے جاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اسلاموفوبیا کی روک تھام کے لیے یورپین ممالک میں ملکی سطح پر اداروں اور تنظیموں کا قیام یا انتظامی اقدامات کیسے اسلاموفوبیا کے نتیجے میں عوامی جارحانہ اقدامات پر گرفتاریاں اور سزائیں نیز اس سلسلے میں کی گئی مثبت قانون سازی اور اس پر عملدرآمد کی یورپین حکومتی کوششیں یا مختلف فورمز اور اقوام متحدہ میں اسلاموفوبیا کے خلاف پاس کی گئی مذمتی قراردادیں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ تاہم اس کے خلاف کچھ مثبت اور تسلی بخش اثرات اور پیش رفت حالیہ دنوں میں یہ بھی ہوئی کہ کئی ممالک اور عالمی فورمز نے اسلاموفوبیا کے خلاف بل منظور کیے ہیں جو کہ اسلاموفوبیا کے رحمان کو کم کرنے میں معاون ہوں گے۔

فصل چہارم:

انٹرویوز

ڈاکٹر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری¹: رکن اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان

مسلم اقلیتی رعایا کے لیے غیر مسلم مملکت میں رہنے کا ضابطہ کیا ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے جس کا صحیح جواب ہمیں آج کے اس دور میں اسلام اور موجودہ ملکی اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں اس لیے تلاش کرنا ہے کہ آج کی اس عالمی دنیا میں مسلمان اور غیر مسلم دنیا کی اقلیتوں کی بقا اس سے جڑی ہوئی ہے اور ہماری تھوڑی سی غلطی پوری دنیا کی مسلم اور غیر مسلم اقلیتی رعایا کو مضطرب کر سکتی ہے بلکہ ناصرف اس کی سلامتی بلکہ پوری دنیا کے امن کو بھی تاراج کر سکتی ہے۔

اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق و ذمہ داریاں کیا اور ایک غیر مسلم ریاست میں مسلم اقلیت کے حقوق و ذمہ داریوں کے ساتھ ان کے لئے وہاں رہنے کے لیے کیا ضابطہ ہے؟

یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس نے معاشرے میں تنوع رکھا ہے۔ رنگ کا فرق، زبان کا فرق، براعظم کا فرق، مملکت کا فرق، صوبے کا فرق، قومیت کا فرق، نسل کا فرق اور مذہب کا فرق یہ سب کچھ فطری طور پر ہم کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتے ہیں اور اگر ہم تلاش کرنا شروع کر دیں تو اس طرح کے اور بھی کئی دیگر فرق اور امتیازات بھی ہمیں مل سکتے ہیں جو ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہوں گے۔ لیکن ان سب کے باوجود ایک چیز ہے جو ہم سب کو جوڑتی بھی ہے کہ ہم سب انسان ہیں۔ اسی طرح کی حوالوں سے ہم کسی سے جڑے ہوتے ہیں اور کسی سے کٹ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے کہ اس نے انسانوں میں براعظموں میں اور دنیا کے ممالک میں ہر لحاظ سے متنوع رکھا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان میں دین اور مذہب کا بھی فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو تم سب کو ایک ہی مذہب پر بنادیتا۔ فرمایا گیا کہ

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلَتَسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾²

ترجمہ: "اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی گروہ بنادیتا لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس کے بارے میں باز پرس کی جانے والی ہے۔"

¹ ڈاکٹر علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، متحدہ علماء بورڈ حکومت پنجاب، قرآن بورڈ پنجاب کے رکن ہیں، اس کے ساتھ متحدہ جمعیت اہل حدیث پاکستان

اور بین المذاہب امن کمیشن پاکستان کے صدر بھی ہیں، پاکستان میں باضابطہ طور پر اسلاموفوبیا ریسرچ سنٹر کا آغاز بھی آپ نے ہی کیا۔

دنیا میں کئی ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور کئی ممالک میں دیگر مذاہب والے بھی اقلیت میں آیا۔ بہت سے ممالک ایسے بھی ہیں جو سو فیصد مسلمان ہیں۔ ابتداء اسلام میں مکہ میں مسلمانوں کی جماعت ۱۳ سال تک اقلیت ہی میں رہی تھی، اسی طرح جب مسلمانوں نے پہلی بار حبشہ ہجرت کی تو حبشہ میں سالوں پر امن اقلیت بن کر رہے اور فتح مکہ سے قبل مدینہ منورہ میں بھی مسلمان اقلیت میں ہی تھے۔ پھر آہستہ آہستہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت انقلاب کی بدولت دستور مدینہ کے ذریعے سے پر امن معاشرے کے قیام کی کوشش سے پورے مدینہ کی سیادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں آگئی۔ اسی طرح اسلام پوری دنیا میں کبھی ایک صورت اور کبھی دوسری صورت پھیلتا رہا اور یوں برصغیر پاک و ہند، روس، چین، یورپ، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں مسلم اقلیتیں وجود میں آتی گئیں۔ صرف ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کے اعداد و شمار کے مطابق قریب ۳۰ کروڑ کے لگ بھگ ہے، جو اس وقت دنیا کے کسی ایک ملک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اقلیت ہے۔ چین میں پندرہ کروڑ، متحدہ روس میں دو کروڑ، یورپ میں ایک کروڑ اسی لاکھ، امریکہ میں اسی لاکھ مسلمان آباد ہیں، اسی طرح افریقی ملکوں مثلاً ختنہ الیا، یوگنڈا، کینیا اور جنوبی افریقہ اور ایشیائی ملکوں میں سنگاپور، سری لنکا، نیپال وغیرہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد مقیم ہے۔ اسلام پر عمل کرنے والا مسلمان اقلیت میں ہو یا کہ اکثریت میں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اصل بات عقیدہ اور عمل کی ہے جو بھی مسلمان نیک عمل کرے

وہ اللہ کے ہاں فضیلت پالے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا پوری انسانیت کو ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾¹

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ کسی انسان کو محض نسل، رنگ، علاقہ، اقلیت یا اکثریت وغیرہ کی بنیاد پر کسی دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں، بلکہ اخلاق و اعمال کے لحاظ سے بہترین شخص ہی دوسروں سے بہتر ہے، اور یہ صرف اسلام ہی کی خوبی ہے کہ یہاں کسی کالے گورے کی تفریق نہیں ہے۔

اب جب کہ دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے اس میں کئی ملکیتیں مذہب، رنگ اور مختلف شناختوں کی بنیاد پر معرض وجود میں آگئی ہیں۔ اس میں ایک خوش آئند بات یہ بھی ہے کہ دنیا کو ٹکراؤ سے بچانے کے لیے اس میں اقوام متحدہ جیسا ادارہ بھی تشکیل پا گیا ہے۔ جو دنیا کے امن اور دیگر مسائل کے حل کے لئے اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ ورنہ اس کرہ ارض نے اقوام متحدہ کے قیام سے پہلے اقلیتوں اور انسانی حقوق کی پامالی بھی دیکھی ہے۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ نے بہت سے بین الاقوامی قوانین بنائے اور متعدد بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے سے اقلیتوں کے حقوق مقرر کر کے ان کو برابر کا شہری تسلیم کروایا۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ہوا۔ اس کی یہ خوبی ہے کہ یہ تمام انسانیت کو مخاطب کر کے تمام دنیا کے ساتھ چلنا چاہتا ہے۔ اس دین میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس نے مسلم اقلیتوں کو غیر مسلم ملک میں رہنے کا ضابطہ حیات ہی نہ دیا ہو۔

جہاں تک کسی غیر مسلم ملک کی مقامی مسلم آبادی کا تعلق ہے تو اس کے لیے اگر اس غیر مسلم مملکت کی طرف سے دین اسلام پر عمل کرنے پر کسی قسم کی پابندی نہیں اور وہاں کی مسلم اقلیت اپنے دین پر مکمل عمل کر سکتی ہے۔ جیسا کہ مختلف ممالک میں ہم نے دیکھا کہ وہاں کے مقامی مسلمان اسلام کے مطابق عمل ہے انہیں اور حکومت کی طرف سے انہیں وہاں کا شہری سمجھتے ہوئے مکمل آزادی ہے تو وہاں پر مسلمانوں کے رہنے پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ ایسے ممالک جہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے ان کو نہ میں آزادی میسر نہ ہو ان کی جان مال عزت محفوظ نہ ہو چاہے کہ وہ وہاں کی ہی مقامی آبادی نے مذہب تبدیل کیا ہو اور مسلمان بن گئے ہوں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝¹

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی جانوں پر نظم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے

﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝²

ترجمہ: "ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے ہیں اس میں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ رستہ

¹ النساء: 97

² النساء: 99

﴿فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُو عَنْهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾¹

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ انہوں کو معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔
﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاعًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾²
ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے دوزمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آپکڑے تو ان کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

شافعی التیمیہ علامہ ماوردی فرماتے ہیں: اگر کسی غیر اسلامی ملک میں آزادانہ طور پر دین پر عمل کرنے کی قدرت ہو تو دو دارالاسلام کے حکم میں ہے، اور دارالاسلام کے مقابلے میں مسلمانوں کا وہاں قیام کرنا زیادہ باعث فضیلت ہے، اس لیے کہ اس میں اسلام کی دعوت و اشاعت کے امکانات زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو آخری دین اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے انسانیت کی راہ نمائی کے لیے بھیجا ہے یہ انتہائی آسان اور تمام انسانیت کا علمبردار ہے۔ اس کی تعلیمات ہر فرد سے حسن سلوک کی تعلیم دینے والی ہیں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ برابری کا علمدار ہے۔ اکثریت اور اقلیت کے حقوق کا محافظ ہے۔ اسلامی ریاست میں کوئی ایسا اصول یا ضابطہ روا نہیں رکھا گیا جو شرف انسانیت کے منافی ہو۔ یہ دین سب کو ساتھ لے کر اور سب کے میں اقلیتوں کو بھی ان تمام حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے، جن کا ایک تصور کیا جاسکتا ہے۔

سوال: اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے کیا اس نے تمام اقلیتوں کو بنیادی انسانی حقوق دیئے ہیں؟
ہمارے ملکی دستور نے تمام اقلیتوں کو اپنے مذہب، کلچر اور شناخت برقرار رکھنے کے لئے واضح حقوق دیئے ہیں۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے پہلی آئین ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان کے تمام شہری ریاست کی نظر میں برابر اور اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ پاکستان کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے، مگر ملک میں کئی دیگر مذاہب کے لوگوں کی اقلیت بھی آباد ہیں جو تعلیم، طب، افواج اور بیوروکریسی سمیت مختلف شعبوں میں ملک کی تعمیر و ترقی میں برابر کردار ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان کے جھنڈے میں سفید رنگ اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے جس کا مطلب ہے کہ دو اپنے

¹ النساء: 99

² النساء: 100

مذہب اور روایات پر عمل کرنے کے لیے آزاد ہیں قائد اعظم نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ آپ کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب ذات یا فرقے سے ہو، اس کا ریاست سے کوئی سروکار نہیں۔

پاکستان نے ۲۰۰۴ء میں اور اگست کو اقلیتوں کا دن "قرار دیا تھا اور ہر سال اس دن کے حوالے سے مختلف تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ حکومتوں اور باؤ اور قانونی چارہ جوئی کے ذریعے مجبور کریں کہ وہ اقلیتوں کے دستوری حقوق کی متعلقہ دفعات پر عمل کریں اور بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری بھی کریں کیونکہ حکومت پاکستان نے ان پر دستخط کر رکھا ہے۔ بین الاقوامی معاہدے قومی قوانین پر فوقیت رکھتے تک اس طریقے سے ہم عالمی سطح پر آباد تقریباً ۱۰۰ سے زائد ممالک کی مسلم اقلیات کا تحفظ یقینی بنا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس امر کو بھی یقینی بنانا ہو گا کہ غیر مسلم ممالک میں آباد مسلم اقلیتوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرنا ہو گا کہ وہ وہاں پر امن رہ کر اپنے اعلیٰ کردار و عمل کے ذریعے ان کے ملکی قوانین کا احترام کرتے ہوئے اسلام کے پیغام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

غیر مسلم ریاستوں میں مسلم اقلیتوں کے لئے اسلام، ان ممالک اور عالمی قوانین میں بہترین ضابطہ موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے ان قوانین اور ضوابط سے مسلم اقلیتوں کو پوری طرح باخبر اور پابند ہونا چاہئے اور ذمہ دار شہری بن کر زندگی گزارنی چاہئے۔ اگر کسی جگہ مسلم اقلیت انتہائی مجبور ہو تو مسلم امہ کو اپنا کردار سمجھنا ہو گا اور ادا کرنا ہو گا۔ ہماری اسلامی تاریخ تو نہ صرف مسلم اقلیت کی مدد کرتی رہی ہے بلکہ غیر مسلم اقلیت کی مدد اور فریاد رسی کے لئے بھی آگے آگے رہی ہے۔ اس طرح ہم اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق رمضان¹: (فلاسفر، اسکالر، لیکچرار آکسفورڈ یونیورسٹی)

یورپ میں مقیم مسلم اقلیت اپنا مستقبل کیسے بہتر بنا سکتی ہیں؟

یورپ میں مسلمانوں پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اب یہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ یورپ میں اپنا مستقبل بنانے کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر وقف کریں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کچھ مسلمان ایسے بھی ہوں گے جو اپنی شناخت یورپ کے مقابلے میں "غیر" کے طور پر کرتے رہیں گے اور یہ شکایت کریں گے کہ یہاں پر اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ نتیجاً وناقص اور مظلومانہ ذہنیت کا شکار ہونگے اور یہ سمجھیں گے کہ ان کے مسائل کا حل یورپ کی بجائے مشرقی علماء اور مفکرین کے پاس ہے۔ لیکن آج کل مسلمانوں میں بالخصوص خواتین میں اس ذہنیت کے بدلنے کے واضح اثرات موجود ہیں جو کہ یہ سمجھتے ہیں کہ حالات بدل رہے ہیں۔ نیز زیادہ تر مسلمان اب ان چیلنجز سے آگاہ ہیں جن کا انہیں یورپ میں رہتے ہوئے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یورپ میں رہتے ہوئے اسلام پر قائم و دائم رہنا ایک مسلمان کے ایمان شعور اور ذہانت کی آزمائش ہے لیکن اس سے نمٹنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم تمام تر چیلنجز کے باوجود اپنے آپ کو اس معاشرے کا حصہ بنائیں اور معاشرے کی بہتری کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

یورپ میں مسلمانوں کے کامیاب مستقبل کیلئے چلائی جانے والی اصلاحی تحریک جو کہ ابھی تک وجود میں آنے کے مرحلے میں ہے، کی پہلی شرط دین اسلام کے جامع پیغام، اس کے آفاقی اصول اور ان وسائل کا علم ہے جو انسانوں کی ان معاشروں میں اپنے آپ کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ڈھالنے میں مدد کرے جن میں دور ہائش پذیر ہوں۔ لہذا تمام مسلمانوں کو پہلی فرصت میں ان بنیادی اور ابتدائی امور سے آگاہی حاصل کرنی ہوگی جو کہ یورپ میں مسلمانوں کے کامیاب مستقبل کیلئے چلائی جانے والی اصلاحی تحریک کے اس طریقہ کار کا پیش خیمہ ہیں۔ نیز ہمیں یورپی دنیا، اس کی تاریخ، یورپی معاشرے، یورپی اداروں، روایات اور یورپی اجتماعی ذہنیت سے بھی اپنے آپ کو باخبر رکھنا ہوگا۔ یورپ کو اپنا گھر سمجھتے ہوئے وہاں رہنے کیلئے اس طریقہ کار کو اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم مثبت انداز میں آگے بڑھتے ہوئے اور تطبیق کے اسلامی اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے یورپی رسم و رواج میں سے جو کچھ دین اسلام سے متعارض نہیں ہے، اسے اختیار کریں۔ مگر نظام کی تبدیلی کیلئے شروع کی جانے والی اس مہم کی کامیابی کیلئے ذہنی تبدیلی بھی ضروری ہے جو کہ اسلامی اصولوں کی جامعیت کو یورپی

¹ ڈاکٹر طارق رمضان: وہ ایک سوئس مسلمان اسکالر، فلسفی، اور مصنف ہیں، طارق رمضان سوئٹزرلینڈ کے شہری ہیں اور ان کے دادا حسن البنا نے مصر میں اخوان المسلمین تحریک کی بنیاد ڈالی تھی۔

رمضان برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے مسلم شناخت، جمہوریت اور اسلام، انسانی حقوق، اور اسلام سمیت موضوعات پر 20 کتابیں، 700 سے زیادہ مضامین، اور 170 کے قریب آڈیو ٹیپس شائع کی ہیں۔

نقطہ نگاہ سے دوبارہ سمجھنے اور یورپ میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو اقلیتوں کے طور پر نہ سمجھنے میں ہماری معاون ہوگی۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کیلئے یورپی مسلمانوں کو ایک طرف یورپ (اور اس کی عقلیت اور ٹیکنالوجی کے میدان میں برتری) سے متعلق اور دوسری طرف اسلامی دنیا (جو کہ ایسے اشخاص پیدا کرتی ہے جو بغیر کسی جھجک کے مذہبی متون نقل کرتی ہے) سے متعلق دوہری احساس کمتری سے اپنے آپ کو نکالنا ہوگا۔ نیز یورپی معاشرے میں مثبت معنی خیز اور کارآمد شمولیت کو یقینی بنانا بھی ناگزیر ہے جو کہ ہمیں اقدار کی عمومیت، گلوبلائزیشن، اخلاقیات اور عصر حاضر میں زندگی کی اہمیت سے متعلق بحث و مباحثہ کیلئے ذہنی طور پر تیار کرنے میں معاون ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ دور مذہبی تعلیم کی ان صورتوں کو اختیار کرنے کا ہے جو ذہنی آزادی، یورپ میں اسلامی اصولوں کو لاگو کرنے کا گہرائی سے جائزہ لینے اور یورپی یا امریکی مسلمان کی اہمیت کی تائید کرے۔ یورپ میں مسلمانوں کا مستقبل بنانے کیلئے مذکورہ طریقہ کار اختیار کر کے مقصد میں کامیابی مل سکتی ہے اگرچہ یہ اس سلسلے میں پہلا قدم ہی ہے اور ابھی بہت کچھ حاصل کرنا باقی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بہت ساری رکاوٹوں کو دور کرنا بھی باقی ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کو اپنے آپ کو سیاسی اور مالی طور پر مکمل طور پر خود کفیل بنانے کے ساتھ ساتھ خارجی قوتوں جیسے یورپی ممالک کا دباؤ، مداخلت اور تسلط کو رد کرنا ہوگا تاکہ مسلمان آزادی سے اور خود اعتمادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ لیکن اس کا ہر گز یہ یہ مطالب مطلب نہیں ہے کہ اسلامی دنیا سے بالکل لا تعلقی اختیار کی جائے۔

انسانی حقوق کو اہمیت دینے والی ریاستوں کے شہری ہونے کے ناطے مسلمان اب مزید غیر ملکی ریاستوں یا سابقہ نو آبادیوں کے قانون کے پابند نہیں۔ مسلمانوں کو اقلیتی شہریوں کی حیثیت کو مسترد کرنا چاہیے جو کہ "neocolonialism" کی پیداوار ہے۔ تعلیمی اصلاحات، سماجی اور سیاسی شمولیت اختیار کرنے، عالمی معاشی نظام کی مزاحمت کرنے، بین المذاہب مکالمہ اور متعلقہ معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے سے زیادہ کامیابیاں سمیٹی جاسکتی ہیں بجائے اس کے کہ محاذ آرائی کا راستہ اختیار کیا جائے یا مستقل شکوے کئے جائیں۔ بلاشبہ یہ ایک جہاد ہے مگر یہ اصولوں کیلئے ہے نہ کہ لوگوں کے خلاف۔ یوں یورپی معاشرے میں مسلمانوں کی شمولیت ایک بے کار اور غیر ضروری عمل نہیں بلکہ یورپی مسلمان اگر یورپی معاشرے کا باقاعدہ طور پر حصہ بن کر معاشرے میں گھل مل کر رہیں تو اس سے بڑا فرق پڑے گا۔

سوال: یورپی مسلمان خود کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟

یورپی مسلمان خود کو درپیش چیلنجز کی نوعیت اور پیچیدگی کی وجہ سے دنیا بھر میں اسلام کے ارتقاء میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں ان پر عائد ذمہ داری کافی اہمیت کی حامل ہے۔ صنعتی طور پر ترقی یافتہ اور سیکولر معاشروں میں اپنے ایمان، اصول اور شناخت پر از سر نو غور کرتے ہوئے مسلمان قوم اپنی ذمہ داری پوری کر رہی ہے جو کہ جدید دنیا سے

تعلق کے سلسلے میں مسلم دنیا پر عائد ہوتی ہے۔ کیا اسلامی دنیا کے پاس کوئی متبادل نظام ہے؟ کیا اس کے پاس اس نظام کو نافذ کرنے کیلئے وسائل ہیں؟ کس طرح سے؟ ہمیں مختلف تہذیبوں کے درمیان مکالمے کا حصہ بننا چاہیے؟ مختلف تہذیبوں کے درمیان تصادم (Clash of Civilizations) پر Huntington کی تحقیق کو ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور ترقی پسند اور پر امید کی قائل مفکرین نے مجموعی طور پر تصادم کی اس پیشگوئی کو مسترد کر دیا۔ تاہم اسلامی دنیا اور یورپی اور امریکی معاشروں میں بار بار جانے کے بعد بالخصوص نائن الیون کے واقعے کے بعد یہ بات میرے سامنے واضح ہو چکی ہے کہ اگر بالفرض ہم تصادم کی اس پیشگوئی کو ایک حقیقت تسلیم نہ کریں تاہم اتنی بات واضح ہے کہ تصادم کا باعث بننے والے عوامل دونوں طرف کسی بھی وقت محاذ آرائی اور تصادم کا باعث بن سکتے ہیں۔ میری رائے میں مستقبل میں مکالمہ مختلف تہذیبوں کے درمیان جغرافیائی اور سیاسی سرحدوں کی سطح پر مغرب اور ”اسلام“ کے درمیان ہونے کی بجائے بالعکس یورپی اور امریکی معاشروں کے اندر ہو گا۔ اس صورتحال میں پھر یورپی مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں کہ مکالمہ ایک کھلی فضا میں ہو اور مکالمے کا انعقاد سنجیدگی سے ہو تاکہ لوگ اس میں دلچسپی لیں اور آپس میں اس سے متعلق تبادلہ خیال کریں۔ یوں مسلمان تصادم سے بچنے اور غیر جانبدار مکالمے اور مصالحت کی طرف بڑھنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

مگر ایک یورپی مسلمان کیلئے یورپ میں اپنا مستقبل بنانے کیلئے اس طریقہ کار کو اختیار کرنا آسان نہیں ہو گا۔ تعصب، نسل پرستی اور اسلام اور مسلمانوں سے نفرت یورپی معاشرے کے تلخ حقائق کے واضح اثرات ہیں۔ مسلمانوں کو اس مغالطے کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ جیسے ہی وہ یورپی معاشرے کا حصہ بن کر وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کریں گے تو یہ اثرات باآسانی ختم ہو جائیں گے بلکہ ایک معتد بہ مدت کیلئے انہیں یورپ میں سیاسی سیکورٹی کے مسائل، امتیازی رویے، منافقت اور خیانت کا الزام اور کڑی نگرانی اور کنٹرول کرنے کے عمل کا سامنا کرنا ہو گا۔ نیز دونوں طرف کے لوگوں میں بد اعتمادی اور بدگمانی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ باہمی اعتماد کی فضا قائم ہونے میں ابھی بہت وقت ہے۔ ہے۔ لیکن اس طرح کے صورتحال پر افسوس کرنے کی بجائے بہتر یہی ہو گا کہ اپنے ایمان پر قائم رہتے ہوئے بنیادی اصولوں کو بروئے کار لایا جائے، واضح تبصرہ اور مناسب تنقید کی جائے، مسلمانوں اور باقی شہریوں کے ساتھ کھلے ماحول میں بات چیت کی جائے، معاشرے کی بہتری کیلئے ان تمام انسانوں کا ساتھ دیتے ہوئے اپنا کردار ادا کریں جو کہ ایک بلا ضمیر معاشرے کو رد کرتے ہوں۔ نیز تمام تر مشکلات اور مسائل کا صبر و تحمل سے سامنا کیا جائے۔

ایک یورپی مسلمان کیلئے یورپ میں اپنا مستقبل بنانے کیلئے روحانیت پر "Spirituality" پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔ روحانیت سے مراد روحانی اور باطنی طور پر دلوں کو اللہ عزوجل کی طرف متوجہ کرنے کے لیے درکار محنت اور ایک متعین

طریقہ کار ہے۔ اس کی بدولت ہم میں استقامت کا جذبہ پیدا ہو گا جو کہ ہمیں اس قابل بنائیگا کہ ہم حاضر دماغی اور ثابت قدمی سے کام لیتے ہوئے حالات کا سامنا کریں باوجود اس کے کہ لوگ ہمارے ساتھ متعصبانہ رویہ رکھتے ہوں، ظلم و ستم کرتے ہوں اور نفرت پھیلاتے ہوں۔ نیز اس صورتحال میں ہمیں تمام لوگوں کے ساتھ پیار و محبت اور بھائی چارے کا رویہ رکھتے ہوئے انہیں اس سفر میں اپنے ساتھ شامل کر کے آگے بڑھنا ہو گا۔

سبوح سید^۱: (معروف صحافی، کالم نگار وی اینٹر)

سوال: جرمنی میں مسلمانوں کی آمد کب ہوئی؟

جرمنی میں جرمن نژاد مزدوروں کی قلت کے پیش نظر ۱۹۶۰ء کے عشرے میں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد افراد کو کپڑے پرکشش مراعات کے ساتھ جرمنی آنے کی دعوت دی گئی۔ بڑی تعداد میں ترک مسلمان اس دوران جرمنی آئے اور یہیں بس گئے۔ جرمنی میں بسنے والے مسلمانوں کی نصف سے زائد آبادی ترکوں کی ہے۔ اس وقت جرمنی میں مسلمانوں کی یہ دوسری سے تیسری نسل ہے۔ یہاں مسلمان ممالک میں فقہی تنوع دیکھا جاسکتا ہے اور آپ کو سنی، علوی، صوفی اور شیعہ ملیں گے۔ جرمنی میں بسنے والے مسلمان ثقافتی طور پر تو مسلمان ہیں لیکن ایک سروے کے مطابق کم از کم میں فیصد مسلمان اسلامی عبادات اور رسومات پر عمل نہیں کرتے۔

سوال: جرمنی میں پہلی مسجد کب تعمیر ہوئی؟

مسلمانوں کی اکثریت برلن، کولون، فرینکفرٹ، سٹنگارٹ، ڈارمشتاٹ، لینن، ڈیوسبرگ، میونخ، ہیمبرگ، نیورمبرگ اور گمپینگن (GOPPINGEN) کے صنعتی علاقوں کے ارد گرد آباد ہے۔ اس کے برعکس صرف چند مسلمان خاندان سابق مشرقی جرمنی کے علاقے میں رہتے ہیں۔ جرمنی میں مسلمانوں کے تقریباً ۲۶ سو اسلامی مراکز ہیں جن میں ڈیڑھ سو سے زائد بڑی مساجد ہیں جن پر مینار اور گنبد بھی بنائے گئے ہیں۔ جرمنی میں پہلی مسجد براندنبورگ میں پہلی عالمی جنگ کے قیدیوں کے لیے ۱۹۱۵ء میں تعمیر کی گئی۔ جرمنی کے دارالحکومت برلن میں ۱۹۲۵ء میں مسجد تعمیر کی گئی۔

سوال: جرمنوں کو مسلمانوں سے کیا شکایات ہیں؟

میرے ایک قریبی دوست ڈاکٹر اسد علی صافی کا تعلق پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع مردان سے ہے۔ انہوں نے میونخ کی ٹیکنیکل یونیورسٹی سے مصنوعی ذہانت میں ڈاکٹریٹ کیا۔ وہ آج کل امریکن یونیورسٹی شارجہ میں پڑھارہے

^۱ سبوح سید گذشتہ دس برسوں سے جیو ٹیلی ویژن سے منسلک ہیں۔ اس کے علاوہ آپ دی نیوز انٹرنیشنل اور روزنامہ جنگ کے لیے خصوصی رپورٹس اور کالم لکھتے رہتے ہیں۔ اردو پوائنٹ پر آپ کے کالم ”آیات بنات“ کے عنوان سے مستقل شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی عالمی اخبارات اور جرائد میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مذہب، ثقافت، سیاست اور سیاحت کے موضوعات علاوہ دہشت گردی اور مذہبی جماعتیں آپ کی دلچسپی کے خصوصی میدان ہیں۔ آپ نے پشاور یونیورسٹی سے صحافت، بین الاقوامی تعلقات، اسلامیات اور عربی میں ماسٹر کیا۔ ۲۰۰۴ میں شیخ زید اسلامک یونیورسٹی جامعہ پشاور سے بی اے آئز کیا۔ آپ شیخ زید اسلامک سنٹر کے مجلے ”ایکنا“ کے تین سال تک جبکہ جامعہ پشاور کے مجلے ”مشعل“ کے مدیر بھی رہے۔ پشاور یونیورسٹی کے شعبہ صحافت میں قائم کیپس ریڈیو کی ٹیم کے بنیادی رکن رہے۔ ریڈیو پاکستان پشاور سے یونیورسٹی میگزین پروگرام بھی کرتے رہے۔ اس وقت بھی ریڈیو پاکستان کے نیوز اینڈ کنٹ افیئر چینل سے منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ کو صبح نو بجے پروگرام نیاں میں حالات اور واقعات پر اپنا تجزیہ اور تبصرہ پیش کرتے ہیں۔ آپ نے صحافتی حوالے سے لیبیا، مصر، سعودی عرب، دبئی، اریٹریا، جنوبی، جرمنی، بلجیم کے سفر کیے اور کئی شخصیات سے انٹرویوز بھی کیے۔ اس کے علاوہ گذشتہ بارہ برسوں سے پاکستانی صحافت میں بھرپور متحرک ہیں۔

ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دوران طالب علمی انہیں بحیثیت مسلمان کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ لوگوں کی اکثریت کو اسلام کے بارے میں کوئی معلومات ہی نہیں اور نہ ہی وہ اس میں کوئی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر کبھی اسلام پر بات ہو بھی جائے تو جرموں کی طرف سے وہی باتیں کی جاتی ہیں جو عموماً میڈیا پر نشر کی جاتی ہیں۔ عورتوں کے حقوق تعلیم کی مخالفت، اقلیتوں کے ساتھ زیادتی، دہشت گردی جیسے موضوعات پر بہت زیادہ سوالات کئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اسد کہتے ہیں کہ دنیا میں کہیں بھی خود کش دھماکا ہوتا تو ہر مسلمان کو ہفتہ اسلام کی صفائیاں دینے میں لگ جاتا۔ اسد کے بقول یونیورسٹی کے کچھ مسلمان طلبہ نے یونیورسٹی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ انہیں اپنی عبادت کے لیے مسجد کی ضرورت ہے۔ جس پر انہیں یونیورسٹی میں موجود چرچ کی عمارت دے دی گئی۔ اس چرچ کے بارے میں پتا چلا کہ مسیحی طلبہ نے بھی یونیورسٹی سے تقاضا کر کے یہ چرچ بنوایا تھا تاہم اس چرچ میں عبادت کے لیے کوئی نہیں جاتا تھا۔ مسلمان طلبہ نے مسجد تو بنوالی تاہم وہ بھی اسے جاری نہیں رکھ سکے کیونکہ کلاسز کے اوقات اور تعلیمی دورانیے کی وجہ سے وہ نماز کے اوقات کی پابندی نہیں کر سکتے تھے۔ جرمنی میں پاکستانیوں، افغانیوں، مصریوں، سعودیوں، ایرانیوں اور ترکیوں کی اپنی اپنی مساجد ہیں۔ زیادہ لوگ اپنی ملکی شناخت والی مسجد میں ہی نماز پڑھتے ہیں۔ فرقہ وارانہ شناختوں پر بھی گہرا اصرار دکھائی دیتا ہے۔ میونخ میں پاکستانیوں نے ایک ہی گلی میں دیوبندی، بریلوی مسلک کے نام سے دو الگ الگ مساجد بنائی ہیں۔ یونیورسٹی میں ماہ رمضان میں روزے کی وجہ سے مسلمان طلبہ کو خاص رعایت دی جاتی تھی، یونیورسٹی کے طلبہ بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے اور مسلمان طلبہ کے سامنے کھانا پینا نہیں کرتے تھے۔ کرسمس اور ایسٹر کے ایام پر جب بھی انہوں نے صبح اپنا کمر اکھولا، تحفے اور تحائف ان کا انتظار کر رہے ہوتے تھے۔ جرموں کو مسلمانوں سے کچھ سنجیدہ نوعیت کی شکایات ہیں۔ جرمن کہتے ہیں کہ ان کے ملک میں کئی قوموں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد بستے ہیں۔ تمام لوگ آپس میں گھل مل کر رہتے ہیں تاہم مسلمان کسی سے گھلتے ملتے نہیں، ہمارے بلانے پر وہ ہماری تقریبات میں شریک ہو جاتے ہیں لیکن اپنی تقریبات میں ہمیں نہیں بلاتے۔ اپنی دکانوں سے خریداری کرتے ہیں اور اپنی ہی کیمونٹی میں کھوئے رہتے ہیں۔ وہ جرمنی کی تنوع پسند ثقافت کا حصہ بننے کے بجائے اپنی مذہبی شناخت پر بہت زیادہ اصرار کرتے ہیں۔ شادیاں بھی آپس میں ہی کرتے ہیں۔ جرموں کو یہ بھی شکایت ہے کہ یورپی ممالک میں مسلمانوں کی آبادیاں بڑھ رہی ہیں اور انہیں خوف ہے کہ مسلمان کہیں یورپی معاشرت کو اقلیت میں نہ بدل دیں۔

سوال: کیا کبھی پاکستان کے جید علماء و محققین کے وفد نے جرمنی کا سرکاری سطح کا دورہ کیا؟

جی ہاں بالکل، پاکستانی پارلیمان کو اسلامی امور پر مشاورت فراہم کرنے والے آئینی ادارے اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئر مین پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود، معروف کالم نگار اور دانشور خورشید احمد ندیم، پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز کے

ڈائریکٹر محمد عامر رانا اور جامعہ نعیمیہ لاہور کے مہتمم ڈاکٹر علامہ راغب نعیمی نے گزشتہ دو برس قبل جرمنی کا پانچ روزہ دورہ کیا جس میں انہوں نے پاکستانی کمیونٹیز کے علاوہ مختلف ممالک کی مسلم کمیونٹیز کے لوگوں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ ڈاکٹر خالد محمد مسعود کہتے ہیں کہ جرمنی میں اسلامی علوم اور افکار پر بھی سنجیدہ تحقیقات ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کے مطابق یہ بات ہمیں جاننا ضروری ہے کہ جن موضوعات پر وہاں کام ہو رہا ہے، ان ایشوز پر ہماری جامعات میں ذہن ہی تیار نہیں ہوئے۔ خورشید ندیم نے بتایا کہ جرمنی میں اسلامی موضوعات پر تحقیق کے لیے بھی وسیع لٹریچر موجود ہے اور وہاں کی لائبریریاں تحقیق کرنے والوں کے لیے بہترین مراکز ہیں۔ محمد عامر رانا کہتے ہیں کہ مسلمان کمیونٹی نے خود کو ایک طرح سے بند کر رکھا ہے اور وہ شاید اس خوف کا شکار ہیں کہ گھلنے ملنے سے ان کے عقائد اور کلچر پر برے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ علامہ راغب نعیمی کا کہنا تھا کہ جرمنی میں مسلم معاشرے کو جس طرح کے مسائل کا سامنا ہے، ضرورت اس امر کی ہے ہمارے علماء قرآن و سنت کی روشنی میں انہیں ان مسائل کا حل نکالنے میں مدد فراہم کریں۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو درپیش سماجی، سیاسی، ثقافتی اور مذہبی مسائل کو زیر بحث لائیں تاکہ گفتگو کا آغاز ہو سکے۔

سوال: جرمنی میں مسلمانوں کے زیر انتظام پہلا قبرستان کب بنا؟

جرمنی میں کچھ عرصہ پہلے تک مسلمانوں کے لیے ایسا قبرستان نہیں تھا جس کا انتظام وہ خود کرتے ہوں، تاہم اب جرمن صوبے نار تھ رائن ویسٹ فیلیا میں تدفین کے ایک نئے قانون کے بعد شہر ڈوپرٹال میں ایسا پہلا قبرستان مختص کر دیا گیا ہے۔ اس معاملے میں مسلمان ایک چیز سے گھبراتے ہیں کیونکہ اسلام کے مطابق آخری آرام گاہ ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے اس کے برعکس جرمن قبرستانوں میں قبر کی جگہ صرف پچیس سال تک کے لیے ہوتی ہے۔

بعد میں لواحقین کو اس مدت میں توسیع کروانا پڑتی ہے۔ مسلمانوں کے اپنے زیر انتظام قبرستان میں آخری آرام گاہ واقعی ہمیشہ کے لیے ہوگی تاہم اس پر عام قبرستانوں کے مقابلے میں لاگت بھی زیادہ آئے گی جسے پورا کرنے کے لیے چندہ کیا جائے گا۔ ڈوپرٹال میں پہلا مسلم قبرستان اسی جگہ بنایا جائے گا، جہاں پہلے یہودیوں اور مسیحیوں کے بھی قبرستان ہیں۔ تینوں قبرستانوں میں داخلے کا ایک ہی دروازہ ہے، جس سے گزر کر تین بڑے عالمی مذاہب کے ماننے والوں کی آخری آرام گاہوں تک جایا جاسکتا ہے۔

سوال: جرمن معاشرے میں مسلم اقلیت کو مذہبی حقوق کس حد تک میسر ہیں؟

امتیاز احمد جرمن نشریاتی ادارے ڈی ڈبلیو کے اردو شعبے سے وابستہ ہیں۔ انکے مطابق جرمنی میں قانون سب کے لیے برابر ہے چاہے اس کا تعلق کسی مذہب یا کسی قوم سے بھی ہو۔ جتنے کسی جرمن کے حقوق ہیں، اتنے ہی کسی غیر جرمن کے حقوق

بھی ہیں۔ امتیاز کے مطابق جرمنی میں مسلمانوں کے تقریباً تمام فرقے موجود ہیں تاہم ان میں اس طرح کی تقسیم، فرقہ وارانہ رجحانات یا نفرت موجود نہیں جو اکثر پاکستان میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہاں مختلف مسالک کے لوگ ایک ہی مسجد میں نماز پڑھ لیتے ہیں جبکہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ دوسرے مکتب کے لوگوں کو ایک دوسرے ہاں دعوت دیتے ہیں اور ان سے بیانات بھی کرواتے ہیں جس سے مسلمانوں کے درمیان ہم آہنگی اور رواداری میں اضافہ ہوتا ہے۔ لوگ ایک ہی مسجد میں اپنے اپنے طریقے کے مطابق عبادت کر لیتے ہیں اور باہمی تعلقات بھی قائم رکھتے ہیں۔ مسلمان کشادہ دل ہیں اور پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے باشعور بھی ہیں۔ مسلمانوں کی معاشی حالت اچھی ہے۔ اچھا کھاتے ہیں اور اچھا کھاتے ہیں۔ جس کے پاس تعلیم ہے وہ بغیر کسی تردد کے اچھی ملازمت حاصل کر سکتا ہے۔ جرمن معاشرے میں مذہبی حقوق کی بحث ابھی شروع ہوئی ہے جس کے بعد مسلمانوں سمیت مختلف معاشرتوں سے تعلق رکھنے والوں کو مذہبی حقوق بھی ملنا شروع ہو گئے ہیں۔ تین برس پہلے عیدین پر مسلمانوں کو چھٹی کا کوئی تصور نہیں تھا تاہم اب عید کے موقع پر مسلمانوں کو چھٹی ملتی ہے۔ جرمن اسکولوں میں مذہبی نصاب پڑھایا جاتا ہے تاہم مسلمان بچوں کو استثنیٰ حاصل ہے۔ وہ مذہبی تعلیم اپنے گھروں، مساجد یا آن لائن نظام کے تحت ہی حاصل کرتے ہیں۔

سوال: جرمنی میں اسلامونوبیا کس حد تک پایا جاتا ہے؟

شامی مہاجرین کی یورپ میں آمد اور یورپی ممالک میں دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہوئی ہے۔ دائیں بازو کی جماعتوں نے مسلمانوں اور حکومت کی مہاجرت پالیسی کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے تاہم دوسری جانب مسلمانوں کی حمایت میں کئے گئے مظاہرے، مخالفت میں کئے گئے مظاہروں سے زیادہ بڑے تھے جن میں جرمنوں نے مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کیا۔ امتیاز کے مطابق ایک سال کے دوران مسلمانوں پر مختلف اقسام کے ایک ہزار سے زائد حملے کئے گئے۔ ان کے مطابق انفرادی سطح پر ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں جن میں داڑھی والے مسلمان یا اسکارف والی عورت کو گھر کر ایہ پر دینے سے انکار کیا گیا ہے۔ تاہم اس قسم کے واقعات بہت کم اور معمولی نوعیت کے ہیں۔ دو سال پہلے ایک استانی کو اسکارف پہننے کی وجہ سے اسکول سے نکال دیا گیا تھا تاہم عدالت کے حکم پر اسے اسکارف پہننے کے حق کے ساتھ بحال کر دیا گیا۔ اکثر مسلمان اپنی روایات کو کسی صورت ترک کرنے یا ان میں نرمی برتنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ امتیاز کے مطابق کئی ایسی خبریں ملی ہیں جن کے مطابق اسکارف کرنے والی خواتین کو انفرادی سطح پر ملازمت سے انکار کر دیا گیا۔ اسی طرح بارہ برس سے کم عمر لڑکیوں کو اسکارف نہ پہننے کا کہا جا رہا ہے کیونکہ وہ ایسا کرنے کی وجہ سے سب سے الگ تھلگ دکھائی دیتی ہیں اور بعض اوقات امتیازی سلوک کا شکار بھی بنتی ہیں۔ مہاجرت کے بحر ان کے نتیجے میں دس لاکھ سے زائد مہاجرین اور

تارکین وطن جرمنی پہنچ چکے ہیں، جن میں زیادہ تر تعداد مسلمانوں کی ہے۔ جرمنی نے مزید دس ہزار مہاجرین کو قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ مہاجرین میں اکثریت شام کے لوگوں کی ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کی آمد کی وجہ سے جرمنی میں اسلامو فوبیا بڑھ رہی ہے۔ مسلمانوں کی آمد کے خلاف احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے اور ان پر حملے بھی کئے گئے۔

سوال: جرمنی میں اسلامو فوبیا بڑھنے کی وجوہات کیا ہیں؟

خبر رساں ادارے روئٹرز نے اپنے ایک تازہ سروے میں کہا ہے کہ مہاجرین کے جرمنی پہنچنے کی وجہ سے مقامی لوگوں میں "اسلامو فوبیا" بڑھتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس مطالعاتی جائزے میں مجموعی طور پر دو ہزار چار سو میں افراد سے رائے لی گئی، جن میں سے ہر دوسرے فرد نے محسوس کیا کہ جرمنی میں غیر ملکیوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ سن ۲۰۰۹ء میں کرائے گئے ایسے ہی جائزے کے مقابلے میں اس تازہ جائزے میں اسلامو فوبیا کے شکار افراد کی تعداد میں ۳۰.۲ فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ سن ۲۰۱۴ء کے ایسے ہی ایک سروے کے مقابلے میں اس تعداد میں ۴۳ فیصد کا اضافہ نوٹ کیا گیا ہے۔ ایسے افراد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے، جن کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کا جرمنی میں داخلہ ہی بند کر دینا چاہیے۔ اس مطالعاتی جائزے کو لائپزگ یونیورسٹی نے دیگر متعدد اداروں کے ساتھ مل کر کروایا ہے۔ مسلمان مہاجرین کی بڑی تعداد کے جرمنی آنے کے باعث مہاجرت مخالف سیاسی پارٹی AfD کی عوامی حمایت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اسلام مخالف یہ پارٹی جرمنی میں میناروں والی مساجد کی تعمیر کے خلاف ہے جبکہ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ برقع پر پابندی عائد کر دینی چاہیے۔ اس پارٹی کا کہنا ہے کہ مذہب اسلام جرمن آئین سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ اسی تناظر میں جرمنی میں نہ صرف اسلام دشمنی بلکہ مہاجرین کے شیلٹر ہاؤسز پر حملوں میں بھی اضافہ نوٹ کیا جا رہا ہے۔

سوال: کیا جرمنی میں مسلمانوں پر حملوں اور تشدد کے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں؟

گزشتہ برس اس یورپی ملک میں مسلمان مردوں، خواتین اور مساجد پر قریب ایک ہزار حملے کیے گئے۔ ماہرین کے مطابق اصل تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جرمن حکومت کی طرف سے جاری کردہ ان اعداد و شمار کے مطابق ان حملوں میں ملوث تقریباً سبھی ملزمان کا تعلق دائیں بازو کے انتہا پسندوں سے تھا۔ ان حملوں میں مسلمانوں کو لکھے گئے دھمکی آمیز خطوط، اسکارف پہننے والی مسلم خواتین یا پھر عوامی مقامات پر مسلمان مردوں کے خلاف کے جانے والے نفرت انگیز جملے بھی شامل ہیں۔ مشرقی جرمن شہر ڈریسڈن کے علاقے میں واقع ایک مسجد پر دائیں بازو کے ایک ۳۱ سالہ نوجوان نے ٹائمر سے ہم دھماکا کیا۔ ملزم نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اس حملے کے ساتھ وہ ایک مثال قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس بم حملے میں کوئی شخص اس وجہ سے ہلاک یا زخمی نہیں ہوا

کیونکہ اس وقت مسجد بند تھی۔ گزشتہ برس کیے گئے ان حملوں کے نتیجے میں کم از کم تینتیس افراد زخمی بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ ساٹھ فیصد واقعات میں مساجد یا پھر دیگر اسلامی اداروں کی عمارات پر نازی سوچ کے مظہر نشانات بنائے گئے، گالیاں لکھی گئیں اور کئی مرتبہ تو ایسا خنزیر کے خون سے کیا گیا۔ جرمن حکومت کی طرف سے یہ اعداد و شمار بائیں بازو کی جماعت "دی لنکے" کی طرف سے پارلیمان میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں پیش کیے گئے۔ جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والے حملوں کے اعداد و شمار جمع کرنے کا سلسلہ گزشتہ برس شروع کیا گیا تھا اور اسی وجہ سے ان کا ماضی کے کسی سال سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ "دی لنکے" نامی سیاسی جماعت سے وابستہ جرمنی کے داخلی سیاسی امور کی ماہر خاتون سیاستدان اولا جیلکے کا کہنا تھا، "اسلام دشمن اب گلیوں سے نکل کر پارلیمان تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ پارلیمانی اسٹیج کو استعمال کرتے ہوئے جرمنی میں مسلمانوں کی زندگی کے خلاف سماجی ماحول کو زہریلا بنا رہے ہیں۔"

سوال: جرمنی کی مسلم اقلیت کا جرمن حکومت سے بڑا مطالبہ کیا ہے؟

جرمنی میں مسلمانوں کی مرکزی مسلم کونسل کے سربراہ ماز بیک نے جرمن حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے مطالبہ کیا ہے "ہولوکاسٹ کی طرح اسلاموفوبیا پر مبنی جرائم کو بھی الگ سے درج کیا جائے"۔ انتہا پسندی کے خاتمے کے بارے میں بات کرتے ہوئے ماز بیک نے کہا کہ اس ضمن میں مسجدوں، اسکولوں، خاندانوں اور کھیلوں کی تنظیموں کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ جرمن مسلمانوں کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ جرمنی کی مسجدوں میں ایسے اماموں کو تعینات کیا جائے جو جرمن معاشرے ہی میں پلے بڑھے ہوں۔ ان کا کہنا ہے کہ باہر سے آئے ہوئے امام مقامی کلچر اور روایات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ ترک نژاد جرمن شہری چیم از دی میر جرمنی کی سیاسی جماعت گرین پارٹی کے سربراہ بھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جرمنی میں بہت ہی کم ایسے مذہبی لوگ ہیں جو نوجوانوں کو دہشت گردی اور انتہا پسندی سے بچانے کے لیے مکالمہ کرتے ہیں۔ از دی میر کا کہنا تھا، "زیادہ تر امام دوسرے ملکوں سے مثلاً، مصر، ترکی اور دیگر عرب ممالک سے آتے ہیں، جو اچھے طریقے سے جرمن زبان بھی نہیں بول سکتے ہیں۔ پھر وہ مذہب کی تشریح بھی اپنے پس منظر کے مطابق کرتے ہیں۔"

عبدالرشید صدیقی^۱: (محقق، اسلامک فاؤنڈیشن، لسٹر، برطانیہ)

سوال: مغربی یورپ میں مسلمانوں کی آبادی کتنی ہے اور ان کو کن مسائل کا سامنا ہے؟

مخاطب اندازوں کے مطابق اس وقت مغربی یورپ میں مسلمانوں کی آبادی ۲۰ ملین (دو کروڑ) ہے۔ اس وقت یورپ میں مسیحیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد یورپ کے مذہبی، سماجی اور سیاسی منظر کا ایک حصہ ہے لیکن بیش تر مغربی ممالک میں ان کی بڑی تعداد کی حیثیت گذشتہ ۶۰ سال میں آنے والے تارکین وطن کی ہے، اس لیے انہیں زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یورپ میں اسلام کے بارے میں بڑی حد تک لاعلمی پائی جاتی ہے۔ یورپ کے اکثر باشندوں کو دیگر مذاہب کے بارے میں سرسری علم ہے لیکن اس کے باوجود وہ نہ صرف اسلام کے بارے میں اپنی رائے دینے سے احتراز نہیں کرتے بلکہ پوری تحدی سے منفی، حتیٰ کہ جارحانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ میڈیا نے اسلام کے خلاف ایک محاذ کھول رکھا ہے اور اس منفی پروپیگنڈے کے زیر اثر وہ اسلام کو "بنیاد پرستی"، "انتہا پسندی" یا اب "دہشت گردی" کے ہم معنی سمجھنے لگے ہیں۔ ان میں چند ہی افراد نے اسلام کا معروضی یا بھرپور مطالعہ کیا ہے۔ ان کے ماخذ معتبر نہیں ہیں۔ اکثریت کا اسلام کے بارے میں رائے کا دار و مدار متعصب مبلغوں، سیاست دانوں، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے پروگراموں پر ہے یا پھر ان کی رائے متعصب، تنگ نظر مطبوعات سے متاثر ہوتی ہے۔ اسلام کے بارے میں کچھ تاخذ یقیناً قابل اعتبار ہیں لیکن ان کا استعمال ہی نہیں کیا جاتا ہے۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ مستند معلومات فراہم کی جائیں اور اس پر گفت و شنید ہو۔ قابل اعتماد معلومات کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں۔

سوال: یورپ میں مقیم مسلمانوں کو کن بنیادی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

یورپ میں مسلمانوں کو متعدد مسائل کا سامنا ہے اور ان کے حل کے لیے منظم کوششوں اور واضح لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم اپنے ہدف حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ امریکا میں ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے افسوس ناک واقعے کے بعد دہشت گردی کے جو دیگر واقعات کے جولائی ۲۰۰۵ء کو لندن میں اور پھر

1 عبدالرشید صدیقی: مقالہ نگار اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر، برطانیہ میں محقق ہیں۔ تقریباً بیس کتب کے مصنف ہیں اور کئی علمی اور رفاہی اداروں سے وابستہ ہیں۔ یو کے اسلامک مشن کے نائب صدر اور جہل بکری ٹری ہونے کے علاوہ وہ مشن کی متعدد دیگر ذمہ داریاں بھی نبھاتے رہے۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی بھی ہیں، اسی ادارے کے تحت انکی کتب بھی شائع ہوتی رہیں، یہ کتب قرآنی تعلیمات، تزکیہ اور تربیت پر مبنی تھیں۔ انہوں نے جمعے کے خطبات بھی مرتب کیے۔ علامہ اقبال کے پیغام کو انگریزی دان طبقے تک پہنچانے کیلئے بھی انہوں نے کتب لکھیں، چند کتب ابھی زیر طبع ہیں۔ عبدالرشید صدیقی کے کئی علمی مضامین اسلامی رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے نوجوانوں کے کئی تربیتی پروگرام تشکیل دیئے۔ کئی برس تک لیسٹر یونیورسٹی میں لائبریریئن بھی رہے۔

میڈرڈ، اسپین اور دیگر مقامات پر رونما ہوئے، ان کے باعث یورپ میں مقیم مسلمانوں کے تحفظ اور مسلمانوں کے متعلق خدشات اور مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے غیر مسلم پڑوسیوں کے دل و دماغ میں بے اعتمادی اور مخالفت پیدا کرنے والے متعدد دیگر واقعات بھی رونما ہوئے ہیں۔ اس کا ثبوت You Gov جائزے کے یہ اعداد و شمار ہیں جو انگلستان میں رائے عامہ کے آئینہ دار ہیں: ۵۸ فی صد افراد کے مطابق اسلام کا تعلق انتہا پسندی سے ہے، ۵۰ فی صد افراد کے مطابق اسلام کا تعلق دہشت گردی سے ہے، صرف ۱۳ فی صد افراد کی رائے میں اسلام کا تعلق امن سے ہے، صرف ۲ فی صد افراد کی رائے میں اسلام کا تعلق انصاف سے ہے۔ ۲۹ فی صد افراد کی رائے میں اسلام عورتوں پر ظلم کرنے کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ انگلستان کی مذکورہ بالا صورت حال کم و بیش دیگر یورپی ممالک کی بھی عکاس ہے۔ اس کے پیش نظر ہمیں اسلاموفوبیا (اسلام کے خلاف نفرت)، میڈیا میں اسلام کے منفی تصور اور اسلام کو انتہا پسندی اور عورتوں پر ظلم سے غلط طور پر منسلک کرنے جیسے مسائل پر توجہ کرنی چاہیے۔

پورے یورپ میں دائیں بازو کے انتہا پسند گروہوں کا آج کل عروج ہے۔ اسلام کے خلاف ان کی دشمنی کوئی راز نہیں۔ اس کا اظہار ڈنمارک میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت، ہالینڈ میں قرآن مجید کے خلاف فلم کی تیاری اور انگلستان کے متعدد شہروں میں انگلش ڈیفنس لیگ کے جلوسوں سے ہوتا ہے۔ غرضیکہ یورپ کے مسلمان نسل پرستی، تعصب اور زندگی کے تمام شعبوں میں نا انصافی کا شکار ہیں۔ یہ مسائل تعلیمی اداروں، ملازمتوں، محلوں اور بستیوں، غرض ہر جگہ موجود ہیں۔

سوال: یورپ میں مسلمانوں کو ملازمتوں اور کاروبار میں کس طرح کے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
 دیگر تارکین وطن کی مانند مسلمان بھی مختلف ممالک سے یورپ آئے تھے اور ان کا مقصد ملازمت یا تعلیمی لیاقت حاصل کرنا تھا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد یورپ میں افرادی قوت کی شدید کمی تھی۔ لہذا ان یورپی ممالک نے کم تنخواہ پر مزدوروں کی آمد کا خیر مقدم کیا۔ آج چونکہ عالمی پیمانے پر کساد بازاری ہے، ملازمت سے کارکنوں کو برطرف کیا جا رہا ہے اور بے روزگاری سنگین سطح پر پہنچ چکی ہے، اس لیے ملازمت کا حصول اور مشکل ہو گیا ہے۔ مقامی آبادی میں یہ تاثر عام ہے کہ تارکین وطن (جن میں مسلمان شامل ہیں) نے ان کی ملازمتوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ آج متعدد یورپی ممالک میں غیر ملکیوں کے خلاف نفرت عام ہے۔

۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عشروں میں جب مسلمان مرد یورپ آئے تو ان کا خیال تھا کہ وہ مختصر قیام کے بعد وطن واپس چلے جائیں گے اور اس قیام کے دوران میں وہ معقول رقم پس انداز کر لیں گے تاکہ اپنے اہل خانہ کی کفالت کر سکیں۔ ان کا منصوبہ تھا کہ وہ اپنے وطن پھر جا بسیں گے، لیکن وطن واپسی کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ صرف چند افراد واپس گئے اور وہ

بھی وہاں دوبارہ نہ بس سکے بلکہ واپس آ گئے۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے سے ان تارکین وطن کے بیوی بچوں نے یورپ کا رخ کیا۔ اس کے نتیجے میں دینی تعلیم، اسلام کی ثقافتی اقدار کی منتقلی اور ترویج اور اسلامی تشخص کو محفوظ رکھنے سے متعلق مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلامی عائلی قوانین، عائلی نظام، اسلامی اسکولوں اور مدارس میں مسلم بچوں کی تعلیم، اسکولوں، ہسپتالوں اور جیلوں میں حلال کھانے کا انتظام اور مسلمانوں کی تدفین کے انتظام سے متعلق سماجی معاملات اور مسائل بھی پیدا ہوئے۔ دیگر مسائل سے بھی دوچار ہونا پڑا، مثلاً مسلم خواتین کا حجاب اور نقاب کا استعمال۔ اس سے بڑا تنازع کھڑا ہوا اور اس کے نتیجے میں فرانس میں حجاب پر پابندی لگی۔ سوئٹزر لینڈ کی حکومت نے مسجد کے لیے میناروں والی عمارت کو ممنوع قرار دیا۔ اب فرانس کی حکومت سڑکوں پر نماز کی ادائیگی کے خلاف قدم اٹھانے والی ہے، جب کہ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مسجد کے اندر اتنی جگہ نہیں ہوتی کہ تمام نمازی اس کی عمارت کے اندر نماز ادا کر سکیں۔

سوال: یورپی میڈیا اسلاموفوبیا کی ترویج میں کیا کردار ادا کر رہا ہے؟

اسلام کے بارے میں لاعلمی کے نتیجے میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جس کے باعث اسلام کا حقیقی پیغام اور اس کی اقدار یورپ کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو گئی ہیں۔ اس کا ثبوت You Gov جائزے کے یہ اعداد شمار ہیں: ۶۰ فی صد افراد نے کہا کہ وہ اسلام کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے، کے انی صد افراد نے کہا کہ وہ اسلام کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب پیدا کرنے میں بڑا ہاتھ اسلام مخالف میڈیا اور اس کی متعصبانہ رپورٹوں کا ہے۔ مذکورہ بالا جائزے سے یہ حقائق سامنے آئے: ۵۷ فی صد افراد کا اسلام سے متعلق معلومات کا ذریعہ ٹی وی ہے، ۴۱ فی صد افراد کا اسلام سے متعلق معلومات کا ذریعہ اخبارات ہیں۔ شریعت، جہاد، حجاب اور دیگر اسلامی اصطلاحات اس حد تک بدنام ہو چکی ہیں کہ ان کے استعمال سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ اسلام کی تصویر سفاکیت اور وحشیانہ پن سے عبارت ہے۔ اس شدید غلط فہمی کا سدباب کرنا اور حقیقی، مستند اسلامی تعلیمات سے بڑے پیمانے پر لوگوں کو روشناس کرانا ہمارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

ڈاکٹر قبلہ ایاز¹: (چیمبر مین اسلامی نظریاتی کونسل)

سوال: اقوام متحدہ کی جانب سے 15 مارچ یوم انسداد اسلاموفوبیا کیوں مقرر کیا گیا اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

15 مارچ، جس دن کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے لیے عالمی دن کے طور پر مقرر کیا گیا ہے، اس دن کی نسبت ایک اندوہناک واقعہ سے ہے جب 2019ء میں، ایک انتہا پسند نے نیوزی لینڈ میں دو مساجد پر دہشت گردانہ حملے میں 50 سے زائد مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا۔ کرائسٹ چرچ مسجد کے واقعے کے بعد دنیا بھر میں متعدد اسلاموفوبک حملے ہوئے ہیں۔ اس دن کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کی ضرورت کی سالانہ یاد دہانی کے طور پر منایا جائے گا۔ اسلاموفوبیا کے خلاف اقوام متحدہ کی طرف سے دن کا مختص ہونا اس ذہنیت کی طرف توجہ دلانے اور اس سے نمٹنے میں مدد کرے گا جو تمام مسلمانوں کو مشتبہ تصور کرتا ہے اور ان کے خلاف بڑے پیمانے پر تشدد کو معمول بناتا ہے۔ اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے عالمی دن کی یاد منانے سے امید ہے کہ اقوام متحدہ اپنے رکن ممالک پر زور دے گا کہ وہ اس قرارداد پر مکمل عمل درآمد کریں۔ اسلاموفوبیا کے خلاف پہلے ہی دنیا بھر کے سربراہان مملکت کی جانب سے اسلاموفوبیا کے حوالے سے اپنے تحفظات کا اظہار کیا جا رہا ہے جو کہ ایک مثبت علامت ہے۔ او آئی سی اسلام کے خلاف نفرت کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک معاہدہ یا کنونشن بھی ترتیب دے سکتی ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ممالک کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ بعد ازاں غیر مسلم ریاستوں کو اس معاہدے کی توثیق کرنے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔

سوال: اقوام متحدہ میں انسداد اسلاموفوبیا پر تاریخی قرارداد کے حوالے سے پاکستان کے کردار کو کیسے دیکھتے ہیں؟

اسلاموفوبیا (Islamophobia) اکیسویں صدی میں جدید دنیا اور بالخصوص مسلمانوں کو درپیش ایک بڑا چیلنج ہے۔ یہ بنیادی طور پر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت، تعصب، عدم مساوات اور امتیازی سلوک پر مبنی ہے۔ اگرچہ اسلاموفوبیا کی جڑیں کافی پرانی ہیں لیکن بد قسمتی سے 9/11 کے بعد بعض حلقوں کی جانب سے اسلام مخالف منفی پروپیگنڈا کیا گیا اور اسلام کو دہشتگردی کے ساتھ جوڑ کر اسلام کو انسانیت کیلئے ایک خطرہ کے طور پر پیش کیا گیا جو موجودہ صدی کا سب سے بڑا خود ساختہ نظریہ ہے۔ چنانچہ ذاتی، سیاسی و معاشی مفادات کیلئے بعض حلقوں کی جانب سے غیر مسلم عوام میں مسلم مخالف جذبات ابھارے گئے ہیں اور اسلاموفوبیا ایک بڑا چیلنج بن کر سامنے آیا ہے۔ متعدد واقعات میں اسلاموفوبیا کا شکار ہو کر لوگوں نے مسلمانوں پر

¹ ڈاکٹر قبلہ ایاز: ایڈہاک ممبر شریعت اہلیت بیچ ہیں آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق سربراہ ہیں۔ وہ ملک کی معروف علمی شخصیت اور مذہبی اسکالر ہیں۔ سیاست، مذہب، سماج اور تاریخ ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ وہ جدید مذہبی، سماجی اور سیاسی افکار و نظریات سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ ان کے کئی تحقیقی مقالہ جات معروف تحقیقی جراند میں شائع ہو چکے ہیں اور متنوع سماجی و مذہبی موضوعات پر ملک و بیرون ملک منعقدہ کانفرنسز اور سیمینارز میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ انہوں نے پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے طور پر بھی خدمات سر انجام دی ہیں۔

حملے بھی کئے ہیں اور ان سے امتیازی سلوک برتا ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے بالخصوص مغربی دنیا میں قومیت پرستی کی آڑ میں اسلاموفوبیا کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے جس نے مسلم کمیونٹی اور مغربی دنیا کے درمیان خلیج کو بڑھایا ہے۔ اسلاموفوبیا نے اس وقت خطرناک صورت اختیار کی جب مسلح واقعات رونما شروع ہوئے اور مسلمان ان کا نشانہ بننا شروع ہوئے۔ ان واقعات میں مارچ 2019ء کو نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ہونے والا سانحہ اسلاموفوبیا کی ایک اندوہناک مثال ہے۔ اس کے علاوہ بھی اسلاموفوبک دہشتگردی کے سینکڑوں واقعات ہیں جن میں زیادہ تر مسلمانوں کی عبادت گاہوں اور دیگر مذہبی مقامات کو نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

پاکستان نے ہر ممکنہ فورم پر اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت انگیزی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے مؤثر آواز بلند کی ہے۔ مکہ مکرمہ میں ہونے والی او آئی سی کانفرنس میں وزیراعظم پاکستان نے پہلی مرتبہ اسلامی دنیا کے سامنے اسلاموفوبیا اور ناموس رسالت (ﷺ) کا مسئلہ بھرپور انداز میں اٹھایا۔ اسی طرح ستمبر 2019ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 74 ویں اجلاس میں پہلی مرتبہ وزیراعظم پاکستان نے عالمی دنیا کے سامنے اسلاموفوبیا پر پاکستان کا دو ٹوک موقف پیش کیا۔ نائبین کے دارالحکومت نیامے میں او آئی سی وزرائے خارجہ کے 47 ویں اجلاس کے دوران اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان نے پوری اسلامی دنیا کو یکجا کرتے ہوئے ایک قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ اسلام اور حضور نبی کریم (ﷺ) سے مسلمانوں کی محبت و عقیدت کے بارے میں آگاہی اور شعور پھیلانے، تمام مذاہب کے درمیان پر امن بقائے باہمی اور محبت و احترام کی اقدار کے فروغ اور اسلام سے متعلق منفی و گمراہ کن اطلاعات کے پھیلاؤ کو روکنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان نے او آئی سی کے ذریعے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد پیش کی گئی ہے جسے متفقہ طور پر منظور کرتے ہوئے اقوام متحدہ نے عالمی سطح پر تحمل اور امن کا کلچر فروغ دینے کیلئے 15 مارچ کے دن کو ”عالمی یوم انسداد اسلاموفوبیا“ کا اعلان کیا ہے۔ اس قرارداد میں مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر لوگوں پر ہر قسم کے تشدد کے عمل اور عبادت گاہوں، مزاروں سمیت دیگر مذہبی مقامات پر اس طرح کے عمل کو سختی سے ناپسند کیا گیا اور ان افعال کو بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی قرار دیا گیا ہے۔ یہ قرارداد پاکستان کی اسلاموفوبیا کے خلاف سنجیدہ کاوشوں کا واضح ثبوت ہے۔ 23 اور 24 مارچ کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والے او آئی سی اجلاس کے موقع پر وزیراعظم پاکستان نے تمام اسلامی ممالک کو مبارک باد دی اور شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس قرارداد کی منظوری ایک اہم پیش رفت ہے۔ اسی اجلاس کے دوران متعدد اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ اور نمائندگان نے اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان کے کردار کو سراہا۔

اقوام متحدہ کی طرف سے اسلاموفوبیا کے خاتمے کیلئے عالمی دن مقرر کرنا قابل تحسین اقدام ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس دن کی مناسبت سے صحیح معنوں میں اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے مؤثر اقدامات بھی کرنے ہوں گے تاکہ قرارداد صحیح معنوں میں مؤثر ثابت ہو سکے۔ ہر سال 15 مارچ کو اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے اقوام متحدہ، او آئی سی اور دیگر پلیٹ فارمز پر انٹرنیشنل کانفرنسز اور تحقیقی بحث و مباحثے کے انعقاد سے اشتعال انگیزی کے خاتمے اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ اسلاموفوبیا مسلمانوں کے خلاف ایک ہولوکاسٹ کا سبب بنے، ہمیں اس پہ قابو پانا ہے اور اسلام کے حقیقی چہرہ کو دنیا کے سامنے لانا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اقوام متحدہ کی قرارداد اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرے گی۔

Islamophobia and Muslim Minorities in Europe: An Analytical Study of Causes and Effects

Questionnaire

Name: _____ Age: _____ Class: _____

Gender: _____ Institute: _____

Choose your opinion by reading the questions:

Sr. No	Question	SA	A	N	SD	D
1.	Islamophobia increased in European countries after the event of 11/9?					
2.	Islamophobia can only be solved with emotion and ignorance of reality?					
3.	Is Europe afraid of increase in the number of Muslims?					
4.	The main reason for the increase in Islamophobia is the negative role of the media?					
5.	Embassies of Islamic countries are organizing training workshops for their communities to prevent Islamophobia in Europe?					
6.	In order to deal with Islamophobia, there is a need for reforms/amendments in the curriculum of Universities and Madrasahs?					

7.	Is the media of Muslim countries playing a positive role in combating Islamophobia?					
8.	Are the Muslim minority living in Europe being given their basic human rights?					
9.	Is the Muslim minority living in Europe facing discrimination?					
10.	Celebrating 15 th March, the Anti-Islamophobia Day, will help in the fight against Islamophobia?					

Data Analysis and Presentation

1. Instrument Development:

Questionnaire was designed with closed ended questions. The purpose was to find out the opinion of students from various Universities regarding Islamophobia and Muslim Minorities in Europe. The questionnaire included 10 questions. It included Likert scale to answer the questions with close ended responses i.e. Strongly Agree, Agree, Neutral, Strongly Disagree and Disagree.

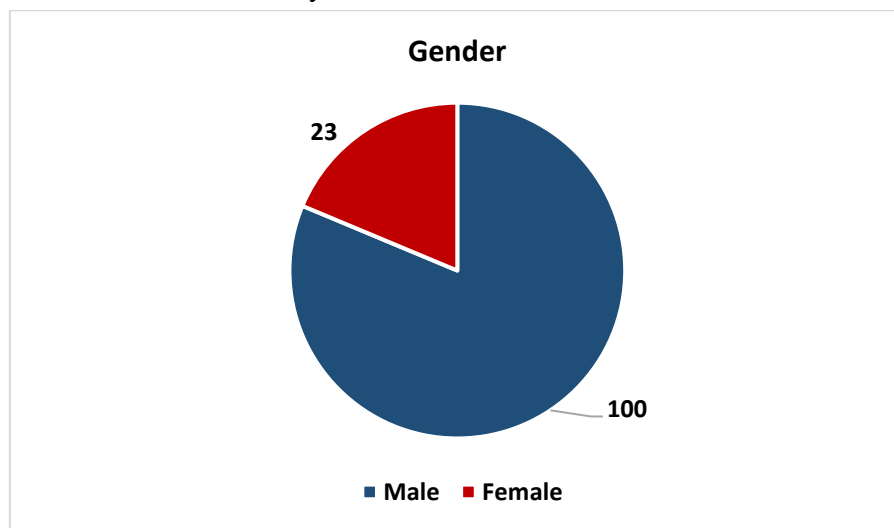
2. Sample:

For the case of this study, the proposed sample was 130 students, but the researcher was able to get data from 123 students. The selected Universities for the survey from Pakistan included UMT Lahore, University of Sahiwal, University of Okara, University of Sargodha, Riphah University of Faisalabad and Islamic University Bahawalpur from six cities. The selected cities are Lahore, Sahiwal, Okara, Sargodha, Faisalabad and Bahawalpur. From each city varied sample size was proposed that was sub-divided into males and females. The researcher has adopted purposive sampling to involve potential respondents that are most useful to the purposes of this study. The sample for the study is as follows:

Table 1: Respondents divided into Males and Females

Respondents	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Male	100	81.3	81.3	81.3
Female	23	18.7	18.7	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 1 shows the ratio of males and females included in the study. There are 100 males (81%) and 23 females (18.7%) in the study.

**Figure 1: Respondents divided into Males and Females**

The respondents selected from Universities are as follows:

Table 2: Ratio of Respondents from Institutes of Pakistan

Institute	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
UMT Lahore	20	16.3	16.3	16.3
University of Sahiwal	20	16.3	16.3	32.5
University of Okara	21	17.1	17.1	49.6
University of Sargodha	20	16.3	16.3	65.9

Riphah University of Faisalabad	20	16.3	16.3	82.1
Islamic University Bahawalpur	22	17.9	17.9	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 2 explains the ratio of respondents from institutes of Pakistan. From UMT Lahore, University of Sahiwal, University of Sargodha and Riphah University Faisalabad 20 respondents were included in the study i.e. 16.3%. From University of Okara 21 (17.1%) respondents were included whereas 22 (17.9%) respondents were taken from Islamic University Bahawalpur.

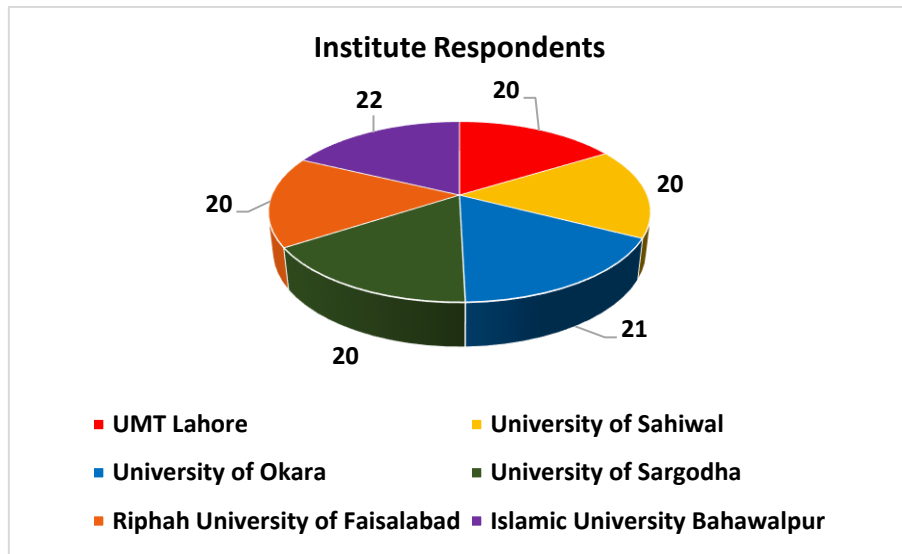


Figure 2: Ratio of Respondents from Institutes of Pakistan

The selected respondents were aged between 21 to 35 years.

Table 3: Age Range of Respondents

Age Range	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
21-25 years	14	11.4	11.4	11.4
26-30 years	65	52.8	52.8	64.2
31-35 years	44	35.8	35.8	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 3 shows the age range of respondents. 65 (52.8%) respondents were between 26 to 30 years. 44 (35.8%) respondents were between 31-35 years whereas 14 (11.4%) respondents were between 21-25 years.

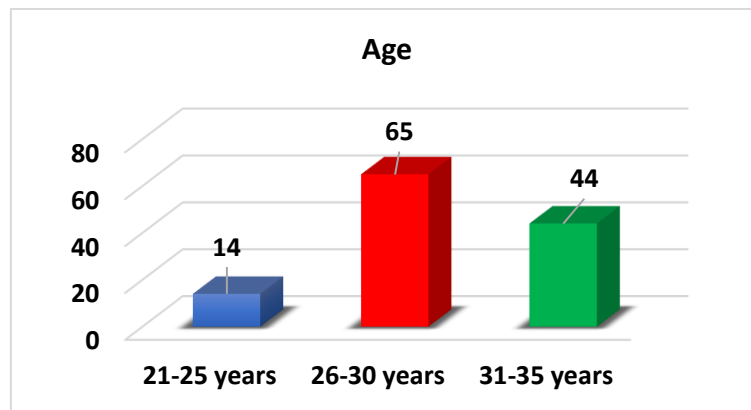


Figure 3: Age Range of Respondents

The respondents were from class of BS, MPhil and PhD Islamic Studies.

Table 4: Qualification of Respondents

Class	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
MPhil	73	59.3	59.3	59.3
PhD	47	38.2	38.2	97.6
BS	3	2.4	2.4	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 4 shows the qualification of respondents. 73 (59.3%) respondents were MPhil, 47 (38.2%) were PhD whereas 3 (2.4%) respondents were BS in Islamic Studies.

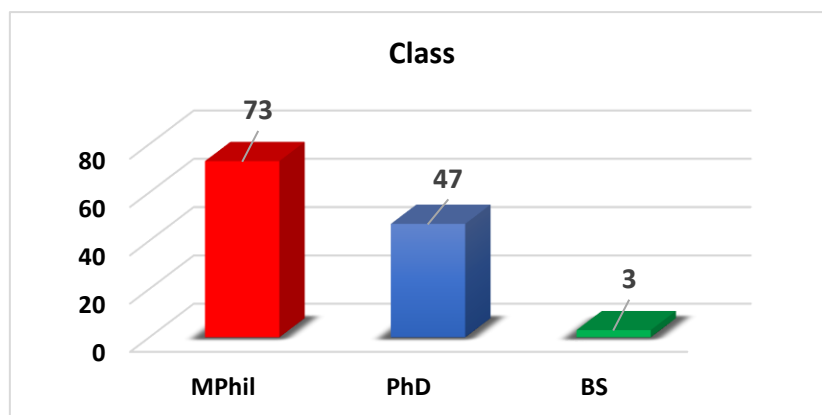


Figure 4: Qualification of Respondents

3. Questionnaire Results:

Detailed results of 10 questions with reference to Universities are as follows:

Table 5: Q1- Islamophobia increased in European countries after the event of 11/9?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	100	81.3	81.3	81.3
Agree	23	18.7	18.7	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 5 indicates the responses on question i.e. Islamophobia increased in European countries after the event of 11/9? It shows majority respondents i.e. 100 (81.32%) strongly agreed whereas 23 (18.7%) agreed to the phenomenon.

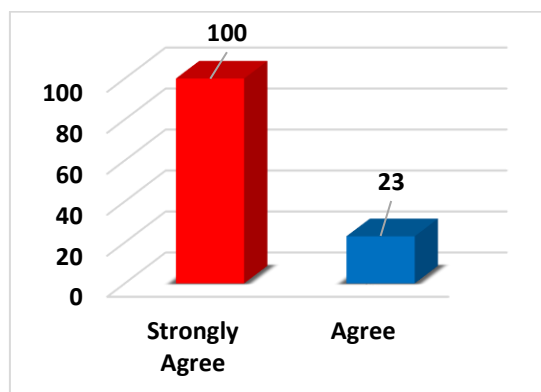


Figure 5: Q1- Islamophobia increased in European countries after the event of 11/9?

Table 6: Q2 - Islamophobia can only be solved with emotion and ignorance of reality?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	3	2.4	2.4	2.4
Agree	15	12.2	12.2	14.6
Neutral	2	1.6	1.6	16.3

Strongly Disagree	67	54.5	54.5	70.7
Disagree	36	29.3	29.3	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 6 indicates the responses on question i.e. Islamophobia can only be solved with emotion and ignorance of reality? It shows majority respondents i.e. 67 (54.5%) strongly disagreed and 36 (29.3%) respondents disagreed to the question. 15 (12.2%) agreed, 3 (2.4%) strongly agreed whereas 2 (1.6%) were neutral to the phenomenon.

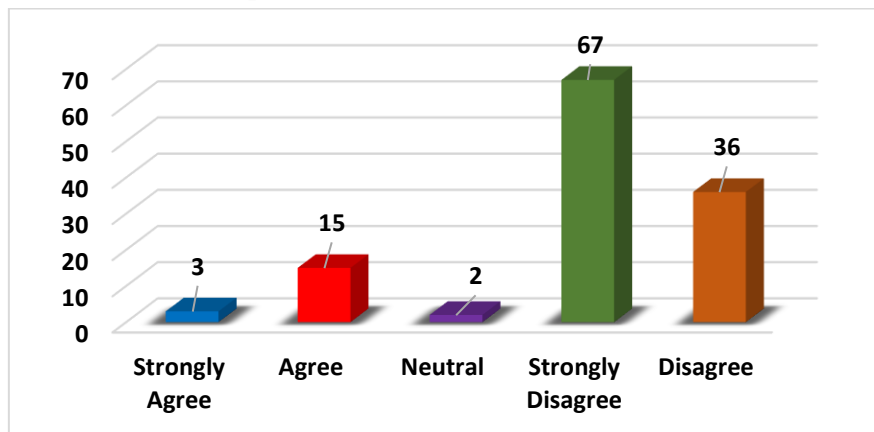


Figure 6: Q2 – Islamophobia can only be solved with emotion and ignorance of reality?

Table 7: Q3 – Is Europe afraid of increase in the number of Muslims?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	99	80.5	80.5	80.5
Agree	21	17.1	17.1	97.6
Disagree	3	2.4	2.4	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 7 shows the responses on question i.e Is Europe afraid of increase in the number of Muslims? It shows 99 (80.5%) respondents strongly agreed, 21 (17.1%) agreed whereas 3 (2.4%) were neutral. Majority agreed to the question.

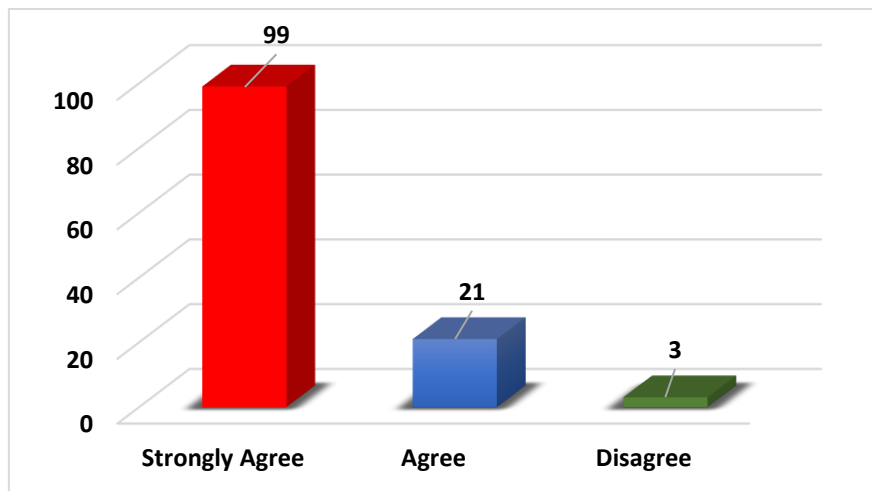


Figure 7: Q3 – Is Europe afraid of increase in the number of Muslims?

Table 8: Q4 – The main reason for the increase in Islamophobia is the negative role of the media?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	71	57.7	57.7	57.7
Agree	51	41.5	41.5	99.2
Disagree	1	.8	.8	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 8 indicates the responses on question i.e. The main reason for the increase in Islamophobia is the negative role of the media? It shows majority respondents i.e. 71 (57.7%) strongly agreed and 51 (41.5%) respondents agreed. Only 1 (0.8%) respondent disagreed.

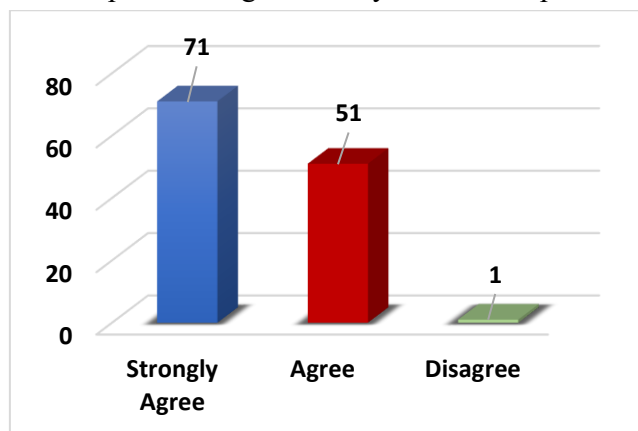


Figure 8: Q4 – The main reason for the increase in Islamophobia is the negative role of the media?

Table 9: Q5 – Embassies of Islamic countries are organizing training workshops for their communities to prevent Islamophobia in Europe?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	4	3.3	3.3	3.3
Agree	19	15.4	15.4	18.7
Neutral	15	12.2	12.2	30.9
Strongly Disagree	53	43.1	43.1	74.0
Disagree	32	26.0	26.0	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 9 indicates the responses on question i.e. Embassies of Islamic countries are organizing training workshops for their communities to prevent Islamophobia in Europe? It shows majority respondents i.e. 53 (43.1%) strongly disagreed, 32 (26%) disagreed, 19 (15.4%) agreed whereas 4 (3.3%) strongly agreed to the phenomenon. 15 respondents were neutral i.e. (12.2%).

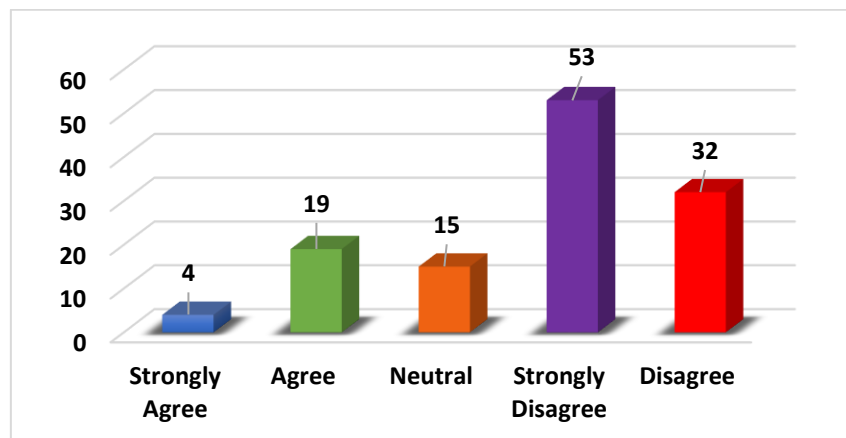


Figure 9: Q5 – Embassies of Islamic countries are organizing training workshops for their communities to prevent Islamophobia in Europe?

Table 10: Q6 – In order to deal with Islamophobia, there is a need for reforms/ amendments in the curriculum of Universities and Madrasahs?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	75	61.0	61.0	61.0
Agree	35	28.5	28.5	89.4
Neutral	3	2.4	2.4	91.9
Strongly Disagree	2	1.6	1.6	93.5
Disagree	8	6.5	6.5	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 10 indicates the responses on question i.e. In order to deal with Islamophobia, there is a need for reforms/ amendments in the curriculum of Universities and Madrasahs? It shows majority respondents i.e. 75 (61%) strongly agreed, 35 (28.5%) agreed, 8 (6.5%) disagreed, 2 (1.6%) strongly disagreed whereas 3 (2.4%) were neutral to the phenomenon.

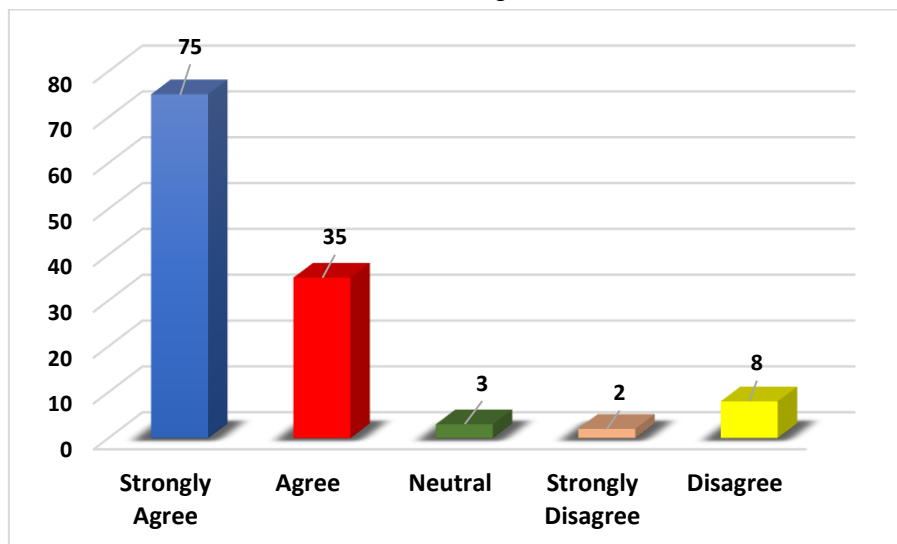


Figure 10: Q6 – In order to deal with Islamophobia, there is a need for reforms/ amendments in the curriculum of Universities and Madrasahs?

Table 11: Q7 – Is the media of Muslim countries playing a positive role in combating Islamophobia?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	15	12.2	12.2	12.2
Agree	20	16.3	16.3	28.5
Neutral	1	.8	.8	29.3
Strongly Disagree	46	37.4	37.4	66.7
Disagree	41	33.3	33.3	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 11 indicates the responses on question i.e. Is the media of Muslim countries playing a positive role in combating Islamophobia? It shows majority respondents disagreed to it. 46 (37.4%) strongly disagreed where 41 (33.3%) disagreed. 20 (16.3%) agreed whereas 15 (12.2%) strongly agreed to the phenomenon. Only 1 (0.8%) respondent was neutral.

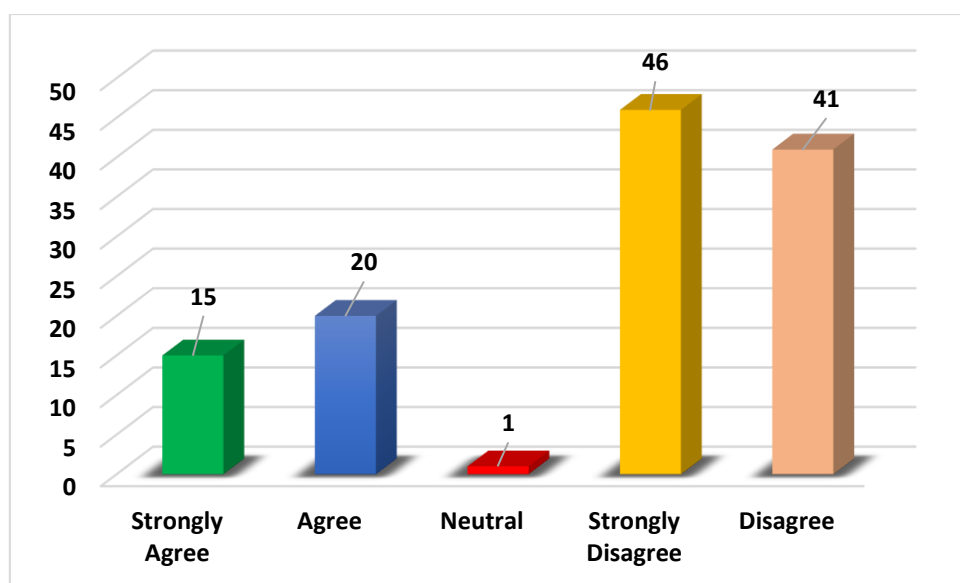


Figure 11: Q7 – Is the media of Muslim countries playing a positive role in combating

Islamophobia?

Table 12: Q8 – Are the Muslim minority living in Europe being given their basic human rights?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	52	42.3	42.3	42.3
Agree	39	31.7	31.7	74.0
Neutral	3	2.4	2.4	76.4
Strongly Disagree	9	7.3	7.3	83.7
Disagree	20	16.3	16.3	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 12 indicates the responses on question i.e. Are the Muslim minority living in Europe being given their basic human rights? It shows majority respondents agreed to it. Among agreed responses, 52 (42.3%) strongly agreed where 39 (31.7%) agreed. 20 (16.3%) disagreed whereas 9 (7.3%) strongly disagreed to the phenomenon. Only 3 (2.4%) respondent was neutral.

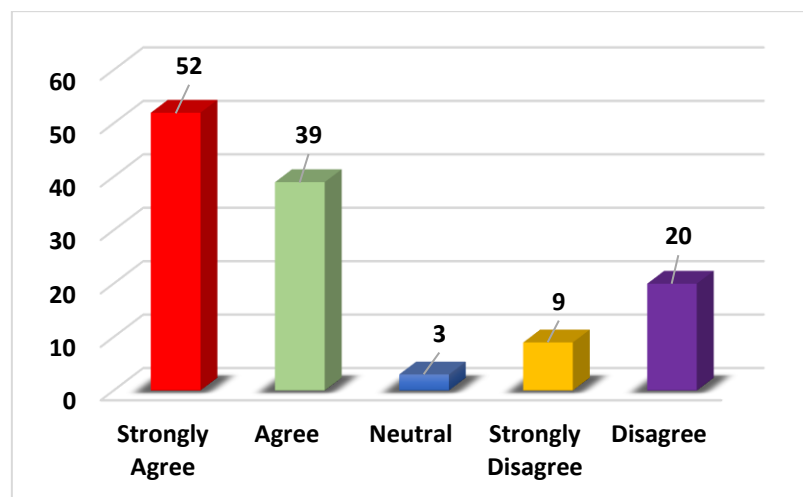


Figure 12: Q8 – Are the Muslim minority living in Europe being given their basic human rights?

Table 13: Q9 – Is the Muslim minority living in Europe facing discrimination?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	88	71.5	71.5	71.5
Agree	32	26.0	26.0	97.6
Strongly Disagree	2	1.6	1.6	99.2
Disagree	1	.8	.8	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 13 indicates the responses on question i.e. Is the Muslim minority living in Europe facing discrimination? It shows majority respondents agreed to it. Among agreed responses, 88 (71.5%) strongly agreed where 32 (26%) agreed. 2 (1.6%) strongly disagreed and only 1 (0.8%) disagreed to the phenomenon.

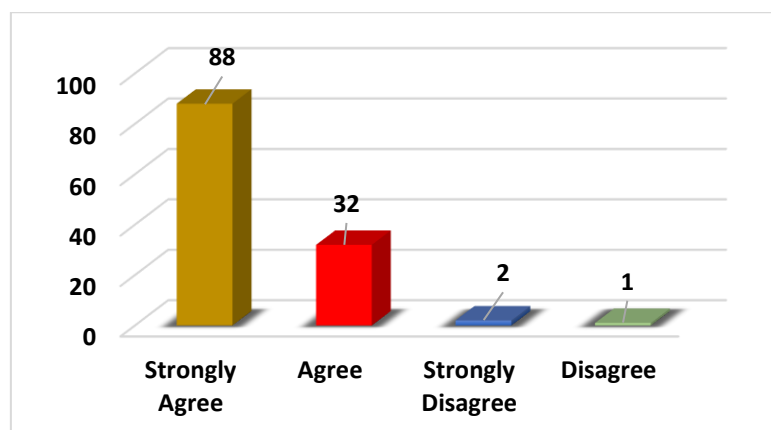
**Figure 13: Q9 – Is the Muslim minority living in Europe facing discrimination?**

Table 14: Q10 – Celebrating 15th March, the Anti-Islamophobia Day, will help in the fight against Islamophobia?

Scale	Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Strongly Agree	71	57.7	57.7	57.7
Agree	45	36.6	36.6	94.3
Neutral	2	1.6	1.6	95.9
Disagree	5	4.1	4.1	100.0
Total	123	100.0	100.0	

Table 13 shows the responses on question i.e. Celebrating 15th March, the Anti-Islamophobia Day, will help in the fight against Islamophobia? It shows majority respondents strongly agreed 71 (57.7%) and 45 (36.6%) agreed to the fact. Only 2 (1.6%) respondents were neutral whereas 5 (4.1%) respondents disagreed to the phenomenon.

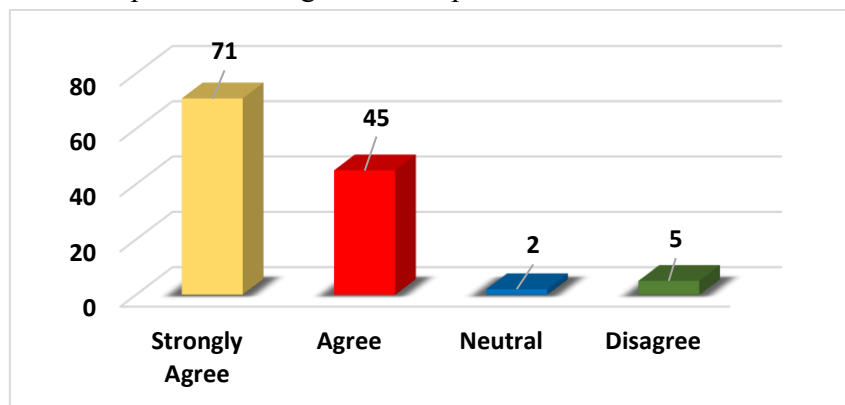


Figure 14: Q10 – Celebrating 15th March, the Anti-Islamophobia Day, will help in the fight against Islamophobia?

خلاصہ بحث

مقالہ ہذا یورپ میں اسلاموفوبیا اور مسلم اقلیتیں اسباب اور اثرات کا تجزیاتی مطالعہ مقدمہ، پانچ ابواب، خلاصہ البحث، نتائج و سفارشات پر مشتمل ہے۔ نیز مراجع و مصادر کی تفصیلات کے علاوہ کتابیات، انسائیکلو پیڈیا کی بھی ایک فہرست شامل کی گئی ہے۔ اسی طرح آیات قرآن اور احادیث کی بھی فہرست دی گئی ہے۔

پہلے باب میں موضوع کا تعارف، موضوع کی اہمیت، مقاصد تحقیق، منہج تحقیق، سابقہ کتب و مضامین کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں چار فصول قائم کی گئی ہیں۔ پہلی فصل میں یورپ اور اسلاموفوبیا کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے، فصل دوم میں اسلاموفوبیا کے اہداف و مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسری فصل میں اسلاموفوبیا کے تاریخی اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ چوتھی فصل میں اسلاموفوبیا کے جدید اسباب کا ذکر کیا گیا ہے، جو بالخصوص عصر حاضر میں اسلاموفوبیا کی ترویج کا باعث قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

تیسرا باب تین فصول پر مشتمل ہے پہلی فصل میں اسلاموفوبیا کے روایتی اسالیب و وسائل، فصل دوم میں اسلاموفوبیا کے نئے اسالیب و وسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے کہ کس طرح اسلاموفوبیا کی ترویج کے لئے روایتی طریقوں کو اپنایا گیا اور موجودہ دور میں غیر حکومتی نیٹ ورکس، این جی اوز اور دیگر ادارے اپنے مقاصد کو دلکش نعروں کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اہداف کے لئے مسلم معاشروں میں کچھ لوگ شعوری اور ارادے کے ساتھ اور کچھ لوگ لاشعوری طور پر کام کرتے آرہے ہیں۔ فصل سوم میں اسلاموفوبیا کی ترویج میں میڈیا کا کردار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے کہ عصر حاضر کے پاور اسٹرکچر میں عسکری، معاشی اور علمی طاقت کے ساتھ ساتھ میڈیا ایک مہلک ہتھیار کے طور پر استعمال ہو رہا ہے عسکری طاقت جہاں انسانوں کا وجود مٹانے کے لئے استعمال ہو رہی ہے وہاں میڈیا کی طاقت انسانوں کے اذہان اور اعتقاد کو تبدیل کرنے کے لئے استعمال ہو رہا ہے، یورپی پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا نے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی انتہائی منفی تصویر پیش کی ہے اس لئے یہ یورپ میں اسلاموفوبیا کے مظہر قرار دپائے جاتے ہیں۔

باب چہارم میں بھی چار فصول قائم کی گئی ہیں، فصل اول میں اقلیتوں کے مفہوم اور تصورات کو پیش کیا گیا ہے اور یورپ میں مقیم مسلمان اقلیتوں کے حقوق کے متعلق بحث کی گئی اور یورپ کے بعض ممالک کے قوانین کا بھی جائزہ لیا گیا اقوام متحدہ اور یورپی یونین کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق میں پاس ہونے والے مختلف قوانین کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے متعلق اسلامی قوانین کو پیش کیا گیا۔ دوسری فصل میں فرانس میں مسلم اقلیت پر اثرات کو بیان کیا گیا ہے، اس فصل میں فرانس میں مقیم مسلم اقلیت کے ساتھ مذہبی، سیاسی معاشی اور سماجی ہر میدان میں امتیازی سلوک کی صورت حال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یورپی یونین کے ممالک میں سب سے زیادہ تعداد میں مسلمان فرانس میں آباد ہیں اور اسی ملک میں سب سے زیادہ بنیادی انسانی حقوق کی

خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ فصل سوم جرمنی میں مسلم اقلیت کو درپیش مسائل پر مشتمل ہے اس فصل میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ یورپ میں فرانس کے بعد سب سے زیادہ مسلمان جرمنی میں آباد ہیں جو کہ تقریباً تین سو سال سے جرمنی میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ اقوام متحدہ، یورپی یونین اور ملکی سطح پر مذہبی آزادی کے قانون کی موجودگی کے باوجود جرمن مسلم اقلیت کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایسے نئے قوانین متعارف کروائے جا رہے ہیں جو نا انصافی اور غیر مساوی سلوک پر مبنی ہیں، اس ضمن میں مکمل سروے رپورٹس کو باحوالہ ذکر کیا گیا ہے۔ فصل چہارم میں برطانیہ میں مسلم اقلیت کی مشکلات کو بیان کیا گیا ہے برطانیہ میں مسلم اقلیت کی صورتحال فرانس سے بھی اتر ہے مسلمان اقلیت پر امن طریقے سے رہ رہے ہیں قیام امن کے لئے حکومت وقت کے قدم بقدم کام کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور مقامی لوگوں کے قبول اسلام کے رجحان نے حکومت وقت اور مختلف غیر مسلم تنظیموں کو پریشان کر رکھا ہے۔ برطانیہ میں مسلمان اقلیت کو بے روزگاری، صحت و تعلیم کے مواقع میں نا انصافی، جسمانی حملوں، پراپرٹی کو نقصان پہنچانے، خواتین کو ہراساں کرنے، مساجد پر حملے، زبانی بے عزتی اور بدکلامی جیسی مشکلات کو سروے رپورٹس کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اسی طرح باب پنجم میں بھی چار فصول قائم کی گئی ہیں، پہلی فصل اسلامی ممالک کے اقدامات اور لائحہ عمل کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے اسلاموفوبیا کی روک تھام کے لئے مختلف اسلامی ممالک پاکستان، سعودی عرب، ایران، ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، مصر، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات نے اپنی اپنی سطح پر اقدامات کئے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان نے اسلاموفوبیا کے تدارک کے لئے اسلامی ممالک اور عالمی سطح پر رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے سب سے پہلے مہم کا آغاز کیا اور پہلی مرتبہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر پاکستان نے اسلاموفوبیا کا مسئلہ اٹھایا۔ جس بنیاد پر اقوام متحدہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر سال 15 مارچ اسلاموفوبیا کے تدارک کا بین الاقوامی دن ہو گا۔ دوسری فصل میں فعال میڈیا کا کردار بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں اور زیادہ تر میڈیا کی وساطت سے کی جاتی ہیں، اسی میڈیا سے ان کا موثر طور پر رد کیا جاسکتا ہے۔ میڈیا پر اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ، اسلامی شعائر، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس مقامات و شخصیات کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں بھی آ جاتی ہیں، جو بجا طور پر ہر مسلمان کے خون کو گرمادینے کے لئے کافی ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمیں صبر، سنجیدگی اور متانت سے کام لینا چاہئے اور ایسے جذباتی رد عمل کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، جو نفرت کو بڑھانے والا ہو، اگر ناشائستہ باتوں پر کا جذباتی انداز رد کیا گیا تو جو لوگ اسلام، امن اور انسانیت کے دشمن ہیں، ان کا مقصد پورا ہو جائے گا، اس کی بجائے علم کی روشنی میں مدلل اور سنجیدہ طریقہ پر ان کا جواب دینا اور ان کی بات پر رد عمل ظاہر کرنا چاہئے، کیوں کہ جذبات و اشتعال سے وہ لوگ کام لیتے ہیں، جن کے پاس دلیل کی قوت نہیں ہوتی، جن کے پاس دلیل کا ہتھیار موجود ہو، انہیں تحمل و برداشت کا دامن چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ فصل سوم میں مسلم اقلیت کی سعی و اقدامات کا جائزہ لیا گیا ہے اور یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے چند راہنما

اصول و خطوط کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ ملکی و مقامی قوانین کا احترام کرنے کے ساتھ اپنے مذہبی تشخص کو بحال رکھتے ہوئے بہتر اور پرامن طریقے سے زندگی بسر کر سکیں۔ فصل چہارم انٹرویوز پر مشتمل ہے، جس میں پاکستان اور یورپی ممالک کی علمی و محقق شخصیات کے انٹرویوز احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ مسلم اقلیت کے غیر مسلم ریاست میں رہنے کے ضابطے، یورپ میں مقیم مسلم اقلیت کے بہتر مستقبل کا لائحہ عمل، یورپی مسلمانوں کو درپیش چیلنجز کا حل، مسلم اقلیت کو درپیش مشکلات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نتائج بحث

1. اسلاموفوبیا کی تعریف اور اہمیت
اسلاموفوبیا یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت، تعصب، اور امتیازی سلوک کی ایک شکل ہے، جو ایک سماجی رویے کے طور پر ابھرا ہے۔ یہ ایک اہم چیلنج ہے جس نے مسلمانوں کی زندگیوں پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔
2. تاریخی پس منظر اور جڑیں
اسلاموفوبیا کی جڑیں پرانی ہیں، لیکن اس میں اضافے کی وجہ 11 ستمبر کے بعد کے واقعات اور اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ ہے۔ اس نے اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑ کر ایک خطرہ کے طور پر پیش کیا، جو کہ ایک خود ساختہ نظریہ بن چکا ہے۔
3. مسخ شدہ تفہیم اور دقیانوسی تصورات
اسلاموفوبیا نے مسلمانوں کے بارے میں ایک مسخ شدہ تفہیم کو پروان چڑھایا ہے، جس کے تحت انہیں شدت پسند اور انتہاء پسند کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس تفہیم کا مقصد اسلام کی ثقافتی اور تاریخی تنوع کو نظر انداز کرنا ہے۔
4. سازشیں اور مختلف عوامل
مختلف قوتیں، ادارے، اور تنظیمیں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ دین اسلام سے دوری، غلط فہمیاں، اور یورپ کی تنگ نظری بھی اسلاموفوبیا کی بنیادی وجوہات ہیں۔
5. میڈیا کا کردار
یورپی (پرنٹ، الیکٹرانک، اور سوشل) میڈیا نے اسلاموفوبیا کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ میڈیا کے ذریعے جو مباحث چلائے جا رہے ہیں، ان کا سامنا کرنے کے لیے مسلم کمیونٹی کے مسائل کو صحیح تناظر میں پیش کرنا ضروری ہے۔
6. منفی سماجی اثرات
اسلاموفوبیا کے نتیجے میں یورپی معاشرت میں مسلمانوں کے خلاف ایک منفی اور عصبیت کا ماحول بن گیا ہے۔ اس کے باعث مسلم اقلیتوں کی جان، مال، اور عزت و آبرو خطرے میں ہیں، جو کہ ان کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔
7. سماجی اور اقتصادی عدم استحکام
یورپ میں مقیم مسلم اقلیت کو سماجی، اقتصادی، اور سیاسی عدم استحکام کا سامنا ہے، جو کہ احساس محرومی کا باعث بنتا ہے۔ یہ عدم استحکام یورپی ممالک کے امن کے لیے ایک خطرہ بن سکتا ہے۔

8. اسلام کی مثبت تشریح

اسلام پر آنے والے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دینے کے لیے حکمت اور دانش مندی کی ضرورت ہے۔ اہل یورپ کو یہ باور کرانا ضروری ہے کہ اسلام محبت اور امن کا دین ہے۔

9. تعلیمی و آگاہی کے اقدامات

ذرائع ابلاغ پر دینی و عصری تعلیم سے مزین اور حالات حاضرہ سے باخبر اسکالرز کو پیش کرنا چاہیے تاکہ اسلام کی اصل صورت کو دنیا کے سامنے لایا جاسکے۔

10. مسلم امہ کا اتحاد

عالم اسلام کو اسلاموفوبیا اور دیگر مسائل سے نمٹنے کے لیے مستقل بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، جس میں مسلم امہ کی شیرازہ بندی اور معاصر مسائل کے بارے میں آگاہی شامل ہو۔

اسلاموفوبیا ایک پیچیدہ اور چیلنجنگ مسئلہ ہے جو مسلم اقلیتوں کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس مسئلے کا مؤثر حل مختلف سطحوں پر باہمی تعاون، آگاہی، اور تعلیمی اقدامات کے ذریعے ممکن ہے۔ مسلم کمیونٹی کو اپنی ثقافتی وراثت کو مؤثر انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یورپی معاشرت میں تعصب اور نفرت کا خاتمہ کیا جاسکے۔

تجاویز سفارشات

اسلاموفوبیا کا خاتمہ کرنے اور مسلم اقلیتوں کے خلاف تعصبات کو کم کرنے کے لیے مضبوط اور منظم اقدامات کی ضرورت ہے۔ ذیل میں کچھ اہم تجاویز پیش کی جا رہی ہیں جو اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں:

1. ایک ایسا عالمی فریم ورک تشکیل دیا جائے جو نہ صرف اسلاموفوبیا بلکہ تمام مذاہب کے خلاف تعصبات اور نفرت انگیزی کا مقابلہ کرے۔ عالمی سطح پر سیمینارز، کانفرنسز، اور مکالمے منعقد کیے جائیں تاکہ اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی جاسکے اور غلط فہمیوں کو دور کیا جاسکے۔

2. مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مختلف ثقافتوں، قومیتوں، اور مذاہب کے لوگوں کے ساتھ باہمی تعلقات قائم کریں اور مشترکہ مسائل کے حل کے لیے کمیونٹی پروجیکٹس پر کام کریں۔ اس سے مسلمان کمیونٹی کے بارے میں مثبت تاثر پیدا ہو گا کہ وہ اپنے معاشروں کے خیر خواہ ہیں۔

3. اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو بین الاقوامی سطح پر جیسے اقوام متحدہ اور او آئی سی (OIC) کے پلیٹ فارمز پر دیگر ممالک سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ اسلاموفوبیا کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اس کے مرتکب افراد کو سخت سزا دی جائے۔

4. یورپ اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی میڈیا میں نمائندگی بہت کم ہے، جس کے باعث مسلمانوں کی اصل آواز دب جاتی ہے۔ مسلم کمیونٹی کو صحافت اور میڈیا میں باقاعدہ نمائندگی حاصل کرنے کے لیے افراد تیار کرنے چاہئیں، تاکہ وہ اسلامی افکار و نظریات کو بہتر انداز میں پیش کر سکیں۔

5. اسلاموفوبیا کے مقابلے کے لیے اسلام کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے تحریری اور تقریری مواد کی اشاعت کی جائے، جس میں اسلامی تعلیمات کے ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے جو انسانی زندگی کو آسان اور دوسرے مذاہب کے احترام کا درس دیتے ہیں۔

6. 15 مارچ کو اینٹی اسلاموفوبیا ڈے کو عملی اقدامات کے ذریعے مزید فعال کیا جائے تاکہ اس دن کو عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کے خلاف شعور اجاگر کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکے۔

7. مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے تنظیمات جیسا کہ CAIR (Council on American-Islamic Relations) کو مضبوط کیا جائے اور ان کی معاونت کی جائے تاکہ وہ مسلمانوں کے مسائل کو عالمی سطح پر بہتر انداز میں پیش کر سکیں۔

8. تعلیمی اداروں اور اسکولوں میں اسلام کے حوالے سے درست معلومات فراہم کرنے کے لیے خصوصی پروگرامز ترتیب دیے جائیں تاکہ نئی نسل اسلاموفوبیا سے آزاد ذہن کے ساتھ پروان چڑھے۔

فهرست آیات

نمبر شمار	آیات مبارکه	نام سورت	صفحه نمبر
1.	وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ	البقرة-127	70
2.	وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ	البقرة-130	70
3.	لَا أَكْرَاهُ فِي الدِّينِ	البقرة-256	224
4.	وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ	البقرة-269	226
5.	قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ءَامَنَّا بِاللَّهِ ؕ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ	آل عمران-52	71
6.	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا	آل عمران-103	352
7.	كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	آل عمران-110	355
8.	لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْظِلًا	النساء-148	343
9.	وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَّكُمْ	المائدة-5	234
10.	يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ	المائدة-44	71
11.	وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِهَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ	المائدة-44	229
12.	لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا	المائدة-48	79
13.	وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ	الانعام-151	355
14.	رَبَّنَا آفِرْغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ	الاعراف-126	71
15.	وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ	التوبة-105	357
16.	وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ	يونس-72	70
17.	وَقَالَ مُوسَى يُقَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ	يونس-84	71
18.	تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالصِّدْحَيْنِ	يوسف-101	71
19.	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ	الاسراء-70	194

45	الحج-40	وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَهْدِمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ^٥	20.
363	الحج-67	لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَارُ عَنْكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ	21.
72	المومنون-51	يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا	22.
238	النور-31	وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ	23.
51	الفرقان-1	تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا	24.
53	الفرقان-4	وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكُ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ	25.
140	الفرقان-4	وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكُ افْتَرِيهِ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ	26.
53	الفرقان-5	أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْنَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا	27.
71	النمل-44	وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمِينَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ	28.
357	القصص-77	وَلَا تَتَسَنَّسْ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ	29.
222	الروم-22	وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافَ السِّتَاتِ وَالْوَاكِمِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ	30.
239	الاحزاب-59	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ أَزْوَاجُكَ وَبَنَاتُكَ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ	31.
343	الاحزاب-70	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا	32.
350	فاطر-58	وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ	33.
350	الزمر-9	قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ	34.
76	الشورى-13	مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى	35.
344	الحجرات-12	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ	36.
222	الحجرات-13	خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى	37.
350	المجادلة-11	يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ	38.
357	الجمعة-10	فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشَرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا	39.

226	العلق-1	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	40.

فهرست احادیث

نمبر شمار	احادیث مبارکه	کتاب	صفحه نمبر
1.	"أَنَا أَحَقُّ مِنْ وَفِي بَدَائِهِ"	بیہقی	228
2.	"الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ فَاحْبِبِ الْخَلْقَ إِلَى اللَّهِ مِنْ أَحْسَنِ إِلَى عِيَالِهِ"	الطبرانی	217
3.	"إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَحِلْ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بَيْتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَضْرِبُوا نِسَاءَهُمْ وَلَا أَكْلَ ثَمَارِهِمْ"	ابوداؤد	39
4.	"إِنَّ النِّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحْلَ مِنْ الْبَيْتَةِ"	ابوداؤد	39
5.	"مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى"	مسلم	352
6.	"مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"	ترمذی	351
7.	"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"	مسلم	343
8.	"مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِينُهُ كَدِينِنَا"	بیہقی	227
9.	"لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ دِينُهُمْ"	بخاری	224
10.	"سَنُؤَاجِمُ أَهْلَ كِتَابٍ غَيْرِنَا كَحِي نِسَائِهِمْ وَلَا أَكْلِي ذَبَائِهِمْ"	بخاری	218
11.	"وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ"	ترمذی	356
12.	"وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًّا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغْلُوا وَضُؤًا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"	بخاری	38
13.	"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ"	ترمذی	354

مصادر ومراجع

مقدس کتب

- القرآن الکریم
- کتاب مقدس

عربی مصادر

- أحمد، رانيا. الاسلاموفوبيا وتأثيرها على المجتمعات الأوروبية. 2020. دار المعارف.
- ابن عابدین، محمد امین الشھیر. حاشیہ دارالمختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار. ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی.
- ابن ہشام، محمد عبد الملک (م 213ھ). سیرت ابن ہشام. مقبول اکیڈمی، لاہور، 1965، ج 3، ص 157-.
- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن. سنن ابن ماجہ. مکتبہ ابی المصاطی، مصر، بغیر تاریخ.
- ابو داؤد، سلمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر سجستانی. سنن ابی داؤد. دار السلام للطبع والنشر، 2000ء.
- ابو عبید القاسم. کتاب الاموال. 2240. دار الفکر، بیروت، لبنان، 1998ء، ص: 129-30.
- الاصفہانی، محمد حسین الراغب. مفردات القرآن. دمشق: دار القلم، چوتھی اشاعت، 1430ھ / 2009ء.
- البخاری، محمد بن اسماعیل. الجامع الصحیح. بیروت: دار ابن کثیر، پہلی اشاعت، 1423ھ.
- البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل. الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ. دار السلام للطبع والنشر، 2000ء.
- البیہقی، احمد بن الحسین. دلائل النبوة. تحقیق: عبد المعطی. بیروت: دار الکتب العلمیہ، پہلی اشاعت، 1419ھ.
- الباشا، عبد الرحمن رافت. صور من حياة الصحابة. دار النفائس، بیروت، 1992ء.
- الترمذی، محمد بن عیسیٰ. الجامع. الرياض: دار السلام للنشر والتوزیع، 1999ء.
- الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن الضحاک. الجامع. دار السلام للطبع والنشر، 2000ء.
- الجوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن ابوالحسن. تلخیص الیل. مطبعة السادة، مصر، 1340ھ، ص: 41.
- العطار، محمد عبد اللہ. الاسلاموفوبيا: الجذور والتداعيات. 2015ء. دار الفکر.

- الغزالي، الشيخ محمد. غلققه السيره. تحقيق: محمد ناصر الدين الالباني، 2002ء، 1423هـ، پہلی اشاعت، دار احیاء التراث الغزالي، بیروت لبنان، ص 39.
- الشمری، یوسف. الاقلیات المسلمة فی أوروبا: التحديات والفرص. 2021ء. مرکز دراسات الوحدة العربية.
- المقدسی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر. احکام اهل الذمة. ابن قیم الجوزیة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الکافی فی الهند، 1332ھ، ص: 44.
- النسائی، احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن. المجتبى من اسنن. مکتب، المطبوعات الاسلامیة، حلب، دوسری اشاعت، 1406/ 1986. تحقیق: عبد الفتاح ابو عز.
- المرغینانی، علی بن ابی بکر. الهدایة. کراچی، مکتبۃ البشری، پہلی اشاعت، 1432ھ / 2011ء.
- احمد بن حنبل. مسند. تحقیق: شعیب الارنوط. بیروت: مؤسسه الرسالہ، 1413ھ.
- بن عیاد، سلیم. الاسلاموفوبیا: المفهوم والأبعاد. 2016ء. دار الکتب الجامعی.
- بن صالح، فاطمة الزهراء. حقوق الاقلیات المسلمة فی أوروبا. 2017ء. دار الساقی.
- خلیل، سامی. الاسلام والإعلام: دراسة فی ظاهرة الاسلاموفوبیا. 2019ء. مؤسسه الحوار للثقافة والتنمية.
- سلیمان بن داؤد الجارو. مسند آبی داؤد الطیالسی. تحقیق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي. هجر للطباعة والنشر، پہلی اشاعت.
- شافعی، امام، محمد بن ادريس شافعی (م 204ھ / 820ء). کتاب الام. دار الفکر، بیروت، 1983ء.
- صبحی، عید وسعید، ڈاکٹر. السلطة والحرية فی النظام الاسلامی. ناشر: دار الفکر العربی، مطبعة جامعة القاهرة، 1973ء.
- عبد الملك، محمد بن هشام. سيرت ابن هشام. اداره اسلامیات، لاہور، 1994ء.
- علی حسن الخربوطلی، ڈاکٹر. الاسلام واهل الذمة. المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیة، القاهرة، 1999ء.
- عمر بن ابراہیم رضوان. آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیرہ. دار طیبیہ، الرياض.
- عمر فروخ. تاریخ الجاہلیہ. مکتبہ دار العلم، بیروت، 1993ء.
- مسلم بن الحجاج، الامام. الجامع الصحیح. الرياض: دار طیبیہ للنشر والتوزیع، 2006ء.
- محمد بن عبد اللہ الخطیب، خطیب تبریزی. مشکوٰۃ المصابیح. دار الفکر، بیروت، لبنان، 1991ء.
- منصور، أحمد. الاسلاموفوبیا فی أوروبا: دراسة تحليلية. 2018ء. المركز العربي للأبحاث ودراسة السياسات.

- قاضی، محمد علی بن علی الفاروقی۔ کشف اصطلاحات الفنون الجوهری۔ سہیل اکیڈمی، لاہور، 1993ء، 466۔

اردو مصادر

- احمد ندوی، شاہ معین الدین، 1996ء۔ مہاجرین، جلد دوم۔ اعظم گڑھ: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی۔
- امین، ڈاکٹر محمد، 2020ء، اسلام اور رد مغرب۔ لاہور: مکتبہ البرہان۔
- بشیر، محمد، سن اشاعت ندارد، مختصر انٹرنیٹ ڈکشنری۔ لاہور: اردو بازار۔
- پوری، محمد سلیمان، 2007ء، رحمۃ للعالمین ﷺ۔ فیصل آباد: مرکز الحرمین۔
- جالندھری، شفیق، سن اشاعت ندارد، صحافت اور صحافی۔ لاہور: علمی کتاب خانہ۔
- جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر، 2005ء، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر۔ لاہور: بیت الحکمت۔
- خان، ڈاکٹر زینب، 2018ء، اسلاموفوبیا: ایک حقیقت۔ کراچی: دارالعلم۔
- حمید اللہ، ڈاکٹر، 1990ء، خطبات بہاولپور، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی۔
- حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ۔ کراچی: اردو اکیڈمی۔ سن اشاعت ندارد۔
- حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، 2003ء، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ کراچی: دارالاشاعت۔
- حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، 1999ء، اسلامی ریاست۔ لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب۔
- حسین، ڈاکٹر فاطمہ، 2020ء، پاکستان میں اسلاموفوبیا کی صورت حال۔ ملتان: علم و ادب۔
- جلال العالم، علامہ، 2005ء، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں۔ لاہور: دارالبلاغ۔
- علوی، ڈاکٹر خالد، 2005ء، اسلام اور اقلیتیں۔ اسلام آباد: دعوة اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔
- غازی، ڈاکٹر محمود احمد، 1997ء، خطبات بہاولپور: اسلام کا قانون بین الممالک۔ بہاولپور: اسلامیہ یونیورسٹی۔
- سمیع اللہ، ڈاکٹر، 2019ء، اسلاموفوبیا: وجوہات اور اثرات۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن۔
- شمس الدین، محمد، ڈاکٹر، 1990ء، البلاغ عامہ کے نظریات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔
- شفیع، مفتی محمد، سن اشاعت ندارد، معارف القرآن۔ کراچی: ادارہ معارف القرآن۔
- شیخ، محمد وسیم اکبر، 2003ء، ذرائع البلاغ اور اسلام۔ لاہور: مکہ پبلی کیشنز۔
- صدیقی، یسین مظہر، 2017ء، خطبات سیرت۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی۔
- وحدی، عرفان، 2015ء، اسلاموفوبیا، محرکات، اثرات، اور تدارک۔ دہلی: ماہنامہ فریق منزل۔

- مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ، 2002ء، الجہاد فی الاسلام۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن۔
- مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ، 2003ء، تفہیم القرآن۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن۔
- موسوی، مجتبیٰ، سن اشاعت ندارد، مغربی تمدن کی ایک محک۔ دہلی: ترقی اردو بیورو۔
- ناز، ڈاکٹر سمیعہ، 2022ء، یورپ میں اسلاموفوبیا: چیلنجز اور مواقع۔ اسلام آباد: علمدار پبلیشرز۔
- ندوی، ابوالحسن علی، سن اشاعت ندارد، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام۔
- ندوی، نذر الحفیظ، 2000ء، سیکولر میڈیا کا شرانگیز کردار۔ لاہور: عوامی میڈیا وائچ کمیٹی۔
- ندیم، عاقل، 2019ء، "مغرب میں اسلام کا بڑھتا خوف، وجوہات کیا ہیں۔" روزنامہ انڈیپنڈنٹ اردو، 24 دسمبر۔
- وقار، مولانا منیر احمد، 2008ء، پیغمبر امن۔ لاہور: دارالاسلام۔

English Sources:

- Abbas, Tahir. *Islamophobia and Radicalisation: A Vicious Cycle*. London: Hurst, 2019.
- Abdul Muhaimin. *Modern Approaches in SIRAH Writing with Special Reference: A Comparative and Analytical Study*. Islamabad: AIOU, 2016.
- Allen, Charles. *Islamophobia: A Very Short Introduction*. Oxford: Oxford University Press, 2019.
- Aslan, Alice. *Islamophobia in Australia*. Glebe: Agora Press, 2009.
- Bleich, Erik. *The Rising Tide of Islamophobia in Europe: The Impacts of Social Media and Political Discourse*. New York: Palgrave Macmillan, 2017.
- Bangstad, Sindre. *Anders Breivik and the Rise of Islamophobia*. London: Zed Books, 2014.
- Beydoun, Khaled A. *American Islamophobia: Understanding the Roots and Rise of Fear*. Oakland: University of California Press, 2018.
- Bernard Lewis. *The Crisis of Islam: Holy War and Unholy Terror*. New York: Modern Library, 2003.
- Dyer, Richard. *White: Essays on Race and Culture*. London: Routledge, 1997.
- Dorroll, Courtney M., ed. *Teaching Islamic Studies in the Age of ISIS, Islamophobia, and the Internet*. Bloomington: Indiana University Press, 2019.
- Fekete, Liz. *A Suitable Enemy: Racism, Migration and Islamophobia in Europe*. London: Pluto Press, 2009.
- Green, Todd H. *The Fear of Islam: An Introduction to Islamophobia in the West*. 2nd ed. Minneapolis: Fortress Press, 2019.

- Hassan, Isyaku, and Mohd Nazri Latiff Azmi. Islamophobia in Non-Western Online Newspapers. Newcastle upon Tyne: Cambridge Scholars Publishing, 2021.
- Huntington, Samuel P. The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order. New York: Simon & Schuster, 1996.
- Kepel, Gilles, and Antoine Jardin. Terror in France: The Rise of Jihad in the West. Princeton Studies in Muslim Politics. Princeton, New Jersey: Princeton University Press, 2017.
- Khosrokhavar, Farhad. Islamophobia: The Global Impact of Anti-Muslim Sentiment. New York: Columbia University Press, 2016.
- Kundnani, Arun. The Muslims Are Coming! Islamophobia, Extremism, and the Domestic War on Terror. London: Verso, 2014.
- Law, Ian, et al. Countering Islamophobia in Europe. Mapping Global Racisms. Cham: Palgrave Macmillan / Springer Nature, 2019.
- Massoumi, Narzanin, Tom Mills, and David Miller. What Is Islamophobia? Racism, Social Movements and the State. London: Pluto Press, 2017.
- Peter, Frank, and Rafael Ortega, eds. Islamic Movements of Europe: Public Religion and Islamophobia in the Modern World. London: I.B. Tauris, 2014.
- Plenel, Edwy. For the Muslims: Islamophobia in France. Translated by David Fernbach. New York: Verso, 2016.
- Renton, James, and Ben Gidley, eds. Antisemitism and Islamophobia in Europe: A Shared Story? Cham: Palgrave Macmillan / Springer Nature, 2017.

- Said, Edward W. *Covering Islam: How the Media and the Experts Determine How We See the Rest of the World*. New York: Vintage Books, 1997.
- Said, Salman, and Abdool Karim Vakil. *Thinking through Islamophobia: Global Perspectives*. New York: Columbia University Press, 2010.
- Sbenaty, J. B., and W. C. A. *Muslims in America: The Challenge of Islamophobia*. New York: Nova Science Publishers, 2016.
- Shapiro, Paul, and Brian M. Brim. *Xenophobia and Islamophobia in Europe*. Edinburgh: Edinburgh University Press, 2012.
- Taras, Ray. *Islamophobia: Making Muslims the Enemy*. New York: Routledge, 2012.
- Wolfreys, Jim. *Republic of Islamophobia: The Rise of Respectable Racism in France*. London: Hurst, 2018.
- Zúquete, José Pedro. *The Identitarians: The Movement Against Globalism and Islam in Europe*. Notre Dame: University of Notre Dame Press, 2018.

Think Tanks:

- Anti-Defamation League (ADL). New York City, USA, 1913.
- Centre for Social Cohesion (CSC). London, UK, 2007.
- Center for American Progress (CAP). Washington, D.C., USA, 2003.
- Center for Muslim-Christian Understanding (CMCU). Georgetown University, Washington, D.C. 20057, United States, 1993.
- European Commission against Racism and Intolerance (ECRI). France, 1993.
- European Network Against Racism (ENAR). European Union, Iceland, 1993.
- Institute for International & Islamic Strategic Affairs. London, United Kingdom, 2012.
- Institute for Social Policy and Understanding (ISPU). Washington, D.C., 2002.
- Institute Montaigne. Paris, France, 2000.
- Institute of Policy Studies Islamabad (IPS). Islamabad, Pakistan, 1979.
- Institute of Research and Study on the Arab and Islamic Worlds (IREMAM). France, 1986.
- Muslim Council of Britain. London, United Kingdom, 1997.

Think Tank Reports:

- European Network Against Racism (ENAR):
 - Report: "Racism and Discrimination in Europe: The Impact of Islamophobia"
 - Overview: This report examines the state of racism and discrimination against Muslims in Europe, providing data on hate crimes and societal attitudes.
- Runnymede Trust:
 - Report: "Islamophobia: A Challenge for Us All"
 - Overview: This seminal report outlines the various forms of Islamophobia in the UK, providing a framework for understanding its impact on Muslim communities.
- 3. Institute for Social Policy and Understanding (ISPU):
 - Report: "The Muslim American Experience: Islamophobia and Its Impact"
 - Overview: While focused primarily on the U.S., the findings have implications for understanding trends in Europe, highlighting the psychological and social impacts of Islamophobia.
- FRA (European Union Agency for Fundamental Rights):

- Report: "Antisemitism and Islamophobia: A Comparative Analysis"
 - Overview: This report analyzes the experiences of anti-Muslim and anti-Semitic sentiments in EU member states, focusing on the socio-political context.
- The Pew Research Center:
 - Report: "The Future of World Religions: Population Growth Projections, 2010-2050"
 - Overview: This report discusses demographic trends and their implications for religious groups, including the rise of Islam in Europe and associated public perceptions.
- The Center for European Policy Studies (CEPS):
 - Report: "Islamophobia in Europe: Perception and Reality"
 - Overview: This report analyzes public perceptions of Islam and Muslims across various European countries, discussing the disconnect between media portrayals and lived realities.
- Open Society Foundations:
 - Report: "Rising Hate: The Impact of Anti-Muslim Hate on Europe"
 - Overview: This report documents rising hate crimes and societal discrimination against Muslims in Europe, providing policy recommendations to combat these trends.

News Papers, Channels & Websites:

- 9to5 Mac.
 - <https://9to5mac.com>
- Al-Ahram. Cairo. 12 March 2008.
 - <http://weekly.ahram.org.eg/2008/887/focus.htm>
- American Film Institute. 2005.
 - <https://www.afi.com>
- American Libraries Magazine.
 - <https://americanlibrariesmagazine.org>
- Anadolu Agency.
 - <https://www.aa.com.tr>
- ARABNEWS.com.
 - <https://www.arabnews.com>
- BBC News.
 - <http://news.bbc.co.uk>
- CBC News, Canada.
 - <https://www.cbc.ca>
- Cincinnati Enquirer.
 - <https://www.cincinnati.com>
- CNN.

- <http://edition.cnn.com/2011/US/07/11/terrorism.expert/index.html>
- Daily News. New York.
 - <https://www.nydailynews.com>
- Daily Sabah.
 - <https://www.dailysabah.com>
- Entertainment Weekly.
 - <https://ew.com/tv>
- EUREKA: Social and Humanities.
 - <https://doi.org/10.21303/2504-5571.2019.001054>
- FAIR.
 - <https://fair.org>
- Fear, Inc.
 - <https://www.americanprogress.org>
- First Things.
 - <https://www.firstthings.com>
- firstshowing.net.
 - <https://www.firstshowing.net>
- Forbes.
 - <https://www.forbes.com>
- Fox News.
 - <http://www.foxnews.com>

- Frank Miller Ink.
- <http://frankmillerink.com/2011/9/propaganda>
- IGI. Global.
 - <https://www.igi-global.com>
- International Communication Gazette.
 - <https://journals.sagepub.com/toc/gaza/26/4>
- New York Times.
 - <https://www.nytimes.com>
- Observer.
 - <https://observer.com>
- PolitiFact.
 - <https://www.politifact.com>
- Press Gazette. London.
 - <https://pressgazette.co.uk>
- Reuters.
 - <https://www.reuters.com>
- Shacknews.
 - <https://www.shacknews.com>
- The Atlantic.
 - <https://www.theatlantic.com>
- The Globe and Mail.
 - <https://www.theglobeandmail.com>

- The Guardian. London.
 - <https://www.theguardian.com/uk/london>
- The Independent.
 - <https://www.independent.co.uk>
- The Irish Times.
 - <https://www.irishtimes.com>